[illegible]

فتاوی دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاوی فریدیہ

جلد سوم

از افادات

محدث کبیر فقیہ العصر حضرت مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مدظلہم مفتی جامعہ دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک

تخریج و ترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری مدرس دارالعلوم صدیقیہ زروبی

اہتمام و اشاعت

مولانا نور حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ

زروبی ضلع صوابی

۱

فسئلوا اهل الذکران کنتم لا تعلمون ہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

(جلد سوم)

افادات

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم
جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تخریج وترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری مدرس دار العلوم صدیقیہ زروبی

اہتمام واشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

نام کتاب: ——— فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد سوم)

افادات: ——— محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی زروبوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتخریج: ——— مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ

معاون: ——— مولانا مفتی عصمت اللہ حقانی

کمپوزنگ: ——— حافظ ولی الرحمٰن صدیقی...... (لوندخوڑ)

پروف ریڈنگ: ——— سلطان فریدی

ضخامت: ——— ۵۹۲/صفحات

طبع بارسوم: ——— مارچ ۲۰۰۹ء، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

تعداد بارسوم: ——— تیرہ سو...... (۱۳۰۰)

قیمت: ———

نگرانی: ——— مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہتمام واشاعت: ——— مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی
مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی (پاکستان)

فون وفیکس دارالعلوم: 0938-480534 رہائش: 480156

موبائل: 0300-5681986



فہرست مضامین جلد سوم

عنوانات	صفحہ

باب صلاۃ المسافر

(فصل فی السفر التی تتغیر بہ الاحکام)

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

فصل فی قصر الصلاۃ

عنوانات	صفحہ

باب صلاة الجمعة

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

فصل فی شروط صحة الجمعة

صفحہ	عنوانات

عنوانات	صفحہ
موضع شادی دھمیال میں نماز جمعہ کے بارے میں تیرہ تفصیلی مسائل	۱۷۴

فصل فی الخطبة

باب صلاة العيدين

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

کتاب احکام الجنائز

باب صلاۃ الجنازۃ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

| **فصل فی الحمل والغسل والدفن والتعزیة** | |

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

فصل فی زیارۃ القبور وایصال الثواب وغیرھا

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

کتاب الزکوٰۃ

باب وجوب الزکوٰۃ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب الزکوٰۃ فی الأموال

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب زکاۃ الزروع والثمار
(العشر)

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب صدقة الفطر

باب صدقة التطوع

عنوانات	صفحہ

باب مصارف الزکاة

صفحہ	عنوانات
۵۳۵	عیالدار عالم اور متعلم اقارب پر مقدم کیے جائیں گے
۵۳۵	مدرس کیلئے بطور صلہ عشر و زکوٰۃ لینا جائز ہے
۵۳۶	فقیر امام مسجد کو زکوٰۃ بطور ترحم اور صلہ جائز ہے
۵۳۷	ائمہ مساجد کو زکوٰۃ وصدقات دینا
۵۳۸	زکوٰۃ وعشر کے مصارف فقراء ومساکین ہیں خواہ ائمۃ المساجد ہوں یا علماء
۵۳۹	روافض کے علاقے میں اہل سنت کی اقلیت کی بنا پر زکوٰۃ وعشر سے دینی مدرسہ کا قیام
۵۴۱	دینی مدارس کو زکوٰۃ وغیرہا دینے کا حکم
۵۴۲	کسی فقیر مسکین کو مال زکوٰۃ ملا تو معلمین کو اجرت میں دے سکتا ہے
۵۴۲	تملیک بالذات یا بواسطت مہتمم مدارس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
۵۴۳	حکومتی زکوٰۃ کمیٹی سے دینی مدارس کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم
۵۴۴	مدرسہ کیلئے زکوٰۃ کی مد میں باقاعدہ حیلہ کی صورت
۵۴۴	حیلہ زکوٰۃ میں تملیک حقیقی ضروری ہے ہزل سے نہیں ہوتا
۵۴۶	حکومت سے مدارس کیلئے حیلہ پر رقم لینا درست ہے
۵۴۷	زکوٰۃ میں باقاعدہ حیلہ کے بغیر فراغت ذمہ نہیں ہوتی
۵۴۷	مدرسہ کے مطبخ میں زکوٰۃ خرچ کرنے اور تنخواہ میں زکوٰۃ کیلئے عجیب حیلہ
۵۴۸	بیت المال اور حیلہ زکوٰۃ کا حکم
۵۴۹	غنی عالم اور متعلم کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم
۵۵۰	مدارس کے اساتذہ وغیرہ "والعاملین علیہا" میں داخل نہیں ہیں

مسائل شتّٰی

عنوانات	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد سوم)

الحمد لله رب العالمین، والصلوة والسلام علی أشرف المرسلین سیدنا محمد وآله وأصحابه أجمعین...... أمابعد!

اللہ کریم کی خصوصی عنایات اور مہربانیوں پر بندہ کا قلب و دماغ حمد و شکر اور مسرت سے لبریز اور جبین نیاز رب کریم کے آگے سربسجود ہے کہ نو مہینے کی قلیل مدت میں فتاویٰ فریدیہ کی جلد ثالث منظر عام پر آ رہی ہے اس جلد میں کتاب الصلوٰۃ کے آخری ابواب اور کتاب الزکاۃ مکمل شامل ہے اسی طرح کل دو ہزار دو سو پچاس مسائل تقریباً اٹھارہ سو ستر صفحات میں آپ کے ہاں پہنچ چکے فتاویٰ کی ترتیب وتخریج اور تہذیب وتزئین میں جس عرق ریزی اور محنت شاقہ سے واسطہ پڑتا ہے ارباب علم وفضل اس سے بے خبر نہیں ہیں لیکن یہ سب کچھ خداوند کریم کی رحمت خاص کی دستگیری اور توفیق نصیب ہونے پر موقوف ہے، دارالعلوم حقانیہ کے تیس سالہ غیر مرتب ریکارڈ جو سینکڑوں رجسٹروں پر مشتمل ہے میں سے ان بکھرے ہوئے مسائل کی تخریج وترتیب کی بیدار مغزی کے ساتھ ہر ایک مسئلہ کا مطالعہ کیا اور پھر ہر ایک مسئلہ کیلئے فقہی ذخائر سے استخراج جزئیات اور باحوالہ ذکر کرنا انتہائی مشکل اور کٹھن کام تھا لیکن توفیق ربی اور بزرگ ومہربان اساتذہ ومشائخ اور والدین کی دعاؤں سے یہ عظیم علمی خدمت کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہے ورنہ مجھ جیسے ناکارہ اور سیاہ کار کیلئے اس کا تصور بھی محال تھا، اور اللہ کریم کا یہ بھی خصوصی فضل وکرم اور مہربانی ہے کہ سیدی وشیخی وسندی ومولائی حضرت مفتی صاحب متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ وفیوضہ نے بیماری اور ضعف ونقاہت کے باوجود اس جلد کی بھی فصل فصل اور باب باب پر نظر ثانی فرما کر اسے مزید استناد اور استحکام سے نوازا اور جہاں تک بعض مسائل میں ضروری حواشی اور بحث وتحقیق کا تعلق ہے اس میں حتی الوسع کوئی کوتاہی نہیں کی گئی ہے پھر بھی انسان ٹھوکر کھانے سے محفوظ نہیں، برائے اصلاح مطلع فرمانے پر ہم مشکور ہوں گے، یہاں بندہ اپنے نگران اور مشفق استاذ حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی رئیس دارالافتاء جامعہ حقانیہ کی خدمت میں ہدیہ امتنان وتشکر پیش کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہے جنہوں نے اول سے اب تک قدم قدم پر رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی ہے، حضرت الشیخ مفتی صاحب دامت برکاتہم کے تلامذہ، مریدین اور متعلقین کی خدمت میں بھی ہدیہ عقیدت ومحبت پیش کرتا ہوں جن کی دلی دعاؤں اور حوصلہ افزا کلمات سے یہ ساری جدوجہد جاری وساری ہے امید ہے حضرات علماء کرام اور طالبان علوم نبویہ استفادہ کے وقت اپنی دعاؤں میں بندہ حقیر پر تقصیر اور رفیقان کار حضرت مولانا حافظ حسین احمد صدیقی، مولانا مفتی عصمت اللہ حقانی، جناب سلطان فریدی اور حافظ ولی الرحمٰن صدیقی اور ان تمام حضرات کو جنہوں نے اس کام میں جس طور پر بھی کچھ حصہ لیا ہے یاد رکھیں گے۔ اللہ کریم اسے قبول فرمائے اور ہم سب کیلئے زاد آخرت اور فلاح دارین کا ذریعہ بنائے...... آمین

طالب دعا: محمد وہاب منگلوری عفی عنہ

خادم العلم والافتاء بدارالعلوم صدیقیہ زروبی (صوابی)

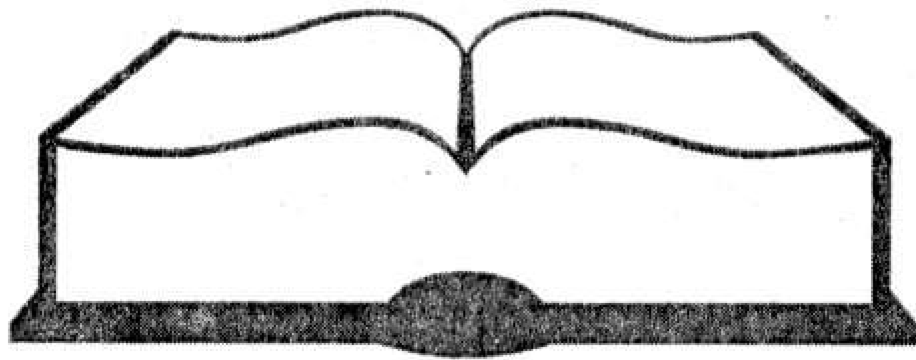
۶/ رجب ۱۴۲۶ھ

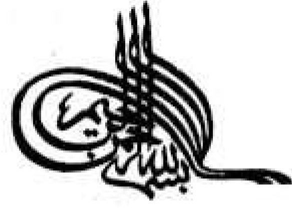
الله الله

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب صلوٰۃ المسافر



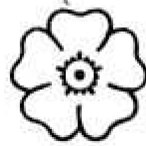


قال اللّٰہ تعالیٰ

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم

جناح ان تقصروا من الصلوٰة.

......(النساء)......



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب صلاۃ المسافر

(فصل فی السفر التی تتغیر به الاحکام)

قصر نماز کیلئے سفر میں مشقت کا ہونا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس زمانہ میں سفر تمام ترسہولیات کے ساتھ کیا جاتا ہے جس میں کسی قسم کی مشقت نہیں ہوتی مثلاً ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر میں کوئی مشقت نہیں ہوتی، تو پھر قصر کیوں کی جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی شیوہ ضلع صوابی......۱۹۷۸ء/۱۰/۱۸

الجواب: واضح رہے کہ قصر کا دارمدار سفر پر ہے نہ کہ مشقت پر کیونکہ سفر قائم مقام مشقت ہے، ویدل علیه مافی شرح التنویرہ :حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر، فافهم هامش ردالمحتار ص ۵۳۷ جلد ۱ ﴿۱﴾. فافهم. وهو الموفق

دائمی سفر یا قیام، شریعت سے متصادم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ڈرائیور ہے جو ہمیشہ سفر پر ہوتا ہے یا کوئی اور شخص مثلاً ہمیشہ سفر پر ہوتا ہے تو کیا شریعت میں دائمی سفر کا کوئی تصور ہے؟ کہ ہمیشہ کیلئے یہ مسافر دو ہی رکعت پڑھے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ مطلب فی سجدة الشکر)

الجواب: تمام عمر مقیم ہونا یا مسافر ہونا نہ شریعت سے متصادم ہے اور نہ نفس الامر سے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بے قرار شخص کی اقامت اور سفر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم جی ٹی ایس یعنی گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس کے ملازم ہیں ہماری سروس پشاور سے مختلف علاقوں کو ہوتی ہے لاہور، فیصل آباد، سوات وغیرہ ہم اب نوکری کی وجہ سے کرایہ کے کمروں میں رہائش پذیر ہیں ہمارے ساتھ بال بچے نہیں ہیں، تو ہم قصر کریں گے یا پوری نماز؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور علی شاہ جی ٹی ایس ڈرائیور گڑ منڈی پشاور......۱۷/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: آپ ہمیشہ مسافر ہوں گے ﴿۲﴾ اور قصر کریں گے ظہر، عشاء، عصر کی نمازوں کو دو دو رکعت پڑھیں گے البتہ اگر آپ مقیم امام کے پیچھے اقتداء کریں تو چار رکعت پڑھیں گے ﴿۳﴾ اور اگر آپ کو یہ حکم ہو کہ پندرہ دن تک آپ کی ڈیوٹی دن کو ہوگی اور رات کو پشاور میں ٹھہریں گے تو آپ پشاور میں اتمام کریں گے ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصكفي: اولم يكن مستقلا برأيه او دخل بلدة ولم ينوها اى مدة الاقامة بل ترقب السفر غداً او بعده ولو بقى على ذلك سنين.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۸۲ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ وفى الهندية: ووطن الاقامة يبطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلى هكذا فى التبيين. (فتاوىٰ عالمگيرية ص ۱۴۲ جلد ۱ الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة شرنبلالى: وان اقتدىٰ مسافر بمقيم يصلى رباعية ولو فى التشهد الاخير فى الوقت صح اقتداؤه واتمها اربعا. (امداد الفتاح شرح نورالايضاح ص ۴۷۱ مطلب فى اقتداء المسافر بالمقيم وعكسه)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن نجيم: كوطن الاقامة يبقى ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر.
(البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

وطن اصلی پر مرور سے بھی سفر ختم ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک ڈرائیور ہوں روزانہ پچاس ساٹھ میل سفر کرتا ہوں، میرا گھر کروڑہ (کالام) میں ہے جو کہ مینگورہ سے پچاس میل دور ہے جب گھر جاتا ہوں تو اتمام کرتا ہوں لیکن گھر سے باہر مینگورہ کے راستے میں یا مینگورہ میں نماز سفر ادا کرتا ہوں، اور مینگورہ میں رات کرایہ کی ایک بیٹھک میں گزار کر کھانا وغیرہ ہوٹل سے کھاتا ہوں، اب مطلوب یہ ہے کہ راستہ میں میری نماز سفرانہ ہوگی یا پوری؟ دوسری بات یہ ہے کہ کبھی کبھار میری روانگی مینگورہ سے ہو کر کوئی ستر میل کے فاصلے پر جاتا ہوں اور میرا گزر اپنے گاؤں پر ہوتا ہے یعنی گاؤں سے بیس میل آگے جاتا ہوں لیکن روانگی مینگورہ سے ہوتی ہے کیا اس مقام میں بھی قصر کروں گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد افسر کروڑہ کالام سوات......۱۹۷۴ء/۱۱/۱۴

الجواب: محترم آپ گھر سے مینگورہ جانے کے وقت قصر کریں گے یعنی سفرانہ نماز پڑھیں گے اور مینگورہ سے اس مقام تک جو کہ ستر میل ہے اور آپ کے گھر سے بیس میل دور ہے جانے کے حکم میں تفصیل ہے وہ یہ کہ گھر تک قصر کریں گے اور باقی بیس میل اتمام کریں گے اسی طرح واپسی کے وقت گھر تک اتمام اور باقی پچاس میل قصر کریں گے اور مینگورہ میں آپ مسافر شمار ہوں گے، ماخوذ از شامی، عالمگیری ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

ملازمت یا طلب علم کے سلسلے میں وطن اقامت کا مہم مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو طلباء و اساتذہ دار الاقامة میں تنہا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والحاصل ان انشاء السفر يبطل وطن الاقامة اذا كان منه اما لو انشأ من غيره فان لم يكن فيه مرور على وطن الاقامة او كان ولكن بعد سير ثلاثة ايام فكذلك ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر لان قيام الوطن مانع من صحته.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۸۲ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی والاقامة)

علیحدہ مکان میں رہتے ہوں، اور پندرہ شب وروز سے کم قیام کریں، تو وہ مقیم شمار ہوں گے یا مسافر جبکہ طلباء تین سال تک زیر تعلیم رہے ہوں، اور اساتذہ ہوسکتا ہے کہ متعدد سال ایک جگہ پر ملازمت کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۷ء/۱۰/۲۷

الجواب: اگر ان طلباء نے ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی ہے تو اس کے بعد مقیم شمار ہوں گے بشرطیکہ ان کا ضروری سامان بودوباش ان کے پاس ہو﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جائے ملازمت جب وطن اقامت بن جائے پھر جب تک چھوڑا نہ ہوا تمام کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کچھ عرصہ سے یہاں قیام پذیر ہے اور پانچ یوم کے بعد وطن اصلی کولوٹ کر جاتا ہے، وطن اصلی میں ایک دودن رہ کر واپس آتا ہے اور فاصلہ تقریباً چونسٹھ میل ہے، سوال یہ ہے کہ یہ شخص یہاں تمام نماز پڑھے گا یا قصر کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل ہادی بغدادہ مردان

الجواب: اگر اس ملازم کا اس مقام ملازمت میں بودوباش کا ضروری سامان موجود ہو تو یہ شخص ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت سے دیگر دفعات میں یہ مقام، مقام اقامت شمار کرے گا، خواہ یہاں پندرہ دن رہے یا پانچ دن رہے، بہرحال وطن اقامت سفر سے اس وقت باطل ہوتا ہے جبکہ اس شخص کا

﴿۱﴾ قال ابن نجیم رحمه الله: کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر.
(البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

وقال العلامة علاؤ الدین الحصکفی رحمه الله: ویبطل بمثله اذالم یبقی له بالاول اهل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیها. (الدر المختار علی صدر ردالمحتار ص ۵۸۶ جلد ۱ باب المسافر)

وقال العلامة کاسانی: وینتقض بالسفر ایضا لان توطنه فی هذا المقام لیس للقرار ولکن لحاجة فاذاسافر منه یستدل به علی قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضاً له دلالة. (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان)

سامان اس وطن اقامت میں نہ ہو، یدل علیه مافی البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام* بموضع آخر انتهیٰ ﴿۱﴾. ویدل علیه کلام البدائع ص ۱۰۴ جلد ۱ علی ان قصد عدم الترک کاف فی بقاء الوطن الاولیٰ وغیره بخلاف ما اذا قصد الترک کالمهاجرین رضی الله عنهم ﴿۲﴾. وهو الموفق

میلوں پر مقدار مسافت قصر کا اعتبار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقدار مسافت قصر کو علماء دیوبند نے میلوں کی مقدار سے معتبر کیا ہے جو اڑتالیس میل ہے، کیا مسافت قصر کو میلوں سے معتبر کیا جا سکتا ہے اگر اعتبار ہے تو میلوں پر مقدار مسافت قصر کتنی بنتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحی مردانی......۱۹۷۲ء/۹/۵

الجواب: اکابر دیوبند نے مسافت قصر کو اڑتالیس میل انگریزی ٹھہرایا ہے (کما فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۴۴ جلد ۴) وجہ یہ ہے کہ ظاہر الروایت میں اگرچہ مسافت اور میلوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے (کمافی الهدایة وشروحها وجمیع کتب الفتاویٰ) ﴿۳﴾ لیکن موجودہ زمانے

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة کاسانی: واصله ان رسول الله ﷺ والمهاجرین من الصحابة رضی الله عنهم کانوا من اهل مکة، وکان لهم بها اوطان اصلية، ثم لما هاجروا وتوطنوا بالمدینة وجعلوها دارا لانفسهم، انتقض وطنهم الاصلی بمکة حتی کانوا اذا اتوا مکة یصلون صلاة المسافرین حتی قال النبی ﷺ حین صلی بهم اتموا یا اهل مکة صلاتکم فانا قوم سفر...... لان توطنه فی هذا المقام لیس للقرار ولکن لحاجة فاذا سافر منه یستدل به علی قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضا له دلالة. (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان)

﴿۳﴾ قال ابن الهمام: ولا معتبر بالفراسخ هو الصحیح...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

میں پیدل سفر کے نادر اور کالعدم ہونے کی وجہ سے تین دن کی مسافت معلوم اور معین کرنا بہت مشکل ہے، لہٰذا علماء کرام نے آسانی کیلئے تحدید کیا ہے یعنی اڑتالیس میل مقرر کئے ہیں اور اس تحدید کی دلیل یہ ہے کہ درمختار اور ردالمحتار کے باب صلاۃ المسافر میں مسطور ہے کہ تین دن کی مسافت سے مراد ہے کہ سال کے چھوٹے دنوں میں فجر سے زوال تک (باستثناء استراحات معتادہ وغیرہا مثل قضاء حاجت، وضوء، نماز، خوراک وغیرہ معتدل رفتار سے تین دن کا ہو اور تین میل فی گھنٹہ کے حساب سے روزانہ سولہ میل قطع کرنے سے اڑتالیس میل بنتے ہیں، فی ردالمحتار: ومجموعه ثلثة ايام فی دمشق عشرون ساعة الاثلث ساعة تقريباً لان من الفجر الى الزوال فی اقصر الايام عندنا ست ساعات وثلثی ساعة الا درجة ونصفا﴿ ا ﴾انتهیٰ بقدر الحاجة قلت وهذا هو مقدار اليوم عندنا ايضا لاتحاد السمت فليراجع الى الخريطة (النقشه) والمعتاد المجرب قطع ثلثة اميال فی ساعة واحدة فاذا استثنیٰ لقضاء الحاجة ،والطهارة والصلاة والاكل وغيره ساعة وثلث ساعة لانه اقل ما يكفی فبقيت خمس ساعات وثلث فافهم وجرب. فقط

ملکی سرحد ومحاذ پر کیمپ لگائے ہوئے فوجی سپاہی قصر واتمام میں افسران بالا کے تابع ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ فوج میں فرائض امامت سرانجام دیتا ہے ابھی ہم سرحد یعنی محاذ پر ہیں اور ایک جگہ کیمپ لگا دیا ہے جس کے تقریباً تین مہینے گزر گئے پہلے تو ہم قصر نماز پڑھتے تھے اب کیا ہم یہاں نیت اقامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر مجھے اپنا کمانڈر حکم دے کہ ہم

(بقيه حاشيه) احتراز عن قول عامة المشائخ فان عامة المشائخ قدروها بالفراسخ ايضا ثم اختلفوا فيما بينهم بعضهم قالوا احد وعشرون فرسخا وبعضهم قالوا ثمانية عشر وبعضهم قالوا خمسة عشر والفتوىٰ على ثمانية عشر.

(فتح القدير ص ۵ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿ ا ﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۲۹ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

یہاں پندرہ دن تک رہیں گے تو کیا ہم اقامت کی نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی کی ہے کہ فوج کا کمانڈر دوسرے جنرل کا ماتحت ہوتا ہے اور جنرل خود تیسرے جنرل کا ماتحت ہوتا ہے، اب ہمارے لئے اپنے کمانڈر کی بات کافی ہوگی یا اس دوسرے بالا کی، نیز میں نے ان کے حکم میں بغیر نیت اقامت کی ہے کیونکہ مجھے غالب گمان ہے کہ ہم یہاں تقریباً تین مہینے رہیں گے کیا میری یہ نیت صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سمیع اللہ بریگیڈ ہیڈکوارٹر ایس پی پی او

الجواب: اگر یہ کیمپ بیابان میں لگایا گیا ہو تو یہاں نیت اقامت درست نہیں ہے اگرچہ کمانڈر وغیرہ کا حکم اور اجازت موجود ہو، اور اگر آبادی میں ہو تو نیت اقامت کمانڈر کے حکم کے بعد درست ہے، فی **الدرالمختار ولو نوی غیرهم (اهل الاخبیة) الاقامة معهم لم یصح فی الاصح﴿۱﴾ (هامش ردالمحتار ص ۷۳۹ جلد ۱). وفی الهندیة ص ۱۴۸ جلد ۱ ونیة الاقامة انما تؤثر بخمس شرائط (الی ان قالوا) وصلاحیة الموضع حتی لو نوی الاقامة فی بر او بحر او جزیرة لم یصح﴿۲﴾ وفیها ایضا ص ۱۴۹ جلد ۱ وکل من کان تبعاً لغیره یلزمه طاعته یصیر مقیما باقامته ومسافراً بنیته وخروجه الی السفر کذافی محیط السرخسی، وفیها ایضاً الاصل ان من یمکنه الاقامة باختیاره یصیر مقیما بنیة نفسه ومن لا یمکنه الاقامة باختیاره لا یصیر مقیما بنیة نفسه حتی ان المرأة اذا کانت مع زوجها فی السفر ...... والجندی مع امیره فهٰولاء لا یصیرون مقیمین بنیة انفسهم فی ظاهر الروایة کذا فی المحیط﴿۳﴾. وهو الموفق**

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۳ جلد ۱ مطلب سجدة الشکر باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

شہر یا فنا شہر کے قیدی اتمام اور بیابان وصحرا کے قیدی قصر کریں گے

سوال: ہم جنگی قیدیوں کی حیثیت سے ہندوستان میں نظر بند ہیں، ہم حکومت ہند کے تمام مذہبی سہولتوں کے فراہمی کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ سے دوچار ہیں کہ ہمیں ہندوستانی کیمپوں میں کونسی نماز ادا کرنی چاہئے نماز قصر یا پوری نماز، آپ صاحبان نے جوفتویٰ ارسال فرمایا ہے یہ اس سے مختلف ہے جو جناب مفتی اعظم مفتی محمد شفیع (رحمہ اللہ) صاحب کراچی والے نے دیا ہے انہوں نے قصر کا لکھا ہے مولانا مودودی صاحب نے بھی قصر کی رائے دی ہے آپ نے جو ردالمحتار کے حوالے سے نقل کیا ہے کیا ہم اب اس کے مطابق عمل کریں یا ان اکابر علماء دین جن کی علمی حیثیت مسلم ہے اس پر عمل کریں، ہمارے کیمپ میں ہم دوسرے کیمپ میں نہیں جاسکتے اور نہ ہم کو معلوم ہے کہ ہم کب رہا ہوں گے؟ کب کہیں دوسری جگہ جائیں گے؟ انہیں حالت میں ہم جمعہ بھی ادا نہیں کرسکتے ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، جواب سے آگاہ کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن جنگی قیدی انڈیا

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ میں سے جو لوگ چھاؤنی شہر یا فنا شہر میں قید ہیں تو وہ اتمام کریں گے اور جمعہ وعیدین بھی باقاعدہ پڑھ سکتے ہیں اور رمضان میں افطار نہ کریں گے اور سنن بھی باقاعدہ پڑھیں گے، **کما فی الهندیة ص ۱۴۹ جلد ۱ فیصیر الجندی مقیما فی الفیافی بنیة اقامة الامیر فی المصر کذافی الکافی انتهیٰ** ﴿۱﴾.

اور جو لوگ بیابان اور صحرا میں قید ہیں تو وہ قصر کریں گے اور سنن ادا کرنا بہتر ہوگا، اور جمعہ وعیدین نہیں پڑھیں گے اور رمضان میں افطار کرسکتے ہیں، **لان المفازه لیست من محل الاقامة فلا تصح فیها نیة الاصل والمتبوع فکیف تصح نیة التابع والا سیر** ﴿۲﴾. **فافهم. وهو الموفق**

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاسانی: واما المفازة والجزیرة ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

جنگی قیدیوں کی نیت اقامت وقصر معتبر نہیں بلکہ وہ افسران بالا کے تابع ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھارت میں پاکستان کے جنگی قیدی نماز قصر پڑھیں گے یا نماز اتمام؟ بعض حضرات قصر کے ثبوت میں قاضی خان کے ص۸۱ جلد ا کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض جمہور اہل علم جواز کے قائل ہونے کا اجمالی حوالہ دیتے ہیں کہ وہ قصر کا حکم دیتے ہیں، جہاں تک بندہ کا علم ہے مذکورہ صورت میں حنفیہ کے نزدیک اتمام کا حکم صحیح ہے، کیونکہ تقریباً تمام فقہاء حنفیہ نے اسیر کو ان لوگوں کے زمرہ میں شمار کیا ہے جن کی اپنی رائے اور نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ قصر واتمام میں دوسروں کے تابع ہیں مثلاً عورت، غلام وغیرہ، اگر ان لوگوں پر قصر کا حکم اسیر ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ صحیح نہیں بلکہ اتمام کا حکم صحیح ہے (فتح القدیر ص ۴۰۶ جلد ۱ مصری)، (در المنتقی شرح الملتقیٰ) اور مجمع الانھر میں اس طرح منقول ہے، لیس مراد المصنف قصر التبع علی ھولاء الثلاثة (المرأة والعبد والجندی) بل ھو کل من کان تبعاًله وتلزمه طاعته (ص ۱۶۰ جلد ۱) اسی طرح صلوۃ مسعودی میں بھی اس سے زیادہ تفصیل ہے ص۴۲۴ جلد۲ مطبع محمدی بمبئی ہند، اور فتح الله المعین علی شرح الکنز ومن الاتباع الاجیر مع المستأجر والتلمیذ مع استاذه والمکره علی السفر والاسیر آه (فتح الله المعین للعلامة محمد بن المسعود المصری الحنفی ص ۳۱۰ جلد ۱) اسی طرح اور بھی مختلف کتب شامی وغیرہ سے بھی ثابت ہے۔

مذکورہ تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قیدی کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے متبوع کے حکم کے تابع ہے، اسلئے قصر کا حکم ان تصریحات کی رو سے صحیح نہیں ہے، اوراس وقت

(بقیه حاشیه) والسفینة فلیست موضع الاقامة حتی لونوی الاقامة فی ھذه المواضع خمسة عشر یوما لا یصیر مقیماً.

(بدائع الصنائع ص ۲۷۱ جلد ۱ بیان مکان الصالح للاقامة)

کے اسیر اور اس زمانہ کے اسیروں میں ما بہ الامتیاز اگر کوئی وجہ فرق ہے تو نشاندہی فرماویں، اگر یہ کہا جائے کہ مسلح افواج میں جن کا تعلق مغربی پاکستان سے ہیں وہ مشرقی حصہ میں لڑتے وقت مسافر تھے اور اس حکم کو بحالت اسیری کے قائم رکھا گیا ہے تو یہ بالکل نا قابل فہم ہے، شوافع کے نزدیک پیش آمدہ صورت میں قصر کا حکم صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ نهاية المحتاج ص ۲۵۰ جلد ۲ اور التجويد لنفع العبيد ص ۳۹۰ جلد ۱ سے معلوم ہوتا ہے، حنابلہ کے نزدیک بھی اسیر اور مکرہ کیلئے قصر کا حکم ہے کمافی الانصاف ص ۳۱۵ جلد ۱ البتہ مدونة الكبرىٰ سے امام مالک کا مذہب اتمام کا معلوم ہوتا ہے، ملاحظہ ہو مدونة الكبرىٰ ص ۱۲۲ جلد ۱ قال مالک صلاة الاسير فی دار الحرب اربع ركعات الخ. امید ہے مسئلہ مذکورہ پر کماحقہ روشنی ڈال کر مدلل ثابت کریں گے اور حوالہ جات بھی نقل فرمائیں گے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیع اللہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد......۲/ جولائی ۱۹۷۳ء

الجواب: واضح رہے کہ اسیر اور قیدی کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ نیت قید کنندہ افسر کی معتبر ہوگی، کمافی الدر المختار والمعتبر نية المتبوع لا التابع كامرأة وعبد وجندی واجير واسير وغريم وتلميذ الخ بحذف﴿۱﴾ هامش ردالمحتار ص ۷۴۴، ۷۴۵ جلد ۱ وبمعناه فی جميع كتب الفقه، نیز واضح رہے کہ بیابان اور سمندر میں نیت اقامت درست نہیں ہے، كمافی الهندية ص ۱۴۸ جلد ۱ ونية الاقامة انما توثر بخمس شرائط ترک السير حتى لو نوى الاقامة وهو يسير لم يصح وصلاحية الموضع حتى لو نوى الاقامة فی بر او بحر او جزيرةٍ لم يصح انتهىٰ﴿۲﴾ وبمعناه فی سائر كتب الفتاوىٰ، پس ان قواعد کی بنا پر ان

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

قیدیوں کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے جولوگ کسی آبادی میں زیرحراست ہوں تو وہ اتمام کریں گے، لزیادة مدة اسرهم وحبسهم على مدة القصر كما لا يخفى على من راجع الىٰ تاريخ المذاكرات (بين حكومة الهند والباكستان) اور جولوگ بیابانی کیمپوں میں زیرحراست ہوں اور ان کا امیر یعنی وہ افسر جو کہ حکومت کی طرف سے قیدیوں کی نقل وتحویل کا مکمل مختار ہو، ان کے ساتھ بیابان میں ہوتو یہ لوگ قصر کریں گے، لعدم صحة نية المتبوع، اوراگر یہ امیر کسی آبادی میں مقیم ہواور انتظام کیلئے باقاعدہ آتا ہو، تو اسی صورت میں بھی اتمام ضروری ہوگا، كمافي الهندية ص ۱۴۹ جلد ۱ فيصير الجندى مقيما فى الفيافى بنية اقامة الامير فى المصر كذافى الكافى انتهى ﴿۱﴾ قلت فكذا الاسير بنية الامير، خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ مقیم ہوتو یہ قیدی اتمام کریں گے۔ وهو الموفق

کسی شخص کا دووطنوں میں جائیداد وغیرہ ہونے کی صورت میں سفر وقصر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے وطن اصلی یعنی اباء واجداد کے موروثہ جائیداد وغیرہ میں مع جمیع اہل وعیال کے مقیم ہے، جبکہ اس کا دوسرا بھائی یا چچا وغیرہ دوسرے وطن جدید میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مقیم ہے، اور دونوں اوطان میں حد مسافت اڑتالیس میل سے زیادہ ہے، اب وطن اصلی کے رہنے والے وطن جدید کو آتے ہیں تو اگر یہ شخص پندرہ دن سے کم رہتا ہے تو یہ مقیم ہوگا یا مسافر؟ جبکہ یہاں اس کا بھائی وغیرہ موجود ہے مکان اور جائیداد وغیرہ بھی شریک ہے اور وطن اصلی والی جائیداد بھی شریک ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: نورسلیم لال گڑھی کوہاٹ......۱۹۸۹ء/۵/۲۲

الجواب: جب یہ شخص اس وطن جدید کے زمین اور مکانات میں حصہ دار ہے تو قواعد کی رو سے

﴿۱﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر)

یہ شخص اس وطن جدید میں بھی اتمام کرے گا، کما یدل علیہ مافی الھندیۃ ص ۱۴۲ جلد ۱ ولو انتقل باھله ومتاعه الی بلد وبقی له دور وعقار فی الاول قیل بقی الاول وطناً له والیه اشار محمد فی الکتاب کذا فی الزاھدی ﴿۱﴾. فافھم قلت یؤیده ماوجه به اتمام عثمان فی حجه من اتخاذه عقاراً بالطائف ﴿۲﴾. وھو الموفق

بیوی والدین کے گھر اور شوہر کے گھر کی مسافت کے راستے میں قصر کرے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کی شادی اڑتالیس میل سے زائد فاصلہ پر ہوگئی ہے اب والدین کے گھر آنے کی صورت میں قصر کرے گی یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عظیم شاہ ایران منزل ٹانک ڈی آئی خان

الجواب: یہ بیوی راستے میں آتے جاتے وقت تو قصر کرے گی حتی کہ اگر راستے میں کوئی نماز قضاء ہوگئی تو گھر میں اس کی قضا قصر سے کرے گی، اور والدین کے گاؤں اور شہر میں پوری نماز ادا کرے گی، کمافی ردالمحتار ص ۷۴۲ جلد ۱ الوطن الاصلی ھو موطن الاصلی ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۲ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر)

﴿۲﴾ وفی منھاج السنن ان النبی ﷺ قصر فی غزواته وفی فتح مکة وفی حجة الوداع عند الاقامة وعند عدم المشقة وقیل ان عثمان نوی الاقامة وقیل انه تاھل بمکة وقیل انه اتخذ الاموال بالطائف وفیه انه لو کان الاتمام بناء علی ھذه الوجوه لما انکر علی عثمان الصحابة رضی الله عنھم. (منھاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۷۹ جلد ۳ ابواب السفر)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: الوطن الاصلی ھو موطن ولادته او تاھله او توطنه یبطل بمثله اذالم یبق له بالاول اھل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیھا، قال ابن عابدین: ولو کان له اھل ببلدتین فایتھما دخلھا صار مقیماً فان ماتت زوجته فی احداھما وبقی له فیھا دور وعقار قیل لا یبقی وطنا له اذالمعتبر الاھل دون الدار کما لو تاھل ببلدة واستقرت سکناله ولیس له فیھا دار وقیل تبقی. (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۵۸۲ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی والاقامة باب المسافر)

قصر نماز کیلئے مسافت سفر کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حد سفر تین روز کا ہے یا اس سے پیدل سفر مراد ہے یا گاڑی، جہاز وغیرہ کا بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملنگ غزنوی متعلم دارالعلوم حقانیہ......۲۰/ رجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: اڑتالیس میل یا اٹھتر کلومیٹر مسافت معتبر ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ڈرائیور جو مسلسل سفر میں ہو، کی نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرائیور جو اکثر سفر میں ہوتا ہے اور لاہور سے پشاور آتا ہے اس کی نماز کا کیا حکم ہے قصر یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود تیراوی کوہاٹ......۱۹۷۶ء/ ۵/ ۱۳

الجواب: ایسا ڈرائیور قصر کرے گا جب تک وطن اقامت وغیرہ کو واپس نہ آیا ہو﴿۲﴾۔ وھو الموفق

وطن اقامت سے دوسرے مقامات پر جانے کی صورت میں سفر کہاں سے حساب کیا جائے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کوئٹہ کا رہنے

﴿۱﴾ وفی الھندیة: اقل مسافة تتغیر فیھا الاحکام مسیرة ثلاثة ایام کذافی التبیین......والمعتبر السیر الوسط وھو سیر الابل ومشی الاقدام فی اقصر ایام السنة الخ.
(فتاویٰ عالمگیریة ص۱۳۸ جلد۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغینانی رحمه الله ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشریوما او اکثر وان نوی اقل من ذالک قصر.
(الھدایة علی صدر فتح القدیر ص ۹ جلد۲ باب صلاة المسافر)

والا ہے اور گڈانی (جو کراچی سے تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر ہے) میں مقیم ہے تین ماہ وہاں پر رہنے کا ارادہ کیا ہے اور وہ کراچی آتا جاتا ہے تو کراچی جانے کی صورت میں کوئٹہ یعنی وطن اصلی کا اعتبار ہوگا یا گڈانی یعنی وطن اقامت کا اعتبار ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد قاسم حقانی کوئٹہ شہر.....۴/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص کراچی نیز دیگران مقامات پر جو کہ اس مقام سے مقدار سفر (اڑتالیس میل یا اٹھتر کلومیٹر) سے کم دور ہو اتمام کرے گا (شامیة ص ۵۴۳ جلد ۱) ﴿۱﴾ . وهو الموفق

بیوی کا والدین اور شوہر کا سسر کے گھروں کے درمیان مسافت سفر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایسی جگہ نکاح کرلیا ہے جو مسافت سفر پر ہے، اب جب یہ بیوی والدین کے گھر پانچ چھ دنوں کیلئے جاتی ہے تو پوری نماز ادا کرے گی یا قصر، نیز شوہر سسر کے گھر جا کر اتمام کرے گا یا قصر؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالمالک زریاب ضلع ہنگو

الجواب: یہ شوہر سسر کے گاؤں میں قصر کرے گا کیونکہ بیوی شوہر کے پاس سکونت پذیر ہے نہ کہ والد کے پاس تو سسر کا مقام مقام تأہل نہیں ہے، کما یشیر الیه ماذکره العلامة الشامی عن شرح المنية ولو كان له اهل ببلدتين فايتهما دخلها صار مقيماً ، فان ماتت زوجته في

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: والحاصل ان انشاء السفر يبطل وطن الاقامة اذا كان منه اما لو انشأه من غيره فان لم يكن فيه مرور على وطن الاقامة او كان ولكن بعد سير ثلاثة ايام فكذلك ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر لان قيام الوطن مانع من صحته والله اعلم.

(ردالمحتار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

احداهما وبقی له فیها دور وعقار قیل لا یبقی وطناً له اذا المعتبر الاهل دون الدار کما لو تاهل ببلدة واستقرت سکناله، ولیس له فیها دار . فافهم﴿ ۱ ﴾. اور بیوی اتمام کرے گی کیونکہ اس نے اس وطن اصلی کو ترک نہیں کیا ہے جیسا کہ مہاجرین نے ترک کیا تھا﴿ ۲ ﴾۔ وھو الموفق

سرکار کا حکم پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کا ہے جبکہ ملازم کم قیام کرتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سرکاری ملازم ہے اور جائے ملازمت اڑتالیس میل سے زیادہ ہے سرکاری حکم یہ ہے کہ یہ ملازم اپنی ملازمت کی جگہ پر پندرہ دن سے زیادہ قیام کرے گا، لیکن بوجہ کسی کام کے یا ویسے ہی یہ ملازم پندرہ دن سے کم قیام کرتے ہیں، ان ملازمین میں سے بعض اپنی نیتوں کے اعتبار سے قصر کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہماری نیتوں کا اعتبار نہیں ہے سرکار کے حکم کی وجہ سے ہم پوری نماز ادا کریں گے، اس میں کونسا قول معتبر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شیر خان دارالعلوم ایوبیہ تجوڑی بنوں

الجواب: صورت مسئولہ میں اس مقام ملازمت پر نہ سرکار ڈیوٹی پر ہے اور نہ بالا قائم، تو اس قاعدہ معروفہ﴿ ۳ ﴾کو اس صورت میں جاری کرنا بدفہمی ہے﴿ ۴ ﴾۔ وھو الموفق

﴿ ۱ ﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة)

﴿ ۲ ﴾ قال العلامة کاسانی: واصله ان رسول الله ﷺ والمهاجرین من الصحابة رضی الله عنهم کانوا من اهل مکة وکان لهم بها اوطان اصلیة ثم لما هاجروا وتوطنوا بالمدینة وجعلوها داراً لانفسهم انتقض وطنهم الاصلی بمکة حتی کانوا اذا اتوا مکة یصلون صلاة المسافرین. (بدائع الصنائع ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان)

﴿ ۳ ﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: والمعتبر نیة المتبوع لانه الاصل لا لتابع کامرأة وفاها مهرها المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿ ۴ ﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله واجیر) ای مشاهرة...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

۴۸ میل یا ۷۸ کلومیٹر سے کم مسافت سفر میں قصر نہیں کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ اپنے گاؤں سے باسٹھ کلومیٹر دور کالج میں لیکچرار ہے اور ہر جمعرات کو گھر واپس آتا ہے بالفرض اگر دو ہفتے بھی وہاں قیام کروں تب بھی پندرہ دن پورے نہیں ہوتے اب بندہ قصر کرے گا یا پوری نماز؟ بینوا اجروا

المستفتی: لعل دادخان بابوزئی ضلع مردان......۱۹۸۹ء/۱/۲۹

الجواب: آپ اسی کالج میں مسافر نہیں ہے مقدار قصر اڑتالیس میل یا اٹھتر کلومیٹر ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

مختلف مقامات میں گھر ووالدین وغیرہ کے ہونے کی صورت میں سفر واقامت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں ک چھ مقامات ہیں۔(۱) دوکی (۲) سنجاوی (۳) لورالائی (۴) پوئی (۵) کچ (۶) جڑہ۔ان چھ مقامات میں سے ہرایک کے ساتھ بندہ کا کسی نہ کسی طریقہ سے تعلق ہے وہ یہ کہ (۱) دوکی بندہ کا وطن اقامت ہے (۲) سنجاوی میں والد کا گھر ہے (۳) پوئی میرا وطن ولادت ہے نیز یہاں ایک قطعہ اراضی بھی ہے (۴) جڑہ بندہ کے والد کا وطن سکونت ہے اس بنا پر بندہ جڑہ کو دوراستوں سے جاتا ہے کبھی ایک راستہ سے جو ۵۹ میل بنتا ہے کبھی دوسرے راستہ سے جو ۵۷ میل بنتا ہے پہلا راستہ لورالائی سنجاوی اور کچ کے راستے سے جاتا ہے،اور دوسرا راستہ سنجاوی اور پوئی کے راستے جڑہ جاتا ہے اب اگر بندہ دوکی سے سنجاوی آ گیا جہاں آبائی قلعہ ہے اور سنجاوی سے پوئی جارہا ہے جبکہ یہاں پیدائش ہوچکی ہے اور وہاں سے جڑہ جارہا ہے جو آبائی مسکن ہے تو کیا بندہ سنجاوی، پوئی اور جڑہ تینوں

(بقیہ حاشیہ) او مسانهة کما فی التتارخانية اما لو کان میاومة بان استأجره کل یوم بکذا فان له فسخها اذا فرغ النهار فالعبرة لنيته. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ :۵۸۷ قبیل باب الجمعة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله من جاوز بيوت مصره) مريدا سيرا وسطا ثلاثة ايام فی بر او بحر او جبل قصر الفرض الرباعی الخ. (البحر الرائق باب المسافر ص ۱۲۸ جلد ۲)

مقامات میں قصر کریں گے یا اتمام، اور اگر کبھی دوکی سے جڑہ براستہ لورآلائی اور کچ جانا ہوتا ہے اب لورآلائی اور کچ سے بندہ کا کوئی تعلق نہیں ہے تو قصر کریں گے یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی بختیار فاضل حقانیہ دوکی ضلع لورآلائی ١٩/ جنوری ١٩٨٤ء

الجواب: وباللہ التوفیق: چونکہ آپ اپنے والد کی تبعیت اور عیالت سے خارج ہوئے ہیں لہٰذا آپ مقام نمبر٢ اور مقام نمبر٤ کو اپنا وطن شمار نہیں کریں گے اور اگر مقام نمبر٣ میں آپ کا اہل وعیال نہ ہوں صرف زمین ہو تو اس کو بنابر قول راجح وطن شمار کیا جائے گا، لان هذا وان کان فیه قولان کما فی البحر ص ١٣٦ جلد ٢ ﴿١﴾ عن المجتبیٰ لاکن یوید کونها وطناله ماوجه به اتمام عثمان بن عفان رضی الله عنه انه اتخذ فی الطائف الاموال فافهم ﴿٢﴾. پس اگر آپ مقام نمبر٣ لورالائی کے راستہ سے والد کے پاس جائیں تو قصر کریں دوسرے راستے پر جانے کے وقت اتمام کریں ﴿٣﴾۔ وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة ابن نجیم: وفی المحیط ولو کان له اهل بالکوفة واهل بالبصرة فمات اهله بالبصرة وبقی له دور وعقار بالبصرة قیل البصرة لا تبقی وطنا له لانها انما کانت وطنا بالاهل لا بالعقار الا تری انه لو تاهل ببلدة لم یکن له فیها عقار صارت وطنا له وقیل تبقی وطنا له لانها کانت وطناله بالاهل والدار جمیعا فبزوال احدهما لا یرتفع الوطن کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر وفی المجتبیٰ نقل القولین فیما اذا نقل اهله ومتاعه وبقی له دورو عقار الخ. (بحر الرائق ص ١٣٦ جلد٢ باب صلاة المسافر)

﴿٢﴾ وفی المنهاج: وروی عن عثمان وعائشة الاتمام کما فی حدیث متفق علیه ...... وقیل ان عثمان رضی الله عنه نوی الاقامة وقیل انه تاهل بمکة وقیل انه اتخذ الاموال بالطائف. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ٧٩ جلد٣ باب التقصیر فی السفر ابواب السفر)

﴿٣﴾ قال فی الهندیة: وتعتبر المدة من ای طریق اخذ فیه ...... فاذا قصد بلدة والی مقصده طریقان احدهما مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها والآخر دونها فسلک ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

جائے ملازمت میں پندرہ دن سے کم قیام والے قصر کریں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاڑہ چنار میں ملازم ہوں، اور بنوں کا رہنے والا ہوں، اور پاڑہ چنار میں پندرہ دن سے کم ٹھہرتا ہوں یعنی ہفتہ بہفتہ واپس آتا ہوں کیا میں قصر کروں گا یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: امیر اللہ لیکچرر ڈگری کالج پاڑہ چنار

الجواب: بظاہر آپ مسافر ہیں پاڑہ چنار نہ آپ کا وطن اصلی ہے اور نہ وطن اقامت آپ قصر کیا کریں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جائے ملازمت میں ایک دفعہ اقامت کرنے کے بعد تا ترک اینجا اتمام کرے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ملازمت گاؤں سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر ہے اور میں ہر دوسرے جمعہ کو گھر جاتا ہوں جو کہ تقریباً تیرہ دن بنتے ہیں تو اس حالت میں اتمام کروں گا یا قصر؟ اور اگر ایک دفعہ پندرہ دن پوری کروں اس کے بعد ہر دوسرے جمعہ کو جاتا رہوں تو اس صورت میں اتمام کروں گا یا قصر؟ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازکر عنداللہ ماجور اور عندنا مشکور ہوں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر معراج الدین خیروخیل لکی مروت......۱۹۹۰ء/۱۱/۷

(بقیہ حاشیہ) الطریق الابعد کان مسافرا عندنا...... وان سلک الاقصر یتم کذا فی البحر. (فتاویٰ عالمگیریة ص۱۳۸ جلد۱ الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر)

﴿۱﴾ قال المرغینانی: ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر وان نوی اقل من ذلک قصر.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ص۹ جلد۲ باب صلاۃ المسافر)

الجواب: آپ ایک دفعہ اس جگہ مقیم ہوجائیں تو اس کے بعد آپ کا یہ وطن اقامت سفر سے باطل نہ ہوگا پھر جب تک آپ کی ملازمت یہاں پر ہوگی آپ اتمام کریں گے (ماخوذ از بحر والبدائع)﴿۱﴾. وھو الموفق

افغان مہاجرین کا افغانستان میں دوران جہاد قصر واتمام کا مسئلہ

سوال: محترم مفتی صاحب! عرض میداریم اینکہ مایاں مہاجرین بہ افغانستان از برائے جہاد میرویم ودر آں جامدت چہار ماہ بودوباش میکنم درکوہ یادرقریٔ کہ سکان آں ہجرت کردہ است ومایاں ازیں مراکز بردشمن حملہا میکنم وامکان دارد اگر دشمن بالائی مایاں جدی نماید، مایاں قرار خواہم کرد ایا مایاں مقیم گردیم ویانہ، افغانستان دارحرب است یانہ باقی از شما خواہش میکنم کہ جواب رابرائے مایاں وضع نمائید بعید از لطف تان نخواہد بود۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالنصیر مہاجر افغانستان دارالعلوم حقانیہ......۱۹۸۸ء/۳/۲۲

الجواب: چونکہ مہاجرین افغانستان ارادہ ترک مؤبد نہ کردہ اند، ومثل مہاجرین مکہ نہ ہستند لہٰذا این مہاجرینٔ درمسکن خویش اتمام خواہند کرد، واگر درمسکن خود داخل نہ شدہ باشند ودر صحاری وکوہ باشد قصر خواہد کرد﴿۲﴾

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: كوطن الاقامة يبقى ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر. (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

وقال العلامة كاسانى: وينتقض بالسفر ايضا لان توطنه فى هذا المقام ليس للقرار ولكن لحاجة فاذا سافر منه يستدل به على قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضا له دلالة، انتهىٰ. (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: والخلاصة ثم نية الاقامة لا تصح الا فى موضع الاقامة ممن يتمكن من الاقامة وموضع الاقامة العمران والبيوت المتخذة من الحجر والمدر والخشب لاالخيام والاخبية والوبر. (البحر الرائق ص ۱۳۱ جلد ۲ باب المسافر)

اوراگر درقریٰ داخل شدہ باشند ونیت پانزدہ روز نہ کردہ باشند قصر خواہند کرد ﴿۱﴾۔وھو الموفق

سفر میں تین روز کی مسافت معتبر ہے فراسخ معتبر نہیں

سوال: کتب فقہ میں مسطور ہیں کہ قصر کیلئے فراسخ کا اعتبار نہیں ہے جبکہ علماء اڑتالیس میل کو معتبر کرتے ہیں کیا یہ تضاد نہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔واجر کم علی اللہ

المستفتی: عبدالودود مسجد روڈ کوئٹہ شہر......۳۰/صفر۱۴۰۲ھ

الجواب: شامی اور بحر وغیرہ میں مسطور ہے کہ ہمارے نزدیک اعتبار فراسخ نہیں ہے اور اعتبار مسافت تین روز ہے اور وہ تین دن جو موسم سرما کے دن ہوں اور کوتاہ ہو ﴿۲﴾ اور اس حساب سے سولہ میل مسافت ظہر تک روزمرہ طے کرنا برفتار متوسط ثابت ہے (۱۶×۳=۴۸) پس بریں وجہ ہمارے علماء اڑتالیس میل انگریزی پرفتویٰ دیتے ہیں. وھو الموفق

مسافر جس راستے پر جارہا ہو اس کی مسافت معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قریہ عظیم کلے سے قریہ خانخیل بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے جبکہ دوسرا راستہ پینتالیس میل بنتا ہے جبکہ تیسرے راستے پر باسٹھ میل بنتے

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة فى بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر وان نوى اقل من ذلك قصر.

(هداية على صدر فتح القدير ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: مسيرة ثلاثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم الى الليل بل الى الزوال ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۷۹ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

ہیں اب وہ ملازمین جو خانخیل کو جاتے ہیں اور جان بوجھ کر باسٹھ میل والے راستے سے جاتے ہیں تو کیا یہ مسافر شمار ہوں گے اور قصر کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ولی داد تجوڑی لکی مروت......۲۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: جب عرف میں ان تینوں کو خانخیل کے راستے کہے جاتے ہیں تو باسٹھ میل والے راستے پر چلنے سے مسافر بن جائے گا اور قصر کرے گا، خواہ اس راستے سے جانے میں کوئی غرض صحیح ہو یا نہ ہو، کمافی الهندية فاذا قصد بلدة والیٰ مقصده طريقتان واحدهما مسيرة ثلاثة ايام ولياليها والاخر دونها فسلک الطريق الا بعد كان مسافراً عندنا﴿۱﴾.

نوٹ:......لان رعاية قواعد الفقه اولیٰ مما سواه بخلاف اذاخرج من موضعه قاصداً موضعاً آخردون مسافة السفر وقصد المشی بالتدويرات فانه يتم لعدم كونها من طريقة . وهوالموفق

اقامت کیلئے عارضی نیت معتبر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے ۵۴ میل سفر کر کے ایک گاؤں کو تقریر کرنے کیلئے تشریف لائے مولوی صاحب نے ظہر کی نماز چار رکعتیں خود پڑھائیں نماز کے بعد ایک آدمی نے پوچھا کہ آپ مسافر ہیں اور نماز کو پوری چار رکعتیں ادا کیں؟ تو صاحب نے جواب دیا کہ میں نے عارضی اقامت کی نیت کر لی، حالانکہ داعی جلسہ کے ساتھ یہ وعدہ ہو چکا تھا کہ تقریر کے بعد فوراً واپسی ہوگی، اور نماز عصر بھی چار رکعتیں پڑھا کر تشریف لے گئے، اور یہ بھی کہا کہ یہ مسئلہ ہدایہ میں موجود ہے حالانکہ ہدایہ میں ایسے الفاظ ہیں، ولایزال علی حكم السفر حتى ينوى الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشريوماً او اكثر وان نویٰ اقل من ذلک قصر. اب

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگيرية ص ۱۳۸ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم اقتداء کرنے والوں کی نماز ہوگئی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد الدین ماہنامہ الحق خریداری نمبر ۱۶۳۲۲ ......۱۹۷۳ء/۴/۱۰

الجواب: چونکہ یہ نیت تحقیقی نہیں ہے صرف تحیلی (حیلہ سازی کیلئے) ہے، لہٰذا ان مقتدیوں کی نماز فاسد واجب الاعادہ ہوگی، فی الدر المختار ولو نوی الاقامة لا لتحقیقها بل لیتم صلوٰة المقمین لم یصر مقیماً وفی ردالمحتار ص ۱۴ جلد ۱ (قوله یصر مقیما) فلو اتم المقیمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل (ظهیریه) ای اذا قصد وامتا بعته اما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد افاده الخیر الرملی ﴿۱﴾. وهو الموفق

آبائی وطن میں صرف جائیداد ہو تو اس میں راجح قصر ہے

سوال: محترم مفتی صاحب! گزارش ہے کہ میرے والدین دیر کے رہنے والے ہے جو کہ اب فوت ہو چکے ہیں البتہ وہاں پر ان کی جائیداد بھی تھی جس کا اب میں مالک بن گیا ہوں مگر میری مستقل سکونت مردان میں ہے مردان میں میرے اہل وعیال بھی ہیں، سوایسی صورت میں اگر میں ضلع دیر جاؤں تو کیا میں وہاں قصر کروں گا یا پوری نماز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نذر گل بازار شہیدان ہوتی مردان......۱۹۷۲ء/۱۰/۴

الجواب: راجح یہ ہے کہ آپ دیر میں قصر کیا کریں، فی الدر المختار مع ردالمحتار ویبطل بمثله اذ لم یبق له بالاول اهل ای وان بقی له فیه عقار انتهیٰ ﴿۲﴾ ویؤیده ان النبی ﷺ قال انا قوم سفر ﴿۳﴾ ولم یخص منه احداً من المهاجرین. فقط

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۵۸۴ جلد ۱ قبیل مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۵۸٦ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب الصلاة المسافر)

﴿۳﴾ عن عمران بن حصین قال غزوت مع النبی ﷺ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

گھر وجائیداد میں مشترک دو بھائیوں کی مختلف جگہوں میں رہنے کی صورت میں اتمام وقصر کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائی ہیں ان کے دووطن ہیں زمین، جائیداداور مکانات وغیرہ مشترک ہیں مثلاً ایک پشاور میں مع اہل وعیال اور دوسرالاہور میں رہتا ہے ایک بھائی دوسرے کے پاس جائے تو قصر کرے گایااتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۹۰ء/۱/۲۹

الجواب: جب کسی شخص کے دومقامات میں گھر اورزمین موجودہوں اوردونوں مقامات میں (گرمی یاسردی میں) سکونت کرتا ہوتو دونوں مقامات میں اتمام کرے گا(بحر) ﴿۱﴾ اور جب صرف ایک مقام میں رہتا ہوتو صرف گھر اورزمین کی وجہ سے اتمام کرنا مختلف فیہ ہے﴿۲﴾ لاکن تعلیل اتمام عثمان

(بقیہ حاشیہ) وشهدت معه الفتح فاقام بمكة ثماني عشرةليلة لايصلي الار كعتين يقول يا اهل البلد صلوا اربعا فانا سفر ، رواه ابوداؤد(١ :١٨) باب متى يتم المسافر. وفي رواية لابى داؤد سبع عشرة وفي اخرىٰ خمس عشرة وعن عمران بن حصين ثماني عشرة، وفي سنده على بن زيد بن جدعان قال ابن عدى في الكامل احاديثه صالحة، وقال يعقوب بن شيبة ثقة صالح الحديث وقال العجلى يكتب حديثه، واما هذا الحديث فصححه وحسنه الترمذى لشواهده كما في التلخيص.

﴿١﴾ قال العلامة ابن نجيم: وفي المجتبىٰ نقل القولين فيما اذا نقل اهله ومتاعه وبقى له دور وعقار ثم قال وهذا جواب واقعة ابتلينا بها وكثير من المسلمين المتوطنين في البلاد ولهم دور وعقار في القرى البعيده منها يصيفون بها باهلهم ومتاعهم فلا بد من حفظها انهما وطنان له لا يبطل احدهما بالاخر. (البحر الرائق ص ١٣٦ جلد١ باب المسافر)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن الهمام: وفي المحيط ولو انتقل باهله ومتاعه الى بلد وبقى له دور وعقار في الاول قيل بقى الاول وطناله واليه اشار محمد رحمه الله في الكتاب...... الا ان ابا يوسف كان يتم بها لكنه يحمل على انه لم ينوترك وطنه. (فتح القدير شرح هدايه ص١٨ جلد١ باب صلاة المسافر)

بن عفان رضی الله عنه بشراء العقار بالطائف یؤید الاتمام ﴿١﴾فافهم. وهو الموفق

مسافر ڈرائیور وطن اصلی یا اقامت کو واپسی سے قبل قصر کرے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید گاڑی چلاتا ہے اور روزانہ پشاور تا لاہور اور لاہور تا پشاور آنا جانا ہوتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ ڈرائیور قصر کرے گا یا اتمام؟ کتب دینیہ سے باحوالہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نثار احمد متعلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک.....۱۹۸۹ء/۵/۳۱

الجواب: یہ ڈرائیور یقیناً مسافر ہے اور وطن اصلی یا وطن اقامت کو واپسی سے قبل قصر کرے گا، الا اذا اقتدی بمقیم ودلیل اصل المسئلہ ما فی شرح التنویر حتی لوا سرع فوصل فی یومین قصر ﴿٢﴾. وهو الموفق

تأہل اور تزوج والی مقام میں قصر کیا جائے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری پیدائش ضلع دیر کی ہے اب مردان میں میں نے ایک مکان کرایہ پر لیا ہے اور لنڈی کوتل میں چند سالوں سے کام کرتا ہوں اب میں نے مردان میں شادی کی ہے اور ہر ہفتہ چھ دن لنڈی کوتل میں رہتا ہوں اور ایک رات کیلئے مردان آتا ہوں اب میں کہاں مسافر ہوں اور کہاں مقیم؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷٦ء/۳/۲۳

﴿١﴾ وفی منهاج السنن: وروی عن عثمان وعائشة الاتمام کما فی حدیث متفق علیه ......وقیل ان عثمان رضی الله عنه نوی الاقامة وقیل انه تاهل بمکة وقیل انه اتخذ الاموال بالطائف. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۹ جلد۳ ابواب السفر باب التقصیر فی السفر)

﴿٢﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ مطلب فی وطن الاصلی والاقامة)

الجواب: آپ مردان میں تأہل اور تزوج کی وجہ سے اتمام کریں گے﴿۱﴾ اور لنڈی کوتل میں (نیز آنے جانے کے دوران) قصر کریں گے کیونکہ نہ یہ آپ کا وطن اصلی ہے اور نہ وطن اقامت آپ نے یہاں یکمشت پندرہ دن کے قیام کی نیت نہیں کی ہے اور نہ یہاں تزوج کیا ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

سامان تجارت کیلئے مکان کرایہ پر لیا اور دیہات میں جا کر فروخت کرتا ہے لیکن نیت اقامت نہیں کی ہے قصر کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے وطن اصلی سے دور کہیں سامان کپڑا وغیرہ فروخت کرنے کیلئے لایا اور اس نے یہاں کسی کمرہ میں اپنا سامان رکھا، اور سامان رکھتے وقت بھی اس نیت سے کمرہ لیا کہ دس پندرہ میل کے گردونواح دیہات میں سامان فروخت کر کے واپس آوں گا کبھی کبھی دو تین دن بھی باہر رہ جاتا ہے اور اقامت کی نیت نہیں کی ہے اسی میں مہینہ یا زائد گزر جاتا ہے یہ قصر کرے گا یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان متعلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله او تأهله) اى تزوجه قال فى شرح المنية ولو تزوج المسافر ببلد ولم ينو الاقامة به فقيل لا يصير مقيما وقيل يصير مقيما وهو الاوجه ولو كان له اهل ببلدتين فايتهما دخلها صار مقيما فان ماتت زوجته فى احداهما وبقى له فيها دور وعقار قيل لايبقى وطناً له اذالمعتبر الاهل دون الدار كما لوتأهل ببلدة واستقرت سكنا له وليس له فيها دار وقيل تبقى.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فى الوطن الاصلى والاقامة)

﴿۲﴾ وفى الهندية: ولايزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة فى بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر كذافى الهداية.

(فتاوىٰ عالمگيرية ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر)

الجواب: یہ شخص قصر کرے گا لعدم عزمه علی اقامة خمسة عشر یوماً ﴿۱﴾. وهو الموفق

دیہات میں نیت اقامت درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات میں نیت اقامت صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاکم گل مدرسہ مفتاح العلوم ضلع ہنگو

الجواب: اگر یہ دیہات صحرانہ ہو بلکہ اس میں پتھر اور خاک کی آبادی موجود ہو تو اس میں نیت اقامت درست ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

پندرہ دن سے کم اقامت کرنے والے قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں دیوالیہ ضلع بھکر میں بطور سیکرٹری بلدیہ تعینات ہوں اور میرا گھر سرگودھا میں ہے، جب میں گھر سے آتا ہوں میرا حتمی ارادہ یہاں رہنے کا نہیں ہوتا یعنی دنوں کا تعین نہیں ہوتا کہ کتنے دن بعد آؤں گا، بعض اوقات پندرہ دن سے پہلے اور بعض اوقات پندرہ دن کے بعد گھر جاتا ہوں دیوالیہ میرے گھر سے ایک سو بیس میل دور ہے پھر یہاں دیوالیہ سے عموماً یعنی ہر تیسرے چوتھے روز بھکر یا کلورکوٹ جانا پڑتا ہے یہ دونوں مقام دیوالیہ سے تقریباً تیس

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر وان نوی اقل من ذلک قصر.

(فتح القدیر ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: والخلاصة ثم نیة الاقامة لا تصح الا فی موضع الاقامة ممن یتمکن من الاقامة وموضع الاقامة العمران والبیوت المتخذة من الحجر والمدر والخشب لا الخیام والاخبیة والوبر. (البحر الرائق ص ۱۳۱ جلد ۲ باب المسافر)

یا پینتیس میل کے فاصلے پر ہیں اب یہ بتلائیے کہ میں دیوالیہ میں جو کہ میری Place Of Resting ہے پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کرونگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: چوہدری مولا بخش ٹاؤن کمیٹی دیوالیہ ضلع بھکر......۱۹۸۶ء/۲/۱۱

الجواب: اگر دیوالیہ آنے کے وقت آپ کا ارادہ پندرہ دن رہنے کا نہ ہو بلکہ کم ایام کا ہو اور یا کوئی خاص ارادہ نہ ہو تو آپ دیوالیہ میں اتمام نہ کیا کریں ﴿۱﴾۔

نوٹ:...... اگر اس مقام ملازمت میں تمام ضروری سامان آپ کے پاس ہو تو ایک دفعہ مقیم ہونے کے بعد آپ اس مقام میں تاوقت تبادلہ اتمام کرتے رہیں گے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

اہل وعیال کے وطن اقامت میں متأہل کبھی کبھی آتا ہو تو قصر کرے گا

سوال: ان رجلا رحل مع اهله الی وطن فاقام اهله فيه لشهر او شهرين ولم ينو الرجل الاقامة فسافر الی وطن آخر ثم رجع الی اهله لمدة يوم او يومين ايقصر الصلاة ام لا؟ بينوا توجروا جزاكم الله خير الجزاء

المستفتی: فضل عمر افغانستان......۱۴/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب هذا الرجل يقصر فی هذه القرية لانها ليست وطنا اصليا له ولاتأهل فيها، لان اهله لم يتخذوها وطنا لايريدون الرحلة عنها، ولا اقام فيها مدة الاقامة ﴿۳﴾. وهو لموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: ولا يزال علی حكم السفر حتی ينوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر وان نوی اقل من ذلك قصر.

(هداية علی صدر فتح القدير ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: كوطن الاقامة يبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر. (البحرا لرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ولاتصح...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

بحری جہاز کے ملازمین کا قصر واتمام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم بحری جہاز کے ملازمین جہاز پر رہتے ہیں بعض اشخاص پوری نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاز ہمارے لئے گھر کا حکم رکھتا ہے بعض اشخاص قصر پڑھتے ہیں مسئلہ کی وضاحت روانہ فرما کر وہم کا ازالہ فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر امیر خان......۳/رجب ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر آپ نے کسی پورٹ (بندرگاہ) پر پندرہ دن قیام کی نیت نہیں کی ہے تو آپ قصر کریں گے اور اگر آپ نے کسی پورٹ پر قیام کی نیت نہیں کی ہے اور سال بھر بھی گزر جائے آپ قصر کریں گے (ماخوذ از شرح التنویر) ﴿۱﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) نیة الاقامة ببلدتین لم یعین المبیت باحدیھما لان الاقامة لا یکون فی مکانین اذلو جازت فیھا لجازت فی اما کن فیؤدی الی عدم تحقق السفر، واذا عین المبیت باحدی البلدتین کان مقیماً لان اقامة المرء تضاف الی مبیته.

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ص ۴۶۹ مطلب فیما یشترط لصحة نیة السفر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: او دخل بلدة ولم ینوھا ای مدة الاقامة بل ترقب السفر غدا او بعده ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تأخر القافلة نصف شھر کما مر وکذا یصلی رکعتین. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۸۲ جلد ۱ مطلب فی سجدة الشکر باب صلاة المسافر)

مگر پورٹ پر اقامت کی نیت تب صحیح ہوگی کہ بندرگاہ میں کچھ آباد گھر موجود ہوں، ہندیہ میں ہے، ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر او اکثر (ص ۱۳۹ جلد ۱). اور جہاز وغیرہ جو سمندر میں ہو اس میں بھی نیت اقامت معتبر نہیں، قال ابن النجیم: وقید بالبلد والقریة لان نیة الاقامة لا تصح فی غیرھما فلا تصح فی مفازة ولا جزیرة ولا بحر ولا سفینة الخ (البحر الرائق ۲: ۱۳۱ صلاة المسافر) وھکذا فی الھندیة ۱: ۱۳۹ الباب الخامس عشر)...... (از مرتب)

سرکاری مدارس اور مدارس عربیہ کے ملازمین کی اپنی نیت سفر معتبر ہے متبوع کی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرکاری ملازمین جن کی تقرری سرکار کے قانون کے موافق تین سال تک کسی شہر میں ہوا کرتی ہے دریں مدت یہ ملازمین سفر و قصر کے معاملہ میں اپنی نیت کے پابند ہوں گے یا سرکار کی اجیر ہونے کی وجہ سے ان کی اپنی نیت قابل اعتبار نہیں بلکہ مقیم ہی مقیم رہ کر چار رکعت ادا کرتے رہیں گے، اسی طرح مدارس عربیہ کے مدرسین اگر دوران تعلیم مسافت سفر کے مدارس میں آ جائیں اور پندرہ دن تک رہنے کا ارادہ نہ ہو تو کیا یہ مقیم مہتمم کے تابع بن کر بغیر نیت اقامت کے نماز پڑھیں گے، یا اپنی نیت کے اعتبار سے قصر کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء اللہ شاہ غفر لہ مدرس دار العلوم نعمانیہ ڈی آئی خان ...... ۸/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: سرکاری مدارس کے ملازمین اور اسلامی مدارس کے مدرسین کی اپنی نیت معتبر ہے کیونکہ ڈیوٹی کے وقت کے علاوہ دیگر اوقات میں حسب العرف اور حسب الاصول یہ لوگ ہر جگہ رہ سکتے ہیں گھر کو بھی آ سکتے ہیں جیسا کہ ان کے متبوعین کو بھی یہ اختیار حاصل ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

افسر بالا یا امیر کے حکم پر مسافت سفر کی نیت کرنے والے قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فوج کا امیر ہیڈ کوارٹر میں مقیم ہے جس کے ماتحت تقریباً چار ونگ ہوتے ہیں اور ہر ونگ کا جدا جدا میجر ہوتا ہے لیکن ساری کارروائی کا دارمدار کرنل پر ہوتا ہے حالانکہ کرنل مقیم ہوتا ہے اور یہ کرنل اپنے ماتحت کو کشتیوں کیلئے بھیجتا ہے کبھی ۴۵ میل کبھی

﴿۱﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: وتعتبر نية الاقامة والسفر من الاصل كالزوج والمولیٰ والامير دون التبع كالمرأة والعبد والجندی ان علم التبع بنية المتبوع فی الاصح فلايلزمه الاتمام بنية الاصل الاقامة حتی يعلم كمافی توجه الخطاب الشرعی الخ.

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ص ۴۶۸ جلد ۱ مطلب فی مایشترط لصحة نية السفر)

۶۰ کبھی سومیل، اب بعض کہتے ہیں کہ یہ فوجی جب سرکاری کام کیلئے جاتے ہیں تو اتمام کریں گے کیونکہ ان کا امیر مقیم ہوتا ہے اور حوالہ یہ دیتے ہیں، وکل من کان تبعاً لغیرہ یلزمہ طاعته یصیر مقیما باقامته ومسافرا بنیته وخروجه الی السفر (هندیة ص ۱۴۱ جلد ۱) مسئلہ کی وضاحت فرما کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی قادر بخش خطیب جامع مسجد دالبندین چاغی بلوچستان......۵/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: صحرا میں نیت اقامت درست نہیں ہے البتہ جب اس صحرا میں واردین کا امیر آبادی میں مقیم ہو تو اس صحرا میں واردین کو مقیم شمار کرنا پڑے گا جیسا کہ استفتاء میں حوالہ مذکور ہے لیکن اگر واردین صحرا امیر کے حکم سے پچاس میل جانے کی نیت کریں تو یہ لوگ بلا شک وشبہ مسافر ہیں ﴿۱﴾ فقہاء نے یہ نہیں لکھا ہے کہ جب امیر مقیم ہو تو مأمور بھی بہرحال مقیم ہوگا۔ فافهم، وهو الموفق

وطن اقامت کو جب تک چھوڑا نہ ہو تو اس میں اتمام کرنا پڑے گا

سوال: محترمی ومکرمی واستادی حضرت مفتی صاحب دامت معالیکم! ہم یہاں ابوظہبی میں رہتے ہیں جہاں ہماری جگہ ہے وہاں سے ہم اکثر سفر کرتے رہتے ہیں پھر اسی دن یا دو تین دن بعد واپس آتے ہیں تو وطن واپسی (موضع اقامت) پر یہ لوگ قصر کریں گے یا اتمام؟ اگر عربی میں جواب سے نوازیں تو مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: آپ کا شاگرد سالم جان حقانی موسسہ ابن نصیب ابوظہبی......۱۹۸۳ء

﴿۱﴾ قال العلامة شرنبلالی: اقل مدة سفر تتغیر به الاحکام...... مسیرة ثلاثة ایام بسیرہ ثلاثة ایام من اقصر ایام السنة کمافی الجوهرة والبرهان واشرنا بتقدیرہ بالایام الی انه لا یقدر بالفراسخ وهو الاصح لقوله ﷺ یمسح المقیم یوماً ولیلة والمسافر ثلاثة ایام ولیالیها الخ. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ص ۴۲۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

الجواب: من خرج من وطن الاقامة مسافراً غیر معرض عن التوطن به فهو یصلی اربعا اذا رجع الیه وبقاء ثقله دلیل ظاهر علی عدم اعراضه عن التوطن به وهذالم اجده صریحاً لاکنه مأخوذ من کلام البدائع والبحر ، قال صاحب البدائع ص ۱۰۴ جلد ۱ وینتقض بالسفر ایضاً لان توطنه فی هذا المقام لیس للقرار ولکن لحاجة فاذا سافر منه یستدل به علی قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضاً له دلالة انتهیٰ﴿ ۱ ﴾ وفی البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر، انتهیٰ ای لعدم قصد ترک الاول ﴿ ۲ ﴾. فافهم، وهو الموفق

وطن اقامت کو جنگل سے ہر ہفتہ آنے جانے میں قصر واتمام کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں عربستان میں کام کرتا ہوں شہر میں رہنے کیلئے ایک مکان کرایہ پر لیا ہے اور شہر سے ایک سو ستر کلو میٹر دور جنگل میں چھ دن کام کرتا ہوں اور جمعہ کے دن شہر آتا ہوں کرایہ کے مکان میں ضروریات زندگی مہیا ہیں اسی طرح جنگل میں تمام ضروریات ہمارے ہاں موجود ہوتے ہیں جنگل میں لکڑیوں کے مکانات ہم نے بنائے ہیں اس کیمپ میں چالیس پچاس بندے موجود ہوتے ہیں نہ ہم جنگل میں مستقل طور پر مقیم ہیں اور نہ شہر میں، دبئی کے علماء کہتے ہیں کہ شہر میں قصر کریں گے اور جنگل میں اتمام کریں، بعض کہتے ہیں کہ راستے میں قصر کریں مسئلہ کی وضاحت کر کے ارسال فرماویں مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی سید ولی شاہ ملاخیل ہنگو کوہاٹ......۲۶/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: آپ اس شہر میں اتمام کیا کریں بشرطیکہ آپ نے کسی وقت اس شہر میں پندرہ دن

﴿ ۱ ﴾ (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان کتاب الصلاة)

﴿ ۲ ﴾ (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

متواتر رہنے کی نیت کی ہو﴿۱﴾ اور یہ پندرہ دن اسی شہر میں گزارے بھی ہوں، اس کے بعد جب آپ کام کیلئے جنگل کو جاتے ہیں اور چھ دن گزارتے ہوتو چونکہ جنگل محل اقامت نہیں ہے، لہٰذا آپ جنگل میں قصر کریں گے البتہ اگر آپ کا مستاجر کسی شہر میں مقیم ہوتو آپ بھی مقیم شمار ہوں گے کما فی الهندیة ۱۴۱ جلد ۱ ﴿۲﴾ اور جب آپ جمعہ کے دن شہر واپس آئیں تو اتمام کریں یہ آپ کا وطن اقامت ہے اس شہر کی مساکنت کو آپ نے ترک نہیں کی ہے، یدل علیه مافی البحر ص ۱۳۲ جلد ۱ ﴿۳﴾ خصوصاً جبکہ مستاجر مقیم ہو۔ وهو الموفق

مہاجرین افغانستان کی نیت اقامت

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین درین مسئلہ کہ از افغانستان مہاجرین بسیار امدہ است (۱) بعض درآں در کیمپ ہائے حکومت مسکن گرفتہ است وحکومت بایشان گندم وغیرہ میدہد (۲) وبعضے در قریہا مقیم است وگندم وروپیہ از حکومت میخواند (۳) وبعضے درآن در قریہا مقیم است گزارہ خود بخود میکند از حکومت چیزے نہ خواہد بعض از علماء مہاجر از قسم دوم وثالث در قریہا مایان امامت گرفتہ ہست نماز قصر نمیکند بعض ازاں علماء بران

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولا یزال حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر کذا فی الهدایة .

(عالمگیریه ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: وکل من کان تبعا لغیره یلزمه طاعته یصیر مقیما باقامته ومسافراً بنیته وخروجه الی السفر کذافی محیط السرخسی.

(فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: لو جمعت کانت خمسة عشر یوما او اکثر الا اذا نوی ان یقیم باللیل فی احدهما فیصیر مقیما بدخوله فیه لان الاقامة المرء تضاف الی مبیته یقال فلان یسکن فی حارة کذا وان کان بالنهار فی الاسواق ثم بالخروج الی الموضع الآخر لا یصیر مسافرا. (البحر الرائق ص ۱۳۲ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

فتویٰ دادہ است کہ اقتداء بجنس اماماں دروقت ظہر وعصر وعشاء صحیح نیست ازشما مبارک عرض میدارم کہ حکم اقسام ثلاثہ یک باشد یانہ، اگرنہ باشد حکم ہرقسم جدا جدا ارسال بکن؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرؤف کچلاک سرکلر روڈ کوئٹہ

الجواب: واضح بادکہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ وغیرہ درباب المسافر تصریح کردہ اندکہ صحرا مقام اقامت نیست ﴿۱﴾ یعنی نیت اقامت درصحرا درست نیست الا اذا کان امیر الجند مقیما فی المصر فیصیر الجندی مقیما بتبع الامیر کما فی الهندیة ﴿۲﴾ پس این مہاجرین (ماسوائے مقیم درصحرا وخیمہا) تمام اتمام خواہند کردند زیراچہ بعد از امادگی مخالفین برائے مذاکرات چند ماہ برمذاکرات صرف خواہند شد۔ وهو الموفق

افغان مجاہدین نے آبادی میں نیت اقامت نہ کی ہوتو قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مجاہدین دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کہ داخلی ہوں یعنی شہر میں ہوں مگر فی الحال کیمپ میں رہتے ہوں اور دوسرے وہ جو کہ خارج سے آتے ہوں یعنی ان کا شہر سے واسطہ نہ ہوتو وہ نماز سفر ادا کریں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمجید افغان مہاجر پشاور......۹/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: جن مجاہدین نے آبادی میں نیت اقامت نہیں کی ہے تو وہ قصر کریں گے خواہ وہ داخلی

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: والحاصل ان شروط الاتمام ستة النية والمدة واستقلال الرأی وترک السير واتحاد الموضع وصلاحيته قهستانی (قوله وصلاحيته) ای صلاحية الموضع للاقامة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۸۳ جلد ۱ مطلب فی سجدة الشكر باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ وفی الهندية فيصير الجندی مقيما فی الفيافی بنيه اقامة الامير فی المصر كذا فی الكافی. (فتاویٰ عالمگيرية ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

ہوں یا خارجی ہوں(شامیه ، هندية) ﴿۱﴾. وهو الموفق

بہشتی زیور کی ایک عبارت کی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی گھر سے تین منزل جانے کی ارادہ سے نکلتا ہے گھر سے نکلتے وقت اس کی نیت یہ ہے کہ منزل مقصود میں پندرہ دن یا کچھ زیادہ ٹھہروں گا اب یہ آدمی راستہ میں جو نماز ادا کریں گے قصر کرے گا یا اتمام؟ لہٰذا بہشتی زیور میں لکھا گیا ہے، بہشتی زیور حصہ دوم ص ۳۵ مسئلہ نمبر ۱۰ ''تین منزل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلی لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت ہے کہ فلانے گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گی تو مسافر نہیں رہی رستہ بھر پوری نمازیں پڑھے پھر اگر گاؤں میں پہنچ کے پورے پندرہ دن نہیں ٹھہرنا ہو تو تب بھی مسافر نہ بنے گی'' حالانکہ جوهرة النيرة ص ۸۶ جلد ۱ میں ہے، ومن خرج مسافر اصلی رکعتين اذا فارق بيوت المصر ولا يزال على حكم المسافر حتى ينوى الاقامة فى بلدة خمسة عشر يوم فصاعداً فيلزمه الاتمام فان نوى الاقامة اقل من ذلک لم يتم انتهىٰ: یہ عبارت قدوری کی ہے پس مسئلہ کی وضاحت فرما کر مشکور فرماویں؟ بينوا توجروا

المستفتی: شیر محمد خان محسود جنوبی وزیرستان

الجواب: محترم المقام ان عبارات میں کوئی اشکال نہیں ہے اور بہشتی زیور کے مسئلہ میں اس گاؤں سے مراد ایک درمیانی گاؤں ہے جو کہ مقام روانگی سے تین منزل سے کم مقدار پر واقع ہے، کما لا يخفىٰ فافهم. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفى الهندية: ولايزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة فى بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر كذافى الهداية.

(فتاوىٰ عالمگيرية ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر)

فصل فی قصر الصلاۃ

مسافر کا مقیم امام کے پیچھے نیت کرنے کا مسئلہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر مقیم امام کے پیچھے سفرانہ دو رکعت کی نیت کرے گا یا چار رکعت کی؟ بینوا توجروا

المستفتی : زاہد حسین نور کلاتھ ہاؤس بٹ خیلہ

الجواب: اس مسئلہ میں توسع ہے برجندی نے محض فرض کی نیت کرنا لکھا ہے اور جامع الرموز میں ہے کہ دو رکعت کی نیت کرے ﴿۱﴾ اور تحقیق کی رو سے چار رکعت کی نیت کرنا راجح ہے ﴿۲﴾ . وھو الموفق

مسافر مقتدی نے مسافر امام کو مقیم سمجھ کر چار رکعت کی نیت کی اب کیا کرے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) مسافر آدمی نے یہ سمجھا

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی : بہتر یہ ہے کہ بے تعین رکعات کے محض فرض کی نیت کرے، جیسا کہ برجندی میں ہے اور اگر نیت کرے تو دو رکعت کی نیت کرے، جامع الرموز میں ہے، لو اراد نیة العدد نوی رکعتین، اور اگر عدد رکعات کی نیت کرنا چاہے تو دو رکعت کی نیت کرے.

(مجموعة الفتاویٰ ص ۳۱۴ جلد ۱ رقم: ۱۴۰ کتاب الصلوٰۃ)

﴿۲﴾ حضرت الشیخ مفتی اعظم مفتی محمد فرید دامت برکاتہم نے ایک مجلس میں فرمایا کہ چار رکعت کی نیت کرنا راجح ہے ہمارے شیخ امین اللہ فی الارض محدث کبیر مولانا نصیر الدین الغرغشتوی النقشبندی المجددی (المتوفی ۱۳۸۸ ھ) فرمایا کرتے تھے کہ چار رکعت کی نیت کرے، لان نیة الامامة قبل التکبیر التحریمة صحیحة لانه بشرف ان یکون اماما فنیة الاربعة ایضا صحیحة لانه بشرف ان تکون صلاته اربعاً. (ازملفوظات حضرت مفتی اعظم شیخ الحدیث دامت برکاتہم۔ازمرتب)

کہ امام مقیم ہے اور نیت چار رکعت کی باندھی، اب مقتدی کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ اور چار رکعت پوری کرے یا دو۔
(۲) اگر امام کا پتہ نہیں کہ مقیم ہے یا مسافر تو مقتدی کی نیت کس طرح ہوگی؟ بینوا توجروا
المستفتی: زاہد حسین نور کلاتھ ہاؤس بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی......۱۳/۹/۱۹۸۹ء

الجواب: (۱) جب امام کی حالت غائب ہونے سے قبل معلوم ہو تو مقتدی کی نماز درست ہوگی اور دو رکعت پر اکتفا کرنا ضروری ہوگا ﴿۱﴾۔ (۲) فرض وقت کی مطلق نیت ضروری ہوگی نیز عدد رکعات ذکر کرنے میں کمی بیشی نقصان دہ نہ ہوگی ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مسافر مقتدی کا مقیم امام کے پیچھے نیت رکعات کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام مقیم ہے اور مقتدی مسافر ہے اب یہ مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے کونسی نیت کرے گا دو رکعت کی نیت کرے گا یا چار رکعت کی کیونکہ مسافر کیلئے دو رکعت کرنے ہیں اور امام کیلئے چار رکعت؟ بینوا توجروا
المستفتی: سبز علی سپاہی باجوڑ ایجنسی......۲۱/ اکتوبر ۱۹۷۵ء

الجواب: تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ صحت صلوٰۃ کیلئے رکعات کا عدد ذکر کرنا ضروری نہیں

﴿۱﴾ **قال العلائی:** وندب للامام هذا يخالف الخانية وغيرها ان العلم بحال الامام شرط لكن فی حاشية الهداية للهندی الشرط العلم بحاله فی الجملة لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ينبغی ان يخبرهم قبل شروعه والا فبعد سلامه.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ **قال الحصكفی:** دون تعين عدد ركعاته لحصولها ضمنا فلا يضر الخطا فی عددها وينوی المقتدی المتابعة لم يقل ايضا لانه نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلاة الامام ولم يعين الصلاة صح فی الاصح وان لم يعلم بها لجعله نفسه تبعاً لصلاة الامام.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۰۹ جلد ۱ بحث النية باب شروط الصلاة)

ہے ﴿۱﴾ لہٰذا اگر یہ مسافر کوئی عدد ذکر نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ مسافر تعین کرنا چاہتا ہو تو بعض فقہانے دو کے عدد کو راجح کہا ہے ﴿۲﴾ اور بعض اکابر نے چار کے عدد کو راجح کہا ہے، وھو الاوجہ لان المقتدی جازلہ نیۃ الاقتداء قبل تحریمۃ الامام لکونہ اماماً فیمایؤل الیہ فکذا نیۃ الاربع لان صلاتہ تصیر اربعا فیما یؤل الیہ امرا للہ ﴿۳﴾ فافھم. وھو الموفق

مسافر شرعی قصر نہ کرنے سے گنہگار رہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص سفر شرعی میں ہے اور قصر نہ کرے بلکہ چاروں رکعت پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محبت خان ایران بندر جمہوریہ ایران......۱۴۰۱/۶/۲۶ھ

الجواب: گنہگار ہے کیونکہ مسافر شرعی پر ظہر عصر عشاء میں قصر واجب ہے اور دو رکعت ادا کرے گا البتہ اگر دوسری رکعت کے قعدہ کرنے کے بعد تیسری چوتھی رکعت پڑھے تو اعادہ فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے (شامی) ﴿۴﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن نجیم: لان نیۃ عدد الرکعات لیست بشرط فی الفرض والواجب لان قصد التعین مغن عنہ ولو نوی الظھر ثلاثا والفجر اربعاً جاز. (البحر الرائق ص ۲۸۲ جلد ۱ باب شروط الصلوٰۃ)(ومثلہ فی الدر المختار علی صدر ردالمحتار ص ۴۱۸ جلد ۱ باب شروط الصلاۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ عبد الحئی اللکھنوی: بہتر یہ ہے کہ بے تعین رکعات کے محض فرض کی نیت کرے (برجندی) اور اگر نیت کرے تو دو رکعت کی نیت کرے، جامع الرموز میں ہے، لو اراد نیۃ العدد نوی رکعتین.
(مجموعۃ الفتاویٰ ص ۳۱۴ جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ رقم مسئلہ: ۱۳۹)

﴿۳﴾ (من افاضا ت الشیخ زینۃ المحدثین مولانا نصیر الدین الغرغشتوی رحمہ اللہ)

﴿۴﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامد التاخیر السلام وترک واجب القصر.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۸۳ جلد ۱ مطلب فی سجدۃ الشکر باب صلاۃ المسافر)

سفر میں صوری جمع بین الصلاتین جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حالت سفر میں جمع بین الصلاتین یعنی مغرب وعشاء کی نماز بیک وقت پڑھنا جائز ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.........

الجواب: دونمازوں کا بیک وقت ادا کرنا اگر صوری ہو (یعنی ایک کو مؤخر کر کے آخری وقت میں اور دوسری کو پہلے وقت میں ادا کرنا) تو ضرورت کے وقت جائز ہے﴿۱﴾ اور ایسا کرنا کہ ایک نماز وقت سے پہلے یا بعد میں ادا کی جائے یہ ناجائز ہے، عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ جمع بین الصلاتین حقیقی جائز نہیں عند الاحناف. وھو الموفق

مسافر مقیم امام کی نماز کے آخر میں شامل ہوا تو پوری نماز ادا کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر نے مقیم امام کی اقتدا

﴿۱﴾ قال العلامة حصکفی رحمه الله: ولاجمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر ومطر خلافا للشافعی وما رواه محمول علی الجمع فعلا لا وقتا فان جمع فسد لو قدم الفرض علی وقته وحرم لو عکس ای اخره عنه وان صح بطریق القضاء الا لحاج بعرفة ومزدلفة. قال ابن عابدین رحمه الله:(قوله محمول) ای مارواه ممایدل علی التأخیر محمول علی الجمع فعلا لا وقتا ای فعل الاولیٰ فی آخر وقتها والثانیة فی اول وقتها ویحمل تصریح الراوی بخروج وقت الاولیٰ علی التجوز کقوله تعالیٰ فاذ بلغن اجلهن ای قاربن بلوغ الاجل او علی انه ذلک ویدل علی هذا التأویل ما صح عن ابن عمر انه نزل فی آخر الشفق فصلی المغرب ثم اقام العشاء وقد تواری الشفق ثم قال ان رسول اللهﷺ کان اذا عجل به السیر صنع هکذا وفی روایة ثم انتظر حتی غاب الشفق وصلی العشاء.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۸۱ جلد ۱ قبیل باب الاذان کتاب الصلاۃ)

کی لیکن یہ اس وقت جب امام آخری قعدہ میں تھے تو کیا نماز کے آخری حصہ میں اقتدا کی صورت میں بھی یہ مسافر مقتدی اتمام کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم............

الجواب: یہ مسافر مقتدی جب مقیم امام کی اقتدا کی نیت کرے تو اتباع امام کی وجہ سے پوری نماز ادا کرے گا اگرچہ بالکل آخر میں شامل ہوا ہو، کمافی ردالمحتار فیدخل فیه مالو اقتدیٰ به فی القعدة الاخیرة ﴿ ۱ ﴾. وهو الموفق

سفر میں سنن رواتب کے ادا کرنے یا نہ کرنے میں فقہاء کا راجح قول

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اعلاء السنن میں بحالت سفر پیغمبر علیہ السلام سے سنتوں کے ادا کرنے کا ثبوت وارد ہے اور ایک عالم دین نے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام سے فجر کی سنتوں کا ادا کرنا بھی بحالت سفر ثابت نہیں، یہ کس حد تک درست ہے؟ (۲) سفر کی حالت قرار و فرار میں سے کس کس حالت میں پڑھنے اور نہ پڑھنے کی افضلیت ہے بعض علماء حالت سفر میں سنن کے ترک کی افضلیت کیلئے کبیری کا حوالہ دیتے ہیں کونسا قول راجح ہے بینوا توجروا

المستفتی: بدر منیر مہتمم دار العلوم مدنیہ اماندرہ بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی.....۱۹۸۹ء/۶/۱۶

الجواب: محترم المقام مولانا بدر منیر صاحب زاداللہ معالیکم السلام علیکم امابعد! پس جوابات علی ترتیب السوالات ملاحظہ ہو۔ (الف) ابوداؤد شریف ص ۶۳ جلد ۱ باب من نام عن صلوٰة اونسیها میں مروی ہے، قال رسول الله ﷺ من کان منکم یرکع رکعتی

﴿ ۱ ﴾ قال العلامة ابن عابدین: فیدخل فیه ما لو اقتدیٰ به فی القعدة الاخیرة انه لا یصح لان تحریمته اشتملت علی نفلیة القعدة الاولیٰ والقراءة بخلاف الامام وهذا معنی قول السراج لانه تحریمة المأموم اشتملت علی الفرض لاغیر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۸۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

الفجر فلیرکعھا فقام من کان یرکعھما و من لم یکن یرکعھما فرکعھما ﴿۱﴾ . نیز ترمذی شریف ابواب السفر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنت بعد الظہر کا ادا کرنا موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے ﴿۲﴾ ۔ فقہاء کرام سے سفر میں سنن مؤکدہ ادا کرنے کی متعلق تین اقوال مروی ہیں امام ہندوانی فرماتے ہیں جب مسافر سائر نماز کیلئے ٹھہرے تو سنن کو ترک کردے اور جب ہفتہ عشرہ کیلئے نزول کرے تو سنن ادا کرے وھو مختار الامام الحلبی فلیراجع الی ردالمحتار ص ۵۵۵ جلد ۱ باب المسافر ﴿۳﴾ . وھو الموفق

مسئلہ ترک وعدم ترک سنن در سفر

سوال: چہ مے فرمایند علماء کرام درین مسئلہ کہ سنن مؤکدہ درحالت سفر شرعی کردن درست است یانہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: حسن خان افغانی افغانستان ۱۹۸۸ء/۱/۷

الجواب: برمسافر شرعی درسنت موکدہ خواندن توسع است البتہ راجح این ست کہ در وقت

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص ۷۰ جلد ۱ باب من نام عن صلوٰۃ او نسیھا)

﴿۲﴾ عن ابن عمر قال صلیت مع النبی ﷺ الظھر فی السفر رکعتین وبعدھا رکعتین الخ.

عن ابن عمر قال صلیت مع النبی ﷺ فی الحضر والسفر فصلیت معه فی الحضر الظھر اربعاً وبعدھا رکعتین وصلیت معه فی السفر الظھر رکعتین وبعدھا رکعتین الخ.

(سنن ترمذی ص ۷۲ جلد ۱ ابواب صلاۃ السفر باب ماجاء فی کم تقصر الصلاۃ)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (ھو المختار) وقیل الافضل الترک ترخیصا وقیل الفعل تقربا وقال الھندوانی الفعل حال النزول والترک حال السیر وقیل یصلی سنة الفجر خاصة وقیل سنةالمغرب ایضا بحر قال فی شرح المنیة والاعدل ما قاله الھندوانی قلت والظاھر ان مافی المتن ھو ھذا وان المراد بالا من والقرار النزول وبالخوف والفرار السیر لکن قدمنا فی فصل القراء ة انه عبر عن الفرار بالعجلة لانھا فی السفر تکون غالباً من الخوف تأمل.

(ردالمحتار ص ۵۸۵ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة)

قرار ونزول ایں راخواند ودروقت سیر وفرار وخوف نہ خواند، ردالمحتار ص ۵۵۵ جلد ۱ باب المسافر ﴿۱﴾۔ پس اگر سائر باشد وبرائے نماز توقف کند سنن را ترک خواہد کرد، واگر برائے قرار نزول کردہ باشد یعنی کم از مقدار اقامت ادا خواہد کرد۔ وھو الموفق

سفر کے بعض احکام کے بارے میں استفسار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) فوجی جو اپنے ارادے کا مالک نہیں ہوتا بلکہ تابع ہوتا ہے اقامت کی نیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) جو فوج ہندوستانی علاقے میں ہے اس کا کیا حکم ہے اور جو پاکستانی علاقے میں ہے اس کا کیا حکم ہے؟ (۳) دیہات، قریہ اور شہر کا حکم وتعریف کیا ہے اور جنگل میدانوں اور پہاڑوں کا کیا حکم وتعریف ہے؟ (۴) اگر بالیقین اقامت کا عرصہ معلوم نہیں اور اندازے سے پندرہ دن سے زیادہ رہنا معلوم ہو تو نیت اقامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۵) کن افسروں کے کہنے پر اقامت کی نیت درست ہے؟ (۶) سفر وحضر کا تعلق سہولت کے ساتھ ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا تکلیف ہے ہر چیز آسانی سے ملتی ہے؟ (۷) دیہاتوں اور شہروں کے قریب جو فوج خیموں میں رہتی ہے اس کا حکم دیہات اور شہر کے رہنے والوں جیسا ہے؟ (۸) زمانہ ماضی میں جو مجاہدین اسلام جہاد کیلئے سفر پر روانہ ہوتے تھے وہ کب تک دوگانہ پڑھتے تھے، تواریخ میں اگر مفصل واقعہ نماز قصر کے بارے میں ہو تو تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالصمد امام مسجد ۱۲۷ انفنٹری ورکشاپ E M E ڈیو پاک آرمی ۱۹۷۲ء/۶/۷

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (هو المختار) وقيل الافضل الترک ترخيصا وقيل الفعل تقربا وقال الهندوانی الفعل حال النزول والترک حال السير وقيل يصلی سنة الفجر خاصة وقيل سنة المغرب ايضا بحر قال فی شرح المنية والاعدل ماقاله الهندوانی، قلت والظاهر ان مافی المتن هو هذا وان المراد بالامن والقرار النزول وبالخوف والفرار السير. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۸۵ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

الجواب: (الف) واضح رہے کہ آپ میں سے جو امام یا سپاہی یا افسران چھاؤنیوں سے آئے ہیں جو کہ محاذ اور کیمپ سے اڑتالیس میل کے فاصلہ پر ہیں تو وہ قصر پڑھیں گے اور جو اشخاص قریبی چھاؤنیوں سے آئے ہیں تو وہ اتمام کریں گے ﴿۱﴾ فائر بندی سے اس حکم پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(ب) مصر اور فناء مصر میں نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں ﴿۲﴾ لیکن جنگل، بیابان وغیرہ میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے اس کے بعد بالترتیب جوابات ملاحظہ کریں۔

(۱) نہیں کرسکتا ہے ﴿۳﴾۔ (۲) کوئی فرق نہیں ہے کما مر فی (الف)۔ (۳) جس مقام میں متعدد مساجد، محلے اور بازار ہوں اور دیہات سے ضروریات کیلئے یہاں لوگ آتے ہوں تو یہ مقام مصر، قصبہ، قریہ کبیرہ ہے اس میں نماز جمعہ درست ہے ﴿۴﴾ ورنہ درست نہیں ہے۔ (۴) نیت اور ارادہ معتبر ہے اندازہ معتبر نہیں ہے ﴿۵﴾۔ (۵) بالائی افسروں کا حکم معتبر ہے ﴿۶﴾۔ (۶) شرعی احکام میں فطرت اور مصلحت

﴿۱﴾ وفی الهندية: اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذافی التبيين . (فتاویٰ عالمگیرية ص ۱۳۸ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ويشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر (او فناؤه). (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۰، ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فی صحة الجمعة بمسجد المرجة والصالحية فی دمشق باب الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: والمعتبر نية المتبوع لانه الاصل لاالتابع كامرأة وفاها مهرها المعجل وعبد غير مكاتب وجندی اذا كان يرتزق من الامير. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: عن ابی حنيفة انه بلده كبيرة فيها سكک واسواق ولها رساتيق. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۵﴾ قال العلامة شرنبلالی: وقصر ان نوی اقل منه ای من نصف شهر لما قدمناه اولم ينو شيئا وبقی علی ذلک سنين وهو ينوی انه غداً يخرج او بعده لما روی البيهقی باسناد صحيح ان ابن عمر قال ارتج علينا الثلج ونحن باذر بيجان ستة اشهر فی غزاة فكنا نصلی ركعتين. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۴۱۹ مطلب فيما يشترط لصحةنية السفر)

﴿۶﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ولا بد من علم التابع...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

عامہ پر نظر ہوتی ہے نہ کہ خصوصیت پر ﴿۱﴾۔(۷) ان جیسا حکم ہے ﴿۲﴾۔(۸) جب اپنے مقام اور گاؤں سے باہر ہو جاتے تھے تو دوگانہ ادا کرتے تھے ﴿۳﴾۔فقط

سفر شرعی میں مسافر پر قصر واجب اور اتمام ممنوع ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر شرعی میں قصر ہے، لیکن اگر تکلیف ومشقت نہ ہونے کی صورت میں اتمام کرے تو کیا یہ جائز ہوگا؟ (۲) اگر سفر شرعی میں مشقت نہ ہو ریل، جہاز وغیرہ میں سفر کیا جاتا ہو تو روزہ رکھنا اولیٰ ہے یا نہ رکھنا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبداللہ ضلع خوشاب پنجاب......۲۰/ رمضان ۱۴۰۸ھ

(بقیہ حاشیہ) بنیة المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامة ولم یعلم التابع فهو مسافر حتی یعلم علی الاصح وفی الفیض وبه یفتیٰ کما فی المحیط وغیره.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۹ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: ولایزال یقصر حتی یدخل مصره او ینوی اقامته نصف شهر ببلد او قریة. (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۴۶۸ باب صلاة المسافر)

﴿۳﴾ عن انس قال خرجنا مع رسول الله ﷺ من المدینة الی مکة فکان یصلی رکعتین رکعتین حتی رجعنا الی المدینة قیل له اقمتم بمکة شیئًا قال اقمنا بها عشراً متفق علیه، وعن ابن عباس قال سافر النبی ﷺ سفراً فاقام تسعة عشر یوماً یصلی رکعتین رکعتین قال ابن عباس فنحن نصلی فیما بیننا وبین مکة تسعة عشر رکعتین رکعتین فاذا اقمنا اکثر من ذلک صلینا اربعاً رواه البخاری.

(مشکواة المصابیح ص ۱۱۸ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

الجواب: مسافر کیلئے قصر کرنا واجب ہے اور اتمام ممنوع ہے ﴿۱﴾ اور عدم مشقت کے وقت افطار جائز ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے ﴿۲﴾ (بحر ص ۲۸۲ جلد ۲ وشامی)۔ وھو الموفق

کسی کیلئے دو وطن ہونے کی صورت میں قصر نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے دو وطنوں میں رہائش اختیار کی ہے ایک موسم سرما کی رہائش کیلئے اور دوسرا موسم گرما کیلئے اب موسم گرما والے وطن سے موسم سرما کے وطن کو کسی ضرورت کیلئے آیا تو کیا یہ مسافر ہوگا یا نہیں اور قصر کرے گا یا اتمام؟ بینوا توجروا

سائل: محمود الحسن کوٹکی ڈی آئی خان

الجواب: یہ دونوں وطن بہ حال خود رہیں گے رحلت کی وجہ سے باطل نہ ہوں گے، کمافی البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ وکثیر من المسلمین المتوطنین فی البلاد ولهم دور وعقار فی القرىٰ البعيدة منها يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم فلا بد من حفظها انهما وطنان له لا يبطل احدهما بالآخر ﴿۳﴾ ۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة حصكفیؒ: صلی الفرض الرباعی ركعتين وجوبا لقول ابن عباس ان الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم اربعا والمسافر ركعتين ، قال ابن عابدين(قوله وجوباً) فيكره الاتمام عندنا حتى روى عن ابی حنيفة انه قال من اتم الصلاة فقد اساء وخالف السنة. (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: (قوله وللمسافر وصومه احب ان لم يضره) ای جاز للمسافر الفطر لان السفر لا يعرى عن المشقة فجعل نفسه عذرا بخلاف المرض لانه قد يخف بالصوم فشرط كونه مفضيا الى الحرج وانما كان الصوم افضل ان لم يضره لقوله تعالىٰ وان تصوموا خير لكم ولان رمضان افضل الوقتين فكان فيه الاداء اولى ولا يرد علينا القصر فی الصلوٰت فانه واجب حتى يأثم بالاتمام. (بحر الرائق ص ۲۸۲ جلد ۲ فصل فی العوارض)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

مسافر کی حالت نماز میں اقامت کی نیت کا مسئلہ

ســـــوال: بخدمت جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جناب عالی! اگر درجہ ذیل عبارت کی پوری مطلب واضح فرماویں تو عین نوازش ہوگی۔

(الف) اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اول میں یا درمیان میں یا آخر میں مگر سجدہ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے اس میں قصر جائز نہیں، (بہشتی زیور)

(ب) ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی حالت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا۔ مثلاً نمبرا: کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا بعد اس کے اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ مثال نمبر۲: کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوگیا اور لاحق ہوگیا پھر اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا، اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید شہرلوئے جنوبی وزیرستان ۳۰/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ عبارات نہایت واضح ہیں آپ کسی مقامی عالم کو مراجعت کریں۔ وھو الموفق

مسافر مقیم کے اقتداء میں چار رکعت پڑھے گا

ســوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر جب مقیم امام کا اقتداء کرے تو کتنی رکعت ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسماعیل ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: یہ مسافر مقیم جیسا نماز پڑھے گا﴿۱﴾ اقتداء کی وجہ سے اس کی نماز دو کی بجائے چار رکعات ہوں گی، ونظیرہ نیة الاقتداء قبل التحریمه فافهم﴿۲﴾. وهو الموفق

ہندوستان میں قید پاکستانی اسیروں کی نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم یہاں ہندوستان میں شروع قید ہونے کے دن سے قصر کر رہے ہیں جس کا فتویٰ ہمیں مکتبہ دیوبند سہارنپور سے سید احمد صاحب نے دیا تھا، چند دن ہوئے کہ پاکستان سے ایک مولانا صاحب نے خط میں پوری نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے جس میں کوئی علمی یا عقلی دلیل نہیں ہے اس وجہ سے ہمارے اذہان میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں اسلئے براہ مہربانی خط ملتے ہی دلائل کے ساتھ مدلل مہر شدہ فتویٰ صادر فرما کر ارسال فرمائیں، جبکہ ہماری پوزیشن یہ ہے کہ ہم تاروں کے دائرہ میں رہتے ہیں جس پر چاروں طرف سے ہتھیار سے لیس فوجی کھڑے ہیں، دن کو ہم اپنے احاطہ میں گھومتے پھرتے ہیں جو تقریباً چار سو گز لمبا اور ڈیڑھ سو گز چوڑا احاطہ ہے لیکن رات کے وقت کسی بھی حرکت پر پابندی ہے حتیٰ کہ پیشاب وغیرہ بھی ہم بارک کے ساتھ ایک مخصوص جگہ میں کرتے ہیں جو صرف رات کے وقت کیلئے بنائی گئی ہے، اس کے علاوہ کھانے پینے کی آزادی ہے رہائش کیلئے خیمے ہیں نہانے دھونے کا تسلی بخش انتظام ہے ان سب چیزوں کو مدنظر رکھ کر جلد از جلد اپنی رائے سے آگاہ فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم جنگی قیدی انڈیا......اگست ۱۹۷۳ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: واما اقتداء المسافر بالمقيم فيصح في الوقت ويتم. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۸۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امين: قوله(نية المؤتم) اى الاقتداء بالامام او الاقتداء به فى صلاته او الشروع فيها او الدخول فيها بخلاف نية صلاة الامام وشرط النية ان تكون مقارنة للتحريمة او متقدمة عليها بشرط ان لا يفصل بينها وبين التحريمة فاصل اجنبى.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۷ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: واضح رہے کہ آپ میں سے جولوگ کسی آبادی میں زیرحراست ہیں تو وہ چار رکعت ادا کریں گے،لانھم محبوسون لمدۃ زائدۃ علی الاسبوعین فی ارادۃ الھنود کما لا یخفیٰ علی من راجع الیٰ تاریخ المذاکرات ﴿۱﴾ اور جولوگ بیابانی کیمپوں میں زیرحراست ہوں اوران کاامیر یعنی وہ افسر جو کہ بھارت کی طرف سے قیدیوں کی نقل وتحویل کا مجاز ہوکسی آبادی میں مقیم ہوتو پھر بھی چار رکعت پڑھنا ضروری ہوگا اور اگر یہ افسران کے ساتھ بیابان میں رہتا ہواور مسافر ہوتو اس صورت میں دورکعت پڑھنا ضروری ہوگا،ویدل علیہ مافی الھندیۃ ص ۱۴۹ جلد ۱ فیصیر الجندی مقیما فی الفیافی بنیۃ اقامۃ الامیر فی المصر کذا فی الکافی ﴿۲﴾. وھو الموفق

وطن اقامت سے انشاء سفر کی صورت میں قصر کریں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لاری کاڈرائیور ہے یہ ڈرائیور جس گاؤں سے لاری چلاتا ہے وہ ڈرائیور کا اپنا گاؤں بھی نہیں ہے بلکہ اس لاری کے گاؤں اوراس کے اپنے گاؤں کے درمیان مسافت سفر کی منزل ہے اب جب کہ یہ ڈرایئور کبھی کبھی گاؤں کو بھی آتا ہے تو یہ ڈرائیوراس لاری والے مقام پر قصر کرے گا یا اتمام کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبداللہ مدرس مفتاح العلوم ہنگو......۱۹۷۳ء/۲/۲۱

الجواب: واضح رہے کہ یہ مقام اس ڈرائیور کیلئے وطن اقامت ہے بشرطیکہ اس میں اس نے پندرہ دن بہ نیت اقامت گزارے ہوں تو جس طرح وطن اصلی سے مقدار سفر (اڑتالیس میل) کی نیت سے

﴿۱﴾ قال العلامۃ شرنبلالی: ولا تصح نیۃ الاقامۃ لعسکر نا بدارالحرب...... ولا تصح نیۃ الاقامۃ لعسکرنا بدارنا فی حال محاصرۃ عسکرنا اھل البغی لان حالھم یخالف عزیمتھم للتردد بین القرار والفرار...... فافاد مفھومہ انہ اذاکانت المحاصرۃ بمصر صحت نیۃ الاقامۃ . انتھیٰ. (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۴۷۰ جلد ۱ قبیل مطلب فی اقتداء المسافر بالمقیم)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر)

آدمی مسافر بن جاتا ہے تو اسی طرح وطن اقامت سے بھی اتنی مقدار مسافت کی نیت سے مسافر بنے گا ولایضر قطع المسافة فی اقل من ثلثه ایام فی الهندیه ص ۱۴۸ جلد ۱ ولو کانت المسافة بالسیر المعتاد فسار الیها علی الفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین او اقل قصر کذا فی جوهرة النیره﴿۱﴾. وهو الموفق

آبادی میں مقیم قیدی اتمام کریں گے

سوال: محترم مفتی صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان

بعد از سلام مسنون! آپ صاحبان کا ایک عدد فتویٰ ہمیں موصول ہوا لیکن قدرے اختلاف رہا کیونکہ آپ نے "یــــا" کا لفظ لگایا ہے،ہم مندرجہ ذیل حالت میں رہتے ہیں آپ اس کے مطابق فتویٰ صادر کریں اپنی رائے یا اخباری خبروں وغیرہ کی بنا پر فتویٰ نہ دے، یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ شائد آپ سوچیں کہ پتہ نہیں کہ ان کی کیا حالت ہوگی؟ تو حالت یہی ہے کہ ہم چھاؤنی کے ساتھ ملحق رہتے ہیں روشنی کا انتظام موجود ہے جیسا کہ اسلام آباد میں، یعنی صبح تک ہم اپنے بستر پر قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں اور پانی کا اتنا انتظام موجود ہے کہ پانچوں نمازوں کیلئے آدمی غسل بھی کرسکتا ہے بازار سے کینٹین کے ذریعہ ضروریات زندگی کھانے پینے سے لے کر قرآن پاک، جائے نماز اور لوٹا وغیرہ منگوانے تک کی کھلی اجازت ہے نماز کے اوقات میں ہمارے ساتھ کسی کا کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ صبح اور شام صرف دس منٹ کیلئے انڈیا والے ہماری چیکنگ کرتے ہیں، باقی دن بھر سوائے قرآن پڑھنے کے اور کوئی کام نہیں، نیز میرا پندرہ دن بھی نہیں کیونکہ میری رہائی ایک ماہ بعد ممکن ہے میں نے صاف الفاظ میں آپ کو حالات بتائیں تو مجھے بھی صاف الفاظ میں بتائیں کہ قصر نماز پڑھوں یا پوری، نیز روزہ، عیدین اور جمعہ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کلرک محمد نثار جنگی قیدی انڈیا.....۱۹۷۳ء/۳/۱۵

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

الجواب: محترم المقام السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ یعنی وہ قیدی جو کہ چھاؤنی کے ساتھ ملحق کیمپ میں رہتے ہیں چار رکعت ادا کریں گے اور جمعہ وعیدین بھی ادا کریں گے اور روزے بھی رکھیں گے آپ پر مقیم کے احکام جاری ہوں گے ﴿۱﴾ ۔فقط والسلام

مسافر امام کا مقیمین کیلئے چار رکعت نماز پڑھانا

سوال: حضرۃ الشیخ مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی: بندہ دعاؤں کا طلبگار رہے وہ خاص مسئلہ میں بھی دعائیں کریں مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق جواب مطلوب ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ مسافر امام نے مقیمین کو چار رکعت والی نماز پڑھائی اور دو رکعت پر سلام کے بغیر چار رکعت ہی پڑھی،سوال: یہ ہے کہ مقیمین کی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالمالک نریاب متنی کوہاٹ......۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: محترم المقام جناب حافظ عبدالمالک سلمہ الرحمٰن السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ دعاگو بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہے اللہ کریم آپ کو خیریت سے رکھے،اور اخلاص اور ولد صالح کی نعمتوں سے نوازے آمین۔مسئلہ کے متعلق جواب یہ ہے کہ اگر تیسری رکعت کو قیام کرنے کے وقت ان مقیمین نے نیت انفراد نہ کی ہو تو اعادہ واجب ہے ﴿۲﴾ ۔وھو الموفق

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں مقیم امام کے پیچھے پوری نماز ادا کی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم سعودی عرب میں ملازمت

﴿۱﴾ وفی الهندية: فيصير الجندی مقيما فی الفيافی بنية اقامة الامير فی المصر كذافی الكافی. (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: (لم يصر مقيماً) فلو اتم المقيمون صلوتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهيريه ای اذا قصدوا متابعته اما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد افاده الخير الرملی. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۸۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

کرتے ہیں، مکہ معظمہ اور مسجد نبوی سے ہم بمقدار سفر شرعی کافی دور ہیں مکہ مکرمہ پانچ سوکلومیٹر اور مدینہ منورہ ہزار میل، جب ہم عمرہ کیلئے جاتے ہیں تو امام کے ساتھ پوری نماز پڑھتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: افضل خان بیشہ سعودیہ عربیہ......۱۹۸۵ء/۱۱/۶

الجواب: اگر آپ مسافر ہیں تو مقیم امام کے پیچھے پوری نماز پڑھا کریں گے اور انفراداً پڑھتے ہوئے قصر کریں گے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جیل میں قیدی اتمام کریں یا قصر؟

سوال: محترمی ومکرمی جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدکم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک!

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جیل میں محبوس بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جنہیں باقاعدہ عدالت کی طرف سے سیاسی یا اخلاقی دفعات کے تحت قید کی سزا سنائی جا چکی ہوتی ہے ایسے لوگوں کو قیدی کہا جاتا ہے، بعض وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو حوالاتی کہا جاتا ہے یعنی ان کے مقدمات زیر سماعت ہوتے ہیں، اور بعض انتظامیہ کی طرف سے معینہ یا غیر معینہ مدت کیلئے نظر بند ہوتے ہیں، سیاسی دفعات کے تحت گرفتار شدہ گان کی رہائی یا دوسری جیل کو منتقلی کا دارمدار زیادہ تر حکومتی پالیسیوں پر ہوتا ہے پس جو گرفتار شدہ گان مسافت سفر طے کر کے جیل لائے جاتے ہیں ان کی نیت اقامت صحیح ہوگی یا نہیں جبکہ جیل نہ تو اقامت اختیار کرنے کی جگہ ہے اور نہ کسی کو جیل میں متعین مدت کا کوئی اختیار حاصل ہوتا ہے، از روئے شرع اسی صورت میں نیت سفر ہوگی یا اقامت ہوگی؟ بینو اتو جروا

المستفتی: صاحبزادہ عبدالباری جان ناظم اعلیٰ جے یو آئی سرحد سنٹرل جیل ہری پور ایبٹ آباد ۱۹۸۳ء/ ۸/ ۳

﴿۱﴾ قال العلامة مرغيناني: (وان اقتدىٰ المسافر بالمقيم في الوقت اتم اربعا) لانه يتغير فرضه الى اربع للتبعية كما يتغير بنية الاقامة لاتصال المغير بالسبب وهو الوقت.

(هداية على صدر فتح القدير ص ۱۲ جلد۲ باب صلاة المسافر)

الجواب :یہ گرفتار شدہ گان جن کے متعلق استفتاء کیا گیا ہے اتمام کریں کیونکہ جیل کا وہ بالائی افسر جو کہ ایک جیل سے دوسرے جیل کو منتقلی کا اختیار رکھتا ہے وہ مقیم ہوتا ہے، وقالوا المعتبر نیة المتبوع دون التابع کالاسیر والغریم﴿۱﴾، البتہ اگر اس افسر کی نیت نامعلوم ہو تو قول اصح کی بنا پر یہ گرفتار شدگان قصر کریں گے، کمافی شرح التنویر علی ھامش الشامیة ص۵۵۸ جلد ۱ ولا بد من علم التابع بنیة المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامة ولم یعلم التابع فھو مسافر حتی یعلم وھو الاصح وبه یفتیٰ﴿۲﴾. وھو الموفق

حالت نماز میں اقامت کی نیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اول میں یا درمیان یا آخر میں مگر سجدہ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے اس میں قصر جائز نہیں۔ (۲) ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی صورت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا۔ مثال نمبر۱: کسی مسافر نے جہر کی نماز شروع کی بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا بعد اس کے اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ مثال نمبر۲: کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوا اور لاحق ہو گیا پھر اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا، اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ یہ مسائل بہشتی زیور سے لئے گئے ہیں اس میں مثال نمبر۲ مثال نمبر۱ سے متعارض معلوم ہو رہا ہے اس نقطے کو ذرا سمجھا دیجئے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید وزیرستانی......۱۹۷۵ء/۵/۱۹

﴿۱﴾ (الدرالمختار ص۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة)
﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۵۸۸ جلد ۱ قبیل باب الجمعة)

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم السلام علیکم کے بعد جواباً عرض ہے کہ آپ نے بہشتی زیور کی عبارت پر غور نہیں کیا ہے اس وجہ سے آپ الجھن میں پڑ گئے اس عبارت میں مسطور ہے کہ نمبر:۲ کی مثال نمبر:ا اس مسافر کے حق میں ہے جو کہ ایک رکعت پڑھنے کے بعد نیت کرے لیکن وقت گزرنے کے بعد تو یہ نیت غیر موثر ہوگی کیونکہ جب یہ شخص ظہر کے آخری لمحہ تک مسافر رہا تو اس کا فریضہ دو رکعت متقرر اور مستحکم ہوا ہے بقیہ نماز جو کہ عصر کے وقت ادا کی جاتی ہے اس میں نیت اقامت ماضی میں موثر نہیں ہوسکتی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حنبلی مسافر کے اقتدا میں حنفی مسافر کا اتمام کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرب کی تبلیغی جماعت ہمارے شہر آئی ہوئی تھی پھر دودنوں کیلئے اہل حدیث والوں کی مسجد چلی گئی اہل حدیث والوں نے بطور اکرام ایک آدمی کو برائے امامت آگے کر دیا اور مسافر ہونے کے باوجود اتمام کیا، کیا ہمارے حنفی مسلک والوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سرور کھلول ڈیرہ غازی خان......۱۹۸۹ء/۸/۱۲

الجواب: چونکہ صرف احناف کے نزدیک مسافر پر قصر واجب ہے، لدلائل قد فصلت فی موضعها﴿۲﴾ اور دیگر ائمہ کے نزدیک اتمام بھی جائز ہے لہٰذا آپ پر اعادہ ضروری نہیں ہے وجہ یہ

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: واقتداء المسافر بالمقيم يجوز في الوقت ولا يجوز في خارج الوقت عندنا لان فرض المسافر قد تقرر ركعتين على وجه لا يحتمل التغير بالاقتداء بالمقيم فكانت القعدة الاولىٰ فرضا في حقه فيكون هذا اقتداء المفترض بالمتنفل في حق القعدة وهذا لا يجوز على اصل اصحابنا. (بدائع الصنائع ص ۲۶۰ جلد ۱ احكام المسافر)

﴿۲﴾ وفي المنهاج: والقصر واجب عندنا وهو رواية عن مالك واحدى روايتي احمد وهو مذهب جمهور الصحابة والتابعين، ويقال له قصر اسقاط وقال ابن القيم انه لم يثبت عنه ﷺ انه اتم الرباعية في سفره البتة، انتهىٰ ومارواه الشافعي...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہے کہ یہ مذاہب خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی موجود تھے اور مخالفت کنندہ پر انکار مروی ہے لیکن اعادہ مروی نہیں ہے، کما انکروا علی امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اتمامه ولم یرو عن المنکرین الاعادة ﴿۱﴾ . وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) انه علیه السلام اتم ففی سندہ طلحة بن عمرو وهو متروک ، وکذلک ماروی فی شرح السنة ففی سندہ ابراهیم بن یحیٰ وهو لین الحدیث. والقصر والاتمام کلاهما جائزان وهو مذهب مالک وهو قول احمد الاخر وهو مذهب الشافعی والقصر افضل فی مواضع الخ. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۹۷ جلد۳ ابواب السفر)

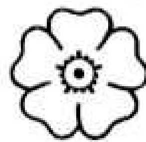
﴿۱﴾قال العلامة الکاسانی: وروی ان عثمان رضی اللہ عنہ اتم الصلاة بمنیٰ فانکر علیه اصحاب رسول اللہ ﷺ حتی قال لهم انی تأهلت بمکة وقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من تاهل بقوم فهم منهم، فدل انکار الصحابة واعتذار عثمان ان الفرض ما قلنا اذ لو کان الاربع عزیمة لما انکرت الصحابة علیه ولما اعتذرهو اذ لایلام علی العزائم ولا یعتذر عنها. (بدائع الصنائع ص ۲۵۹ جلد ۱ الکلام فی صلاة المسافر)



قال اللّٰه تعالیٰ

یٰایها الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللّٰه وذروا البیع، ذٰلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون.

......(الجمعة)......

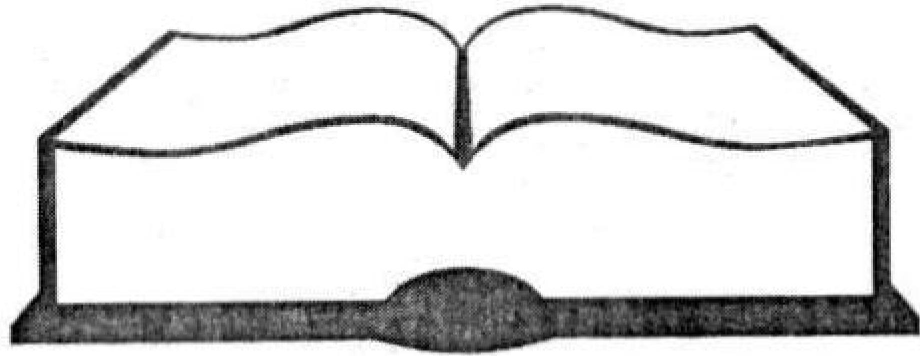


اللہ اللہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب صلوٰۃ الجمعۃ



باب صلاۃ الجمعة

نماز جمعہ فرض عین اور اس کی فرضیت سے منکر کافر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی نماز میں اختلاف ہے کہ آیا نماز جمعہ فرض ہے یا واجب ہے؟ اگر فرض ہے تو اس کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب ہے تو واجب کی نیت کیوں نہیں کی جاتی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض اللہ متعلم دار العلوم حقانیہ ۱۹۶۹ء/۲/۱۷

الجواب: نماز جمعہ فرض عین ہے اس کی فرضیت سے منکر کافر ہے، فی الدر المختار: هی فرض عین یکفر جاحدها بالدلیل القطعی کما حققه الکمال﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ کے دن اعمال صالحہ کی فضیلت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جمعہ کے دن نیک اعمال کا ثواب دوسرے دنوں کی بنسبت زیادہ ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق ابوہا سوات ۳/رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: اجمالی طور پر یہ مسئلہ مروی ہے﴿۲﴾ البتہ تخصیص بلا مخصص مکروہ ہے، و کم من

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۵۸۹ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوٰة فیه فان صلوتکم معروضة علی قالوا یا رسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی والبیهقی.

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۰ جلد ۱ باب الجمعة)...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرق بين الفضيلة والتخصيص ﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ کے دن بعض اعمال کرنے کے ثواب میں زیادتی اور جمعۃ الوداع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا جمعہ کے دن اعمال کا ثواب دوسرے دنوں سے زیادہ ہوجاتا ہے (۲) کیا جمعۃ الوداع کو دوسرے جمعوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جس طرح کہ جمعہ کو ہفتہ کے باقی ایام پر؟ بينوا توجروا

المستفتی: عبدالحق ابو ہاسوات ......۱۷/ رمضان ۱۳۹۹ھ

(بقيه حاشيه) وفي المنهاج: اعلم ان الحديث يدل على ان افضل الايام يوم الجمعة وبه قال احمد وبه جزم ابن العربي، وقيل يوم عرفة افضل لحديث ابن حبان عن جابر قال قال رسول الله ﷺ ما من يوم افضل عند الله من يوم عرفة وبه اخذت الحنفية وهو اصح الوجهين عند الشافعية، وثمرة الاختلاف في النذر في افضل الايام والطلاق فيه، وحديثناانص على المرام من حديث الباب، وكذا من حديث عبد الله بن قرط عند ابن حبان ان النبي ﷺ قال افضل الايام عند الله تعالىٰ يوم النحر، وقد جمع الحافظ العراقي بينها فقال المراد تفضيل الجمعة بالنسبة الى ايام الجمعة، وتفضيل يوم عرفة او يوم النحر بالنسبة الى يام السنة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۰ جلد ۳ باب فضل يوم الجمعة)

﴿۱﴾ وفي المنهاج: قال صاحب البحر في اثناء الرد على من جوز التكبير سرا يوم الفطر، ولان ذكر الله اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف الموضوع، وقال ناقلاعن الغاية ولا يكبر في طريق المصلى عند ابي حنيفة اى حكما للعيد ولكن لو كبر لانه ذكر الله تعالىٰ يجوز ويستحب انتهىٰ، فلا بد من ابداء الفرق بين الاتيان بعبادة في يوم الجمعة وليلتها حكما لهما وبين الاتيان بها فيهما لا حكمالهما فان مالا يدرك كله لا يترك كله، وائمة مساجد هذا العصر مبتلون بالاولىٰ فالى الله المشتكىٰ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۴ جلد ۴ باب ماجاء في صوم يوم الجمعة)

الجواب: (۱) بعض اعمال جس کو ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے ثواب زیادہ ہے مثل درود شریف وغیرہ ﴿۱﴾۔ (۲) جمعۃ الوداع ایک عوامی نام ہے اسلامی نام نہیں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

نماز جمعہ کے بعد ذکر جہری کرنا بدعت نہیں البتہ بعض صورتوں میں مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے بعد کلمہ طیبہ کا ذکر بلند آواز سے بدعت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمن قریشی کھوٹہ......۱۹۷۶ء/۱/۱۶

الجواب: واضح رہے کہ بدعت احداث فی الدین کو کہا جاتا ہے یعنی غیر دین کو دین ماننا ﴿۳﴾

﴿۱﴾ قال ابو عبد اللہ ابن القیم الجوزیۃ: وکان من ھدیہ ﷺ تعظیم ھذا الیوم وتشریفہ وتخصیصہ بعبادات یختص بھا عن غیرہ...... وکان ﷺ یقرأ فی فجرہ بسورتی الٓم تنزیل وھل اتی علی الانسان...... الخاصۃ الثانیۃ استحباب کثرۃ الصلاۃ فیہ علی النبی ﷺ وفی لیلتہ لقولہ ﷺ اکثروا من الصلاۃ علی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ ورسول اللہ ﷺ سید الانام ویوم الجمعۃ سید الایام فللصلاۃ علیہ فی ھذا الیوم مزیۃ لیست لغیرہ...... فاعظم کرامۃ تحصل لھم فانما تحصل یوم الجمعۃ فان فیہ بعثھم الی منازلھم وقصورھم فی الجنۃ وھو یوم المزید لھم اذا دخلوا الجنۃ وھو عید لھم فی الدنیا.

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ص ۱۲۶ جلد ۱ فصل فی تعظیم یوم الجمعۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ عبد الحی اللکھنوی: خطبہ وداع کا اہتمام کرنا جیسا کہ اس زمانے میں مروج ہے اور اس کو حد التزام تک پہنچانا ابتداع سے خالی نہیں، علمائے معتمدین کو لازم ہے کہ اس طریقے کے التزام کو چھوڑ دیں تا کہ عوام اس کے مستحب اور سنت بلکہ ضروری ہونے کے اعتقاد سے نجات پائیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ص ۱۷۹ جلد ۲ کتاب الحظر والاباحۃ)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن رجب الحنبلی: والمراد بالبدعۃ ما احدث مما لا اصل لہ فی الشریعۃ یدل علیہ واما ما کان لہ اصل من الشرع یدل فلیس ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

اور چونکہ ذکر بالجہر کا غیر دین ہونا نہ مبرہن ہے اور نہ مسلم ہے بلکہ ذکر بالجہر مستحب ہے، کما فی ردالمحتار ص ۶۱۸ جلد ۱ وفی حاشیه الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم

(بقیہ حاشیہ) ببدعة شرعا وان کان بدعة لغة (جامع العلوم والحکم ص ۲۳۳) وقال القرطبی: کل بدعة صدرت من مخلوق فلا یخلوا ان یکون لها اصل فی الشرع اولا فان کان لها اصل کانت واقعة تحت ما ندب الله الیه وحفن رسوله الیه فهی فی حیز المدح وان لم یکن مثاله الخ (احکام القرآن للقرطبی ص ۸۷ جلد ۱ بقرة) قال الملا علی قاری: قال النووی البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث ما لم یکن فی عهد رسول الله ﷺ (مرقاة ص ۲۱۶ جلد ۲) قال الامام الغزالی: اذا لم یرد فیه نهی فلا ینبغی ان یسمی بدعة ومکروها ولکنه ترک الاحب وقال الشافعی ما خالف الکتاب والسنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئاً من ذلک فلیس بمذموم (الاحیاء للعلوم الدین ص ۳۳۱ جلد ۲) قال العزبن عبد السلام الشافعی: البدعة فعل مالم یعهد فی عصر رسول الله ﷺ وهی منقسمة الی بدعة واجبة وبدعة محرمة وبدعة مندوبة وبدعة مکروهة وبدعة مباحة الخ (قواعد الاحکام ص ۱۷۲، ۱۷۴ جلد ۲) قال الشیخ محمد فرید: اعلم ان البدعة هی اعتقاد ما لیس من الدین دینا وهی قسمان مکفرة ومفسقة (فتح المنعم شرح مقدمه مسلم ص ۲۹) وفی مختار الصحاح: البدعة الحدث فی الدین بعد الاکمال، وفی عمدة القاری: البدعة فی الاصل احداث امر لم یکن فی زمن رسول الله ﷺ، وفی شرح المقاصد: ان البدعة المذمومة هو المحدث فی الدین من غیر ان یکون فی عهد الصحابة والتابعین ولا دل علیه دلیل شرعی (ضروری مسائل ص ۱۱) وقال العلامة ابن حجر العسقلانی: والتحقیق انها ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی حسنة وان کانت من ما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی مستقبحة والا فهی من قسم المباح وقد تنقسم الی الاحکام الخمسة (فتح الباری ص ۲۱۹ جلد ۴) قال العلامة ابن عابدین: بدعة ای محرمة والا فقد تکون واجبة ...... ومندوبة...... وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروهة...... ومباحة الخ (ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱).

علی نائم او مصل او قارئ﴿۱﴾ لہٰذا اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں ہے، البتہ ایذا اور تکلیف رسانی کے وقت مکروہ ہوگا﴿۲﴾۔ وھو الموفق

عورتوں کا جمعہ کیلئے مساجد جانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مسجدوں میں عورتیں جمعہ پڑھنے کیلئے آتی ہیں اس کا کیا حکم ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی کرم الٰہی عثمانی اسلام پورہ سرگودھا......۲۹/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: عورتوں کیلئے مساجد جانا برائے نماز مکروہ اور ممنوع ہے﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

﴿۲﴾قال العلامة جلال الدين السيوطي: انه لا كراهة فی شیئ من ذلک وقد وردت احاديث تقتضی استحباب الجهر بالذکر، واحادیث تقتضی استحباب الاسرار به، والجمع بينهما ان ذلک يختلف باختلاف الاحوال والاشخاص كما جمع النووی بمثل ذلک بين الاحاديث الواردة باستحباب الجهر بقراءة القرآن والاحاديث الواردة باستحباب الاسرار بها...... بعد ذكر احاديث خمس وعشرون قال: اذا تأملت ما اوردنا من الاحاديث عرفت من مجموعها انه لا كراهة البتة فی الجهر بالذکر بل فيه ما يدل علی استحبابه اما صريحا او التزاما كما اشرنا اليه واما معارضته بحديث "خير الذكر الخفی" فهو نظير معارضة احاديث الجهر بالقرآن بحديث المسر بالقرآن كالمسر بالصدقة وقد جمع النووی بينهما بان الاخفاء افضل حيث خاف الرياء او تأذی به مصلون او نيام والجهر افضل فی غير ذلک.

(الحاوی للفتاویٰ ۱ :۳۷۵،۳۷۹ نتيجة الفكر فی الجهر فی الذكر)

(ومثله فی سباحة الفكر فی الجهر بالذكر للشيخ عبد الحیٔ فرنجی محلی لكهنوی)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ويكره حضورهن الجماعة ولو جمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوز اليلا علی المذهب.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۴۱۸ جلد ۱ باب الامامة)

نماز جمعہ اور نماز عید ایک ہی روز میں ادا کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال انگلینڈ میں اور خاص کر ہماری رہائش کی اطراف میں عید الاضحیٰ جمعہ کے روز منائی گئی، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ عید اور خطبہ جمعہ ایک ہی روز میں نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اس میں تنگی اور حرج ہے کہ ابھی قربانی سے فارغ نہیں ہوئے کہ جمعہ کی نماز شروع ہوگئی اسلئے عید کو ایک روز پہلے یا بعد میں منانا چاہئے، عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت اور حقیقت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اعظم بولٹن انگلینڈ......۱۹۶۹ء/۵/۷

الجواب: ہمارے یعنی احناف کے نزدیک نماز عید اور جمعہ دونوں پڑھے جائیں گے اور یہی جمہور کا مذہب ہے (خلافا لعطاء) کیونکہ جن دلائل سے نماز عید کا وجوب اور نماز جمعہ کی فرضیت ثابت ہے، ان میں کوئی تقید اور تخصیص نہیں، اور جو روایات حدیثیہ ترک جمعہ کی رخصت پر دال ہیں وہ رخصت دیہاتی لوگوں کیلئے تھی ﴿۱﴾ بقرینة ما رواه ابوداؤد وانا مجمعون وللتفصيل موضع آخر ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: اما مذهبنا فلزوم كل منهما قال فى الهداية ناقلا عن الجامع الصغير عيدان اجتمعا فى يوم واحد فالاول سنة والثانى فريضة ولا يترک واحد منهما، قال فى المعراج احترز به عن قول عطاء تجزى صلاة العيد عن الجمعة ومثله عن على وابن الزبير قال ابن عبد البر سقوط الجمعة بالعيد مهجور وعن على ان ذلک فى اهل البادية ومن لا تجب عليهم الجمعة. (ردالمحتار ص ۶۱۰ جلد ۱ مطلب فى الفال والطيرة باب العيدين)

﴿۲﴾ وفى المنهاج: (قوله وربما اجتمعا فى يوم واحد فيقرأبهما) فيه رد لزعم الجهال ان اجتماع الخطبتين يكون منحوسا، وفيه حجة على من قال بتداخل صلاة الجمعة صلاة العيد وهو عطاء، بدليل ما رواه ابوداؤد من حديث زيد بن ارقم ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

کپڑے اتار کر صرف چادر لپیٹ کر جمعہ پڑھانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام قصداً کپڑے اتار کر صرف چادر لپیٹ کر جمعہ کی امامت کرے کیا یہ جائز ہے؟بینو اتوجروا

المستفتی: عبدالحق.....۱۹۷۴ء/۳/۲۶

الجواب: تارک السنّت ہے جبکہ کسی غرض صحیح پر مبنی نہ ہو﴿۱﴾۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)ومن حديث ابی هريرة من الرخصة فی ترک الجمعة لمن صلى صلاة العيد، والجواب عنه انه حديث ضعيف فی اسناد حديث زيد بن ارقم اياس بن ابی رملة وهو مجهول، وفی اسناد حديث ابی هريرة بقية وهو متهم بتدليس التسوية علاانه مضطرب رفعا وارسالاً، وعلى تقدير تسليم الصحة يقال انه عليه السلام رخص لاهل العوالی دون اهل المدينة كما فی رواية البيهقی وكما فی المعراج عن علی ان ذلک فی اهل البادية ومن لا تجب عليه الجمعة، وكما رواه البخاری فی باب مايؤكل من لحوم الاضاحی وما يتزود منها عن عثمان انه قال فی خطبته يا ايها الناس ان هذا اليوم قد اجتمع لكم فيه عيدان فمن احب ان ينتظر الجمعة من اهل العوالی فلينتظر ومن احب ان يرجع فقد اذنت له وروى مثله الحاكم عن الفاروق الاعظم. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۷ جلد۳ باب القرأة فی العيدين)

﴿۱﴾ قال العلامة سيد احمد الطحطاوی : ويكره فی ازار مع القدرة عليها وكذا يكره ان يصلی فی السراويل وحده لما روى ان النبی ﷺ نهى ان يصلی الرجل فی ثوب ليس على عاتقه منه شئ كذا فی الشرح وظاهر التعبير بالنهی ان الكراهة تحريمية. (حاشيه الطحطاوی على المراقی ص ۲۱۱ باب شروط الصلاة واركانها)

وقال الحلبی: المستحب ان يصلی الرجل فی ثلثة اثواب ازار وقميص وعمامة ولو صلى فی ثوب واحد متوشحا به جميع بدنه كما يفعله القصار فی المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسر وجود الطاهر الزائد ولكن فيه ترک الاستحباب وروى عن ابی حنيفة انه كان يلبس احسن ثيابه للصلوٰة. (غنية المستملی المعروف بالكبيری ص ۳۳۷ فصل فی مايكره فی الصلاة)

جمعہ کے دن حرمت بیع وغیرہ اذان ثانی کے ساتھ ہے یا اول کے ساتھ؟

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ درروز جمعہ دواذان مے شود، سوال این است کہ حل وحرمت خرید وفروخت باذان اول حاصل مے شود یا باذان ثانی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی امیر مقام شیر گڑھ مردان

الجواب: این مسئلہ مختلف فیہ است، بعض وقت نزول ایت رانظر مے کنند وحرمت رابراذان داخلی ومنبری بنا مے کنند، وبعض حکمت رانظر مے کنند وحرمت رابراذان اجماعی بنا مے کنند تا کہ ساعت خطبہ فوت نہ شود، وبعض علماء محققین مے گویند کہ حرمت برمنبری قطعی است وبراجماعی ظنی است، ومختار صاحب الهداية القول الثانی ﴿۱﴾. فافهم، وهو الموفق

دیہات میں جمعہ اورظہر کے درمیان جمع کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ظہر پڑھنا ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں شہر یا قریہ کبیرہ نہیں ہے بلکہ دیہات ہے، یہاں جمعہ کی نماز درست نہیں، لیکن عرصہ سے یہاں ہمیشہ جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز اس ترتیب سے ادا کی جائے کہ جمعہ کے بارہ رکعت فرض سے جو پہلے چار رکعت سنت ہیں اس میں جمعہ کا نام لیا جاوے اور پھر دورکعت فرض جمعہ امام کے ساتھ ادا کی جائیں، بعد میں پوری دس رکعت اسی ترتیب سے پڑھی جائیں جیسا کہ ہمیشہ ظہر کے وقت دس رکعت پڑھی جاتی ہیں کیا یہ طریقہ

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: واذا صعد الامام المنبر جلس واذن المؤذنون بين يدی المنبر بذلک جری التوارث ولم يكن على عهد رسول الله ﷺ الا هذا الاذان ولهذا قيل هو المعتبر فی وجوب السعی وحرمة البيع والاصح ان المعتبر هو الاول اذا كان بعد الزوال لحصول الاعلام به والله اعلم.

(هداية على صدر فتح القدير ص ۳۸ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

برائے ادائیگی جمعہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ مندوری خیرآباد پشاور......۱۹۶۹ء/۹/۲۰

الجواب: ان لوگوں پر نماز ظہر با جماعت ادا کرنا لازمی ہے ﴿۱﴾ اور طریق مذکورہ بالا سے فراغت ذمہ علی طریق الکمال حاصل نہیں ہوتی لہٰذا ان لوگوں پر ضروری ہے کہ یا شہر کو جایا کریں اور یا نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ فقط

جمعہ کے دن وعظ وغیرہ سننے کیلئے اپنے محلے کے بجائے دوسرے محلے کی مسجد میں جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوہالہ بازار دریائے جہلم کے کنارے پر واقع ہے دریا کے دونوں جانب پاکستان اور آزاد کشمیر کے علاقوں میں آمنے سامنے دو مساجد ہیں آزاد کشمیر جامع مسجد کے خطیب خوش الحان واعظ اور نسبتاً بڑے عالم ہیں اس وجہ سے اکثر عوام کا رجحان جمعہ کے دن ادھر ہوتا ہے، باقی نمازیں اپنی مسجد میں ادا کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا پار والی مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کرنے والے گنہگار ہو جاتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم ڈاکٹر محمود احمد ملک قادری کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۰ء/۵/۴

الجواب: اگر اس دوسرے جامع مسجد کو زوال سے پہلے جانا ہوتا ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور اگر زوال کے بعد ہو تو اس میں تفصیل ہے یعنی اگر دوسری مسجد میں وعظ ہوتا ہو تو پھر بھی جانا مکروہ نہیں ہے، اور اگر دونوں مساجد میں یکساں وعظ ہوتا ہو تو جانا مکروہ ہوگا، فی الدر المختار وکره تحريما للنهي خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه جرى على الغالب والمراد دخول

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترىٰ ان في الجواهر لو صلوا في القرىٰ لزمهم اداء الظهر.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ مطلب في صحة الجمعة)

الوقت اذن فيه اولا الا لمن ينتظم به امر جماعة اخرى او سماع الوعظ الخ﴿۱﴾ یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ مسجد کو داخل ہونے کے بعد جایا کرے اور جب اہل محلّہ دوسری مسجد کو اپنی مسجد کے دخول سے پہلے جاتے ہوں تو بہتر نہیں ہے، بشرطیکہ دخول وقت کے بعد ہو اور بشرطیکہ دوسری مسجد میں وعظ نہیں ہوتا ہو (واصل المسئله فی الهندیة)﴿۲﴾. وهو الموفق

ایک شخص کا ایک وقت میں تین مقامات پر خطبہ وجمعہ ممکن غیر واقع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہی وقت میں ایک انسان تین مقامات یا شہروں میں بیک وقت خطبہ وجمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بندہ کا اپنا یہ عقیدہ ہے کہ یہ محال اور ممتنع ہے اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحیٔ اکبر پورہ نوشہرہ......۱۹۹۰ء/ ۷/ ۲۲

الجواب: ایک شخص کا ایک مقام میں موجود ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اور متعدد مقامات میں موجود ہونا ممکن ہے کیونکہ لطائف اور لطائف لطائف کا تمثّل جائز ہے لیکن وقوع ناممکن ہے﴿۳﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۵۲۸ جلد ۱ باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾ وفی الهندية: دخل مسجدا قد اذن فيه يكره له ان يخرج حتى يصلى فان كان رجلا مؤذنا او امام مسجد وتتفرق الجماعة بسبب غيبته لا بأس بالخروج .

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۲۰ جلد ۱ الباب العاشر فی ادراک الفریضة)

﴿۳﴾ قال العلامة محمد عبد العزیز الفرهاری: وانكر بعض الفقهاء قطع المسافة البعيدة فى المدة القليلة من الولى وعارضه بعض الفقهاء فقال من انكر ذلك كفر مستدلا بهذه القصة ولكن عندنا فى كونها من قطع المسافة نظر لان الظاهر ان آصف احضر العرش بتصرف باطنی لا بان يذهب ويحمله ومن اللطائف ما ذكره بعض الصوفية القائلين بتجدد الامثال فى الاجسام ان عرشها انعدم فى سبا وتجدد عند سليمان ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

تعدّد جمعہ جائز اور توحد افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں تیں مساجد میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے جبکہ یہاں ایک شخص بغیر کسی ضرورت کے متعدد مساجد میں جمعہ کو مکروہ کہتا ہے اور کراہت میں مفتی کفایت اللہ صاحب الدہلوی کا فتویٰ نقل کرتے ہیں اس کے علاوہ کراہۃ التعدد پر ائمہ ثلاثہ کا قول بھی نقل کرتے ہیں (ص ۲۴۲ جلد ۳ کفایت المفتی) آپ صاحبان کا اس بارے میں کیا رائے ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ مطیع اللہ خطیب مرکزی مسجد چمن ......۱۵/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: خیر القرون میں توحد معمول تھی نہ کہ تکثیر، کما لا یخفیٰ، پس بنابریں توحد کی افضلیت میں کوئی خفا نہیں ہے، خصوصاً نماز جمعہ کی حکمتیں بھی توحد میں متحقق ہیں ﴿۱﴾ پس جب حکام بے

(بقیه حاشیه) علیه السلام والافضل هو الاستدلال بما تواتر عن الاولیاء کما فعله الشارح فی التلویح وقال الشیخ ابو عبد الله الیافعی امام مکة ان الشیخ رکن الدین ابالفتح القرشی الملتانی والشیخ نصیر الدین سراج الدهلوی یصلیان فی المسجد الحرام وامثاله فی تواریخ المشائخ اکثر من ان یحصیٰ.

(النبراس شرح شرح العقائد ص ۲۹۶ بحث کرامات الاولیاء حق)

﴿۱﴾ قال الامام ولی الله الدهلوی: وقد تلقت الامة تلقیا معنویا من غیر تلقی لفظ انه یشترط فی الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وکان النبی صلی الله علیه وسلم وخلفاؤه والائمة المجتهدون یجمعون فی البلدان ولا یؤاخذون اهل البدو بل ولا یقام فی عهدهم فی البدو ففهموا من ذلک قرنا بعد قرن وعصراً بعد عصر انه یشترط لها الجماعة والتمدن اقول وذلک لانه لما کان حقیقة الجمعة اشاعة الدین فی البلد وجب ان ینظر الی تمدن وجماعة.

(حجة الله البالغة ۲: ۳۰ الجمعة)

دین ہوئے نہ خود جمعہ پڑھاتے ہیں اور نہ اس کا اہتمام کرتے ہیں تو اس کے نتائج سے تکثر جمعہ بھی ظہور پذیر ہوا، اور تعدد کے جواز پر فتویٰ دینا شروع ہوا، اور توسع ہوتا رہا، حتی کہ تعدد بلا تقید کا فتویٰ دیا گیا **دفعاً للحرج فليراجع الى ردالمحتار ص ۵۴۱ جلد ۱ ﴿۱﴾. وهو الموفق**

جمعہ کے بارے میں فقہ سے ناواقف غیر مقلد کے عجیب مسائل

سوال: مخزن علوم سبحانی جناب شیخ الحدیث صاحب دامت فیوضکم! بعد از سلام عرض ہے کہ ہمارے ہاں ایک عالم نے عجیب مسائل بیان کرنا شروع کیا ہے کہ مستورات پر مسافر پر حتی کہ مزارع پر کھیت میں اندھے اور مریض پر گھر میں بغیر خطبہ کے جمعہ فرض ہے اور دو رکعت ادا کرے، اور بالفرض کسی سے جمعہ ہوا ہو تو پھر بھی ظہر کی بجائے دو رکعت جمعہ ادا کریں گے، نیز یہ عالم فقہ شریف اور ائمہ مذاہب سے منکر ہے اور تمام حوالے ترمذی شریف، بخاری اور مسلم شریف کا دیتا ہے براہ مہربانی ہمیں جلد ان مسائل کے بارے میں مطلع کریں کیونکہ انتہائی شر و فساد کا خطرہ ہے۔ فقط

المستفتی: مرزا گل صاحب الحق واڑی ریاست دیر......۵/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ شخص کوئی غیر مقلد ہے، اس کے بیان کردہ مسائل پر آپ عمل نہ کریں ان لوگوں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: فقد ذكر الامام السرخسی ان الصحيح من مذهب ابی حنيفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدين واكثر وبه ناخذ لاطلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط وبما ذكرنا اندفع ما فی البدائع من ان ظاهر الرواية جوازها فی موضعين لا فی اكثر وعليه الاعتماد، فان المذهب الجواز مطلقا بحر (قوله دفعا للحرج) لان فی الزام اتحاد الموضع حرجا بينا لا ستدعائه تطويل المسافة) على اكثر الحاضرين ولم يوجد دليل عدم جواز التعدد بل قضية الضرورة عدم اشتراطه لا سيما اذا كان مصرا كبيرا كمصرنا كما قاله الكمال.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۵، ۵۹۶ جلد ۱ باب الجمعة)

میں نہ خود تحقیق کی اہلیت ہوتی ہے اور نہ دیگر علماء پر اعتماد ہوتا ہے ان سے آپ پوچھیں کہ حدیث شریف میں یہ حقیقت ثابت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے عرفات میں نماز ظہر کیوں ادا کی تھی، اور نماز جمعہ نہیں پڑھی تھی، حالانکہ یہ جمعہ کا دن تھا، نیز پیغمبر علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے، **لا جمعة الافی مصر جامع روی مرفوعا وموقوفا وهو الاصح لاكنه فی حكم المرفوع** ﴿۱﴾ اس حدیث سے کیوں اعراض کرتے ہو خلاصہ یہ کہ اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہو تو لکھ کر ہمیں روانہ کرے، تا کہ ہم ان کو مکمل جوابات دیں۔فقط

جمعہ بند کرنے کی صورت میں فتنہ وفساد اور خانہ جنگی کا خطرہ ہو تو جمعہ بند نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے متعلقہ دیہات میں ایک موضع شارکول ہے جس کی آبادی پندرہ سو پر مشتمل ہے اور تین مساجد ہیں جمعہ پہلے زمانے سے جاری ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا کیا یہاں جمعہ کی نماز درست ہے؟ نیز جمعہ بند کرنے میں فتنہ وفساد اور خانہ جنگی کا خطرہ ہے کیا جمعہ بند کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا حبیب الرحمٰن ہائی بالا مانسہرہ......۲۱/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس موضع شارکول میں بہ ظاہر جمعہ کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے، لعدم کونہ

﴿۱﴾ قال ابن الهمام: رفعه المصنف وانما رواه ابن ابی شيبة موقوفا علی علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا ...... صححه ابن حزم ورواه عبد الرزاق من حديث عبد الرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه (فتح القدير ص ۲۲ جلد۳) وفی هامش البدائع: اخرجه عبد الرزاق فی مصنفه ص ۱۰۱ جلد۲ والبيهقی فی السنن الكبریٰ ص ۱۷۹ جلد۳(بدائع الصنائع ص۵۷۷ جلد ۱) وقال العلامة شرنبلالی: ذكره الزيلعی وغيره قال الكمال : وكفی بقول علی رضی الله عنه قدوة ورفعه صاحب الهداية الی النبی ﷺ وصححه ابن حزم ولم ينقل عن الصحابة رضی الله عنهم انهم حين فتحوا البلاد اشتغلو بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار دون القریٰ ولو كان لنقل ولو اجادا فلا بد من الاقامة بمصر.
(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۵۵۱ جلد ۱)

مصراً و لافنائه و لا قرية كبيرة فيها اسواق﴿۱﴾ ،البتہ اگر نماز جمعہ کے بند کرنے میں فتنہ،فساداور خانہ جنگی کا خطرہ ہوتو جمعہ بند نہیں کیا جائیگا ، ونظيره ما في شرح التنوير من عدم منع العوام من الصلاة وقت الشروق﴿۲﴾. وهو الموفق

کسی مسجد میں نماز جمعہ ترک کر کے دوبارہ شروع کرنا مباح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں پہلے تین جگہ نماز جمعہ پڑھی جاتی تھی ، پھر ائمہ مساجد نے آپس میں مشورہ کر کے آئندہ کیلئے ایک جگہ نماز جمعہ پڑھانے کا فیصلہ کیا ایک امام نے اپنی قوم سے کہا کہ نماز جمعہ ایک ہی جگہ پڑھی جائے تو صحیح ہے ورنہ میں یہاں الگ نہیں پڑھاؤں گا ،اب دو جگہ نماز جمعہ ہوتی ہے لیکن جس قوم کی مسجد میں نماز جمعہ چھوڑی گئی ہے وہاں کے صرف تین چار آدمی نماز جمعہ کیلئے دوسری مسجد جاتے ہیں باقی جمعہ نہیں پڑھتے ،اب قوم کے اصرار پر دوبارہ اس مسجد میں نماز جمعہ بحال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی :محمد ظاہر میرانشاہ.....ستمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: اگر یہ مقام مصر شرعی ہوتو اس میں نماز جمعہ مشروع ہے خواہ ایک مسجد میں ہو یا متعدد مساجد میں (الدر المختار مع ردالمحتار)﴿۳﴾ اور کسی ایک مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا اور دوبارہ قائم

﴿۱﴾ قال العلامة مرغيناني: لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر و لا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق و لا فطر و لا اضحى الا في مصر الجامع الخ (هداية على صدر فتح القدير ص ۲۲ جلد ۲ باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلائي: مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولىٰ من الترك كما في القنية.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۲۷۳ جلد ۱ مطلب يشترط العلم بدخول الوقت)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: و تودى في ... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

کرنا نہ مطلوب شرعی ہے نہ ممنوع شرعی، اور اگر یہ مقام مصر شرعی نہ ہو تو تمام مساجد میں جمعہ بند کرنا ضروری ہے، الا عند تحقق الضرورۃ الشرعیة . وھو الموفق

جمعہ کی آخری دو رکعت سنت کی تاکید، عدم تاکید اور نیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے آخری دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں یا غیر موکدہ، نیز نیت میں جمعہ کہیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرؤف ندیم متعلم اسلامیات ہائی سکول صوابی

الجواب: یہ دو رکعت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سنت زائدہ ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دو رکعت سنت موکدہ ہیں (کما فی شرح الکبیر ص ۳۲۷) ﴿۱﴾ پس جو شخص ان سے قبل چار رکعت فرض ظہر احتیاطاً پڑھے تو وہ سنت الوقت کی نیت کرے گا (کما فی ردالمحتار ص ۵۴۳ جلد ۱)﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب وعلیه الفتویٰ ، وقال ابن عابدین: ان الصحیح من مذھب ابی حنیفة جواز اقامتھا فی مصر واحد فی مسجدین او اکثر وبه ناخذ لاطلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط. (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۵۹۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی نیة آخر ظھر بعد صلاۃ الجمعة باب الجمعة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبی: والسنة قبل الجمعة اربع وبعدھا اربع ..... وعند ابی یوسف السنة بعد الجمعة ست رکعات وھو مروی عن علی رضی الله عنه والافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف. (غنیة المستملی ص ۳۷۳ فصل فی النوافل)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: ونقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونه مصرا ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعة اربعا بنیة الظھر احتیاطا حتی انه لو لم تقع الجمعة موقعھا یخرجون عن عھدۃ فرض الوقت باداء الظھر.

(ردالمحتار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نیة آخر ظھر بعد صلاۃ الجمعة باب الجمعة)

جمعہ کے بعد چار رکعت سنن کافی اور چھ رکعت بہتر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن بعض لوگ چار رکعت سنن پڑھتے ہیں اور بعض چھ رکعات، درست تو دونوں ہیں لیکن اہم کونسے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالحق باڑہ قلعہ پشاور

الجواب: اگر جمعہ کے بعد فقط چار رکعت پڑھ لیں تو وہ ہی کافی ہیں اور اگر چھ رکعات پڑھ لیں تو بہتر ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جمعہ کے سنن قبلیہ کی قضا کے بارے میں تفصیلی استفسار

سوال: محترم جناب حضرۃ مفتی صاحب زید مجدکم! تمام فرض نمازوں کی قضا فرض واجبات کی قضا واجب اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے تو وہ سنت کونسی ہیں جن کی قضا سنت ہے؟

جواب: فجر کی سنتیں اگر مع فرض کے قضا ہو جائیں تو زوال سے پہلے ان کو بھی مع فرضوں کے قضا پڑھ لینا چاہئے اور زوال کے بعد پڑھیں تو صرف فرضوں کی نماز قضا کریں اور اگر صرف سنتیں چھوٹ گئیں تو سنتوں کی قضاء نہیں، طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لینا تو مکروہ ہے اور آفتاب نکلنے کے بعد پڑھنا مکروہ تو نہیں مگر وہ سنتیں نہ ہوں گی نفل ہو جائیں گی۔

(تعلیم الاسلام حصہ چہارم مولفہ مولانا کفایت اللہ صاحب)

وقضی التی قبل الظهر فی وقته قبل شفعه، لیکن بعد از وقت قضا نہ کند سنت ظہر اما سنتہائے باقی اوقات قضا نہ کند نہ با فرض و نہ تنہا، چنانچہ در ظاہر الروایت است، (معیار الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۵۸)

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبی رحمه الله: وعند ابی یوسف رحمه الله السنة بعد الجمعة ست رکعات وهو مروی عن علی رضی الله عنه والافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف. (غنیة المستملی ص ۳۷۳ فصل فی النوافل)

ثم تنزل وامر المؤذن فاذن فصلى هو واصحابه ركعتى السنة ثم صلى مع الجماعة الفرض مع جهر القراء ة فعلم من قوله عليه السلام شرعية القضاء بالجماعة والجهر فيه ، والاذان والاقامة للقضاء وان السنة تقضىٰ مع الفريضة لكن لا يلزم من قضاء سنة الفجر ثبوت قضاء غيرها من السنة لان سنة الفجر آكد من غيره حتى قيل بوجوبها لحديث صلوها وان طرد تكم الخيل اخرجه ابوداؤد وغيره ولم ينقل عنه عليه السلام انه تركها لاحضراً ولا سفراً ولايلزم من ثبوت قضاء الآكد ثبوت القضاء الادنىٰ وكذا لا تلزم من شرعية قضائها معْ الفرض شرعية قضائها متفردة لانه كثيرا ما يثبت حكم الشئ بالتبع ولا يثبت له استقلالاً، ولا يلزم من ثبوت الاول ثبوت الآخر الا ان يدل دليل سمعى خاص على ذلك. (عمدة الرعاية على هامش مستخلص الحقائق ص ٢٥١)

وفى كنز الدقائق، مبحث كفارة الظهار، وكفر لكل وهو تحريررقبة، وفى شرح طحاوى الرقبة عامة من المؤمن والكافر، والامة والصغير والكبير انتهىٰ، فان لم يجد ما يعتق صام شهرين متتابعين ليس فيها صوم رمضان وايام منهية وان وطيها فيها ليلا او نهاراً ناسيا او افطر استانف الطعام، ثم قال فان لم يستطع الصوم، اطعم ستين مسكينا كالفطرة ولايستانف بوطيها فى خلال الاطعام، وفى كفارة القتل شبه العمد الاثم والكفارة ودية على العاقلة، والكفارة تحرير الرقبة المؤمنة او صوم شهرين متتابعين، ووجه ذلك كله ان تحرير الرقبة المؤمنة فى كفارة قتل شبه العمد مختص به ولا يقاس عليه كفارة الظهار وكفارة اليمين فيجوز فيهما تحرير رقبة مطلقة لان المطلق يجرى على اطلاقه ،وايضا قبل المسيس مذكور فى تكفيره بالصيام فى كفارة الظهار فلا يقاس عليه قيد قبل المسيس فى تكفير بالاطعام ستين مسكينالذا لا يستانف الاطعام بالوطى فى خلالها، لان

المطلق یجری علی اطلاقه والمقید علی تقیده عند الحنفیة.

قلت فبالنظر الی هذه الفرعیات المتفارقة مع کون الحادثة واحدة کیف یکون السنة الجمعة مشابهة سنة الظهر بحیث سنه الظهر تقضی بفواتها فهی ایضا تقضی والحال ان الظهر والجمعة فریضتان علیحدة وان کان وقتهما واحد، فقول بعض الاکابر بقضاء سنة الجمعة کقضاء الظهر لست افهمه؟ بینوا بالوضاحة وتوجروا عند الله

المستفتی: عبدالرحمٰن لاہور.....١٩/نومبر٧٤ء١٩

الجواب: واضح رہے کہ جمعہ کی سنت قبلیہ کی قضا کرنے میں حدیث ثابت نہیں، اس وجہ سے فقہاء کرام اس میں مختلف ہیں، قال صاحب البحر وحکم الاربع قبل الجمعة کالاربع قبل الظهر (ص ٥٧ جلد ٢) ﴿١﴾ وفی منحة الخالق علی هامش تلک الصفحة، لکن فی روضة العلماء سقطت عنه هذه الاربع لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا خرج الامام فلا صلوٰة الا المکتوبة انتهیٰ، قال العلامة الشامی اقول وفی هذا الاستدلال نظر، فانه انما یدل علی انها لا تصل بعد خروجه لا علی انه تسقط بالکلیة والالزم ان لا تقضی سنة الظهر ایضا، نعم قد یقال ان الاصل عدم قضاء ها اذا فاتت عن محلها، واما سنة الظهر فانماقالوا بقضاء ها لحدیث عائشة رضی الله عنها انه صلی الله علیه وسلم کان اذا فاتته الاربع قبل الظهر قضاهن بعده فتکون سنة الظهر خارجة عن القیاس للحدیث المذکور فلاتقاس علیها سنة الجمعة انتهیٰ بحذف یسیر ﴿٢﴾ قلت والتحقیق ان سنة الجمعة القبلیة شرعت بحدیث مستقل رواه الحافظ العراقی وغیره فلا یکون

﴿١﴾ (البحر الرائق ص ٥٧ جلد ٢ باب ادراک الفریضة)

﴿٢﴾ (منحة الخالق علی هامش بحرا لرائق ص ٥٧ جلد ٢ باب ادراک الفریضة)

حکمها حکم سنة الظهر ،نعم عدم التاکید لا یستلزم عدم المشروعیة فالاعادة اولیٰ من الترک ﴿۱﴾ . وهو الموفق

جمعہ کی چار رکعت سنت قبلیہ کی قضا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبل جمعہ کی چار رکعت سنت اگر رہ جائیں تو کیا اس کی قضا کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی : نامعلوم......

الجواب: نماز جمعہ کی سنت قبلیہ جب اپنے محل سے فوت ہو جائیں تو اس کی قضا کرنے میں فقہا مختلف ہیں، بعض کہتے ہیں کہ سنن ظہر کی طرح قضا ادا کئے جائیں گے، کما فی البحر ص ۷۵ جلد ۲

﴿۱﴾ وفی المنهاج: وقال العلی القاری فی المرقاة قال الحافظ العراقی انه علیه السلام کان یصلی قبلها اربعا ، وروی الترمذی عن ابن مسعود کان یصلی قبلها اربعا وبعدها اربعا انتهیٰ وقال بعض مشائخنا الحنفیة ان مشروعیة سنن الجمعة ثبتت بالاحادیث التی تدل علی مشروعیة سنن الظهر فافهم وبالجملة ان عدم علم الخصم لا یستلزم عدم الثبوت فی نفس الامر...... اعلم ان من فاتته الاربع قبل الجمعة فقال الشیخ محمد السراجی الحانوتی انها تقضی کما تقضی سنة الظهر انتهیٰ قلت قضاء سنةالظهر لما رواه الترمذی عن عائشة ان النبی ﷺ کان اذا لم یصلی اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها ولما رواه ابن ماجه کان رسول الله ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر صلاهن بعد الرکعتین بعد الظهر وفی روضة العلماء انها سقطت عنه لما روی عن النبی ﷺ انه قال اذا خرج الامام فلا صلاة الا المکتوبةانتهیٰ، قلت رواه الصحیحان ولکن قالوا وفی هذا الاستدلال نظر فانه یدل علی انها لا تصلی بعد خروجه لا علی انها تسقط بالکلیة نعم قد یقال ان الاصل عدم قضاء ها اذا فاتت عن محلها، واما سنة الظهر فانما قالوا بقضاء ها لحدیث عائشة فتکون سنة الظهر ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وحکم الاربع قبل الجمعة کالاربع قبل الظهر کما لا یخفیٰ ﴿۱﴾ وفی منحة الخالق قال شیخنا الشیخ محمد السراجی الحانوتی واما کونها هل تقضی اولا فعلی ما قالوه فی المتون وغیرها من ان سنة الظهر تقضی یقتضی ان تقضی سنة الجمعة اذ لا فرق ﴿۲﴾. اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی قضا نہیں کی جاوے گی، کما فی منحة الخالق علی هامش البحر ص۵۷ جلد۲ عن روضة العلما وسقطت عنه هذه الاربع ﴿۳﴾ اور علامہ شامی نے اس کی طرف اشارہ کر کے عدم قضا کو مؤید کیا ہے، حیث قال نعم قد یقال ان الاصل عدم قضاءها اذا فاتت عن محلها و اما سنة الظهر فانما قالوا بقضاءها لحدیث عائشة رضی الله عنها انه ﷺ کان اذا فاته الاربع قبل الظهر قضاهن بعده کما قدمه المولف فتکون سنة الظهر خارجة عن القیاس للحدیث المذکور فلا نقاس علیها سنة الجمعة فتامل انتهیٰ، قلت لا سیما اذاثبتت سنة الجمعة بحدیث مستقل سوی حدیث سنة الظهر فافهم، مختصر یہ کہ قضا موکد نہیں جیسا کہ ممنوع بھی نہیں ہے۔ وهو الموفق

جمعہ سے قبل چار سنت رہ جائیں تو بعد میں پڑھنا احوط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے

(بقیہ حاشیہ) خارجة عن القیاس فلا تقاس علیها سنة الجمعة هذا ملخص ما ذکر فی منحة الخالق، قلت فمن قال ان مشروعیة سنة الجمعة بما ثبتت به مشروعیة سنة الظهر فتقضی عنده ومن قال انها ثبتت بروایات خاصة فلا تقضی عنده.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص۶۷ جلد۳ باب فی الصلاة قبل الجمعة وبعدها)

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص۵۷ جلد۲ باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص۵۷ جلد۲ باب ادراک الفریضة)

﴿۳﴾ (منحة الخالق علی هامش بحر الرائق ص۵۷ جلد۲ باب ادراک الفریضة)

دن اس وقت مسجد حاضر ہو کہ جماعت ہو رہی ہو اب جو سنت قبل الفرض چھوٹ گئی ہیں بعد نماز اس کو پڑھے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اسلام الدین بابوزی مردان ۱۹۷۸ء/۷/۲۹

الجواب: یہ سنت قبلیہ جب فوت ہوں تو اس میں فقہا کے دو قول ہیں، اقوی من حیث الدلیل سقوط ہے البتہ پڑھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ احوط ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قریہ کبیرہ اور قریہ صغیرہ میں احتیاط الظہر کا کوئی اصل نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہت سے لوگ جمعہ کے بعد چار رکعت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں اور اس کے تارک پر ملامت کرتے ہیں نیز یہ نماز احتیاط صرف عوام نہیں بلکہ علماء کرام بھی پڑھتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ صاف اور مدلل جواب تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی اشرف اللہ مسجد باچا صاحب خویشگی نوشہرہ ۱۲/محرم ۱۳۹۲ھ

﴿۱﴾ وفی المنهاج: اعلم ان من فاتته الاربع قبل الجمعة فقال الشیخ محمد السراجی الحانوتی انها تقضی کما تقضی سنة الظهر انتهیٰ قلت قضاء سنة الظهر لما رواه الترمذی عن عائشة ان النبی ﷺ کان اذا لم یصلی اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها، ولما رواه ابن ماجة کان رسول الله ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر صلاهن بعد الرکعتین بعد الظهر، وفی روضة العلماء انها سقطت عنه لما روی عن النبی ﷺ انه قال اذا خرج الامام فلا صلاة الا المکتوبة، انتهیٰ، قلت رواه الصحیحان ولکن قالوا وفی هذا الاستدلال نظر فانه انما یدل علی انها لا تصلی بعد خروجه لا علی انها تسقط بالکلیة، نعم قد یقال ان الاصل عدم قضاءها اذا فاتت عن محلها، واما سنة الظهر فانما قالوا بقضاءها لحدیث عائشة فتکون سنة الظهر خارجة عن القیاس فلا تقاس علیها سنة الجمعة هذا ملخص ما ذکر فی منحة الخالق هامش البحر الرائق قلت فمن قال ان مشروعیة سنة الجمعة ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: جومقام یقینی طور سے مصر ہو وہاں احتیاطی پڑھنا بے اصل کام ہے اور جو مقام یقینی طور سے مصر نہ ہو وہاں ظہر با جماعت پڑھنا ضروری ہے، اور نماز جمعہ پڑھنا خلاف مذہب کام ہے، اور جس مقام میں تردد ہو وہاں احتیاطی پڑھنا فی نفسہ مشروع ہے، فی ردالمحتار ص ۷۵۶ جلد ۱ ونقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونه مصراً ، ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعة اربعا بنیة الظھر احتیاطاً ﴿۱﴾ البتہ اگر اس نماز کے پڑھنے میں کوئی مفسدہ موجود ہو تو اعلانیہ نہ پڑھی جائے ،قال العلامة الشامی نعم ان ادی الی مفسدة لا تفعل جھاراً او الکلام عند عدمھا الخ ﴿۲﴾ قلت ومن المفسدة ترک العوام صلوة الجمعة فی المصر . فافھم

مشکوک مقام میں احتیاط الظہر پڑھنے کا جواز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض گاؤں میں بعض لوگ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت نماز احتیاط پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....۱۹۷۴ء/۲/۷

الجواب: ایسے مقام میں (جس کے مصر ہونے میں شک ہو) احتیاطی پڑھا جائے گا جبکہ کسی مفسدہ کا خطرہ نہ ہو، کما فی ردالمحتار ص ۷۵۶ جلد ۱ ونقل المقدسی عن المحیط کل

(بقیه حاشیه) بما ثبتت به مشروعية سنة الظهر فتقضى عنده ومن قال انها ثبتتْ بروايات خاصة فلا تقضى عنده.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۶۷ جلد۳ باب فی الصلاة قبل الجمعة وبعدها)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

موضع وقع الشک فی کونہ مصراً ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعة اربعا بنیة الظھراحتیاطا﴿۱﴾. وھو الموفق

جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں وہ لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں

سوال: ایسی جگہ جہاں سے جامع مسجد دس میل دور ہے اور پیدل راستہ ہے برف باری کے موسم میں پانچ چھ گز تک برف پڑ جاتی ہے علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہاں جمعہ نہیں ہوسکتا اس پورے علاقے کے لوگ جمعہ نہیں پڑھتے اس مقام پر فوج کی ایک یونٹ بھی ہے لیکن اس یونٹ میں امام اور مسجد کا تسلی بخش انتظام نہیں ہے اس یونٹ میں زیادہ تر فوجی اسماعیلی ہیں اور جو اہل سنت ہیں وہ بھی جمعہ نہیں پڑھتے چونکہ ان کو بھی جمعہ کے پورے دن کی چھٹی نہیں ملتی اسلئے اتنی دور جا کر نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے ،اور اس علاقہ کے عالم لوگ نہ خود جمعہ پڑھتے ہیں اور نہ دوسروں کو پڑھاتے ہیں تو کیا ہم فوجی لوگ از خود جمعہ کا انتظام کر سکتے ہیں؟ اور اس جگہ میں جمعہ جاری کر سکتے ہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:علی حسن ونگ نمبر۱۰۱......۱۹۷۵ء/۱/۱۱

الجواب: آپ کیمپ میں یا قریب گاؤں میں نماز ظہر با جماعت ادا کریں یہ آپ پر واجب ہے،اور آپ پر جمعہ پڑھنا یا جمعہ کیلئے دس میل دور جانا واجب نہیں، لعدم المصر الشرعی وفناءہ وھو ظاھر المتون ورجحہ فی المعراج وجزم بہ قاضی خان وھو اختیار الحلوانی (والتفصیل فی ردالمحتار ص ۷۶۲ جلد ۱) فلیراجع﴿۲﴾ . وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نیة آخر ظھر بعد صلاۃ الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: قلت وھو ظاھر المتون وفی المعراج انه اصح ما قیل وفی الخانیة المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شرائط جمعہ کے تحقق میں تردد کے وقت احتیاطی پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں زمانہ قدیم سے اساتذہ وعلماء مساجد میں جمعہ کے دن سولہ رکعتیں پڑھ کر آرہے ہیں جو ہماری یادداشت سے باہر ہے، اور بعض خاص خاص مسجدوں میں بارہ بارہ رکعتیں ہوتی ہیں، اس میں بالتفصیل تحقیق و بیان کیجئے تو مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان روم صوابی......۱۰/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: احناف کے نزدیک یہ چار رکعت احتیاطی پڑھنا بھی جائز ہے، جہاں شرائط جمعہ کے تحقق میں تردد ہو، فی ردالمحتار ص ۵۶۷ جلد ۱ ونقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصراً ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعة اربعا بنیة الظھراحتیاطاً ﴿۱﴾. وھوالموفق

سنت جمعہ مسجد کے ساتھ مختص نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی سنت مسجد میں پڑھنا خاص

(بقیہ حاشیہ) بینه وبین عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة علیه وان بلغه النداء وتقدیر البعد بغلوة او میل لیس بشئ هکذا رواه ابو جعفر عن الاما مین وهو اختیار الحلوانی وفی التتارخانیة ثم ظاهرروایة اصحابنا لا تجب الاعلی من یسکن المصر او ما یتصل به فلا تجب علی اهل السواد ولو قریبا وهذا اصح ما قیل فیه .

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۰۲ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعة باب الجمعة)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نیة آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

ہیں یا مسجد سے باہر بھی ادا کی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالواحد شیدو......۲۵/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) سوائے تحیۃ المسجد اور اعتکاف کے دیگر عبادات (فرض، سنن جمعہ وغیرہ) مسجد کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ وھو الموفق.........کتبہ: محمد فرید عفی عنہ

الجواب: (۲) نیز حدیث میں وارد ہے، افضل صلاتکم فی بیوتکم الا المکتوبة (رواہ الترمذی) ﴿۱﴾ یعنی فرض نماز کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے تاہم اگر راستے پر دنیاوی مشاغل میں پڑنے کا خطرہ ہو اور یا گھر میں پڑھنے کی صورت میں تقلیل خشوع لازم آ رہی ہو، تو پھر مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا ﴿۲﴾ مگر ضروری نہیں ہے، کیونکہ مندوب اور مباح اشیاء کو لازم سمجھنا بدعت ہے (شامیہ) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

کتبہ: رشید احمد عفی عنہ نائب مفتی دار العلوم حقانیہ

﴿۱﴾ (سنن ترمذی ص ۶۰ جلد ۱ باب ماجاء فی فضل صلاة التطوع فی البیت)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله والافضل فی النفل) شمل ما بعد الفريضة وما قبلها لحديث الصحيحين عليكم بالصلاة فی بيوتكم فان خير صلاة المرء فی بيته الا المكتوبة واخرج ابو داؤد صلاة المرء فی بيته افضل من صلاته فی مسجدی هذا الا المكتوبة وتمامه فی شرح المنية وحيث كان هذا افضل يراعی ما لم يلزم منه خوف شغل عنها لو ذب لبيته او كان فی بيته ما يشغل باله ويقلل خشوعه فيصليها حينئذ فی المسجد لان اعتبار الخشوع ارجع.

(ردالمحتار ص ۵۰۴ جلد ۱ قبيل مطلب سنة الوضوء باب الوتر والنوافل)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: ان تخصيص الذكر بوقت لم يرد به الشرع غير مشروع.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۱۳ باب العيدين)

فصل فی شروط صحة الجمعة

ہر مقام میں جمعہ کے جواز کا حکم قرآن وحدیث اور فقہ سے مخالف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں بعض لوگ مذاہب نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اسلئے جمعہ ہر جگہ ہوتا ہے خواہ دیہات ہو یا شہر، ان کا گاؤں پچیس گھروں پر مشتمل ہے آپ فرمائیں کہ اس مقام میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل خالق ٹانگورہ مسجد چغرزی ضلع سوات......۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: ہر جگہ نماز جمعہ ادا کرنے کا فتویٰ دینا قرآن، حدیث اور فقہ ائمہ اربعہ سے مخالف ہے۔قال الله تعالیٰ: فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع (الایة) ﴿۱﴾ وفیه اشارة الی کون هذا الموضع ذات اسواق. (۲) ولان اهل القریٰ کانوا ینتابون الی المدینة المنورة (رواه البخاری وابوداؤد) ﴿۲﴾ والذین تخلفوا فیها لم یجمعوا بدلیل حدیث جواثیٰ ﴿۳﴾. (۳) ولان النبی صلی الله علیه وسلم لم یجمع فی قبا عند المهاجرة وکانت الجمعة فرضا قبل

﴿۱﴾ (سورة الجمعة پاره: ۲۸ آیت: ۹ رکوع: ۱۱)

﴿۲﴾ عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت کان الناس ینتابون الجمعة من منازلهم والعوالی فیأتون فی الغبار الخ (صحیح البخاری ص ۱۲۳ جلد ۱ باب من این تؤتی الجمعة) (ورواه ابوداؤد ص ۱۵۸ جلد ۱ باب من تجب علیه الجمعة)

﴿۳﴾وفی المنهاج: وحجتنا ما رواه البخاری من حدیث عائشة...... وجه الدلالة ان صلاة الجمعة لو کانت واجبة علی اهل العوالی لا توا کلهم الی المدینة المنورة او لجمع من بقی الجمعة هنا وکلا الامرین منتفیان اما الاول فظاهر واما الثانی فلحدیث جواثی.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۵۰ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

الهجرة بدليل ان المهاجرين الاولين جمعوا فی المدينة المنورة (رواه ابوداؤد)﴿۱﴾.
(۴)ولان النبی ﷺ جمع بين الظهر والعصر فی عرفات دون الجمعة والعصر ولم يأمر اهل مكة باداء صلاة الجمعة (رواه البخاری)﴿۲﴾. (۵) ولحديث لا جمعة الا فی مصر جامع روی مرفوعاً وموقوفاً وهو الاصح لكنه مرفوع حكما، واما حديث جواثا فليس فيه حجة وهو قول الرسول وفعله وتقريره ولو سلم التقرير فنقول هو تقريرمبيح خاص بخلاف لا جمعة الا فی مصر جامع فانه قول محرم تشريع عام، فافهم ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن عبد الرحمن بن كعب بن مالک وكان قائد ابيه بعد ما ذهب بصره عن ابيه كعب بن مالک انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا فی هزم النبيت من حرة بنی بياضة فی نقيع يقال له نقيع الخضمات قلت كم انتم يومئذ قال اربعون.
(سنن ابی داؤد ص ۱۶۰ جلد ۱ باب الجمعة فی القری)
﴿۲﴾ (صحيح البخاری ص ۲۲۵ جلد ۱ باب الجمع بين الصلاتين بعرفة) وللتفصيل: منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۹ جلد ۳ باب ماجاء منكم يؤتی الی الجمعة)
﴿۳﴾ وفی منهاج السنن: ولنا ما رواه عبد الرزاق عن علی موقوفا قال لا تشريق ولا جمعة الا فی مصر جامع، قال الحافظ فی الدراية اسناده صحيح قلت والموقوف فيما لا يدرک بالرائی يكون فی حكم المرفوع ... واجيب عن حديث جواثی بان الحجة قول الرسول وفعله وتقريره وهذا الحديث خال عنها ... ولان حديث الانتياب وحديث لا جمعة الا فی مصر جامع ذكر فيهما تشريع عام وضابط كلی بخلاف حديث جواثی فانه ذكر فيه امر جزءی ولان حديث جواثی حديث تقريری حكما وحديث لا جمعة الا فی مصر جامع حديث قولی حكما ... قلنا حديث علی مرفوع قولی علی حسب القواعد كما مر الخ.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۱ جلد ۳ باب ماجاء منكم يؤتی الی الجمعة)

جمعہ کے متعلق ضرورت شرعی کی بنا پر مذہب غیر پر فتویٰ دینا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے متعلق احناف اور دیوبندی علماء بھی مختلف آ رہے ہیں کہ قریٰ میں جمعہ کا کیا حکم ہوگا، اور ضرورت کے وقت غیر کے مذہب پر اس صورت میں فتویٰ جائز ہوگا یا نہیں اور توابع مصر اور فنائے مصر کا حکم جدا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: عمر دراز قریشی شاہی بازار حیدرآباد...... یکم ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب: ضرورت شرعی کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا درست ہے، اور اسی صورت میں مذہب غیر کی تمام شرائط کی رعایت ضروری ہے مثل ان لا یکونوا اقل من اربعین ﴿۱﴾ اور توابع مصر اور فنائے مصر میں فرق امر اصطلاحی ہے، صاحب بدائع تمام کو توابع سے تعبیر کرتے ہیں، **نعم هذا مما اتفقوا علیه ان الفناء یصح فیه التجمیع مطلقا بخلاف التوابع فانها قد لا یصح فیه التجمیع ویجب علیهم حضور المصر والفناء** ﴿۲﴾. وهو الموفق

صحت جمعہ کیلئے فوات امن عامہ ضرر رساں نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں دو تین قومیں

﴿۱﴾ قال العلامة کاسانی: وقال الشافعی: ان کان فی القریة اقل من اربعین **فعلیهم دخول المصر** اذا سمعوا النداء، وفی هامش البدائع: ویقصد بالاربعین مع الامام علی الصحیح ممن تعقد بهم الجمعة بشروطها ان یکونوا رجالاً بالغین عقلاء احراراً مستوطنین للقریة او البلدة التی یصلی فیها الجمعة، ،انظر الام ص ۱۹۰ جلد۱ والمجموع للنووی ص ۳۷۱ جلد۴ والمنهاج ص ۲۱. (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد۱ شرائط الجمعة کتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال الامام علاء الدین :وکذا لا یصح اداء الجمعة الا فی المصر وتوابعه فلا تجب علی اهل القریٰ التی لیست من توابع المصر ولا یصح اداء الجمعة فیها.

(بدائع الصنائع ص ۵۸۳ جلد۱ شرائط الجمعة کتاب الصلاة)

اتفاق کر کے نماز جمعہ کیلئے ایک جامع مسجد متعین کر کے جمعہ ادا کرتے ہیں لیکن وہاں مکمل امن موجود نہیں ہے
اس مقام میں جمعہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرشید خان خطیب مسجد شیخان تیراہ کوہاٹ......۱۹۸۶ء/۷/۳

الجواب: اگر یہ جامع مسجد ایسے مقام پر ہو جہاں نماز جمعہ کی شرائط موجود ہوں تو امن عامہ کی فوات صحت جمعہ کیلئے کسی امام کے نزدیک ضرر رساں نہیں ہے البتہ نماز جمعہ کیلئے جانا بھی فرض نہیں ہے ﴿۱﴾ (فلیراجع الی الطحطاوی ص۱۷۷). وھو الموفق

جہاں اذن عام نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے دفاتر کے اندر نماز جمعہ کا کیا حکم ہے جبکہ شناختی کارڈ اور گیٹ پاس کے بغیر داخلہ عوام ناممکن ہے حکومت نے جمعہ کے دن اسلئے ساڑھے بارہ بجے مقرر کیا ہے تاکہ لوگ گھروں میں جا کر باطمینان جمعہ پڑھیں، دفتر سے واپس نکلنے اور پھر دوبارہ واپس جانے میں چند افراد کیلئے پابندی کا ہونا دفتر کے قرب وجوار میں مساجد کا موجود ہونا، اس صورت میں اذن عام کے ہونے اور نہ ہونے میں شرعی فیصلہ کیا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری سعید احمد عفی عنہ......۱۹۷۳ء/۸/۲

الجواب: واضح رہے کہ اذن عام کی شرط اگرچہ ظاہر الروایت میں نہیں ہے لیکن نادر الروایت میں موجود ہے، کما صرح بہ فی ردالمحتار ص ۶۷۱ جلد۱ اور فقہاء کرام نے اس اشتراط کی دو

﴿۱﴾ قال العلامۃ سید احمد الطحطاوی: والخامس الامن من ظالم فلاتجب علی من اختفی من ظالم افاد التعبیر بظالم لم انہ مظلوم فان کان اختفاءہ لجنایۃ منہ توجب حدامثلا لا یسقط عنہ الوجوب.
(الطحطاوی علی المراقی ص ۵۰۵ جلد۱ باب الجمعۃ)

وجوہات بیان کی ہیں عدم تفویت اوراعتدال، الاول فی ردالمحتار حیث قال لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتها (ای بالنزاع فی التقدم) وذا لا یحصل الا بالاذن العام (ص ۲۲ ۷ جلد ۱) والثانی فی المبسوط حیث قال لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتها علی الناس ولا یحصل ذلک الا بالاذن العام وکما یحتاج العامة الی السلطان فی اقامتها (لرفع النزاع) فالسلطان یحتاج الیهم بان یأذن لهم اذنا عاما بهذا یعتدل النظر من الجانبین (ص ۲۴ جلد ۲) اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذن عام کی شرط لگانا متفرع ہے اشتراط سلطان پر کما لا یخفیٰ، نیز واضح رہے کہ اذن عام سلطان کے ساتھ محصور نہیں ہے بلکہ جو شخص اقامت جمعہ کا مجاز ہو تو اس کا اذن دینا شرط ہوگا، سلطان ہو یا غیر سلطان، یدل علیه ما فی ردالمحتار قوله من الامام قید به بالنظر الی المثال الاتی والا فالمراد الاذن من مقیمها کما فی البر جندی من انه لو اغلق جماعته باب الجامع وصلوا فیه الجمعة لا تجوز (ص ۱ ۶ ۷ جلد ۱) وهکذا فی الهندیة ص ۷ ۵ ۱ جلد ۱ ، اورغور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اذن عام اس وقت شرط ہوگا جبکہ شہر میں صرف ایک جگہ قائم ہو اور جب متعدد مقامات اور جوامع میں نماز جمعہ قائم ہوتی ہو، کما هو ظاهر المذهب وعلیه الفتویٰ، تو نہ تفویت کا خطرہ موجود ہے اور نہ عدم اعتدال کا شبہ ہوسکتا ہے، لعدم الاحتیاج من الجانبین ، لہٰذا نماز جمعہ بغیر اذن عام کے بھی جائز ہوگا، قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۶۲ ۷ جلد ۱ قلت ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التقلیل انتهیٰ، اور اسی حکم یعنی جواز کو مفتی عزیز الرحمٰن صاحب (دیوبند) نے بھی مختار کیا ہے، کما فی فتاویٰ درالعلوم دیوبند ص ۵ ۰ ۱ جلد ۵ قلت ویرد علیه مافی البدائع ص ۶ ۹ ۲ جلد ۱ السلطان اذا صلی فی فهندرة...... وتکون الصلوٰة فی موضعین ولو لم یاذن للعامة وصلی معه جیشه

لا تجوز صلوٰة السلطان وتجوز صلوٰة العامة انتهیٰ، قلت وجه الورود انهم مع عدم التفويت على الناس حكموا على عدم صحة جمعة السلطان، اللهم الا ان يقال ان صحة جمعۃ الناس للضرورة كما فی الدر المختار ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر امامع عدمهم فيجوز للضرورة انتهیٰ، وبالجملةان هذا محمول على ما اذا لا تقيمه السلطان، فافهم، وتدبر. پس اہل دفتر کیلئے جمعہ قائم کرنا جائز ہے اگر چہ اذن عام نہ ہو، اوراگر چہ افسر اس سے منع کرتا ہولیکن ترک جامع مسجد کی وجہ سے کراہیت موجود ہے (كما فی ردالمحتار ص ۷۶۲ جلد ۱)﴿۱﴾. وهو الموفق وهذا ماعندی ولعل عند غيری احسن من هذا.

فنائے مصر میں مسافت کا اعتبار نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فنائے مصر میں مسافت کی رعایت کی جائے گی یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: لعل محمد بلوچستانی......۲۶/محرم۱۴۰۳ھ

الجواب: فناءمصر میں مسافت کی رعایت نہیں کی جائے گی،متعلقہ حوائج کی رعایت کی جائے گی﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وكره) لانه لم يقض حق المسجد الجامع زيلعی ودرر. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: بيانه ان التقدير بغلوة او ميل لا يصح فی مثل مصر لان القرافة والترب التی تلی باب النصر يزيد كل منهما على فرسخ من كل جانب نعم هو ممكن لمثل بولاق فالقول بالتحديد بمسافة يخالف التعريف المتفق على ما صدق عليه بانه المعد لمصالح المصر فقد نص الائمة على ان الفناء ما اعد لدفن الموتى وحوائج المصر كركض الخيل والدواب وجمع العساكر والخروج للرمی وغير......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہنگامی اور وقتی مصر میں جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک جگہ اڈہ کے نام سے مشہور ہے، تقریباً پندرہ دکانیں ہیں، بعض دکانداروں کے مکانات بھی یہاں موجود ہیں کئی سالوں سے یہاں پر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور اردگرد کے لوگ یہاں جمعہ کیلئے آتے ہیں اردگرد بہت دیہات ہیں کیا اس مقام پر جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحسن شریک دورہ حدیث جامعہ حقانیہ......۱۹۸۹ء/۴/۱۵

الجواب: اگر یہ اڈہ جمعہ کے دن ہنگامی مصر بنتا ہے اس میں دو ہزار تک لوگ جمع ہوتے ہوں تو اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے، یہ منیٰ کی طرح ہنگامی اور وقتی مصر بنتا ہے، **کما اشیر الیه فی جمعة الهداية ﴿۱﴾. وهو الموفق**

جیل میں جمعہ کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سنٹرل جیل میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ تمام اسیران جیل کئی سالوں سے نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور حتی کہ مولانا مفتی محمود صاحب بھی سنٹرل جیل ہری پور میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ ہزارہ......۱۳/ رجب ۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) ذلک وای موضع یحد بمسافة یسع عساکر مصر ویصلح میدانا للخیل والفرسان ورمی النبل والبندق البار ودو اختبار المدافع وهذا یزید علی فراسخ فظهر ان التحدید بحسب الامصار. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فی صحة الجمعة بمسجد المرجة فی دمشق)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدین المرغینانی: وقال محمد لا جمعة بمنیٰ لانها من القریٰ حتی لا یعید بها ولهما انها تتمصر فی ایام الموسم. (هداية علی صدرفتح القدیر ص ۲۵ جلد ۲ باب الجمعة)

الجواب: جب مفتیٰ بہ جواز تعدد جمعہ ہے تو جیل میں عدم جواز جمعہ کی کوئی وجہ نہیں ہے ﴿۱﴾ کما یشیر الیہ کلام الشامی فی ردالمحتار ص ۵۷۰ جلد ۱ ، قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الافی محل واحد اما لو تعددت فلا الخ ﴿۲﴾ . وهو الموفق

قریہ صغیرہ میں بحکم حاکم اقامت جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں صرف پچیس گھروں پر مشتمل ہے تقریباً سو یا ڈیڑھ سو آدمی اس میں موجود ہوں گے ہم اس گاؤں میں جمعہ پڑھتے ہیں اس گاؤں میں حکومت کا سرکاری قاضی بھی موجود ہے، امامت بھی قاضی خود دیتا ہے، اس گاؤں میں جمعہ کی اجازت ریاست سوات کے حکمران جناب میاں گل عبدالودود شاہ صاحب نے دی تھی کہ ہم یہاں جمعہ جاری کرادیں اب ادغام ریاست کے بعد بھی جمعہ جاری ہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تنظیم طلباء اہل سنت والجماعۃ سیدو شریف سوات ۱۹۹۰ء/۹/۱۱

الجواب: جب بادشاہ وقت کی طرف سے اجازت نامہ ملا ہو تو اس قریہ میں اقامت جمعہ درست ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵۴۹ جلد ۱ باب الجمعة عن الفتاویٰ الدیناری اذا بنی مسجداً فی الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقا علی ماقال السرخسی انتهیٰ ﴿۳﴾ . قلت والاذن الصریحی فوق الاذن دلالة. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین واکثرو به ناخذ لا طلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۵ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ص ۶۰۱ جلد ۱ باب الجمعة مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فی صحة الجمعة بمسجد المرجة والصالحية باب الجمعة)

میلوں سے فنائے مصر اور شرائط مصر اور شافعی مسلک پر جمعہ پڑھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) فنائے مصر موجودہ انگریزی میل کے لحاظ سے کتنے میل بنتی ہے؟ (۲) احناف نے جمعہ کیلئے جو شرائط مقرر کی ہیں وہ منصوص ہے یا غیر منصوص؟ (۳) ایک آدمی حنفی المذہب ہے لیکن جمعہ شافعی مذہب کے مطابق پڑھاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ (۴) اگر دفع فساد کیلئے نماز جمعہ شافعی مذہب کے مطابق پڑھے کیا یہ نماز ہوجائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حبیب اللہ مری خیل کوہاٹ ۱۹۸۴ء/۵/۲۴

الجواب: (۱) فنائے مصر کیلئے کوئی حد نہیں ہے جہاں تک حوائج مصر اور مصالح مصر کا تعلق ہے وہ فنائے مصر ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ (۲) بعض منصوص ہے اور بعض تعامل سے معلوم ہیں ﴿۲﴾۔ (۳) متبع ہویٰ کی نماز فاسد نہیں ہوتی ﴿۳﴾۔ (۴) جائز ہے لیکن واقع نہیں ہے ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: التعريف المتفق على ماصدق عليه بانه المعد لمصالح المصر فقد نص الائمة على ان الفناء ما اعد لدفن الموتى وحوائج المصر كركض الخيل ولدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغير ذلك.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۱ جلد ۱ مطلب في صحة الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۳ باب ماجاء منكم يوتى الى الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله ارتحل الى مذهب الشافعي يعزر) اى اذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعاً لما في التاترخانيه...... ولو ان رجلا برئ من مذهبه باجتهاد وضح له كان محموداً ما جوراً اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتاديب والتعزير لارتكابه المنكر في الدين واستخفافه بدينه ومذهبه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۰۹ جلد ۳ مطلب فيما اذا ارتحل الى غير مذهبه)

﴿۴﴾ وفي المنهاج: القرىٰ التي لا يتحقق فيهاالشرائط ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دیہات میں رہنے والوں پرنماز جمعہ کیلئے شہر آنے اور فرضیت جمعہ میں ائمہ کا اختلاف

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات والوں پر (جبکہ ان کے یہاں جمعہ فرض نہیں) شہر میں آ کر جمعہ کی نماز ادا کرنا (شہری مسلمانوں کی طرح) فرض ہے کیا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۲۱/شوال ۱۳۹۴ھ

الجواب: جو دیہات فنائے مصر سے خارج ہوں تو ظاہر الروایت میں ان پرنماز جمعہ کیلئے شہر آنا واجب نہیں ہے (ردالمحتار ص ۷۶۳ جلد ۱) ﴿۱﴾ اور غیر ظاہر الروایۃ میں ان پرنماز جمعہ کیلئے شہر آنا واجب ہے، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سماع اذان معتبر ہے اور صاحب بحر وغیرہ کے نزدیک ایواء اللیل معتبر ہے یعنی جب نماز کے بعد واپس گھر کو شام کے وقت پہنچ سکتا ہے اور بعض کے نزدیک ایک فرسخ (تین میل) معتبر ہے (ماخوذ از درمختار) ﴿۲﴾ اور مفتی بہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے، کماصرح

(بقیہ حاشیہ) المعتبرة عند الحنفية ويتحقق فيها شرائط الائمة الثلاثة لا ينبغي ان يمنع عن تجميع الجمعة فيها عند ظن الاقتتال و كذا عند ترك الظهر جهلا و نظيره ترك منع العوام عن الصلاة عند الشروق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۴ جلد ۳ باب ماجاء منكم يؤتى الى الجمعة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه وان بلغه النداء.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۰۲ جلد ۱ مطلب في شروط الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: فان كا ن يسمع النداء تجب عليه غند محمد وبه يفتى كذا في الملتقى وقد منا من الولوالجية تقديره بفرسخ ورجح في البحر اعتبار عوده لبيته بلا كلفة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب شروط الجمعة باب الجمعة)

بہ فی الدرالمختار قلت وھو الاوجہ لحدیث ابی داؤد الجمعۃ علی کل من سمع النداء ﴿۱﴾ وکذا ھو الماخوذ بہ عند مالک والشافعی واحمد رحمھم اللہ تعالیٰ واما حدیث الجمعۃ علی من اواہ اللیل فحدیث ضعیف سنداً وکذا یحتمل الحمل علی المقیم دون المسافر وکذا فیہ حرج﴿۲﴾. وھو الموفق

وعظ وتبلیغ کیلئے چھوٹے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی آبادی ادھر ادھر کا ملا کر کل چار سو بنتی ہے جبکہ اس گاؤں میں چھوٹا سا بازار بھی ہے کیا یہاں نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے؟ اگر کسی کی خواہش ہو کہ وعظ وتبلیغ کیلئے نماز جمعہ قائم کرنا چاہتا ہوں کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: یاقوت خان یونیورسٹی پریس پشاور......۱۹۷۴ء/۱۰/۱۰

الجواب: چونکہ یہ مقام قریہ صغیرہ ہے لہٰذا اس مقام پر نماز جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے﴿۳﴾ تبلیغ کی اور بہت سی صورتیں ہیں اس کی کوئی حاجت نہیں۔ وھو الموفق

فنائے مصر میں میلوں کا کوئی اعتبار نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بازار درہ آدم خیل سے دو میل

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص۱۵۸ جلد۱ کتاب الصلاۃ باب من تجب علیہ الجمعۃ)

﴿۲﴾ (والتفصیل فی منھاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص۴۸ جلد۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعۃ)

﴿۳﴾قال العلامۃ المرغینانی رحمہ اللہ: لا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ لقولہ علیہ السلام لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع. (ھدایۃ علی صدر فتح القدیر ص۲۲ جلد۲ باب صلاۃ الجمعۃ)

کے فاصلہ پر نماز جمعہ ادا ہوگی یا نہیں؟ یہ فنائے مصر میں داخل ہے یا نہیں؟ فنائے مصر دو میل ہے یا تین میل؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل عزیز درہ آدم خیل......۱۹۷۴ء/۱۱/۱۰

الجواب: اگر اس مقام میں شہر کی ضروریات پوری کی جاتی ہوں، مثلاً یہ مقام شہر کی عیدگاہ، قبرستان، چھاؤنی، کارخانہ، اڈہ، سٹیشن، ہسپتال وغیرہ ہو تو اس میں نماز جمعہ درست ہے، ورنہ درست نہیں ہے، باقی میلوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے (ماخوذ از شامی) ﴿۱﴾. وھو الموفق

جس گاؤں میں کئی محلے اور کئی مساجد ہوں تو قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں تقریباً ستر اسی دکانوں پر مشتمل ہے ارد گرد تقریباً پندرہ بیس دیہات ہیں تقریباً پندرہ بیس ہزار آبادی کیلئے یہ گاؤں مرکزی مقام اور تجارتی مرکز ہے، ہائی سکول دس بستر ہسپتال، بینک، ڈاکخانہ، حجام، رہائشی ہوٹل، فلور ملز وغیرہ بنیادی ضروریات سے یہ مقام آراستہ ہے کیا اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: احمد صدر نواز آباد مانسہرہ......۲۲/اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر اسی مقام (نواز آباد) میں کئی محلے اور کئی مساجد ہوں تو یہ مقام قریہ کبیرہ ہوگا، اور اس میں جمعہ پڑھنا درست ہوگا ﴿۲﴾ کما فی ردالمحتار ص ۴۸۷ جلد ۱ وتقع فرضاً فی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: وفی الخانیة المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان بینه وبین عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة علیه وان بلغه النداء وتقدیر البعد بغلوة او میل لیس بشیٔ هکذا رواه ابو جعفر عن الامامین وهو اختیار الحلوانی وفی التتارخانیة ثم ظاهر روایة اصحابنا لا تجب الا علی من یسکن المصر او ما یتصل به. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۰۲ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیها...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

القصبات والقریٰ التی فیها اسواق ﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ فی قریٰ کے بارے میں عدم جواز کا قول راجح ومؤید ہے

سوال: ما رأیکم یا امناء الامة من علماء الحقانیة فی مسئلة جمعة القریٰ من جوازها فیها وعدمه لاننا قوم من اهل البادیة ولسنامن اهل الامصار نؤدیها بامر علمائنا وصلحائنا فیها من قدیم. وقد جوز وهلنا فیها مستدلین بالنصوص العامة المطلقة وبقول الامام اذا صح الحدیث فهو مذهبی قائلین بان حدیث لا جمعة ولا تشریق الحدیث لم یصح، وبفرض صحته لا یصح ناسخا وبان عامل الحدیث الصحیح لا یحرج من تقلید امامه فبهداهم اقتدینا وما انکر علینا احد من علماء العصر فی ذلک ثم جاء نا بعض من لا یبلغ الی مبلغ علمائنا فی العلم والورع فمنعها فی القریٰ ونراها باطلة فیها بل یقول بانه من جمع فی القریٰ وبخروجه من المذهب وتقلید امامه مستدلا بظاهر اقوال الفقهاء ومتمسکا بفتویٰ الدیوبند وفتواکم حیث یقول ان فتواهما بمنعها فیه وقد رأینا الخطوط المختومة نراه کاذبا افتریٰ علیکم فی ذلک من عنده الا انا قد وقعنا فی شک منه ومن

(بقیه حاشیه) اتصال السکک والدور لما ذکره ابن حزم فی المحلی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی المدینة وهی قری صغار متفرقة انتهی، قلت لا بد من ان یراد من القریٰ فی کلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا یصح ما زعم ابن حزم ان المدینة کانت اسما للوادی المشتمل علی القریٰ لانه یاباه تسمیتها بالمدینة علم شخص فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۸ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

﴿۱﴾ ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

ملاحظہ:...... وجہ یہ ہے کہ محلات ومساجد کی تعداد کی صورت میں آبادی دو ہزار تک ضرور ہوتی ہے اور دو ہزار کی آبادی کا قریہ قریہ کبیرہ ہوتا ہے اور جمعہ اس میں درست ہے۔ (سیف اللہ حقانی)

فتواه ، فكتبنا اليكم هذا الملفوف لتضح علينا الامر ما هو المحقق عندكم فيها نحن منتظرون جوابكم المفصل المدلل واجركم على الله.

المستفتی: محمد زرین تیراہ پاڑہ چنار......۳/اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: قال صاحب الهداية لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع (ص۱۴۸)﴿۱﴾ قلت قال فی الدراية لم اجده وروی عبد الرزاق عن علی موقوفا لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع واسناده صحیح ورواه ابن ابی شیبة مثله انتهیٰ ما فی الدراية ﴿۲﴾ قلت ویؤیده حدیث تنأوب اهل القریٰ (رواه البخاری) ﴿۳﴾ وجه التائید ان اهل القریٰ لم یجمعوا فی قراهم بدلیل حدیث جواثی وكذا یؤیدنا حدیث جواثی(رواه البخاری)﴿۴﴾ لان التجمیع فی جواثا وترک

﴿۱﴾(هداية ص ۱۵۰ جلد۱ باب صلوٰة الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: وانما رواه ابن ابی شیبة موقوفا علی علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولااضحی الا فی مصر جامع او فی مدینة عظیمة صححه ابن حزم . (فتح القدیر ص ۲۲ جلد۲ باب صلاة الجمعة)

﴿۳﴾ عن عائشة زوج النبی ﷺ كان الناس ینتابون الجمعة من منازلهم والعوالی فیأتون فی الغبار یصیبهم الغبار والعرق فیخرج منهم العرق فاتی رسول الله ﷺ انسان منهم وهو عندی فقال النبی ﷺ لو انكم تطهر تم لیومكم هذا.

(الصحیح البخاری ص ۱۲۳ جلد ۱ باب من این تؤتی الجمعة وعلی من تجب كتاب الجمعة)

﴿۴﴾ عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله ﷺ فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین.

(الصحیح البخاری ص ۱۲۲ جلد ۱ باب الجمعة فی القریٰ والمدن كتاب الجمعة)

التجميع فی قریً کثیرة دلیل واضح علی عدم الصحة فلا یکون حدیث جواثی حجة للمخالف کیف یکون حجة مع انه موقوف معارض بالمحرم وکذا محتمل لان القریة فی سنة القرآن والحدیث تطلق علی المصر ایضا فافهم وتدبر ﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ وعیدین دونوں کیلئے مصر شرعی شرط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے جبکہ جمعہ نہیں پڑھی جاتی عیدین پڑھانے والا ایک سکول ماسٹر ہے جبکہ دوسرا مولانا کہتا ہے کہ جہاں جمعہ نہیں ہوتا وہاں عیدین بھی نہیں ہوسکتیں شرعی حکم کیا ہے اور کون صاحب حق پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال دہم بی صابر آباد کرک......۱۷/مئی ۱۹۸۳ء

الجواب: یہ دوسرا مولانا حق بجانب ہے، کما فی شرح التنویر علی هامش الشامية ص ۷۷۵ جلد ۱ صلاة العید فی القریٰ تکرہ تحریماً ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة ﴿۲﴾. وهو الموفق

سنی، شیعہ، مرزائی وغیرہ کے مشترکہ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: ایک گاؤں جس کی آبادی کا تناسب تقریباً ۶۵ فیصد سنی، ۲۳ فیصد شیعہ اور ۲ فیصد مرزائی ہیں، گاؤں میں کریانہ کی صرف ایک دکان ہے دو مساجد ہیں جس میں نماز تو کیا اذان بھی نہیں ہوتی، دونوں مساجد میں تعلیم قرآن کا کوئی انتظام نہیں ہے، عرصہ دو سال سے ایک مسجد والوں نے جمعہ پڑھنا شروع کیا

﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۱، ۵۲ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۱۱ جلد ۱ باب العیدین)

ہے اب دوسری مسجد والوں نے بھی جمعہ شروع کیا، جبکہ ہر مسجد میں تین چار نمازی ہوتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہاں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحکیم راہی راولپنڈی

الجواب: اگر اس مقام کی مردم شماری دو ہزار تک ہوتو یہ مقام قریہ کبیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جیل میں نماز جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جیل میں نماز جمعہ جائز ہے؟ کیونکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ جمعہ کیلئے ایک شرط اذن عام بھی ہے جبکہ جیل میں پابندی ہوتی ہے اوراذن عام نہیں ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شریف جامع مسجد گندوال جہلم

الجواب: چونکہ مفتی بہ قول کی بنا پر متعدد مقامات پر نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے، کما فی شرح التنویر وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب وعلیہ الفتویٰ (ھامش ردالمحتار ص ۵۵۷ جلد ۱) ﴿۲﴾ لہٰذا اذن عام کی ضرورت اس تقدیر پر باقی نہیں رہی، کما یشیر الیہ ما فی ردالمحتار ص ۶۲۷ جلد ۱ قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانہ لا یتحقق التفویت کما افادہ التعلیل ﴿۳﴾ فلیتامل. وھو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۶ جلد۵ الباب الخامس عشر فی صلاۃ الجمعۃ)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۹۵ جلد ۱ باب الجمعۃ)

﴿۳﴾ (ردالمحتارھامش الدرالمختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعۃ)

اقامت جمعہ کیلئے قاضی ووالی کی اجازت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں تقریباً ساڑھے تین یا چارسو گھروں پر مشتمل ہے گاؤں میں مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کا ایک ڈویژنل دفتر بھی ہے جس میں تقریباً اسی محکموں کے اعلیٰ آفیسر ہر وقت موجود رہتے ہیں، نیز ہائی سکول موجود ہے اور کالج کی تعمیر بھی شروع ہے ہر نوع کے صنعتکار بھی موجود ہیں، یہاں ابھی تک نماز جمعہ شروع نہیں ہوئی ہے اب علاقہ کے بعض معتمد علماء کرام نے زبانی طور پر نماز جمعہ پڑھنے کا حکم دیا ہے کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد امین لکی مروت ۱۹۷۴ء/۱۲/۴

الجواب: اگر اس مقام میں کئی محلے اور کئی بازار یا ایک بڑا بازار ہو تو یہ مقام مصر شرعی اور قریہ کبیرہ ہوگا، اس میں نماز جمعہ وعیدین ادا کرنی جائز ہوگی، کما فی البدائع وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال وهو الاصح ص ۲۶۰ جلد ۱ ﴿۱﴾ قلت وجود الوالی قید واقعی لان الصحابة رضی الله عنهم صلوا الجمعة فی المدینة قبل هجرة النبی ﷺ والظاهر انه لم یکن ثمه وال وکذا فی جواثی (اسم قریة) ولم یفتح بعد بل فتحها الصدیق الاکبر ﴿۲﴾ ویدل علیه ایضا ما فی ردالمحتار ص ۷۵۴ جلد ۱ فلو

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ فصل فی بیان شرائط الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة خلیل احمد السهارنفوری: وروی ابو داؤد بسنده عن کعب بن مالک انه کان اذا سمع النداء یوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا فی هزم النبیت من حرة بنی بیاضة فی نقیع یقال له نقیع الخضمات قلت کم کنتم یومئذ قال اربعون وفی المعرفة قال الزهری لما بعث النبی ﷺ مصعب بن عمیر الی المدینة لیقرئهم القرآن جمع بهم وهم اثنا عشر رجلا فکان مصعب اول من جمع الجمعة بالمدینة بالمسلمین قبل...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الولاة كفاراً يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضى قاضيا بتراضى المسلمين ﴿۱﴾ فافهم ويدل على اصل المسئلة ما فى القهستانى وتقع فرضا فى القصبات والقرىٰ الكبيرة التى فيها اسواق (ردالمحتار ص۵۴۸ جلد ۱)﴿۲﴾. وهو الموفق

نماز جمعہ کیلئے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے پاس ایک مکان ہے نماز جمعہ کے وقت اس مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، کیا یہ درست ہے؟ مکان کی چھت پر نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فرید حقانی نائب خطیب میڈیم رجمنٹ ارٹلری سیالکوٹ کینٹ......۲۰/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: نماز جمعہ اور نماز باجماعت کیلئے مسجد شرط نہیں ہے﴿۳﴾ بخلاف الاعتكاف﴿۴﴾ البتہ اس اقدام میں بہت سے مصالح شرعیہ کے فوت ہونے کا خطرہ موجود ہے۔ وهو الموفق

(بقيه حاشيه) ان يقدمها رسول الله ﷺ، وفى صفحه ۱۲۹ وقال صاحب معجم البلدان جواثى بالضم وبين الالفين ثاء مثلثة يمد ويقصر وهو علم مرتجل حصن لعبد القيس بالبحرين فتحه العلاء بن الحضرمى فى ايام ابى بكر الصديق رضى الله عنه ۱۲ھ عنوة.
(بذل المجهود فى حل ابى داؤد ص ۱۶۹، ۱۷۰ جلد۲ باب الجمعة فى القرىٰ)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۵۹۵ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامه ابن نجيم رحمه الله: وشرط ادائها المصر ...... او مصلاه اى مصلى المصر لانه من توابعه فكان فى حكمه والحكم غير مقصور على المصلى بل يجوز فى جميع افنية المصر. (البحر الرائق ص ۱۴۰ جلد۲ باب صلاة الجمعة)

﴿۴﴾ قال العلامة حصكفى: والاعتكاف ......هو...... لبث...... ذكر فى مسجد جماعة...... او لبث امرأة فى مسجد بيتها.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱۴۰ جلد۲ باب الاعتكاف).

دیہات میں اقامت جمعہ کیلئے مذہب سے عدول غیر مستحسن امر ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احناف کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا جبکہ بعض دیگر ائمہ نے جائز بھی قرار دیا ہے، مولانا مودودی صاحب نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ نماز جمعہ کیلئے مصر اور بادشاہ اسلامی کی ضرورت نہیں، اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''صحیح ہیں ہم مقلدین ہیں لیکن نماز جمعہ میں ہم بعض شرائط میں ترمیم کرتے ہیں'' بہرحال مودودی صاحب کی نظر میں دیہات میں جمعہ پڑھنا بہتر ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ ہم اگر نماز جمعہ دیہات میں نہ پڑھیں تو وعظ ونصیحت سے لوگ محروم ہو جائیں گے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ اوبڑو کلے......۱۰/فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ عندالاحناف صحت جمعہ کیلئے مصر اور فنائے مصر شرط ہے﴿۱﴾ صرحوا به فی جمیع کتب الفقه، اور تحقیق کا بھی یہی تقاضا ہے لہٰذا بلا ضرورت مذہب سے عدول کرنا ایک غیر مستحسن امر ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

کمیٹی کی حدود میں داخل دیہات فنائے مصر یا مضافات میں داخل دیہات ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں چند دیہات صوابی سے دو میل کے فاصلے پر موجود تھے، گلوڈھیری، ملیانو بانڈہ، شیخ باز بانڈہ، عثمان شاہ بانڈہ، سیرئی بانڈہ، عبداللہ خان

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويشترط لصحتها سبعة اشياء المصر او فناؤه الخ.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ فی البشریٰ: اعلم انه لا يجوز الحكم والافتاء بالقول المرجوح وبمذهب سائر الائمة الا فی ثلاثة مواضع الاول عند الضرورة دون التشهی والتلهی فانه حرام الخ.
(البشری لارباب الفتویٰ ص ۴۵ الفصل السادس)

بانڈہ، وغیرہ اوران کے افراد کی تعداد بیس گھر سے سوگھر تک تھی، اور یہ دیہات چونگی سے باہر تھے لیکن یہ قریٰ ابھی سب کمیٹی صوابی کے تحت آ گئے، ابھی آبادی بھی تقریباً سڑک کے کنارے کنارے پہنچی ہوئی ہے چونگی بھی تبدیل ہوکر یہ سارے قریٰ چونگی کے اندر آ گئے ہیں، گلوڈھیری میں تو پہلے سے جمعہ وعیدین کی نماز ہوتی رہی اوران کی یہ دلیل تھی کہ یہ مضافات صوابی سے ہیں اور فنائے مصر میں داخل ہیں، لیکن ہم جمعہ کی نماز کے بجائے احتیاطاً ظہر پڑھتے رہے صرف گلوڈھیری اور شیر بازکورونہ میں جمعہ ہوتا تھا، اب تحقیق طلب بات یہ ہے کہ بوجہ دخول کمیٹی اور چونگی کے ان دیہات میں جمعہ کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ آیا یہ قریٰ فنامصر میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی صوابی......۱۹۹۱ء/۲/۱۹

الجواب: کمیٹی کی حدود کے اندر دیہات میں اقامت جمعہ جائز ہے کیونکہ یہ دیہات یا مصر کے محلے بن گئے ہیں، کما یشیر الیہ ما فی جمعة عمدة القاری ان التمصیر للامام فای موضع مصر مصر ﴿۱﴾ اور یا فنا کے داخلی دیہات ہیں، وھو واضح. وھو الموفق

دارالحرب میں جمعہ پڑھنا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا دارالحرب میں جمعہ پڑھنا درست ہے؟ علم الفقہ جو مولانا عبدالشکور صاحب کی تصنیف ہے، میں لکھا ہے کہ جمعہ کیلئے دارالاسلام شرط ہے اور لکھا ہے کہ دارالحرب میں جمعہ پڑھنا صحیح نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۵/ دسمبر۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ وفی المنهاج: والجواب عن اثر عمر ای جمعوا حیث ما کنتم، ان معناه حیث ما کنتم من الامصار الاتریٰ انها لا تجوز فی البراری کما فی عمدة القاری، قلت ولا بد عن هذا التاویل لئلا یعارض بالاحادیث المرفوعة، او یقال ان التمصیر للامام فای موضع مصر مصر. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۲ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

الجواب: دارالحرب میں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھی، حالانکہ اس وقت پیغمبر ﷺ نے نہ ہجرت کی تھی اور نہ کوئی والی اور قاضی مقرر کیا تھا، واصل الحدیث فی جمعة ابی داؤد ﴿۱﴾ نیز جواثی میں نماز جمعہ پیغمبر ﷺ کی حیات میں مقرر ہوئی حالانکہ یہ علاقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوا (کما فی بذل المجهود) ﴿۲﴾. وهو الموفق

جس جگہ جمعہ جائز ہو وہاں متعدد مقامات پر نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں چار مساجد ہیں اور ہر ایک مسجد میں الگ الگ نماز جمعہ ادا ہوتی رہتی ہے کیا ایک جگہ میں متعدد مقامات پر نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے، جبکہ بسا اوقات بعض مساجد میں پندرہ آدمی ہوتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق پیر سنگ پشاور......۲۴/ ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: اگر یہ مقام مصر شرعی یا فنا المصر یا قریہ کبیرہ ہو تو اس کی ہر ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا مشروع ہے ورنہ بصورت دیگر کسی مسجد میں نماز جمعہ مشروع نہیں ہے، کما فی شرح التنویر

﴿۱﴾ عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك وكان قائد ابيه بعد ما ذهب بصره عن ابيه كعب بن مالك انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا فى هزم النبيت من حرة بنى بياضة فى نقيع يقال له نقيع الخضمات قلت كم انتم يومئذ قال اربعون.

(سنن ابى داؤد ص ۱۶۰ جلد ۱ باب الجمعة فى القرىٰ)

﴿۲﴾ قال الامام خليل احمد السهارنفورى: (قوله لجمعة جمعت بجواثى قرية من قرى البحرين) وقال صاحب معجم البلدان جواثى بالضم وبين الالفين ثاء مثلثة يمد ويقصر وهو علم مرتجل حصن لعبد القيس بالبحرين فتحه العلاء بن الحضرمى فى ايام ابى بكر الصديق رضى الله عنه ۱۲ھ عنوة. (بذل المجهود فى حل ابى داؤد ص ۱۶۹ جلد ۲ باب الجمعة فى القرىٰ)

وتودیٰ فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتویٰ﴿۱﴾ (ھامش ردالمحتار ص۷۵۵ جلد ۱). وھو الموفق

دیہات میں جمعہ جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں دیہات میں سے ہے اور بڑے قصبے سے کم ازکم دو میل کے فاصلے پر ہے آبادی سات آٹھ سو تک ہوگی یہاں کی ساری آبادی مزارعین پر مشتمل ہے، دن رات اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں پہلے یہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی تھی، اور تین یا چار افراد جمعہ کیلئے کسی شہر جاتے تھے، پھر ہم نے یہاں جمعہ کی نماز گاؤں کی مساجد میں شروع کی اور ہر جمعہ کو پچاس کے لگ بھگ آدمی حاضر ہوتے ہیں، کیا یہاں پر نماز جمعہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فیض محمد......۹/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: یہ مقام مصر شرعی نہیں ہے اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے، لان التعریف و ھو التعریف الحقیقی ما فی البدائع ص ۲۶۰ جلد ۱ وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر وھو الاصح﴿۲﴾ انتھیٰ، قلت وعلم بعد التحقیق ان وجود الوالی امر استحبابی یدل علیه التجمیع فی المدینة المنورة قبل الھجرة ﴿۳﴾ وکذا ما فی ردالمحتار ص ۷۵۴ جلد ۱ فلو الولاة

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۵۹۵ جلد ۱ مطلب فی جواز استنابة الخطیب باب الجمعة

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ص۵۸۵ جلد ۱ فصل فی بیان شرائط الجمعة)

﴿۳﴾ (کما فی حدیث کعب بن مالک رواہ ابوداؤد ص ۱۶۰ جلد ۱ باب الجمعة فی القریٰ)

کفار ایجوز للمسلمین اقامه الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلماً ﴿۱﴾ . فافهم وهو الموفق ۔

صحرا میں اقامت جمعہ درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحرا میں اقامت جمعہ کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر عبد المطلب

الجواب: لا تصح اقامة الجمعة فی الصحراء ﴿۲﴾ ولا نیة الاقامة (فتح القدیر) ﴿۳﴾. وهو الموفق

جیل کے اندر قیدی یا حوالاتی کا جمعہ وعیدین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جیل کے اندر مقید قیدی یا حوالاتی کا جمعہ یا عیدین کی نماز درست ہے یا نہیں؟ جبکہ جیل کا پیش امام باہر کا آدمی ہے اس کی نماز ان کے ساتھ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: معلم دینیات ڈسٹرکٹ جیل ایبٹ آباد......۱۹۷۸ء/۷/۱۹

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۵۹۵ جلد ۱ مطلب فی نیة آخر ظهر بعد صلاة الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: ان قوله تعالیٰ فاسعوا الی ذکر الله لیس علی اطلاقه اتفاقا بین الامة اذ لا یجوز اقامتها فی البراری اجماعاً ولا فی کل قریة الخ.

(فتح القدیر ص۲۳ جلد ۲ باب الجمعة)

﴿۳﴾ قال ابن الهمام: ومجرد نیة الاقامة لاتتم علةفی ثبوت حکم الاقامة کما فی المفازة.

(فتح القدیر ص ۱۱ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

الجواب: واضح رہے کہ چونکہ اذن عام کی شرط عدم تفویت کی مصلحت پر مبنی ہے، کما یشیر الیہ کلام العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۷۶۲ جلد ۱ حیث قال لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتهما علی الناس وذا لا یحصل الا باذن العام ﴿۱﴾، پس جب مفتی بہ قول جواز تعدد ہے تو اذن عام کی اشتراط کی وجہ باقی نہیں رہی، اور جیل میں ممانعت جمعہ کی علامت مرتفع ہوئی، فافهم. وهو الموفق

صحرا و بیابان میں جمعہ وعیدین کسی صورت میں صحیح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی فوج والے اکثر حالات میں مقیم نہیں رہتے اگر کسی جگہ اقامت بھی کرے تو خانہ بدوشوں کی طرح خیمے گاڑ کر چند دن ایک جگہ کام کرتے ہیں اور چند دن بعد دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں، بہر حال ان پر نماز جمعہ وعیدین فرض واجب ہے یا نہیں؟ ہم فوجی شاہراہ ریشم گلگت پر کام کرتے ہیں کیا ہم جمعہ وعیدین ادا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: امین الرحمٰن......۳۔۱۹۷ء

الجواب: واضح رہے کہ مسافر اگر جمعہ یا عیدین پڑھے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے ﴿۲﴾ لیکن بیابان اور صحرا میں اگر ہزاروں خیمے نصب کئے گئے ہیں نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا درست نہیں ہے، صرح به ابن الهمام فی شرح الهداية ﴿۳﴾ ویدل علیه ان النبی ﷺ صلی الظهر فی

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة مرغینانی: ویجوز للمسافر والمریض ان یؤم فی الجمعة وقال زفر لا یجزئه لانه لا فرض علیه فاشبه الصبی والمرأة ولنا ان هذه رخصة فاذا حضروا یقع فرضا علی ما بیناه. (هداية علی صدر فتح القدير ص ۳۳ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامه ابن الهمام: ولا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا لانها فضاء.
(فتح القدير ص ۲۵ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

عرفات و کان یوم الجمعة ﴿۱﴾. وهو الموفق

مستقل کیمپ میں مسلمان حاکم کی اجازت سے جمعہ قائم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج سے دوسال بیشتر محکمہ آئل اینڈ گیس کارپوریشن نے دھنی کے مقام پر تیل اور گیس کی تلاش کیلئے تجرباتی کنواں کھودنا شروع کیا تھا، اب دوسرا کنواں کھودا جارہا ہے پہلے ہم عارضی کیمپ میں رہتے تھے اب کامیابی کے بعد اس کیمپ میں رہائش مستقل ہوئی ہے، کیمپ میں خوبصورت اور کشادہ مسجد بھی بنائی گئی ہے اور ہم تین سو افراد اس میں موجود ہیں جبکہ قصبہ جھنڈ ہم سے دس کلومیٹر دور ہے اب جبکہ اسی طرح کے کیمپوں میں جمعہ جاری ہے کیا ہم جمعہ جاری کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرحمٰن او جی ڈی سی جھنڈ پنڈی گھیپ ۱۹۸۴ء/۱۰/۹

الجواب: مسلمان حاکم کے آرڈر اور اذن سے اس پختہ کیمپ میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے اور بلا اذن کسی قسم کیمپ میں اقامت جمعہ جائز نہیں ﴿۲﴾ (ماخوذ از ردالمحتار ص ۷۴۹ جلد ۱). وهو الموفق

نماز جمعہ کیلئے اذن عام اور سلطان کا شرط ہونا مقاصد سے نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ اور عیدین کے صحیح ہونے

﴿۱﴾ قال العلامة اخلیل احمد السهارنفوری: وقد ثبت بروایة مسلم ان رسول الله ﷺ لما وقف بعرفات فی حجة الوداع یوم الجمعة لم یصل الجمعة فیها بل صلی فیها الظهر.

(بذل المجهود فی حل ابی داؤد ص ۱۷۰ جلد ۲ باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: وحاصله انه لا تصح اقامتها الالمن اذن له بواسطة او بدونها. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۲ جلد ۱ باب الجمعة)

کیلئے اذن عام اور سلطان شرط ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: محمد رحمت اللہ حقانی تنگی نصرت زی......۱۹۷۷ء/ ۸/ ۱۰

الجواب: سلطان اور اذن عام خود مقاصد سے نہیں ہیں، ان کی اشتراط تفویت سے بچاؤ کیلئے ہے، کما یشیر الیه ما فی ردالمحتار ص ۵۴۶ جلد ۱ لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتها علی الناس (ای بالنزاع فی التقدم) وذا (ای التحرز عنه) لا یحصل الا باذن العام انتهیٰ، اور تفویت کا خطرہ عدم جواز تعدد کی تقدیر پر ہوتا ہے نہ کہ جواز کی تقدیر پر جو کہ ظاہر المذہب ہے، ویشیر الیه ایضا ما فی ردالمحتار: قلت وینبغی ان یکون محل النزاع (فی قصره ومصره) ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق الفوات کما فی افادة التعلیل تامل ﴿۱﴾ انتهیٰ. هذا ما عندی ولعل عند غیری احسن منه﴿۲﴾ . وهو الموفق

اقامت جمعہ کیلئے مصر، جماعت اور خطبہ وغیرہ ضروری ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین محدثین ومدرسین دار العلوم حقانیہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ دیر میں ایک عالم نے کہا ہے کہ (۱) جمعہ کے دن ظہر میں اربعہ کا اثبات خیر

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط وجوب الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: وقلت قید الوالی قید لبیان ما هو الواقع غالباً ولیس قیدا احتراز یا بدلیل ان الله تعالیٰ اطلق المصر والمدینة علی المقامات اللتی فی ایدی الکفار ولان المهاجرین الاولین جمعوا فی المدینة المنورة قبل هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن ثم وال ولما فی المبسوط لو الولاة فی بلاد الکفار کانوا کفاراً یجوز للمسلمین اقامة الجمعة.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

القرون ثلاثہ میں نہیں ہے بلکہ ظہر میں رکعتیں حدیث قولی وفعلی سے ثابت ہیں، لہٰذا چار رکعت بعد قیاس غیر معتبر ہے کیونکہ یہ نص قطعی اور حدیث قولی وفعلی سے معارض ہے وہر چہ ایں حدیث دارقطنی ست، ومــــن ادرک رکعة من الجمعة فليصل اليهااخرى ومن فاتته ركعتان فليصل اربعا او قال الظهر رواه دارقطنی، این قول حدیث نیست بلکہ قول دارقطنی وفقہاء است چرا کہ امام جامع ترمذی ایں راقول فقہاء گفتہ است بایں طریقہ کہ وقالوا من ادرک رکعة من الجمعة.(۲) نیز میگوید کہ نماز جمعہ بہ ہمہ مسلمانان مرد باشد یازن، عبد باشد یا حر، مریض باشد یا صحیح، مسجد باشد یا بیرون مسجد صحرا وغیرہ، مصر باشد یا غیر مصر، بوجہ تعمیم نص قرآنی رکعتین فرض است، وہر چہ دراحادیث استثناء امدہ است چنانچہ دریں حدیث، وعن طارق ابن شهاب قال قال رسول الله ﷺ الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة الا على اربعة عبد مملوک، اورعورت، صبی اور مریض رواه ابو داؤد دریں حدیث ذکر جمعہ مع جماعت درحق غیر معذورین ونفی درحق معذورین ثابت ومنقول است چرا کہ الا استثنائیہ قیدرا متوجہ میشود کہ جماعت است نہ مقیدرا کہ حدسواہ جمعہ است، مثل ایں قول نحاۃ جاء نی القوم راکبین الا زیداً لہٰذا بوجہ حدیث بالا ازمعذورین مذکور جماعت کہ سنت مؤکدہ است ساقط میشود نہ صلاۃ جمعہ کہ اصلی مکتوبہ است چرا کہ دراسقاط مکتوبات مطلقا خواہ جمعہ باشد یا دیگر مکتوبات نقل ثابت از نبی علیہ السلام وصحابہ کرام منقول نیست واسقاط جماعت بوجہ اعذار شرعیہ از نبی علیہ السلام وصحابہ کرام منقول است، واما هذا القول : لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولااضحى الا فى مصر جامع مقولہ فقہاء است نہ کہ حدیث صحیحہ بہ سند منقولہ است، چرا کہ نووی شارح مسلم ایں راضعیف گفتہ است۔فقط

المستفتی :مولوی شفیع اللہ مقام واڑی ضلع دیر بالا......۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ شخص کوئی با قاعدہ عالم معلوم نہیں ہوتا اسلئے جواب دینے کالائق نہیں ہے، البتہ مستفتی کی تطییب خاطر کیلئے مختصراً کچھ لکھا جاتا ہے (۱) اس شخص کا یہ قول کہ خیر القرون میں جمعہ کے دن چار

رکعت پڑھنا ثابت نہیں ہے اس سے اس کا تتبع ناقص معلوم ہوتا ہے، امام بخاری نے اپنی سند سے یہ روایت کی ہے، قال عمر قد عرفنا ذلک الیوم والمکان الذی نزلت فیه، الیوم اکملت لکم دینکم الایة، علی النبی ﷺ هو قائم بعرفة یوم الجمعة ﴿۱﴾ ص ۱۱ جلد ۱، اس سے معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع میں یوم الجمعۃ عرفے کا دن تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اس دن ظہر کی نماز پڑھی تھی، لما رواه مسلم ثم اذن بلال ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر ﴿۲﴾ مشکوٰاة ص ۲۲۳، اور نماز ظہر اور نماز جمعہ جدا جدا نمازیں ہیں اور اس روایت میں تصریح کی گئی ہے کہ اذان کے بعد اقامت ہوئی ہے اور خطبہ نہیں پڑھا گیا ہے پس اگر یہ جمعہ ہوتا تو خطبہ ضرور پڑھا جاتا۔ (۲) نیز یہ حدیث مرفوع ہے، یعنی من فاتته الرکعتان فلیصل اربعا او قال الظهر ﴿۳﴾ اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، اور امام محمد رحمہ اللہ کا مستدل ہے اور دار قطنی نے اسے بہت اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سے انکار کرنا مکابرہ ہے بیشک اس کی اسانید میں کوئی نہ کوئی ضعف ہے، لیکن حدیث ہونے سے انکار نا قابل تسلیم ہے۔ (۳) نص قرآن سے کم از کم چار اشخاص کی جماعت کا ضروری ہونا معلوم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فاسعوا جو کہ جمع کا صیغہ ہے اور کم از کم تین افراد کو چاہتا ہے اور، الی ذکر الله ذاکر اور خطیب کے وجود پر دلالت کرتا ہے، اور اس حدیث میں اگر نفی قید کی طرف متوجہ ہو جائے تو لازم آتا ہے کہ صبی اور نابالغ پر نماز جمعہ واجب اور فرض ہو جائے حالانکہ حدیث صحیح کی بنا پر وہ مرفوع قلم ہے۔ (۴) لا جمعة و لا تشریق مرفوعا اور موقوفا دونوں طرح منقول ہے ﴿۴﴾ اور موقوف

﴿۱﴾ (الصحیح البخاری ص ۱۱ جلد ۱ باب زیادة الایمان و نقصانه کتاب الایمان)

﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۲۲۵ جلد ۱ باب قصة حجة الوداع)

﴿۳﴾ (مشکواة المصابیح ص ۱۲۴ جلد ۱ باب الخطبة و الصلوٰة الفصل الثالث)

﴿۴﴾ (هدایة مع فتح القدیر ص ۲۲ جلد ۲ باب الجمعة)

اصح ہے لیکن درحقیقت وہ بھی مرفوع ہے، کیونکہ یہ حکم عقل سے معلوم نہیں ہوسکتا ہے﴿۱﴾۔ (۱) نیز چو[illegible]یں صدی کے وہابی اور غیر مقلد کا قول خیر القرون کے صحابی کے قول کے مقابلہ میں لینا نہ عقل مانتی ہے اور نہ علم کا تقاضا ہے۔فقط

مصر شرعی کے بارے میں حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ پر نقد اور اس کا تفصیلی جواب

سوال: ایک بستی جو درجہ ذیل کوائف پر مشتمل ہے کیا وہ مصر شرعی ہے یا نہیں؟

(۱) آبادی جو چھوٹے بڑے، مرد وعورت تقریباً تین ہزار۔ (۲) گورنمنٹ ہائی سکول مع پورا عملہ تقریباً دوسو۔ (۳) انٹرمیڈیٹ کالج۔ (۴) دیہی مربوطی سنٹر (۵) منصوبہ آبنوشی جس کے کارندے ہر وقت موجود رہتے ہیں (۶) ڈاکخانہ (۷) لاری اڈہ (۸) برائے علاج معالجہ ایک ڈاکٹر مع دوکان (۹) غیر منظم شکل میں دوکانیں اگر یکجا کی جائیں تو چھوٹا سا بازار بن جائیگا (۱۰) نو وارد شخص کو دیہات کی بجائے ظاہری طور پر بستی نظر آتی ہے (۱۱) آرہ مشین (۱۲) دوعدد آٹے کی مشین (۱۳) گرلز مڈل سکول (۱۴) یو بی ایل بمعہ عملہ کے (بینک) موجود ہے (۱۵) قیام امن کیلئے پولیس چوکی بھی موجود ہے، کیا یہ مصر شرعی ہے؟ کیا یہاں نماز جمعہ پڑھی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شیر خان غزنی خیل لکی مروت

﴿۱﴾ فی المنهاج: او نقول حديث جواثی معارض بالاقویٰ لان احاديث المنع محرمة، ولان حديث الانتياب وحديث لا جمعة الا فی مصر جامع ذكر فيهما تشريع عام وضابط كلی بخلاف حديث جواثی فانه ذكر فيه امر جزء ی، ولان حديث جواثی حديث تقريری حكماً وحديث لا جمعة الا فی مصر جامع حديث قولی حكماً، فان قال المجوزون حديث علی موقوف، وحديث جواثی مرفوع قلنا حاشا وكلا فانه ليس فيه قول الرسول ولا فعله ولا تقريره فان قالوا حديث جواثی حديث مرفوع تقريری علی حسب القواعد، قلنا حديث علی مرفوع قولی علی حسب القواعد كما مر.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۲ جلد۳ باب ماجاء منكم يوتی الی الجمعة)

الجواب: بشرطِ صدق وثبوت یہ مقام مصر شرعی ہے، لہٰذا اس میں نماز جمعہ وعیدین پڑھنا درست ہے، یدل علیہ ما فی القهستانی وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق (ماخوذ از ردالمحتار ص۷۴۸ جلد ۱) قلت والحوانیت المتفرقة الکثیرة التی یباع فیها کل ما یحتاج الیه اهل البلد ومن حوله قائمة مقام الاسواق معنی، فافهم، فان حقیقة المصر امر وجدانی والتعریفات المرویة رسوم ﴿۱﴾. وهو الموفق

............محمد فرید عفی عنہ............

حضرت مولانا فضل احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت کا جواب

سائل نے جس جگہ کیلئے نماز جمعہ کی فرضیت کا استفتاء فرمایا ہے وہ شرعاً مصر نہیں ہے اور حضرت مفتی محمد فرید صاحب نے جو عبارت نقل فرمائی ہے اس سے ہی عدم جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس جگہ میں اسواق یعنی بازاریں نہیں ہیں، متفرق دکانوں کو بازاروں کا حکم دینا مفتی صاحب کی اپنی رائے ہے کسی کتاب کا حکم نہیں، لہٰذا ایسے مقام میں قطعاً نماز فرض ظہر چھوڑنا درست نہیں۔ واللہ علم

فضل احمد غفرلہ

صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت

الظاهر ان الجواب الثانی صحیح

غلام نبی عفی عنہ

۱۹۷۶ء/۸/۱

تعریف مصر میں اختلاف فقہاء

﴿۱﴾ جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے ایک شرط احناف کے نزدیک مصر ہونا ہے اور قریہ کبیرہ بھی مصر کے حکم میں داخل ہے لیکن مصر کی کوئی خاص تعریف اور حد مقرر نہیں بلکہ یہ ایک عرفی حقیقت ہے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دارالافتاء جامعہ حقانیہ کی جانب سے حضرت مولانا فضل احمد صاحب کے جواب پر نقد

بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ بات تو مذہب حنفی میں مصرح اور متفق علیہ ہے کہ شرائط جمعہ میں سے ایک مصر ہے اور یہ بھی مسلمہ ہے کہ جملہ فتاویٰ نے قصبات وقریٰ کبیرہ کو مصر کے حکم میں شمار کیا ہے، اب یہ کہ مصر، قصبہ اور قریہ کبیرہ کی حقیقت کیا ہے، اس کو علامہ شامی نے ص ۴۸ ۷ پر بحوالہ تحفہ خود صاحب مذہب یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یوں نقل فرمایا ہے، عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق الخ، دیگر فقہاء سے جو تعریفات منقول ہیں ظاہر ہے کہ وہ علامات مصر ہیں اور امام صاحب سے یہ مروی تعریف بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل حقیقت مصر عرف پر مبنی ہے کہ اس میں سکک واسواق کی کوئی تشریح وتحدید نہیں ہے، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۱ جلد ۵ نے اسی نکتہ نگاہ کو پیش نظر رکھ کر کہا ہے ''مدار اس کا عرف پر ہے اور اہل عرف قریہ صغیرہ وکبیرہ کے فرق کو

(بقیہ حاشیہ) جو زمانہ اور حالات کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے اسلئے فقہاء احناف نے اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے علامات اور امارات مصریت بیان فرمائے ہیں، علامہ کاسانی فرماتے ہیں، اما المصر الجامع فقد اختلف الاقاویل فی تحدیده، ذکر الکرخی ان المصر الجامع ما اقیمت فیه الحدود ونفذت فیه الاحکام وعن ابی یوسف روایات ذکر فی الاملاء کل مصر فیه منبر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود فهو مصر جامع تجب علی اهله الجمعة وفی روایة قال اذا اجتمع فی قریة من لا یسعهم مسجد واحد بنی لهم الامام جامعاً ونصب لهم من یصلی بهم الجمعة، وفی روایة لو کان فی القریة عشرة آلاف او اکثر امرتهم باقامة الجمعة فیها، قال بعض اصحابنا المصر الجامع ما یتعیش فیه کل محترف بحرفته من سنة الیٰ سنة من غیر ان یحتاج الی الانتقال الی حرفة اخری، وعن ابی عبد الله البلخی انه قال احسن ماقیل فیه اذا کانوا بحال لو اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم ذلک حتی احتاجوا الی بناء مسجد الجمعة فهذا مصر تقام فیه الجمعة، وقال سفیان الثوری المصر الجامع ما یعده الناس مصراً عند ذکر الامصار المطلقة، وسئل ابو القاسم الصفار عن حد المصر الذی...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

جانتے ہیں' 'ایک سطر کے بعد اسی صفحہ پر درج ہے''جو قریہ باعتبار آبادی کے قریب قصبہ صغیرہ کے ہو اس میں جمعہ صحیح ہوگا'' پھر یہی مدعیٰ ص ۵۴ جلد ۵ پر اسی طرح مصرح ہے کہ ''عرف میں جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ ہے اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے''۔

سائل نے مستفسرہ مقام کی جو کیفیات بیان کی ہیں ان میں کیفیت اول بعینہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے اس نکتہ نظر سے میل کھاتی ہے، نیز سائل کی کیفیت اول سے ہی اس کا قریہ کبیرہ ہونا معلوم ہوتا ہے، کہ اس کی آبادی تین ہزار کے قریب بتلائی گئی ہے اور جو بستی اسی مقدار کی آبادی پر مشتمل ہوا کابر نے اس کو قریہ کبیرہ کا حکم دیا ہے، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ٦٦ جلد ۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمایئے ''پس قریہ مذکورہ بظاہر قریہ کبیرہ ہے کہ اس کی آبادی تین ہزار کے قریب ہے لہٰذا جمعہ پڑھنا اس میں واجب ہے صحیح ہے''۔ فتاویٰ ہذا ص ۱٦۸ جلد ۵ کو ملاحظہ فرماویں تو وہاں اس سے کم مقدار کی آبادی میں جمعہ کے وجوب کی

(بقیہ حاشیہ) تجوز فیہ الجمعۃ فقال ان تکون لھم منعۃ لو جاء ھم عدو قدروا علی دفعہ، فحینئذ جاز ان یمصر، وتمصرہ ان ینصب فیہ حاکم عدل یجری فیہ حکما من الاحکام وھو ان یتقدم الیہ خصمان فیحکم بینھما. (بدائع الصنائع ص ۵۸۴،۵۸۵ جلد ۱ شرائط الجمعۃ)

بہر حال فقہاء احناف نے اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے مصر کی تعریف وتحدید کی ہے جو ہماری کتابوں میں مختلف عبارات سے نقل ہوئی ہے، ان متداول اقوال کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں (کما فی البرجندی شرح مختصرا لوقایہ والدر المختار) اور علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جو تعریف منقول کی ہے یوں ذکر کیا ہے، وروی عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ وعلمہ او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث وھو الاصح (بدائع الصنائع ایضا) اور امداد الفتاح میں ہے، وھذا ھو الاصح کذا فی التتارخانیۃ (امداد الفتاح ص ۵٦۲)

اور طحطاوی میں ہے صرح بہ فی التحفۃ عنہ (ابی حنیفۃ) ورواہ الحسن عنہ فی کتاب الصلاۃ کذا فی غایۃ البیان وبہ اخذ ابویوسف وھو ظاہر...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صراحت کی گئی ہے یعنی جس قریہ میں وجوب جمعہ کا حکم صادر کیا گیا ہے وہ دو ہزار آٹھ سو کی آبادی کا قریہ ہے اور اس میں سولہ دکانیں ہیں۔

فتاویٰ ہذا ص ۵٦ جلد ۵ پر ہے ''اگر دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور کل آبادی دونوں گاؤں کی دو ہزار آدمیوں کی ہے اور وہ بڑا قریہ سمجھا جاتا ہے تو جمعہ وہاں صحیح ہے''، فتاویٰ ہذا ص ۵۸ کو دیکھئے تو وہاں اس قریہ میں بھی نماز جمعہ کی صحت کا حکم دیا گیا ہے. جس میں صرف تین دکانیں ہیں اور آبادی کا تخمینہ دو ہزار ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ناقد محترم نے آبادی کی تعداد سے اختلاف نہیں فرمایا ہے اور نہ ہی اس سے کہ مدار مصریت عرف پر ہے بلکہ مفتی صاحب کی تعبیر اسواق سے اختلاف فرمایا ہے، اور اسواق کو حوانیت مختلفہ سے تعبیر کرنے کو حضرت مفتی صاحب کی ذاتی رائے قرار دی ہے، بہر حال ان کا یہ دعویٰ محل نظر ہے کیونکہ اسواق

(بقیہ حاشیہ) المذهب كما فی الهداية واختاره الكرخی والقدوری وفی العناية هو ظاهر الرواية وعليه اكثر الفقهاء (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۱۵) اور علامہ سید احمد الطحطاوی اسی صفحہ میں فرماتے ہیں، ولما كان حد المصر مختلفا فيه علی اقوال كثيرة الفصل فی ذلك ان مكة والمدينة مصر ان تقام بهما الجمعة من زمنه ﷺ الی اليوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصر وكل تفسير لا يصدق علی احدهما فهو غير معتبر كقولهم هو ما لا يسع اهله اكبر مساجده او ما يعيش فيه كل محترف بحرفته او يوجد فيه كل محترف وغير ذلك انتهـــیٰ. پس معلوم ہوتا ہے کہ شہر یا بڑی آبادی ہو جہاں ضروریات سے متعلق چیزیں ملتی ہوں پس جس بڑے آبادی میں چند دکانیں ہوں اور اہل بلدہ کے حوائج کیلئے کفایت کرتا ہو تو اصل غرض کی بنیاد پر یہ اسواق کے قائم مقام ہوں گے، اسی طرح اس تعریف میں قید والی بھی بیان کیلئے معلوم ہوتا ہے نہ کہ احتراز کیلئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر جو کفار کے قبضہ میں تھے پر بھی مصر اور مدینہ کا اطلاق کیا ہے، اور اسی طرح مہاجرین اولین جو مدینہ منورہ میں جمع ہوئے تھے اور پیغمبر علیہ السلام تشریف نہیں لے گئے تھے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی یہی تشریح جو حضرت مفتی صاحب نے فرمائی ہے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۶۸ جلد ۵ سے مترشح ہے کیونکہ جس قریہ میں وجوب جمعہ کا حکم ہے اس کے سوال میں یہ صراحت موجود ہے کہ سولہ دکانیں تو ہیں مگر بازار کی شکل میں نہیں اور جواب کی عبارت سے یہی بات اور ہی واضح ہو جاتی ہے کہ اگرچہ موضع مذکور میں بازار نہیں ہے مگر باعتبار آبادی کے اس کو ملحق بالقصبہ کر سکتے ہیں۔

ایک اور زاویہ نظر سے دیکھئے کہ مصریت کی روح فراہمی ضروریات ہے تنظیم اسواق نہیں چنانچہ امداد

(بقیہ حاشیہ) تو والی موجود نہیں تھا اور انہوں نے جمعہ پڑھا تھا، اسی طرح علامہ طحطاوی کے فیصلہ کے مطابق مدینہ منورہ کے نقشہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مصر میں اتصال السکک اور دور بھی لازمی نہیں کیونکہ علامہ ابن حزم نے محلیٰ میں لکھا ہے، ان النبی ﷺ اتی المدینة وھی قریٰ صغار متفرقة، چونکہ مدینہ علم شخص ہے لہٰذا اس عبارت سے یہ مطلب نہیں ہے کہ مدینہ چند دیہات پر مشتمل وادی کا نام ہے بلکہ قریٰ صغار متفرقۃ سے مراد دور، محلات اور منازل منفصلہ ہے، اور اسی تفصیل کو ہمارے شیخ اور مربی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے منھاج السنن شرح جامع السنن للترمذی میں یوں ذکر کیا ہے، قلت الحوانیت المتعددة اللتی تکفی لحوائج اھل ھذہ البلدة واھل الرساتیق المتعلقة بھا تقوم مقام الاسواق فی اصل الغرض وقلت ایضا قید الوالی قید لبیان ما ھو الواقع غالبا ولیس قید احتراز یا بدلیل ان اللہ تعالیٰ اطلق المصر والمدینة علی المقامات التی فی ایدی الکفار ولان المھاجرین الاولین جمعوا فی المدینة المنورة قبل ھجرة النبی ﷺ ولم یکن ثم وال، ولما فی المبسوط لو الولاة فی (بلاد الکفار) کانوا کفاراً یجوز للمسلمین اقامة الجمعة، وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیھا اتصال السکک والدور لما ذکرہ ابن حزم فی المحلی ان النبی ﷺ اتی المدینة وھی قریٰ صغار متفرقة انتھیٰ، قلت لا بد من ان یراد من القریٰ فی کلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا یصح ما زعم ابن حزم ان المدینة المنورة کانت اسما للوادی المشتمل علی القریٰ لانه یاباہ تسمیتھا ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الفتاویٰ ص ۴۱۹ جلد ا پر ایک سوال کے جواب میں اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اسواق بقرینہ مقام اسم جنس ہے جو واحد کو بھی شامل ہے اور سوق کے اشتراط کا حاصل یہ ہے کہ ہر وقت کے حوائج ضروریہ میں وہاں کے سکان دوسرے مصر کے محتاج نہ ہوں، سو اس غرض کے حصول میں اتصال وانفصال برابر ہے''، پھر بحر العلوم کے والد صاحب رحمہ اللہ کا قول اس کی تائید میں نقل فرمایا ہے عربی عبارت یہ ہے، **حیث قال و کان مطلع الاسرار ابی قدس سرہ یفتی بان المصر موضع یندفع حاجة الانسان الضروریة من الاکل بان یکون هناک من یبیع طعاما والکسوة الضروریة وان یکون هناک اهل حرف یحتاج الیهم کثیرا**'' اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصر کیلئے اسواق علی وجہ الانتظام ضروری نہیں۔ **هذا ما عندی والله اعلم بالصواب**

عبدالحلیم غفرلہ کلاچوی

خادم دارالافتاء جامعہ حقانیہ

یہ تفصیل درست ہے

محمد فرید عفی عنہ

(بقیہ حاشیہ) **بالمدینة علم شخص. فافهم**

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۸،۴۷ جلد ۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعة)

پس حقیقت یہ ہے کہ مصر ان اصطلاحات میں سے ہے جس کا مدار عرف پر ہے اور یہ واضح بات ہے کہ زمانہ کے تغیر کے ساتھ ان علامات میں بھی تبدیلی آتی ہے، اسلئے جس قدر تعریفات ہیں سب اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے ہیں، اور اسلئے مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے ''فقہاء نے مردم شماری کی کوئی تعداد بیان نہیں کی ہے بلکہ صرف یہ بتایا ہے کہ شہر یا بڑی آبادی ہو جہاں ضروریات سے متعلق چیزیں ملتی ہوں آبادی کا اندازہ بعد میں لگایا گیا ہے صرف آبادی کا اندازہ تین چار ہزار لکھا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والے جواب میں موجود ہے، اور شہریت بھی ہو تو اس وقت آبادی بارہ تیرہ سو بھی کافی ہے (حاشیہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۶ جلد ۵) اور شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ ص ۴۱۵ جلد ا میں ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شہر سے چار سو میل دور تجارتی منڈی میں جمعہ کرنا

سوال: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم کے بعد عرض آنکہ! کہ شہر سے ساڑھے چار سو میل دور ایک جگہ ہے جس میں مختلف لوگوں نے مشترکہ طور پر لکڑی کی تجارت کیلئے ایک جگہ خرید کر منڈی بنائی، اور اس منڈی میں تقریباً چار پانچ سو لوگ تجارت کا کاروبار کرتے ہیں، اور کچھ دکانیں بھی ہیں یعنی سات آٹھ ہوٹل ہیں اور اس منڈی کے نزدیک چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں عیدین پر یہ لوگ اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اور منڈی کی حفاظت کیلئے کچھ نوکر رہ جاتے ہیں اور منڈی میں اکثر کام کرنے والے مسافر ہوتے ہیں منڈی میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے اس جگہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نظیف وزیرستان

الجواب: چونکہ یہ مقام مصر شرعی نہیں ہے لہٰذا یہاں جمعہ پڑھنا احناف کے نزدیک ناجائز ہے مصر شرعی کیلئے چند محلوں اور چند بازاروں کا وجود ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے متعلقہ دیہات ضروریات کیلئے اس جگہ کو مراجعت کرتے ہوں، یدل علیه ماروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیھا سکک و اسواق ولھارساتیق الخ (شامی ص ۷۴۸ جلد ۱)﴿۱﴾. وھو الموفق

کتبہ: محمد فرید عفی عنہ

(بقیہ حاشیہ) فرماتے ہیں ''خود صاحب مذہب سے مصر کی یہ تعریف منقول ہے، انه بلدة کبیرة الخ، اور جس قدر تعریفیں فقہاء نے کی ہیں سب کا مرجع ومآل یہی ہے کہ سب عنوانات مختلفہ ہیں معنون واحد کے اور اس سے زیادہ جامع مانع تعریف جس سے تحدید تام ہو جاوے، امور غیر مقدرہ فی النص میں خود امام صاحب کے مسلک کے خلاف ہے، لانه زیادة فی الدین ، باقی رہی ضرورت رفع نزاع سو مثل دیگر غیر مقدرہ کے اس میں بھی تردد کے وقت اغلب رائے مبتلی بہ اور وقت تعارض آراء کے عدول ثقات کا قول معتمد ومعتبر ہوگا اور جس کو نزاع ہی مقصود ہو اس کیلئے تعریف جامع مانع بھی کافی نہیں۔ وھو الموفق...... (از مرتب)

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں لہٰذا اس میں نماز احتیاطی پڑھنا بے احتیاطی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پچاس گھرانوں پر مشتمل ہے کریانہ کے چند محدود دکانیں بھی ہیں اس میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ ساتھ چہار رکعت احتیاطی کا کیا حکم ہے؟ نیز بعض ائمہ کے نزدیک قریٰ میں جمعہ ثابت ہے ہماری دلیل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ہمشیر خان زروبی مردان ......۴/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: اس مقام میں نماز ظہر با جماعت پڑھنا ضروری ہے اور نماز جمعہ پڑھ کر نماز احتیاطی پڑھنا بے احتیاطی ہے، لعدم صحة الجمعة فی القریٰ لحدیث عبد الرزاق لا جمعة ولا تشریق...... الا فی مصر جامع روی مرفوعا وموقوفا وهو الاصح لکنه فی حکم المرفوع صرح به ابن الهمام﴿۱﴾ ولحدیث تناوب اهل القریٰ (رواه البخاری وغیره) ولحدیث عدم اقامة الجمعة فی قباء عند الهجرة، واما احادیث جواثی فلیس فیه قول رسول اللهﷺ ولا فعله ولا تقریره ولو سلم التقریر فلفظ القریة یطلق علی المصر ایضا کما فی قوله تعالیٰ: علی رجل من القریتین عظیم، وقوله تعالیٰ، واسئل القریة، فالمراد ههنا المعنی الشامل للحصر لان لا یعارض بحدیث لا جمعة ولا تشریق الحدیث، ولو سلم ان المراد ههنا مقابل المصر فیرجح

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: (قوله لقولهﷺ لا جمعة) رفعه المصنف وانما رواه ابن ابی شیبة موقوفا علی علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینة عظیمة صححه ابن حزم ورواه عبد الرزاق من حدیث عبد الرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه قال لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع وکفی بقول علی رضی الله عنهما قدوة.

(فتح القدیر ص ۲۲ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

حدیثنا لا نه تشریع عام وقول محرم بخلاف حدیث جواثا﴿۱﴾. وهو الموفق

تین سوافراد پر مشتمل آبادی قریہ صغیرہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس جگہ کی آبادی تین سو افراد پر مشتمل ہو جبکہ یہ جگہ ایک شہر(ہنگو) سے بیس میل اور دوسری شہر(زرگری بازار) سے آٹھ میل دور ہو ضروریات سے بھی محروم ہو اس مقام میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: سراج الاسلام جامع مسجد کوچی بازار پشاور......۱۹۸۳ء/۱۱/۹

الجواب: یہ مقام قریہ صغیرہ ہے اس میں جمعہ درست نہیں ہے،اور نماز ظہر باجماعت ادا کرنا ضروری ہے،کما فی الهندیه ومن لاتجب علیهم الجمعة من اهل القریٰ والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة﴿۲﴾. وهو الموفق

متعدد قریٰ پر مشتمل علاقہ مصر شرعی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا احناف کے نزدیک ایسے مقام میں جمعہ جائز ہے جہاں تیس گھروں پر مشتمل گاؤں ہو اور ارد گرد متعدد آبادی ہو جو سو گھر تک پہنچتی ہو؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد خطاب دربند ضلع ہزارہ

الجواب: یہ مقام مصر شرعی نہیں ہے لہٰذا یہاں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے﴿۳﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۸ جلد۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعة)

﴿۲﴾(فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۵ جلد ۱ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قریة ولا مفازة. (البحر الرائق ص ۱۴۰ جلد۲ باب صلاة الجمعة)

تقریباً دو ہزار افراد پر مشتمل قریہ میں نماز جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی سب سے بڑی مسجد میں جب لوگ جمع ہوتے ہیں تو اس میں جگہ نہیں ہوتی مسجد بھر جاتی ہے کیا اس گاؤں میں اس شرط کے پورے ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شریف محمد پلوسہ کرک

الجواب: اگر یہ مقام قریہ کبیرہ ہو قریٰ متعددہ نہ ہو تو اس میں نماز جمعہ پڑھنا مشروع ہے، کماذکرہ الشامی عن القهستانی ﴿۱﴾ اور کسی مقام کے قریہ کبیرہ ہونے اور نہ ہونے کا دارمدار عرف پر ہے جس مقام میں دو ہزار انسان مرد وزن، بالغ نابالغ، مسلمان کافر بستے ہوں تو یہ مقام قریہ کبیرہ ہوگا۔ وهو الموفق

دو ہزار افراد پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی آبادی دو ہزار افراد پر مشتمل ہے اور اشیائے ضرورت بھی ملتی ہیں کیا اس میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حاجی ایوب گلگت......۸/ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ مقام مصر شرعی ہے اس میں نماز جمعہ پڑھنا صحیح بلکہ ضروری ہے، لان المصر على الصحيح موضع بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق ص ۲۶۱ جلد ۱ بدائع ﴿۲﴾، وفی ردالمحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ وعبارة القهستانی وتقع فرضا فی القصبات

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله وفی القهستانی) تقع فرضا فی القصبات والقرىٰ الكبيرة التی فيها اسواق. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ وقال العلامة الكاسانی رحمه الله: وروى عن ابی حنيفة انه (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

والقریٰ الکبیرة اللتی فیها اسواق ﴿١﴾ وفی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ٥٦، ٥٨ جلد٥ تصریح بصحة الجمعة فی القریة اللتی یسکن فیها الفان﴿٢﴾. وھوالموفق

ایک سوبیس گھروں پر مشتمل افغان مہاجر کیمپ میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہاجرین افغانستان کے کیمپ میں ایک سوبیس گھر ہیں جو ایک صحرا میں واقع ہیں کیا اس میں نماز جمعہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو تفصیل بتلا کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالکریم افغان مہاجر......١٩٨٤ء/١٠/٢١

الجواب: یہ کیمپ نہ مصر شرعی ہے اور نہ فنا مصر نہ ہنگامی مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ اور نہ اس کے متعلق امر حاکم صادر ہوا ہے لہٰذا اس کیمپ میں نماز جمعہ پڑھنا ناجائز ہے، لانه اشغال بما لا یصح

(بقیہ حاشیہ) بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث، وھو الاصح. (بدائع الصنائع ص ٥٨٥ جلد ١ کتاب الصلاة شرائط الجمعة)

﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ٥٩٠ جلد ١ باب الجمعة)

﴿٢﴾ قال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: (١) الجواب: اگر وہ دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور کل آبادی دونوں گاؤں کی دو ہزار آدمیوں کی ہے، اور وہ بڑا قریہ سمجھا جاتا ہے تو وہاں جمعہ صحیح ہے، کما فی الشامی وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الخ. (٢) الجواب: حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ صحیح نہیں ہے اور قریہ کبیرہ میں اور قصبہ میں جمعہ واجب وادا ہوتا ہے، وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق الخ، اور موضع مذکور فی السوال (تخمیناً دو ہزار کی آبادی) بظاہر بڑا قریہ ہے وہاں جمعہ صحیح ہوجاوے گا، احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ٥٦، ٥٨ جلد٥ مسائل نماز جمعه)

کما فی الدرالمختار ﴿۱﴾. وهو الموفق

چار ہزار افراد پر مشتمل آبادی جہاں سولہ دکانیں ہوں میں جمعہ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کربلا ضلع پشین میں چار ہزارلوگ رہتے ہیں ہرقسم سہولیات، سکول، ہسپتال، ڈاکخانہ اورتقریباً سولہ دکانیں بھی ہیں کیااس مقام میں جمعہ درست ہے؟بینواتوجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن کربلا ضلع پشین......۲۵/۸/۱۹۸۴ء

الجواب: یہ مقام قریہ کبیرہ ہےاس میں نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے، کما فی ردالمحتار ص۷۴۸ جلد ۱ عن القهستانی ، وعبارة القهستانی وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق انتهیٰ﴿۲﴾ قلت والمراد من الاسواق الحوانیت التی تکفی لحوائج هذا المقام ورساتیقها، لا الاسواق المعروفة فی هذا الزمان فانها لم تکن فی الحرمین الشریفین ایضا فی تلک الاعصار﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۳﴾ وفی المنهاج : قلت الحوانیت المتعددة اللتی تکفی لحوائج اهل هذه البلدة واهل الرساتیق المتعلقة بها تقوم مقام الاسواق فی اصل الغرض.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۴۷ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

قریہ صغیرہ میں اقامت جمعہ کی اجازت نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے دروازوں کے اندر دو مسجدیں تعمیر شدہ ہیں ایک مسجد اوپر دروازہ پر ہے اور دوسری مسجد لوئر دروازہ پر ہے اوپر دروازے والی مسجد کی آبادی تقریباً ڈیڑھ سو گھر ہیں، اور لوئر دروازے والی مسجد کی آبادی ستر گھر ہیں، اوپر والی مسجد بڑی ہے، تیس سال سے اس میں باقاعدہ امام چلے آئے ہیں لوئر مسجد میں تقریباً سات ماہ سے امام چلے آئے ہیں ان دونوں مسجدوں میں کونسی مسجد میں نماز جمعہ درست ہوگی، لوگ کافی اختلاف رکھتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد سعید بکوٹ ریالہ...... یکم مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: چونکہ صحت جمعہ کیلئے مصر شرعی یا قریہ کبیرہ یا فنائے مصر شرط ہے، کما صرح به صاحب الهدايه ﴿۱﴾ والدر المختار والبحر والهنديه والبدائع، لہٰذا ان دونوں مساجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے اس باب میں صریح حدیث احناف کیلئے موجود ہے اور مخالفین کے پاس حدیث مرفوع نہیں ہے البتہ موقوفات ان کے پاس ہیں جن کے جوابات اپنے مقام میں دیئے گئے ہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة مرغيناني : لا تصح الجمعةالا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا تجوز في القرىٰ لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع. (هداية ص ۱۵۰ جلد ۱ باب صلاة الجمعة)

﴿۲﴾ وفي المنهاج : نقول حديث جواثى معارض بالاقوى لان احاديث المنع محرمة ولان حديث الانتياب وحديث لاجمعة الافي مصر جامع ذكر فيهما تشريع عام وضابط كلي بخلاف حديث جواثى فانه ذكر فيه امر جزء ى، ولان حديث جواثى حديث تقريرى حكما وحديث لا جمعة الا في مصر جامع حديث قولي حكما، فان قال المجوزون حديث علي موقوف وحديث جواثى حديث مرفوع قلنا حاشا وكلا فانه ليس فيه قول الرسول ولا فعله ولا تقريره فان قالوا حديث جواثى حديث مرفوع تقريرى على...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

متعدد قریٰ پر مشتمل علاقہ میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ پینتالیس گھروں پر مشتمل ہے اور اس میں بعض گھروں کے درمیان تین سو یا چار سو گز فاصلہ بھی ہے ہم قبائلی لوگ ہیں کوئی حکومت نہیں ہے اور ہمارے ہاں اس علاقہ میں پانچ مساجد ہیں کیا یہاں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے؟ حالانکہ قدیم علماء نے نماز جمعہ رائج کی ہے کیا وجوب جمعہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حلیم خان حقانی وزیرستان......۱۹۷۴ء/۷/۱۳

الجواب: چونکہ یہ مقامات متعدد قریٰ ہیں نہ کہ ایک مقام کے محلات لہٰذا ان مقامات میں نماز جمعہ پڑھنا تحقیق اور تقلید دونوں سے خلاف ہے، **لعدم صحة الجمعة فی القریٰ روایة ودرایة** ﴿۱﴾ البتہ اگر یہ مقامات (گھریں، قریٰ) ایسے قریب اور متصل ہوں کہ دیکھنے والے کو اگر یہ نہ بتلایا جائے کہ فلاں جگہ سے دوسرا مقام شروع ہوتا ہے تو دونوں کو ایک سمجھے تو ایسے مقامات کو ایک مقام شمار کیا جائے گا، اور باقاعدہ

(بقیہ حاشیہ) حسب القواعد، قلنا حدیث علی مرفوع قولی علی حسب القواعد کما مرعلی ان حدیث علی رضی الله عنه وكذا سائر حججنا صريحة وحديث جواثی محتمل للمعنی اللذی یؤیدکم وللمعنی الذی یؤیدنا.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۵ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

﴿۱﴾وفی المنهاج: وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیها اتصال السکک والدور لما ذکره ابن حزم فی المحلی ان النبی صلی الله علیه وسلم اتی المدينة وهی قریٰ صغار متفرقة انتهیٰ، قلت لا بد من ان يراد من القریٰ فی کلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا يصح مازعم ابن حزم ان المدينة المنورة كانت اسماً للوادی المشتمل علی القریٰ لانه یاباه تسميتها بالمدينة علم شخص فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۴۸ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

نماز ادا کی جائے گی (والتفصیل فی امداد الفتاویٰ ص ۴۲۵ جلد ۱) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

نوے گھروں پر مشتمل آبادی میں جمعہ اور حکم جمعہ میں مسافر وغیرہ کا استثناء

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی آبادی تقریباً نوے گھروں پر مع البوادی مشتمل ہے دو دکانیں بھی ہیں کیا یہ لوگ جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز آیت واذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة (الایة) یہ حکم عام ہے پھر بھی اس میں سے نساء، مسافر، غلام، قریٰ وغیرہ مستثنیٰ ہیں اس تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نا معلوم......۸/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اس مقام میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے اس میں نماز ظہر با جماعت پڑھنا ضروری ہے، قال صاحب الهداية ص ۱۴۸ جلد ۱ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ لقوله علیه السلام ولا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع انتهیٰ ﴿۲﴾ روی مرفوعا وموقوفا والموقوف هو الاصح لکنه فی حکم المرفوع لانه مما لا یدرک بالقیاس، والایة کما خص عنها المرأة والعبد لحدیث ابی داؤد

﴿۱﴾ قال العلامة اشرف علی التهانوی: اگر ایک قریہ اتنا بڑا نہیں ہے مگر اس کے قریب دوسرا قریہ بھی ہے کہ مجموعہ دونوں کا اس سابق ایک کے مثل ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اس دوسرے قریہ کو پہلے قریہ سے کیسا اتصال ہے اگر ایسا اتصال ہو کہ دیکھنے والے کو اگر یہ نہ بتلا دیا جائے کہ فلاں جگہ سے دوسرا قریہ شروع ہوا ہے تو دونوں کو ایک ہی سمجھے ایسے اتصال سے ان دونوں کو متحد سمجھا جائے گا، اور اس مجموعہ میں وہ پہلی قیدیں دیکھی جاویں گی اور ان کے تحقق کی صورت میں جمعہ صحیح ہوگا اور اگر ایسا اتصال نہیں ہے گو زیادہ فصل بھی نہ تو دونوں کو جدا جدا سمجھا جائے گا، اور جب کہ ہر واحد صغیرہ ہے تو جمعہ کسی میں صحیح نہ ہوگا۔

(امدادا لفتاویٰ ص ۴۵۳ جلد ۱ باب صلوٰة الجمعة والعیدین)

﴿۲﴾ هدایه ص ۱۵۰ جلد ۱ باب صلوٰة الجمعة)

وغیره فکذلک خص البر والصحراء بدلیل حدیث البخاری وکذا البحر وهذا مما اجمع علیه الائمة الاربعة فکذلک یخص منه القریٰ واما حدیث جواثا فلیس بمرفوع، ولو سلم انه مرفوع حکما فهو مبیح،وکذا هو محتمل لکون القریة بالمعنی العام الشامل للمصر کما فی قوله تعالیٰ علی رجل من القریتین عظم، وبالجمله لم یوجد حدیث الجواز المرفوع صریحا بخلاف عدم الجواز وقد علمت ان المبیح لا یعارض المحرم وکذا المحتمل لا لعارض الصریح فافهم ولا تکن من طالب الجاه والشر ﴿۱﴾. وهو الموفق

جب آبادی نہ ہوتو صرف بازار کا ہونا تحقق جمعہ کیلئے کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مرکزی جگہ ہے جس میں ضرورت کے مطابق ایک چھوٹی سی مسجد بنائی گئی ہے اور اس میں تقریباً نوے،سو دکانات آباد ہیں لیکن یہاں ایک آدھ مکان بھی رہائش کیلئے نہیں ہے اور اردگرد تین میل کے فاصلے پر قصبے آباد ہیں جن کی آبادی تین چار ہزار کے لگ بھگ ہے اور یہ دیہات بھی پہاڑی علاقے میں آباد ہیں شہری طرز پر کوئی آبادی نہیں ہے کیا اس بازار میں جمعہ درست ہے؟ کیونکہ بعض لوگ اس بازار کو فنائے مصر تصور کر کے جمعہ کے جواز کے قائل ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: غلام نبی قریشی مجھنگی ایبٹ آباد

الجواب: مصر شرعی کے تحقق کیلئے صرف بازار کا ہونا نا کافی ہے بلکہ چند محلّہ جات کا وجود بھی ضروری ہے﴿۲﴾ پس اگر یہ بازار کسی خاص مقام کے متعلقات سے نہ ہوتو اس میں نماز جمعہ نہ پڑھنا ضروری

﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص۷۴ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

﴿۲﴾ قال الکاسانی: وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہے اور اگر ایک خاص مقام سے یہ بازار متعلق ہوتو اگر اس مقام میں چند محلے ہوتب بھی جواز جمعہ کیلئے کافی ہے یعنی اگر چہ بازار میں بذات خود محلے نہ ہوں، یدل علیہ ما فی ردالمحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق الخ ﴿۱﴾. وهو الموفق

اٹھارہ سو کی آبادی میں اقامت جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چسپن گاؤں کی آبادی اٹھارہ سو تک ہے (بشمول مرد وزن، بالغ ونابالغ) چھ مساجد، سکول، کمپاؤڈر، آٹا مشین بھی ہیں، ایک میل کے فاصلہ پر تین سو افراد پر مشتمل چند گھر اور بھی ہیں یہاں ایک قاری صاحب نے جمعہ شروع کیا ہے کیا یہ درست ہے؟ حالانکہ یہاں بازار وغیرہ نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی جانباز چسپن ٹانگ ڈی آئی خان......۱۹۸۸ء/۲/۱۰

الجواب: جس قریہ کی مردم شماری اٹھارہ سو تک ہو وہ قریہ کبیرہ ہے۔ حسب تصریح قہستانی اس میں اقامت جمعہ درست ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵۶۰ جلد ۱ وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق انتهیٰ ﴿۲﴾، اکابر فرماتے ہیں کہ صغر وکبر کا دار مدار عرف پر ہے اور یہاں ذکر اسواق قید واقعی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وعلمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهو الاصح.
(بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ باب شرائط الجمعة)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة مطلب فی صحة الجمعة)

﴿۳﴾ وفی المنهاج : قلت الحوانیت المتعددة اللتی تکفی لحوائج اهل هذه البلدة واهل الرساتیق المتعلقة بها تقوم مقام الاسواق فی اصل الغرض، وقلت ایضا قید الوالی قید لبیان ما هو الواقع غالبا ولیس قیدا احترازیا بدلیل ان الله تعالی...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ڈیڑھ ہزار مردم شماری ہوتو جمعہ درست ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں جمعہ پہلے سے جاری ہے یہاں پر کل نمازی چھتیس ہیں، دکانات بھی ہیں، ترکان، حجام، لوہار، حلوائی، سائیکل مستری، ڈاکٹر، موچی، آٹا مشین، اور شارع عام بھی ہے، لوگ بس وغیرہ کھڑی کر کے نماز پڑھتے ہیں اس جگہ میں جمعہ کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اہالیان سلیم خان اڈہ چارسدہ روڈ مردان......۱۹۹۰ء/۱/۷

الجواب: اگراس مقام کی مردم شماری ڈیڑھ ہزار تک ہوتو یہ مقام قریہ کبیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست ہے ورنہ درست نہیں ہے (ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) اطلق المصر والمدینة علی المقامات اللتی فی ایدی الکفار ولان المهاجرین الاولین جمعوا فی المدینة المنورة قبل هجرة النبی ﷺ ولم یکن ثم وال...... وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیه اتصال السکک والدور لما ذکره ابن حزم فی المحلی. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۴ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

﴿۱﴾ سوال: موضع فخن پور جس کی آبادی تیرہ سو کی ہے جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس موضع میں جبکہ وہ قریہ کبیرہ کی حد میں آتا ہو اور دکانیں اور بازار اس میں ہے جمعہ پڑھنا صحیح معلوم ہوتا ہے فقط۔ (از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب)...... (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۶ جلد ۵ رقم مسئلہ: ۲۴۸۹)

ملاحظہ:......فقہاء کرام نے مردم شماری کی کوئی حد وتعداد بیان نہیں کی ہے اور مصر بھی ان اصطلاحات میں سے ایک ہے جس کی کوئی تحدید وتعین معلوم نہیں ہے کیونکہ اس کا دارمدار عرف پر ہے، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے شہر کی مختلف تعبیرات وتعریفات کی ہیں، الکوکب الدری ص ۱۹۹ جلد ۱ میں شہر وہ جگہ قرار دی ہے جہاں کی آبادی چار ہزار ہو اور حاشیہ کوکب عن جامع الرموز میں ایک ہزار بتایا ہے لہٰذا جہاں شہریت کی بو بھی ہو اور ضروریات کی کل اشیاء مل جاتی ہو تو اس وقت آبادی ڈیڑھ ہزار تک بھی کافی ہے۔ (ازمرتب)

ایک وادی میں مختلف محلات اور دور ہونے کی صورت میں جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری قوم قمبر خیل کھجوری میں رہتی ہیں اور ہر جگہ متفرق آبادی ہے کیا یہاں جمعہ درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا داؤدشاہ کھجوری کوہاٹ......۲۹/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر یہ کھجوری تمام علاقہ کا نام ہو اور یہ جگہ جگہ مکانات قریٰ اور دیہات ہوں تو اس علاقہ کے کسی جگہ میں جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے اور اگر یہ کھجوری اس تمام وادی کا نام ہو اور یہ جگہ جگہ مکانات اس کے محلات اور دور ہوں تو مفتی بہ قول کی بنا پر اس وادی کی ہر مسجد میں اقامت جمعہ درست ہے، اور بظاہر یہ شق ثانی راجح معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے وقت مدینہ کی یہی کیفیت تھی، وھذا محمل ماقال ابن حزم فانما ھی (المدینۃ) ذات قریٰ صغار متفرقۃ فبنی مسجدہ فی بنی مالک وجمع فیہ فی قریۃ لیست بکبیرۃ (ماخوذ از محلی ص۵۷ جلد۳)﴿۱﴾. وھو الموفق

فتنہ وفساد کی وجہ سے دیہات میں جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک سو پچاس گھروں پر مشتمل ہے چھ مساجد بھی ہیں تقریباً دوسوسال سے یہاں جمعہ ہوتا ہے بنا پر مذہب حنفی یہ شہر نہیں ہے اور نماز

﴿۱﴾ وفی المنھاج: وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیھا اتصال السکک والدور لما ذکرہ ابن حزم فی المحلی ان النبی ﷺ اتی المدینۃ وھی قری صغار متفرقۃ انتھیٰ، قلت لا بد من ان یراد من القریٰ فی کلام ابن حزم خلاف زعمہ الدور والمحلات والمنازل المنفصلۃ ولا یصح ما زعم ابن حزم ان المدینۃ المنورۃ کانت اسماً للوادی المشتمل علی القریٰ لا نہ یاباہ تسمیتھا بالمدینۃ علم شخص فافھم.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص۷۴ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعۃ)

جمعہ نہ پڑھنا فساد وفتنہ اور خانہ جنگی کے خطرہ سے خالی نہیں ہے کیا یہاں ہم مسلک شافعی یا حنبلی کے مطابق جمعہ پڑھا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد علی شاہ حقانی بانڈہ شر داؤدشاہ بنوں......١٩٨٦ء/٨/٣

الجواب: اگر اس قریہ کی مردم شماری (مرد، زن بالغ، نابالغ) دو ہزار تک ہو تو یہ قریہ کبیرہ ہے اس میں عندالاحناف اقامت جمعہ درست ہے، کما فی فتاویٰ دار العلوم دیوبند عن القهستانی ﴿١﴾ اور عندالضرورت دیگر ائمہ کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے ﴿٢﴾ مثلاً خانہ جنگی وغیرہ کا خطرہ ہو ﴿٣﴾۔ وهو الموفق

﴿١﴾ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ٥٦ جلد ٥ باب الجمعة)

﴿٢﴾ وقال فی البشری لارباب الفتویٰ: اعلم انه لا یجوز الحکم والافتاء بالقول المرجوح وبمذهب سائر الائمة الا فی ثلاثة مواضع الاول عند الضرورة دون التشهی والتلهی فانه حرام کما حرم الحکم الملفق الخارق للاجماع فی عمل واحد...... وذکر عن خزانة الروایات ان العالم الذی یعرف معنی النصوص والاخبار وهو من اهل الدرایة یجوز له ان یعمل علیها وان کان مخالفا لمذهبه...... وفی ردالمحتار عن القهستانی لو افتی به ای بمذهب مالک فی المفقود لا بأس به علی ما اظن...... وقال الزاهدی کان بعض اصحابنا یفتون به للضرورة ...... وفی شرح التنویر کره صلوٰة مطلقا مع شروق الشمس الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانهم یترکونها...... قلت واصل هذه المسائل قوله تعالیٰ الا مااضطررتم وقوله ﷺ یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا، رواه البخاری والمسلم لما کان الافتاء علیه عند الضرورة من اصول الحنفیة کان الحکم المبنی علیه مذهب الحنفیة ایضا لابتناء ه علی قواعدهم کما صرح به العلامة الشامی فی عقود رسم المفتی.

(البشری لارباب الفتویٰ ص ٤٦ الفصل السادس)

﴿٣﴾ وفی المنهاج: القریٰ التی لا یتحقق فیها الشرائط...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

موضع شادی دھمیال میں نماز جمعہ کے بارے میں تیرہ تفصیلی مسائل

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں جوموضع شادی دھمیال موہڑہ داروغہ تحصیل وضلع راولپنڈی بتعریف ذیل عندالاحناف جواب مطلوب ہے۔

(۱) موضع شادی دھمیال سرکاری کاغذات میں مندرجہ ذیل پانچ مواضعات پر مشتمل ہے۔

(۱) موہڑہ داروغہ بالغ آبادی ۳۴۴ (۲) موہڑہ امیر بالغ آبادی ۲۵۶ (۳) بیرولیان بالغ آبادی ۲۵۷ (۴) ڈھوک گولڑہ بالغ آبادی ۷۶ (۵) ڈھوک موچیاں بالغ آبادی ۲۲۔ ان پانچ مواضعات کی کل بالغ آبادی ۹۵۶ ہے۔

نوٹ:...... بالغ آبادی میں بارہ سال یازائد عمر کے مرداورعورتیں شامل ہیں۔

موضع: (۱) اور: (۲) آپس میں بالکل متصل ہے موضع: (۳) تقریباً ایک فرلانگ سے کچھ کم

(بقیہ حاشیہ) المعتبرة عند الحنفية ويتحقق فيها شرائط الائمة الثلاثة لا ينبغى ان يمنع عن تجميع الجمعة فيها عن ظن الاقتال وكذا عند ترك الظهر جهلا ونظيره ترك منع العوام عن الصلاة عند الشروق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۴ جلد ۳ قبيل باب ماجاء فى وقت الجمعة)

قال العلامه مفتى كفايت الله الدهلوى: اگرنماز جمعہ وہاں عرصہ سے قائم ہے تو اب اس کو بند کرنے میں مذہبی ودینی فتنہ ہے اسلئے اس کوموقوف کرنادرست نہیں بلکہ اس مسئلے میں امام شافعی کے قول یاامام مالک کے قول کے موافق عمل کرلیناجائز ہے، وفى هامش هذا الجواب واستشهد له بما فى التجنيس عن الحلوانى ان كسالى العوام اذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون لانهم اذا منعوا تركوها اصلا واداءها مع تجويز اهل الحديث لها اولىٰ من تركها اصلا الخ. (ردالمحتار باب العيدين ص ۱: ۶۱۴ قبيل مطلب تجب طاعة الامام)

(كفايت المفتى ص ۲۴۸ جلد ۳ كتاب صلوٰة الجمعة)

فاصلے پر واقع ہے اور درمیان میں چند خالی کھیت ہیں، موضع: (۲) اور: (۵) تقریباً ساڑھے تین فرلانگ کے فاصلے پر ہیں ان پانچ مواضعات جن کا سرکاری کاغذات میں ایک ہی نام موضع شادی دھمیال ہے کے قبرستان، کنویں اور گندم گاہے کے خرمن الگ الگ ہیں، ان پانچوں مواضعات میں چار مسجد بالفعل موجود ہیں سب سے بڑی مسجد میں ۹۵۷ کی تعداد نہیں سما سکتی، فرداً فرداً آٹھ دو کانیں موجود ہیں جن سے روزمرہ کی ضروریات زندگی بآسانی دستیاب ہو جاتی ہے، ایک آٹے کی چکی بجلی والی موجود ہے، ۵۷ چھوٹی بڑی گلیاں ہیں بستی موضع موہڑہ داروغہ کے درمیان ایک بڑی سڑک اور برانچ پوسٹ آفس ہے، طلباء اور طالبات کیلئے الگ الگ مڈل سکول ہیں، لڑکوں کے سکول کے ساتھ متصل ایک پختہ عیدگاہ ہے اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو اوپر والی چار مسجدوں کے علاوہ ہے، حکومت کی طرف سے مجریہ قانون کے تحت چھوٹے موٹے باہمی جھگڑوں کو طے کرنے کیلئے ایک ممبر یونین کونسل بھی موجود ہے گو یونین کونسل کا دفتر دوسری جگہ ہے علاقہ کے باشندوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کیلئے ہر قسم کے کسبی اور کاریگر بدرجہ اتم موجود ہیں مثلاً ڈاکٹر، چراغ، کفش دوز، درزی، کمہار، حجام، لوہار، معمار، قصاب وغیرہ جو عام طور پر اپنے گھروں میں لوگوں کا کام کرتے ہیں۔

بستی موضع شادی دھمیال کی دوسری بستی موسوم بیروالیان کے بالکل متصل تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ایک دوسری بستی موضع سودگنگال واقع ہے اس کے دو حصے ہیں، اور دونوں حصوں کے مجموعی آبادی بالغ ۴۶۵ ہے اور اس میں دو مساجد موجود ہیں، تین دکانیں اردگرد واقع ہیں، دو آٹا مشین موجود ہیں ایک دینی مدرسہ مدرسۃ العربیہ فیض القرآن عرصہ چار سال سے قائم ہے، موضع شادی دھمیال اور اس متصلہ بستی سودگنگال کی کل آبادی ۱۴۲۱ ہے، ان دو بڑی مرکزی بستیوں کے علاوہ تقریباً آدھا پون میل کے اندر اندر دوسری چھوٹی بڑی سولہ بستیاں واقع ہیں، ایک بستی مشتمل بر ۱۱۳ آبادی ایک میل سے کچھ زائد فاصلے پر ہے ان بستیوں کے بالغ آبادی مجموعی تعداد: ۱۷۵۳ ہے، بایں وجوہات کیا یہاں نماز جمعہ ہو سکتی ہے؟

(۲)......اس قسم کی بستیوں میں جن کے معاشرتی اور تمدنی معاملات آپس میں مشترک ہوں جواز جمعۃ المبارک کیلئے کم از کم مجموعی تعداد بالغان بغرض وجوب جمعۃ المبارک کتنی ہونی چاہئے تا کہ ایک بڑے موضع کو مرکزی حیثیت دے کر نماز جمعۃ المبارک ادا کی جائے، بالفاظ دیگر عند الاحناف جمعۃ المبارک کے جواز کیلئے مصر یا قریہ کبیرہ کی عام فہم تعریف بتادیں تا کہ عامۃ المسلمین کو اس خیر کثیر سے محروم نہ رکھا جائے، اور خصوصاً اس الحاد، زندقہ اور بے دینی کے دور میں مسلمانوں کو ان شعائر اسلامیہ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے؟

(۳)......موضع شادی دھمیال میں عرصہ تقریباً ساٹھ سال سے اور بعض روایات کے مطابق سو سال سے جمعہ ادا کیا جاتا ہے، اور اس قیام کو ایک جید عالم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بعض روایات کے مطابق یہاں کچھ عرصہ کیلئے جمعۃ المبارک بند بھی رہا تاہم اب کافی عرصہ سے شروع ہے ابھی اس میں علماء کرام مختلف ہو چکے ہیں، مانعین جمعہ کے نزدیک بستی مذکورہ پر تفسیر مشہورہ باب مصر کا اطلاق جائز ہے، لیکن اس کو عرف میں شہر نہیں مانتے بایں وجہ اس جگہ جمعہ جائز نہیں کہتے اور ایک دوسری جگہ موضع روات میں جو اس بستی سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے وہاں نماز جمعہ ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں اور وہاں ادا کرتے ہیں۔

<u>تعریف موضع روات:</u>......بستی روات راولپنڈی سے لاہور کی جانب گیارہ میل کے فاصلے پر جی ٹی روڈ کے نزدیک واقع ہے اور آس پاس کے علاقہ کی آبادی کے دوسرے شہروں میں نقل وحمل کیلئے بسیں اس جگہ ٹھہرتی ہیں لیکن مستقل طور پر کسی ٹرانسپورٹ کمپنی کا کوئی اڈہ موجود نہیں ہے اس جگہ علاقہ کا پولیس سٹیشن ہے جی ٹی روڈ کے نزدیک واقع ہونے کی وجہ سے بقول مانعین تیس دکانیں شمالاً وجنوباً اور تقریباً تیس چالیس دکانیں شرقاً غرباً دورویہ بازار کی شکل میں موجود ہیں، دس بارہ دکانیں پانچ چھ گلیوں میں فرداً فرداً بھی موجود ہیں، یہاں سے جملہ ضروریات زندگی بآسانی دستیاب ہوجاتی ہیں، منگلوار کو مویشیوں کے منڈی بھی لگتی ہے تقریباً آدھے میل کے فاصلے پر ریڈیو پاکستان اور اس کی کالونی بھی ہے، ایک سب پوسٹ آفس بھی ہے،

آثار قدیمہ میں شاہی قلعہ، شاہی قبرستان اور شاہی مسجد بھی واقع ہیں بالغ آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اور بعض دو ہزار چھ سو بتاتے ہیں اب اگر بالا حقائق وتعریف کے مطابق موضع شادی دھمیال میں نماز جمعہ جائز نہیں تو کیا آئندہ کیلئے یہ جمعہ بند کرنا چاہئے؟

(۴)......اگر آئندہ کیلئے جمعہ بند کر دیا جائے تو فوت شدہ ظہر کی نمازوں کی قضا واجب ہے یا نہیں؟

(۵)......عرصہ تقریباً ایک صدی یا کم وبیش سے جمعہ پڑھنے والے جو عام مسلمان اور علماء کرام انتقال فرما چکے ہیں ان کی ظہر کی فوت شدہ نمازوں کے عوض فدیہ دیا جائے یا نہیں؟

(۶)......جن علماء کرام نے اس بستی کے حالات ومواضعات کو عیاناً دیکھ کر جواز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے اور بالفعل جمعہ پڑھایا ہے اب جمعہ ناجائز ہونے کی صورت مین ان کیلئے کیا حکم ہے؟

(۷)......اگر موضع شادی دھمیال میں جمعہ ناجائز ہے تو جن مانعین نے اپنے دلائل کی موجودگی میں جمعہ کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس جگہ مجوزین کی تحقیق کے مطابق جمعہ جائز سمجھ کر پڑھنے اور پڑھانے والوں کو بدعتی قرار دیا ہے ان کیلئے شرع متین میں کیا حکم ہے؟

(۸)......موضع روات میں جہاں مانعین جا کر نماز جمعہ پڑھتے ہیں اوپر دی ہوئی تعریف کے مطابق جمعہ کی نماز ادا کرنی کیسی ہے؟ اور اگر جائز ہے تو آبادی والی مسجد کو چھوڑ کر مذہبی اختلاف دیوبندی، بریلوی کے پیش نظر دوسری جگہ شاہی قبرستان والی ویران مسجد میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے جبکہ دونوں فریقین حنفی المذہب ہے۔

(۹)......اگر دونوں قصبوں میں جمعہ جائز ہے تو مانعین کا اپنی بستی موضع شادی دھمیال کو چھوڑ کر دوسری بستی موضع روات میں ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کر کے جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۱۰)......بستی شادی دھمیال جو پانچ بستیوں پر مشتمل ہے کیا اس مرکزی بستی میں جمعہ جائز ہونے کی صورت میں اس بستی کے دوسرے حصے موسوم بیر والیاں (جو داخلی شادی دھمیال ہے) میں نماز جمعہ ادا کرنی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اب اس بستی میں وہی جمعہ ہوتا ہے جو شادی دھمیال میں ہوتا تھا۔

(۱۱)...... کیا اس مرکزی بستی موضع شادی دھمیال میں جمعہ کے جواز کی صورت میں اس موضع کے ایک بستی کے علاوہ دوسری بستی میں بھی الگ جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے یعنی دو یا تین جگہ جمعہ پڑھا جائے گا اور اس عرصہ کیلئے بستی شادی دھمیال کے پانچوں مواضعات کو الگ الگ محلّہ کا درجہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۲)...... اگر شادی دھمیال میں جمعہ ناجائز ہے تو موضع روات میں ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کر کے جمعہ پڑھنے کیلئے جانا کیسا ہے؟ یعنی ضروری ہے یا نہیں؟

(۱۳)...... اگر موضع شادی دھمیال، تعریف وحقائق مذکورہ کے باوجود حکمی شہر نہ بن سکے تو موجودہ بے دینی الحاد اور گمراہی کو مدنظر رکھ کر صرف تبلیغ دین کی خاطر جمعہ پڑھایا جائے اور احتیاط الظہر بھی پڑھ لی جائے تو گنجائش ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ناظم نشریات مدرسہ فیض القرآن سودگنگال

الجواب: واضح رہے کہ کتاب اللہ اگرچہ بظاہر مصر کی تقید اور تخصیص سے خالی ہے لیکن حقیقت میں مصر سے مقید اور مخصوص ہے کیونکہ یہ آیت عام مخصوص البعض ہے اجماعاً، لان صلاة الجمعة لا تصح فی المفازة والبحر بدلیل ان النبی علیه السلام صلی الظهر یوم الجمعة بعرفات ولم یامر لاحد من اهل مکة وغیرهم ان یصلوا الجمعة قلت والبحر کالمفازة فحکمها واحد، اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ عام مخصوص البعض کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ جائز ہے، اور بلاشک وشبہ یہاں خبر واحد موجود ہے، وهو ما روی عن علی مرفوعا وموقوفاً لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع، والموقوف اصح وهو فی حکم المرفوع لانه لا یدرک بالرائ، لہٰذا نماز جمعہ صرف مصر میں ادا کی جائے گی، یؤید حدیث تناؤب اهل القریٰ وحدیث الاقامة فی قباقدر اسبوعین کما فی روایة، وحدیث جواثی حیث لم یجمع فی القریٰ التی بین المدینة وجواثا وغیر ذلک، باقی رہی یہ تحقیق کہ مصر کس مقام کو کہا جاتا ہے تو اس

میں فقہاء کرام مختلف ہیں، اگر ان تمام اقوال کے متعلق معلوم کرنے کا ارادہ ہو تو بحر ص ۱۴۰ جلد ۲ مسبوط امام سرخسی ص ۲۳ جلد ۲ ردالمحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ عینی شرح ھدایة ص ۹۸۳ جلد ۱ بدائع ص ۲۵۹ جلد ۱ کو مراجعت کرے، خصوصاً آخر الذکر نے اس کو نہایت بسط سے ذکر کیا ہے، اور آخر میں فرمایا ہے، وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهو الاصح، انتهیٰ، یعنی صاحب بدائع نے اس تعریف کو مختار کیا ہے وہ یہ ہے، هو بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق ویخرج الناس الی الوالی فیما وقعت لهم من الحوادث، لیکن غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف عنوانی نہیں ہے، مصداق تمام کا ایک ہے، سب علماء نے اپنے اپنے زمانہ کے اعتبار سے جو علامات کہ مصر میں پائی جاتی تھیں ذکر کی ہیں، اگر بالفرض یہ اختلاف معنون میں ہو جائے تو اکثر تعریفات مطرد اور منعکس نہیں ہوں گی، وللتفصیل موضع آخر، پس مصر ایک فردی التصور چیز ہے اور تعریف حقیقی ان تعریفات میں صاحب تحفہ کا مختار معلوم ہوتی ہے یا وہ تعریف معلوم ہوتا ہے جو کہ صاحب بدائع نے اختیار کیا ہے، لیکن والی اور حاکم کا وجود اور اشتراط تعریف حقیقی میں غیر معتبر ہے، کیونکہ معنی شرعی اس معنی کو کہا جاتا ہے جس کو شارع نے معتبر کیا ہو، اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مصر اور مدینہ کا اطلاق ان مقامات پر بھی کیا ہے جو کہ بالکل دار الحرب تھے اور بعض والی اور حاکم کا تحقق بھی نامعلوم ہے، نیز صحابہ مدینہ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے قبل الهجرة، حالانکہ مدینہ میں نہ حاکم تھا اور نہ والی تھا، روی ابو داؤد عن عبد الرحمن بن کعب عن ابیه انه کان اذا سمع النداء ترحم لاسعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنافی هزم النبیت فی موضع فی داخل المدینة، وفی استیعاب ابن عبد البران اسعد بن زرارة کان اول جمع بالمدینة فی هزمة من حرة (بذل ص ۱۷۱ جلد ۲) وفی المعرفة قال الزهری

لما بعث رسول اللهﷺ مصعب بن عمیر الی المدینة لیقرء هم القرآن جمع بهم . (**بذل ص ۱۷۰ جلد ۲**) . نیز روایات صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی حیات میں جواثا میں نماز جمعہ قائم ہوئی، حالانکہ جواثا زمانہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں فتح ہوا ہے، **قال صاحب معجم البلدان جواثا بالضم وبین الالفین ثاء مثلثة یمد ویقصر وهو علم مرتجل حصن لعبد القیس بالبحرین فتحه العلاء بن الحضرمی فی ایام ابی بکر الصدیق رضی الله عنه** (**بذل ص ۱۶۹ جلد ۲**) پس ان دلائل کی بنا پر مصر شرعی کی تعریف حقیقی میں والی اور حاکم کا وجود غیر ضروری ہے اور یہ تعریف موضع روات پر صادق اور شادی دھمیال پر صادق نہیں ہے، لہٰذا روات میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اور شادی دھمیال میں خلاف مسلک حنفی ہے، باقی رہی یہ تحقیق کہ عوام کو اگر نماز جمعہ سے روکا جائے تو یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ وہ نہ مصر اور فنا مصر کو جاتے ہیں اور نہ نماز ظہر پڑھتے ہیں اور نہ وعظ سننے کیلئے حاضر ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اگر بعض ان قریٰ میں جہاں کسی ایک امام کی شرط موجود ہو اگر نماز جمعہ قائم رکھی جائے اور بعد میں نماز احتیاطی ادا کی جائے تو قابل اعتراض نہ ہوگا، **ونظیره ما فی درالمختار وکره صلاة مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانهم یترکونها والاداء الجائز عند البعض اولیٰ من الترک**، انتھیٰ، اورجن قریٰ میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کی کوئی شرط موجود نہ ہوتو وہاں نماز جمعہ پڑھانا قابل انکار ہے اس تمہید کے بعد مختصر جوابات علی الترتیب لکھے جاتے ہیں۔

(۱)......ناجائز ہے اگر عوام کے فتنے کا خطرہ نہ ہو، فتنہ سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کیلئے نہ مصر اور نہ فنا مصر کو جاتے ہیں اور نہ نماز ظہر پڑھتے ہیں۔

(۲)......تعریف اصح اور حقیقی میں عدد بالغان کا کائی دخل نہیں ہے، اور عام فہم تعریف بھی معلوم ہے، **کما مر فی التمهید.**

(۳)......اگر فتنہ نہ ہوتو بند کی جائے۔

(۴)......اگراحتیاطی نماز نہ پڑھی ہوتو قضاواجب ہے،قال المقدسی ذکر ابن الشحنة عن جده التصریح بالندب وبحث فیه بانه ینبغی ان یکون عند مجرد التوهم، اما عندقیام الشک والاشتباه الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شیخ ابن الهمام ما یغیره. (ردالمحتار ص ۷۵۶ جلد ۱) وقال العلامة الشامی ناقلا عن الجواهر لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر (۷۴۸ جلد ۱).

(۵)......فدیہ دینا بہتر ہے(لعدم الوصیة).

(۶)...... جب مصر کی کوئی ایک تعریف اس مقام پر صادق ہواگر چہ وہ ضعیف ہوتو اس مقام میں نماز جمعہ پڑھنے والے اور فتویٰ دینے والے لوگوں پر اعتراض نہ کیا جائے۔

(۷)......اصل حکم ان کا صحیح ہے۔

(۸)...... مفتی بہ قول کی بنا پر تعدد جمعہ جائز ہے (درمختار)۔

(۹)......روات کو جانا ضروری ہے (وهکذا حکم القریٰ القریبة من مصر).

(۱۰)......واضح کہا گیا ہے کہ برقول صحیح یہ مصر نہیں ہے۔

(۱۱)...... کسی ایک میں نماز جمعہ قائم کرنا مسلک حنفی کے موافق نہیں ہے۔

(۱۲)......ضروری،

(۱۳)...... جب [illegible] نہ ہوں اور نہ ظہر پڑھتے ہوں اور اس مقام میں ائمہ اربعہ میں سے کوئی ایک شرط موجود ہے [illegible] ادا احتیاطی قابل اعتراض نہیں ہے۔وهو الموفق

فصل فی الخطبة

خطبہ جمعہ وعیدین کے الفاظ کی مقدار اور حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام خطبہ جمعہ وعیدین میں اول نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، تعوذ وتسمیہ اور کوئی سورت پڑھ کر بیٹھتا ہے پھر دوسرے خطبہ میں الحمد لله نحمده ونستعينه الخ پڑھ کر ختم کر دیتا ہے کیا شرعاً یہ خطبہ درست ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خطبہ درست نہیں کیونکہ جس خطبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام نہیں آتے وہ خطبہ نہیں ہوتا، آیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حیدر ٹیکسلا......۵/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: اس مقدار خطبہ سے فرض اور شرط پوری ہو جاتی ہے، لہٰذا نماز جمعہ وغیرہ درست ہوں گی البتہ یہ خطبہ خلاف سنت ہوگا، لان المسنون فی الخطبة الاولیٰ ان تکون مشتملة علی الحمد والصلوٰة والتشهد، والتذکیر والقرآن والثا مد والصلوٰة والتشهد والدعاء والقرآن کما فی البدائع والتجنیس فلیراجع الموفق

جمعہ کے دن خطبہ میں یا خطبہ سے قبل وعظ ونصیحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن خطبہ جمعہ میں وعظ

﴿۱﴾ قال العلامة علاء الدین الکاسانی: ینبغی ان یخطب خطبة خفیفة یفتتح فیها بحمد الله تعالیٰ، ویثنی علیه، ویتشهد ویصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم، ویعظ، ویذکر، ویقرأ سورة ثم یجلس جلسة خفیفة، ثم یقوم فیخطب خطبة اخری یحمد......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ونصیحت کا کیا حکم ہے، فرض ہے یا سنت یا مستحب؟ جبکہ بعض مقامات پر صرف خطبہ پڑھ کر آخری سورتوں سے نماز کا خاتمہ کرتے ہیں، کیا وعظ ونصیحت ضروری نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عنایت مجیب خٹک سب پوسٹ ماسٹر چترال

الجواب: خطبہ اولیٰ کے درمیان عربی میں وعظ کرنا مسنون ہے اور دیگر زبانوں میں خلاف سنت ہے﴿۱﴾ اور خطبہ سے قبل مثلاً ہر زبان میں وعظ کرنا مستحب ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

خطبہ جمعہ وعیدین میں پنجابی زبان کے اشعار پڑھنا خلاف سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ جمعہ وعیدین میں خطبہ کے

(بقیہ حاشیہ) الله تعالیٰ، ویثنی علیه ویصلی علی النبی ﷺ ویدعو للمؤمنین والمؤمنات. (بدائع الصنائع ص ۵۹۱ جلد ۱ سنن الخطبة)

﴿۱﴾قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی: فانه لا شک فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فیکون مکروه تحریما وکذا قراء ة الاشعار الفارسیة والهندیة فیها. (عمدة الرعایة حاشیة شرح الوقایة ص ۲۴۲ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ یدل بجواز الوعظ قبل الخطبة حدیث ابی داؤد عن سمرة بن جندب ان نبی الله ﷺ قال احضروا الذکر وادنوا من الامام فان الرجل لا یزال یتباعد حتی یؤخر فی الجنة وان دخلها. (سنن ابی داؤد ص ۱۶۵ جلد ۱ باب الدنو من الامام عند الموعظة)

وهکذا یدل علی الجواز بالوعظ قبل الجمعة اذن عمر لتمیم داری: واخرج ابن عساکر عن حمید بن عبد الرحمن ان تمیما الداری استأذن عمر فی القصص سنین فابی ان یأذن له، فاستأذنه فی یوم واحد فلما اکثر علیه قال له: ماتقول؟ قال: اقرأ علیهم القرآن وامرهم بالخیر وانها هم عن الشر قال عمر: ذلک الذبح، ثم قال: عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فکان یفعل ذلک یوما واحداً فی الجمعة.

(الموضوعات الکبریٰ لملا علی قاری ص ۴۲ رقم حدیث ۱۰۲۷ مقدمة)

دوران پنجابی اشعار یا دیگر زبانوں کے اشعار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرحیم سیرڈاک ہزارہ......۱۹۶۹ء/۱۲/۲۴

الجواب: ماسوئ عربی کے دیگر لغت پڑھنا (خطبہ میں) خلاف سنت ہے کیونکہ خیر القرون میں بہت سے ممالک عجمی فتح ہوئے اور بہت سے شہروں میں جمعہ قائم کیا گیا، اور باوجود ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو فارسی وغیرہ سمجھتے اور بول سکتے تھے اور مخاطبین عربی نہیں سمجھتے تھے خطبہ زبان عربی میں پڑھا جاتا تھا﴿۱﴾۔ وهو الموفق

امام الحیّ کی اجازت کے بغیر مسجد میں وعظ وتقریر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں امام محلّہ کی رضامندی کے بغیر جمعہ کے دن یا دوسرے دن کوئی غیر شخص ممبر پر وعظ یا تقریر کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی حبیب السلام پیر سباق نوشہرہ......۱۷/محرم ۱۴۱۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی: فی آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارسی: الکراهة انما هی لمخالفة السنة لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه قد خطبوا دائماً بالعربیة ولم ینقل عن احد منهم انهم خطبوا خطبة ولو خطبة غیر الجمعة بغیر العربیة(الی ان قال) الخطبة بالفارسیة التی احدثوها واعتقدوها وحسنها لیس الباعث الیها الا عدم فهم العجم اللغة العربیة وهذا الباعث قد کان موجوداً فی عصر خیر البریة وان کان فیه اشتباه فلا اشتباه فی عصر الصحابة والتابعین ومن تبعهم من الائمة المجتهدین حیث فتحت الامصار الشاسعة والدیار الواسعة واسلم اکثر الحبش والروم والعجم وغیرهم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعیاد وغیرها من شعائر الاسلام وقد کان اکثرهم لا یعرفون اللغة العربیة ومع ذلک لم یخطب احد منهم بغیر العربیة ولما ثبت وجود الباعث فی تلک الازمنة وفقدان المانع والتکاسل وهذه معلوم بالقواعد المبرهنة لم یبق الا الکراهة التی هی ادنی درجات الضلالة الخ. (مجموعة الفتاویٰ ص ۲۸۶، ۲۸۷ جلد ۱ کتاب الصلوٰة)

الجواب: یہ وعظ وتقریر امام الحیّ اور محلّہ کے اہل حل وعقد کے اذن کے بغیر ناجائز ہے ﴿۱﴾ البتہ جب امام نہ خود وعظ وتقریر کرسکتا ہو اور نہ دوسرے اہل واعظ اور مقرر کو اذن دیتا ہو تو یہ امام ضدی اور معاند ہے۔ وھو الموفق

خطبہ جمعہ میں والسلطان العادل ظلل اللہ فی الارض الخ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ جمعہ میں والسلطان العادل ظلل اللہ فی الارض من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ ، کہنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: برادر مولانا لطیف اللہ صاحب......۱۹۸۶ء/۷/۱۴

الجواب: یہ حدیث کے الفاظ ہیں ﴿۲﴾ ان کا خطبہ میں ذکر کرنا قابل اعتراض نہیں ہے البتہ

﴿۱﴾ قال الحصکفی: والخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم ولو قدموا غیر الاولیٰ اساؤ بلا اثم واعلم ان صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیر مطلقا، قال ابن عابدین: ای وان کان غیرہ من الحاضرین من ھو اعلم واقرأ منہ.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ باب الامامة)

فی المنھاج: (قولہ فلا یومھم) والراجح انہ مخصوص بما لم یؤذن لہ لحدیث مسعود البدری قال قال رسول اللہ ﷺ لا یؤم الرجل فی بیتہ ولا فی سلطانہ ولا یجلس علی تکرمتہ الا باذنہ رواہ ابوداؤد ، وروی احمد ومسلم لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الاباذنہ ورواہ سعید بن منصور ولکن قال فیہ لایؤم الرجل الرجل فی سلطانہ الا باذنہ.
(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۸ جلد ۲ باب من زار قوماً فلا یصل بھم)

﴿۲﴾ عن زیاد بن کسیب العدوی : قال کنت مع ابی بکرة تحت منبر ابن عامر وھو یخطب وعلیہ ثیاب رقاق فقال ابو بلال انظروا الی امیرنا یلبس ثیاب الفساق فقال ابوبکرة اسکت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من اھان سلطان اللہ فی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

موجودہ دور کے سلاطین کو عادل کہنا قابل اعتراض ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

خطبہ کے دوران قعدہ کی شکل میں دوزانو بیٹھنا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ کے دوران قعدہ کی شکل میں بیٹھنا سنت ہے یا واجب؟ اور حدیث میں اس کے متعلق کچھ وارد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اختر اسلام نوشہرہ کینٹ......۲۹/محرم ۱۴۰۱ھ

الجواب: دوران خطبہ قعدہ کی شکل میں دوزانو بیٹھنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، لما فی ابی داؤد: فاذا جل فی المسجد اصحاب النبی ﷺ فرأیتهم محتبین والامام یخطب (ص ۱۵۸ جلد ۱)﴿۲﴾ وقال الطحاوی فکان الاولیٰ بنا ان نحملها علی الحبوة المستانفة فی حال الخطبة لانه مکروه فی الخطبة وتکون الحبوة التی کانوا یفعلونها حبوة کانوا یستعملونها قبل الخطبة فیخطب الامام وهم فیها ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) الارض اهانه الله، رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب وعن ابن عمر ان النبی ﷺ قال ان السلطان ظل الله فی الارض یاوی الیه کل مظلوم من عباده فاذا عدل کان له الاجر وعلی الرعیة الشکر واذا جار کان علیه الاصر وعلی الرعیة الصبر، رواه البیهقی فی شعب الایمان. (مشکواة المصابیح ص ۳۲۱،۳۲۳ جلد۲ کتاب الامارة)

﴿۱﴾ قال العلامة حصکفی: ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسطان وجوزه القهستانی ویکره تحریما وصفه بما لیس فیه. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۹ جلد ۱ قبیل مطلب فی قول الخطیب اعوذ بالله من الشیطان الرجیم)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۶۵ جلد ۱ باب الاحتباء والامام یخطب ابواب الجمعة)

﴿۳﴾وفی المنهاج: وقد ثبت الاحتباء عن کثیر من الصحابة والتابعون فی سنن ابی داؤد، وقال ابوداؤد لم یبلغنی ان احداً کرهها الا عبادة بن نسی،...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

جمعہ کے دن مسجد میں ٹیپ شدہ تقریر سنانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن خطبہ ونماز سے پہلے کسی عالم کی ٹیپ شدہ تقریر منبر پر رکھ کر مسجد میں سنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ......۱۹۷۵ء/۶/۲۵

الجواب: ٹیپ شدہ تقریر مسجد میں سنانا نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے، البتہ گانے بجانے سننا ہر جگہ ممنوع ہیں، لان العکس ھھنا مماثل الاصل فی الاثر المخصوص فکذا فی الحکم الشرعی کما فی حدیث النھی نعت المرء ة عند زوجھا وفیہ کانہ ینظر الیھا فافھم ﴿۱﴾. وھو الموفق

خطبہ جمعہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام لینے کا حکم

سوال: ایک خطیب صاحب خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدین کے نام کے ساتھ حضرت امیر معاویہ

(بقیہ حاشیہ) قالوا التوفیق واللہ اعلم ان النھی محمول علی استیناف الحبوة فی حال الخطبة لان فی ذلک اشتغالا عن الخطبة بغیرھا، والصحابة کانوا یحتبون قبلھا فیخطب الامام وھم علی ماکانوا علیہ من الاحتباء ففعلھم غیر الذی نھی عنہ کذا فی المعارف عن مشکل الطحاوی ،اعلم ان مناط النھی ھو مخافة النوم لانہ یجلب النوم، علی انہ ھیئة لا یکون معھا تمکن ، فربما تفضی الی انتقاض الطھارة فیمنعہ الاشتغال بالطھارة عن استماع الخطبة مع ما یتوقع منہ من الافتتان فی الصلوٰة لغلبة الحیاء ممن یخلو عن علم یسوسہ وورع یحجزہ کذا قال التوربشتی. (منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۶۲ جلد۳ باب ماجاء فی کراھیة الاحتباء والامام یخطب)

﴿۱﴾عن عبد اللہ بن مسعود قال قال النبی ﷺ لا تباشر المرأة المرأة فتنعتھا لزوجھا کانہ ینظر الیھا. (الصحیح البخاری ص۷۸۸ جلد۲ باب لا تباشر المرأة المرأة فتنعتھا لزوجھا)

رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیتا ہے، اگر مقتدیوں کی طرف سے یہ اعتراض ہو جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام وہاں لیا جاتا ہے جہاں شیعہ ہوں یہاں شیعہ نہیں ہیں لہٰذا یہ نام نہ لیا جائے تو خطیب صاحب نے یہ جواب دیا کہ شیعہ ہوں یا نہ ہوں نام لیا جائے گا، اس کے بعد ایک مقتدی نے کہا کہ پھر تمام صحابہ کرام کے نام باری باری لیتے رہو ورنہ یہ بھی چھوڑنا پڑے گا، جواب سے مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ولی الرحمٰن خطیب جامع مسجد مانسہرہ......۱۹۷۷ء/۸/۱۲

الجواب: واضح رہے کہ خطبہ میں خلفاء راشدین اور عمین کا ذکر مندوب ہے، کما فی شرح التنویر ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین(هامش ردالمحتار ص ۵۴۴ جلد ۱) ﴿۱﴾ اور دیگر صحابہ کا ذکر (بخصوصہ) نہ مندوب ہے اور نہ ممنوع ہے، البتہ کسی صحابی کی توہین فسق اور ممنوع ہے اور ضلالت ہے، کما فی ردالمحتار ص ۲۹۳ جلد۳ لما فی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئتهم وسب احد من الصحابة وبغضه لا یکون کفراً لکن یضلل الخ ﴿۲﴾ پس نہ اصرار مناسب ہے اور نہ انکار زیبا ہے خصوصاً جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت سے لوگ بدظنی کے شکار ہوئے ہیں۔ وھو الموفق

اذان ثانی اور خطبہ کے درمیان مسجد کیلئے چندہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان ثانی کے بعد خطبہ کے وقت مسجد کیلئے چندہ کیا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۱ء/۹/۲۵

الجواب: مناسب یہ ہے کہ اذان ثانی سے قبل چندہ جمع کیا جائے اذان ثانی اور ارادہ خطبہ

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۹ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۲۱ جلد۳ مطلب مهم فی حکم سب الشخین باب المرتد)

کے بعد چندہ کرنا جائز ہے،یدل علیه ما فی شرح التنویر اذا خرج الامام من الحجرة ان کان والافقیامه للصعود (شرح المجمع) قلت وفی حکمه بقاء المقرر قاعداً عند انتهاء التقریر وقصد الخطبة ، قلت واماحدیث سلیک الغطفانی فقیل مخصوص وقیل لم یشرع فی الخطبة بعد توقف فلا صلاة ولا کلام خلا قضاء فائتة لم یسقط الترتیب بینها وبین الوقتیة اه ﴿۱﴾ او توقف عنها، قلت هذان التاویلان ضعیفان اما الاول فلو رود الحدیث العام واما الثانی فلعدم صحته علی مذهب الائمة وقیل منسوخ وهو الراجح عند التحقیق وللتفصیل مقام آخر ﴿۲﴾. وهو الموفق

جمعہ کے دوخطبوں کے درمیان تقریر کرنا نماز کیلئے نقصان دہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دوخطبوں کے درمیان اگر تقریر کی جائے تو نماز میں کیا نقصان آتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:عزیز الرحمٰن متعلم حقانیہ.....۲۳/ مارچ ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۰۵ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: واجیب عن حدیث الباب بوجوه الاول ان النبی ﷺ امسک عن الخطبة فارتفع المانع...... والثانی ان ذلک کان قبل شروعه فی الخطبة ...... والثالث ان هذا الحکم مخصوص بسلیک، وفیه نظر لان الاختصاص لا یثبت بمجرد الادعاء...... والرابع انه منسوخ بما ذکرنا کما جنح الیه العینی تبعاً للطحاوی والخامس انه مرجوح لانه معارض بالمحرم الخ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۹، ۶۰ جلد ۳ باب فی الرکعتین اذاجاء الرجل والامام یخطب)

الجواب: خطبہ خلاف سنت ہوا﴿۱﴾نماز میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابی بکر الحداد الیمنی: یخطب خطبتین یفصل بینهما بقعدة...... ومقدار الجلوس بینهما عند الطحاوی مقدار ما یحسن موضع جلوسه من المنبر وفی ظاهر الروایة مقدار ثلث آیات کذا فی الفتاویٰ قال فی النهایة وهذه القعدة عندنا للاستراحة ولیست بشرط وعند الشافعی شرط حتی لا یکتفی عنده بالخطبة الواحدة وان طالت.

(الجوهرة النیرة علی مختصر القدوری ص۱۰۷ جلد۱ باب الجمعة)

وقال الحافظ بن حجر العسقلانی: (قوله یخطب خطبتین یقعد بینهما) وصرح به فی روایة خالد بن الحارث قبل ولفظه: کان یخطب قائماً ثم یقعد ثم یقوم وللنسائی والدارقطنی من هذا الوجه کان یخطب خطبتین قائماًیفصل بینهما بجلوس...... ورواه ابوداؤد بلفظ: کان یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبرحتی یفرغ الموذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس فلا یتکلم ثم یقوم فیخطب ، واستفید من هذا ان حال الجلوس بین الخطبتین لا کلام فیه...... واستدل به الشافعی فی ایجاب الجلوس بین الخطبتین لمواظبته ﷺ علی ذلک مع قوله صلوا کما رائتمونی اصلی ...... وقال صاحب المغنی لم یوجبها اکثر اهل العلم لانها جلسة لیس فیها ذکر مشروع فلم تجب.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۴۴۱ جلد۳ باب القعدة بین الخطبتین یوم الجمعة)

وفی المنهاج: (الجلوس بین الخطبتین) وهو سنة عند الجمهور خلافا للشافعی فانه شرط عنده وهی روایة عن احمد واستدل الشافعی علی مواظبتهﷺ علیه وقال صلوا کما رائتمونی اصلی، قلنا محض فعل الرسول لا یدل علی الفرضیة والا فیلزم ان لا نبغی فی الصلاة سنن واداب، وفی شرح التنویر یجلس بینهما بقدر ثلاث ایات علی المذهب وتارکها مسیئ علی الاصح.

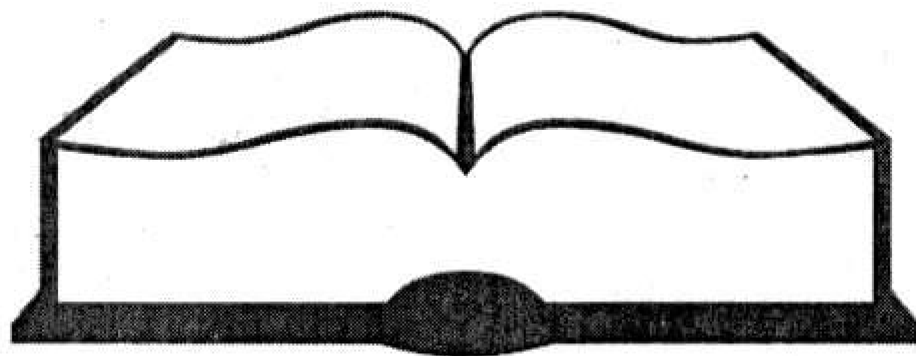
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۶ جلد۳ باب ماجاء فی الجلوس بین الخطبتین)

الله الله

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب صلاۃ العیدین



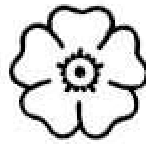


عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم العید رکعتین

لم یصل قبلھما ولا بعدھما

......(اخرجہ السبعۃ)......



باب صلاۃ العیدین

عورتوں پر نماز عید واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورتوں پر گھروں میں انفراداً نماز عید واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خائستہ رحمٰن متعلم حقانیہ......۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: عورتوں پر نماز عید واجب نہیں ہے جس طرح جمعہ واجب نہیں ہے ﴿۱﴾ بل یکون عدم وجوب صلاۃ العید اولیٰ لان شانها دون شان الجمعة. وهو الموفق

نماز عیدین میں شافعی امام کا اقتدا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شوافع عید کی نماز بنیت سنت ادا کرتے ہیں اور احناف بنیت واجب ادا کرتے ہیں کیا سنت پڑھنے والے کے پیچھے واجب پڑھنے والے کا اقتدا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج عنایت ولی حقانی بنکاک......۱۹۷۴ء/۱۱/۳

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجيم : (قوله ولا يحضرن الجماعات) لقوله تعالىٰ وقرن فى بيوتكن وقال ﷺ صلاتها فى قعر بيتها افضل من صلاتها فى صحن دارها وصلاتها فى صحن دارها افضل من صلاتها فى مسجدها وبيوتهن خير لهن ولانه لا يؤمن الفتنة من خروجهن اطلقه فشمل الشابة والعجوز والصلاة النهارية والليلية قال المصنف فى الكافى والفتوىٰ اليوم على الكراهة فى الصلاة كلها لظهور الفساد. (البحر الرائق ص ۳۵۸ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: محترم الحاج عنایت ولی صاحب! بعد از سلام آپ نے جس مسئلہ کے متعلق پوچھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز عید ہمارے مذہب میں بھی مختلف فیہ ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، لہٰذا یہ اقتدا بلا شک وشبہ جائز ہے خواہ حنفی واجب کی نیت کرے یا صرف نماز عید کی نیت کرے، کما فی الدر المختار وصح الاقتداء فیه (فی الوتر) ففی غیره اولیٰ ان لم یتحقق منه ما یفسدها فی اعتقاده فی الاصح بشافعی مثلاً لم یفصله بسلام لا ان فصله علی الاصح بهما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد ، ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب،قال الشامی ما معناه انه لا یلزم نیة الوجوب لا انه ممنوع منه، کما فی العیدین للاختلاف (قال العلامة الشامی ای فی الوجوب والسنة وهو علة للعیدین فقط) فلیراجع الی ردالمحتار ص ۶۲۶ جلد ۱ ﴿۱﴾ . وهو الصواب

عید کے دن کیلئے پہلے سے کپڑوں کو تیار کرنا اور رقم رکھنا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کے دن کیلئے کسی چیز کا تعین کرنا مثلاً رقم رکھ دیں کہ یہ عید کے دن خرچ کیلئے ہے یا کپڑے بنانا اور رکھنا کہ یہ عید کے دن کیلئے ہے، کیا یہ تعین جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن کونڑ افغانستان

الجواب: جاز اجماعاً کالوضوء قبل دخول الوقت ویدل علیه ما روی فی بعض کتب الحدیث سمنوا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم ﴿۲﴾ . وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ص ۴۹۳ جلد ۱ مطلب الاقتداء بالشافعی)
﴿۲﴾ (اللطائف المستحسنة بجمع خطب شهور السنة للکهنوی ص ۱۴۲ الخطبه لعید الاضحیٰ)

نمازعیدصحرامیں بہتر ہےاورمصرمیں متعددمقامات پرجائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین مسائل ذیل کے بارے میں

کہ نمازعیدین محلّہ کی مساجدمیں تقریباًڈیڑھ سوآدمیوں کااجتماع ہوجائے کیایہ درست ہے؟یاشرعاًعظیم اجتماع مطلوب ہے؟اورکیانمازعیدکیلئےعیدگاہ کی حدودشہرسے باہرہونامطلوب شرعی ہے؟اگرہےتوموجودہ صورت حال میں ملتان شہرکی غالباًکوئی بھی عیدگاہ شہرسے باہرنہیں ہے کیونکہ شہرملتان ہرجانب سے چارپانچ میل تقریباًپھیل چکاہےاب کیاکیاجائے؟بینوا توجروا

المستفتی:محمدرفیق مدرسہ رحیمیہ خرم گیٹ ملتان شہر

الجواب: (۱)بہتر یہ ہے کہ آبادی سے باہرصحرامیں عیدین کی نمازکیلئےنکلیں،**فی الدر المختار والخروج الیها ای الجبانة لصلاة العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح وفیه ایضاً الجبانة وهی المصلی العام قال العلامة الشامی ای فی الصحراء (ص۵۵۷ جلد ۱ باب العیدین)**﴿۱﴾ . (۲)اورعیدکی نمازکیلئےجماعت ضروری ہےجوکہ ماسوائےامام کےتین افرادسےکم نہ ہوں، **فی الدر المختار واقلها اثنان، وفی ردالمحتار ص ۳۷۲ جلد ۱ وهذا فی غیر الجمعة انتهیٰ، اما فی البحر ای فان اقلها فیها ثلثة صالحون لا امامته سوی الامام ومثلها العید لقولهم یشترط لها ما یشترط للجمعة صحة واداء سوی الخطبة** ﴿۲﴾. **فافهم** (۳)اورنمازعیدمتعدد مواضع میں خواہ مصرسےباہرہوں یاداخل مصرہوں،جائزہے، **فی الدر المختار فی باب العیدین تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا** ﴿۳﴾. **فقط**

﴿۱﴾ (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ص ۶۱۲ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۹ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۱۸ جلد ۱ باب العیدین)

نماز عید کیلئے ساٹھ میل کا سفر کرنا کسی کے نزدیک واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یورپ میں ہماری جگہ سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر دور ایک چھوٹی سی مسجد ہے جہاں تھوڑے مسلمان بھی ہیں اب جب میں وہاں نماز عید کیلئے جاتا ہوں تو فرض نماز ضرور قضا ہو جاتی ہے، میرے لئے وہاں عید کی نماز کیلئے جانا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل ضمیر

الجواب: ساٹھ میل دور مقام کو جمعہ یا نماز عیدین کیلئے جانا کسی امام کے نزدیک واجب نہیں ہے ﴿۱﴾ خصوصاً جبکہ اس جانے میں فرض نماز فوت ہونے کا خطرہ شدیدہ موجود ہو۔ فقط

نماز جمعہ اور عید میں تداخل ائمہ اربعہ کا مذہب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب جمعہ اور عید ایک دن میں آجائے تو کیا صلاۃ عید اور خطبہ عید نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ کیلئے کفایت کر جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خائستہ رحمن متعلم حقانیہ......۱۹۷۴ء/۱۲/۸

الجواب: ائمہ اربعہ میں سے کسی نے صلاۃ عید میں تداخل جمعہ کا قول نہیں کیا ہے ﴿۲﴾ لان

﴿۱﴾ قال العلامة حسن بن عمار: ولا يجب على من كان خارج المصر ولو سمع النداء من المصر سواء كان سواده قريبا من المصر او بعيدا على الاصح فلا يعمل بما قيل بخلافه، قال الطحطاوی: قال فی الشرح تنبيه قد علمت بنص الحديث والاثر والرواية عن ائمتنا ابی حنيفة وصاحبيه واختيار المحققين من اهل الترجيح انه لا عبرة ببلوغ النداء ولا بالغلوة، والاميال وانه ليس بشئ فلا عليك من مخالفة غيره الخ.

(الطحطاوی مع مراقی الفلاح ص ۵۰۴، ۵۰۵ باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال الشامی: امامذهبنا فلزوم كل منهما قال فی الهداية...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلّھا بلا تداخل، وما روی ان من شاء اجزأہ من الجمعۃ فالمراد منہ اھل العوالی لان النبی علیہ السلام رخص لھم، نعم فی الایاب بعد صلاۃ العید وما روی عن ابی الزبیر وابن عباس رضی اللہ عنھما فمحمول علی التجمیع قبل الزوال او محمول علی فھمھما انہ (ترک الجمعۃ) رخصۃ وقد کان لاھل العوالی فقط﴿ ا ﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)ناقلا عن الجامع الصغیر عیدان اجتمعا فی یوم واحد فالاول سنۃ و الثانی فریضۃ ولا یترک واحد منھما قال فی المعراج احترز بہ عن قول عطاء تجزی صلاۃ العید عن الجمعۃ ومثلہ عن علی وابن الزبیر قال ابن عبد البر سقوط الجمعۃ بالعید مھجور وعن علی ان ذلک فی اھل البادیۃ ومن لا تجب علیھم الجمعۃ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۶۱۰ جلد ۱ باب العیدین)

﴿ ا ﴾ وفی منھاج السنن: (قولہ وربما اجتمعا فی یوم واحد فیقرء بھما) فیہ رد لزعم الجھال ان اجتماع الخطبتین یکون منحوساً، وفیہ حجۃ علی من قال بتداخل صلوٰۃ الجمعۃ فی صلاۃ العید وھو عطاء بدلیل ما رواہ ابوداؤد من حدیث زید بن ارقم ومن حدیث ابی ھریرۃ من الرخصۃ فی ترک الجمعۃ لمن صلیٰ صلاۃ العید والجواب عنہ انہ حدیث ضعیف فی اسناد حدیث زید بن ارقم ایاس بن ابی رملۃ وھو مجھول، وفی اسناد حدیث ابی ھریرۃ بقیۃ وھو متھم بتدلیس التسویۃ علا انہ مضطرب رفعا وارسالاً، وعلی تقدیر تسلیم الصحۃ یقال انہ علیہ الصلاۃ والسلام رخص لاھل العوالی دون اھل المدینۃ کما فی روایۃ البیھقی وکما فی المعراج عن علی ان ذلک فی اھل البادیۃ ومن لا تجب علیہ الجمعۃ، وکما رواہ البخاری فی باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منھا عن عثمان انہ قال فی خطبتہ یا ایھا الناس ان ھذاالیوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان فمن احب ان ینتظر الجمعۃ من اھل العوالی فلینظر، ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ وروی مثلہ الحاکم عن الفاروق الاعظم .

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۳ جلد ۳ باب القراءۃ فی العیدین)

بلاعذر عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنا خلاف سنت اور محلّہ کی مساجد میں جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بلاعذر عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنااوراپنے اپنے محلوں میں ادا کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ ترک السنّت نہیں ہے جیسا کہ عینی اور دوسری کتابوں میں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خلیل فاضل خیر المدارس خطیب مسجد کلاں

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے بارش کی وجہ سے نماز عید مسجد میں پڑھی ہے، کما فی ابی داؤد ص ۱۶۴ جلد ۱ عن ابی هريرة رضی الله عنه انه اصابهم مطر فی يوم عيد فصلى بهم النبی ﷺ صلاة العيد فی المسجد ﴿۱﴾ اور عدد نا معلوم ہے اور لنگڑوں اور لولوں کیلئے مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے اور دیگر لوگوں کیلئے بلاعذر خلاف سنت ہے، کما فی ردالمحتار ص ۷۷۷ جلد ۱ وفی الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانه ويستخلف غيره يصلى فی المصر بالضعفاء ﴿۲﴾، لیکن جب عیدگاہ آبادی کے اندر ہو یا تقدیم وتقدم میں نزاع کا ظن ہو تو پھر اپنی اپنی مسجدوں میں نماز عید پڑھنا اور عیدگاہ کو نہ جانا اهون البليتين ہے۔ وهو الموفق

آبادی کی اندرونی عیدگاہ اور مسجد کا یکساں حکم ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر عیدگاہ آبادی کے اندر ہو اور نماز عید مسجد میں پڑھی جائے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: انور ایوب گدون صوابی......۱۹۸۸ء/۶/۷

الجواب: طریق مسنون یہ ہے کہ عیدگاہ شہر سے باہر ہو لیکن اگر باہر مناسب جگہ نہ ہو تو مسجد

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۷۱ جلد ۱ باب يصلى بالناس فی المسجد اذا كان يوم مطر)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۱۲ جلد ۱ مطلب يطلق المستحب على السنة باب العيدين)

اوراندرونی عیدگاہ کا یکساں حکم ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نمازعید میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ سہوترک کرنا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام عید نے دوسری رکعت میں تکبیرات نہیں پڑھے اورسیدھارکوع کو چلا گیا، رکوع کے بعد پھر تکبیرات ادا کئے اور پھر دوبارہ رکوع کو چلا گیا اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا، کیا یہ نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد رضا درہ آدم خیل کوہاٹ......۱۹۸۴ء/۷/۱۶

الجواب: اگرنمازعید میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتو تکرار فرض کی وجہ سے یہ واجب شدہ سجدہ سہوترک کرنا جائز ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵۰۷ جلد ۱ ﴿۲﴾. وھو الموفق

ایک ہی مقام پر یکے بعد دیگرے الگ الگ نمازعید پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں جبکہ خطبہ عیدالفطر سنایا جارہا ہو دوسری جماعت برائے عید ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ ہمارے ہاں تنازعہ اوراختلاف ہے اسلئے شرعی حکم صادر فرما کر رفع نزاع کیلئے تعاون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: سیلمان خان واہ فیکٹری راولپنڈی......۱۹۷۹ء/۹/۱۶

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والخروج اليها اى الجبانة لصلاة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح قال الشامي اى في الصحراء بحر عن المغرب.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ٦١٢ جلد ١ باب العيدين)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: والسهو في صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرين عدمه في الاولیین لدفع الفتنة كما في جمعة البحر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ٥٥٦ جلد ١ باب سجود السهو)

الجواب: نمازعید کیلئے دیگر نمازوں کی طرح نہ عیدگاہ شرط ہے اور نہ مسجد، پس مناسب یہ ہے کہ نزاعات کے وقت الگ الگ مکان میں ﴿۱﴾ یا ایک مکان میں یکے بعد دیگرے نمازادا کی جائے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

خطبہ عیدین کے ضمن میں یا بعد از خطبہ ہیئت اجتماعیہ سے دعا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدین کے خطبہ اول میں دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعد از خطبہ دعا مانگنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر محمد تلہ گنگ ضلع اٹک.....۲۳/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: خطبہ کے ضمن میں عربی میں خطیب کو دعا کرنا چاہئے ﴿۳﴾ اور اس کے علاوہ خطبہ کے اول میں یا آخر میں یا نماز عید کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا مانگنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی :: ولو امکنہ الذھاب الی امام آخر فعل لانھا تودی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً . (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۶۱۸ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۲﴾ ایک عیدگاہ میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے تاہم فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو دفع نزاعات کیلئے اگر اسی جگہ دوبارہ جماعت منعقد کی جائے تو جائز ہے مگر امام دوسرا ہونا ضروری ہے پہلا امام دوسری جماعت کا امام نہیں بن سکتا اسی صورت میں اھون البلیتین کو معمول بنانا ہوگا۔.....(از مرتب)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن نجیم : کما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال ینبغی ان یخطب خطبۃ خفیفۃ یفتتح بحمد اللہ ویثنی علیہ ویتشھد ویصلی علی النبی ﷺ ویعظ ویذکر ویقرأ سورۃ ثم یجلس جلسۃ خفیفۃ ثم یقوم فیخطب خطبۃ اخری یحمد اللہ تعالیٰ ویثنی علیہ ویتشھد ویصلی علی النبی ﷺ ویدعو للمؤمنین والمؤمنات کما فی البدائع.
(البحر الرائق ص۱۴۷ جلد۲ باب صلاۃ الجمعۃ)

﴿۴﴾ قال العلامہ مفتی کفایت اللہ الدھلوی : عیدین کے بعد دعا مانگنے کا فی الجملہ تو ثبوت ہے مگر تعین موقع کے ساتھ ثبوت نہیں کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد، دونوں موقعوں..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نمازِ عید یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قولِ رسول یا فعلِ رسول ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احادیث وفقہ کی روشنی میں نماز عید یا خطبہ عید کے بعد دعا ثابت ہے یا نہیں؟ صحیح بخاری اور مسلم کی روایات میں نبی ﷺ کے زمانہ میں خواتین کا عیدگاہ جانا اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہونا صراحۃ موجود ہے، اگر یہ دعا اجتماعی نہ تھی تو شرکت کا کیا مطلب ہے اور اگر دعا ہے تو اجتماعی ہوگی یا انفرادی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مزمل حسن گلشن اقبال کراچی.....۲۲/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: نمازِ عید یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قولِ رسول یا فعلِ رسول مروی نہیں ہے اور حدیث میں جو مروی ہے، ویشهدن دعوة المسلمین ﴿ ۱ ﴾ تو یہ لفظ دعا، وعظ اور عبادت تینوں کو کہا جاتا ہے، نیز صلاۃ استسقا کو بھی کہا جاتا ہے صرف دعا کو نہیں کہا جاتا ہے تو ایسے محتملات سے تمسک کرنا بہت ہی نازیبا ہے مگر بہر حال احتمال کی وجہ سے مرتکب پر اشد انکار کرنا بھی مناسب نہیں ہے،

(بقیہ حاشیہ) میں سے کسی ایک موقع پر دعا مانگنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۹۹ جلد ۳ چھٹا باب نماز عیدین)

وقال الامام ولی الله الدهلوی: فابدل لهما بيومين فيهما تنويه بشعائر الملة الحنيفية وضم مع التجمل فيهما ذكر الله وابوابا من الطاعة لئلا يكون اجتماع المسلمين بمحض اللعب ولئلا يخلو اجتماع منهم من اعلاء كلمه الله...... وضم معه مقصداً آخر من مقاصد الشريعة وهو ان كل ملة لا بد لها من عرصته يجتمع فيها اهلها لتظهر شوكتهم وتعلم كثرتهم ولذلک استحب خروج الجميع حتى الصبيان والنساء وذوات الخدور والحيض ويعتزلن المصلى ويشهدن دعوة المسلمين. (حجة الله البالغه ۲ : ۳۱ مبحث فی العیدین)

﴿ ۱ ﴾ وفی المنهاج: (قوله ويشهدن دعوة المسلمين) وفی رواية ابی داؤد يشهدن الخير ودعوة المسلمين والدعوة تعم الموعظة والذكر وطلب الحاجة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۳ باب خروج النساء فی العیدین)

لا سیما اذا هو لفظ روایة البخاری فیکبرن بتکبیرهم ویدعون بدعاء هم ﴿۱﴾. فافهم

نمازِ عید یا خطبہ عید کے بعد دعا عفو اور مباح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد از نماز عید کرنی چاہئے یا بعد از خطبہ عید؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا مفتی زرولی خان مدرسہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی......۱۹۸۳ء/۱۲/ ۲۷

الجواب: حضور ﷺ سے نماز عید کے بعد یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی روایت ہمیں معلوم نہیں، البتہ بظاہر نہ کرنا راجح معلوم ہوتا ہے، والا لنقل الینا، نیز پیغمبر علیہ السلام سے اس کے منع کے متعلق بھی کوئی روایت مروی نہیں ہے، پس قواعد کی رو سے یہ دعا عفو اور مباح ہے﴿۲﴾ البتہ عوارض خارجیہ التزام وغیرہ کی وجہ سے ناجائز ہوگا﴿۳﴾۔وهو الموفق

عید کے دن مصافحہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں علماء عید کے دن مصافحہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حدیث نبوی ﷺ کی رو سے مسجد میں مصافحہ کرنا حرام ہے کیا یہ صحیح ہے؟ حالانکہ عید کے دن مصافحہ کرنے سے اکثر دشمنی دوستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد اقبال ملاکنڈ ایجنسی

﴿۱﴾ (صحیح البخاری ص ۱۳۲ جلد ۱ باب فضل العمل فی ایام التشریق)

﴿۲﴾عن سلمان قال سئل رسول اللهﷺ عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه.

(سنن الترمذی ص ۲۰۶ جلد ۱ باب فی لبس الفراء ابواب اللباس)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: کسی خاص نماز کے بعد مصافحہ کرنا مختلف فیہ ہے، امام نووی اور شمس حانوتی کے نزدیک لابأس به ہے، اور صاحب درمختار کا میلان بھی جواز کی طرف ہے ابن حجر اور صاحب ملتقط کا میلان کراہیت کی طرف ہے، اور ابن الحاج المالکی نے اس کو بدعت کہا ہے، والروایات کلها مسطورة فی ردالمحتار ص ۳۳۶ جلد۵ ﴿۱﴾ فلیراجع ، پس احتیاط ترک میں ہے ، وهو الاقوىٰ من حیث الدلیل، البتہ کرنے والے پر اشد انکار نہ کی جائے، لوجود الروایة المبیحة ، فافهم. وهو الموفق

شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر صحرا میں نماز عید ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ علاقہ مری میں شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر غیر آباد جگہ میں برسوں سے عیدین کی نماز پڑھائی جاتی ہے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ عید کی نماز شہر

(بقیه حاشیه) به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ص ۱۵۹ جلد۲ باب العیدین)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: حیث قال اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لا بأس به فان اصل المصافحة سنة...... ونقل مثله عن الشمس الحانوتی وانه افتی به مستدلا بعموم النصوص الواردة فی مشروعیتها وهو الموافق ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بکل حال...... ثم نقل ابن حجر عن الشافعیة انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع...... وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لا خیه لا فی ادبار الصلوات.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۷۰ جلد۵ باب الاستبراء وغیره)

سے باہر صحرا میں پڑھی جائے نہ کہ شہر میں، اب وہاں صرف عیدین پڑھی جاتی ہے نہ کہ جمعہ، تو کیا یہ نماز درست ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن مدرسہ تجوید القرآن کوہ مری راولپنڈی......۱۹۷۶ء/۵/۱۳

الجواب: بہ ظاہر اس جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا بھی جائز ہے، کما فی البدائع ص ۲۶۰ جلد ۱ وهل تجوز صلاة الجمعة خارج المصر منقطعاً عن العمران ام لا ذكر فی الفتاویٰ رواية عن ابی يوسف ان الامام اذا خرج يوم الجمعة مقدار ميل او ميلين فحضرته الصلاة فصلی جاز وقال بعضهم لا تجوز الجمعة خارج المصر منقطعا عن العمران وقال بعضهم علی قول ابی حنيفه وابی يوسف يجوز وعلی قول محمد لايجوز كما اختلفوا فی الجمعة﴿۱﴾. وهو الموفق

عید کارڈ، عید مبارکی اور عید کیلئے نئے کپڑوں کے اہتمام کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) عید کارڈ بھیجنا کیسا ہے؟ خط یا کارڈ قبل از عید جائز ہے یا ناجائز؟ (۲) عید کے دن مبارکبادیاں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مصافحہ کا کیا حکم ہے؟ (۳) عید کیلئے چند مہینے پہلے سے کپڑے بنانا اور اہتمام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خان محمد تنگی چارسدہ......۱۵/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: (۱) عید کارڈ یا خط کے ذریعہ مبارکبادی دینا نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی بلکہ مباح ہے۔ (۲) عید کے دن کسی کو مبارکبادی دینا مندوب ہے، حدیث سے ثابت ہے﴿۲﴾ اور نماز

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۵۸۶ جلد ۱ فصل فی بيان شرائط الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامه سيد احمد الطحطاوی: والتهنئة بقوله تقبل الله منا ومنكم لا تنكر بل مستحبة لورود الاثر بها كما رواه الحافظ ابن حجر عن...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عید کے بعد مصافحہ کرنا مختلف فیہ ہے لہٰذا اس میں تشدد مناسب نہیں البتہ کرنے سے نہ کرنا احوط ہے۔
(۳) جدید کپڑوں کا اہتمام کرنا بھی نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع۔
ملاحظہ:...... بے پردگی، غیر محارم سے مصافحہ، فضول خرچی، التزام مالا یلزم تمام کے تمام منکرات شرعیہ ہیں جو کہ غم وشادی کے مواقع میں دیکھے جاتے ہیں، پس مناسب یہ ہے کہ ان منکرات کی انسداد کی جائے نہ کہ شادی وغیرہ کی، فافہم۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) تحفةعيد الاضحىٰ لابى القاسم المستملى بسند حسن وكان اصحاب رسول اللهﷺ اذا التقوا يوم العيد يقول بعضهم لبعض تقبل الله مناومنكم قال ...... قول الرجل لصاحبه عيد مبارك عليك ونحوه ويمكن ان يلحق هذا اللفظ بذلك فى الجواز الحسن واستحبابه لما بينهما من التلازم. (الطحطاوى على المراقى ص ۵۳۰ باب احكام العيدين)
وقال العلامة جلال الدين السيوطى: اخرج الطبرانى فى الكبير وزاهر بن طاهر فى تخفة عيد الاضحىٰ عن حبيب بن عمر الانصارى قال: حدثنى ابى قال: لقيت وائلة رضى الله عنه يوم عيد فقلت: تقبل الله منا ومنك، فقال: تقبل الله منا ومنك، واخرج الاصبهانى فى الترغيب عن صفوان بن عمرو السكسكى قال: سمعت عبد الله بن بشر، وعبدالرحمن بن عائذ، وجبير بن نفير، وخالد بن معدان يقال لهم فى ايام الاعياد، تقبل الله منا ومنكم ويقولون ذلك لغيرهم، واخرج الطبرانى فى الدعاء، والبيهقى عن راشد بن سعد ان ابا امامة وواثلة لقياه فى يوم عيد فقالا: تقبل الله منا ومنك، واخرج زاهر بن طاهر فى كتاب تحفة عيد الفطر وابواحمد الفرضى فى مشيخته بسند حسن عن جبير بن نفير قال: كان اصحاب رسول اللهﷺ اذا التقوا يوم العيد يقول بعضهم لبعض، تقبل الله منا ومنكم واخرج زاهر ايضا بسند حسن عن محمد بن زياد الالهانى قال: رأيت ابا امامة الباهلى يقول فى العيد لاصحابه تقبل الله منا ومنكم، واخرج البيهقى من طريق ادهم مولىٰ عمر بن عبد العزيز قال: كنا نقول لعمر بن عبد العزيز فى العيدين، تقبل الله منا ومنك يا امير المؤمنين فيرد علينا مثله...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عید کے دن مصافحہ اور معانقہ سے منع کرنے میں تشدد ز یا نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عیدین کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو عوام الناس کو اس سے منع کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ صاحب احسن الفتاویٰ جناب مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مہتمم اشرف المدارس کراچی نے فتاویٰ مذکورہ کے ص ١٢٨٠ میں اس سوال کے جواب میں شامی کا حوالہ دیتے ہوئے عبارت ذیل نقل کی ہے۔

نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بکل حال لان الصحابة ما صافحوا بعد اداء الصلوٰة و لانها من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن الحجرعن الشافعية انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع وانه ینبه فاعلها اولا ویعذر ثانیا...... وقال ابن الحاج من المالکية فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لا خیه لافی ادبار الصلوات فحیث وضعها الشرع یضعها فینهی عن ذلک ویزجر فاعله لما اتی به من خلاف السنة ثم اطال فی ذلک فراجعه فقط،

(بقیه حاشیه) ولا ینکر ذلک، واخرج الطبرانی فی الدعاء عن شعبة بن الحجاج قال: لقیت یونس بند عبید فقلت تقبل الله منا ومنک فقال لی مثله واخرج الطبرانی فی الدعاء من طریق حوشب بن عقیل قال: لقیت الحسن البصری فی یوم عید فقلت: تقبل الله منا ومنک، واخرج ابن حبان فی الثقات عن علی بن ثابت قال: سألت مالکاً عن قول الناس فی العید تقبل الله منا ومنک فقال: ما زال الامر عندنا کذلک لکن اخرج ابن عساکر من حدیث عبادة بن الصامت قال: سألت رسول الله ﷺ عن قول الناس فی العیدین تقبل الله منا ومنکم فقال: "کذلک فعل اهل الکتابین" وکرهه وفی اسناده عبد الخالق بن خالد بن زید بن واقد الدمشقی قال فیه البخاری منکر الحدیث، وقال ابو حاتم: ضعیف، قال النسائی: لیس بثقه، وقال الدارقطنی: متروک، وقال ابو نعیم: لا شیئ. (الحاوی للفتاویٰ ١: ٨٠، ٨١ مبحث التهنئة بالعید)

اب دریافت طلب یہ ہے(۱) یہ مخالفت کس درجے کی ہے؟(۲) یہ مخالفت آیا نماز کرنے کے فوراً بعد کیلئے ہے یا عید کا پورادن اس میں داخل ہے؟(۳) کیا معانقہ اس میں داخل ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق مدرسہ رحیمیہ مسجد بیری والی ملتان شہر

الجواب: (۱) علامہ شامی نے ردالمحتار جلد خامس کے مذکورہ بالا صفحہ میں امام نووی اور شیخ ابوالحسن بکری اور شمس حانوتی وغیرہ سے اس مصافحہ (کسی خاص نماز کے بعد) کو جائز اور مباح لکھا ہے اور صاحب درمختار علامہ حصکفی کا میلان بھی جواز کی طرف ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں تشدد نہ کرنا چاہئے اور بہرحال نہ کرنا افضل ہے، **لان عند التعارض یرجح المحرم ولان العوام یعتقدون ان لها خصوصیة زائدة علی غیرها ان ظاهر کلامهم انه لم یفعلها احد من السلف فی هذه المواضع ﴿۱﴾**.

(۲) جن فقہاء نے اس مصافحہ کو مکروہ اور بدعت کہا ہے ان کے اقوال کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے ﴿۲﴾ کہ جب مصافحہ اول ملاقات کے وقت ہو اور مصافحہ کرنے کے اوقات کے متعلق بنسبت باقی اوقات کی زیادہ خصوصیت اور زیادہ ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں کیونکہ تخصیص اعتقادی سے بچنا ضروری ہے تخصیص عملی سے بچنا شرعاً اور عقلاً ناممکن ہے۔

(۳) معانقہ کے متعلق فقہاء نے تصریح نہیں کی ہے لیکن دلائل جانبین اس میں جاری ہیں لہٰذا مصافحہ اور معانقہ کا حکم یکساں ہوگا۔

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۷۰ جلد ۵ باب الاستبراء وغیرہ)

﴿۲﴾ **قال الامام ربانی رشید احمد الگنگوهی:** معانقہ و مصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مؤدت، اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے اور **علی هذا** معانقہ جیسا بشرائط خود دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۸ کتاب البدعات)

ملاحظہ:.....عوام کو اختلاف فقہاء ظاہر کرنے سے نیز اس حقیقت کو واضح کرنے سے کہ اس خاص مصافحہ میں دیگر اوقات سے زیادہ ثواب نہیں ہے، صرف اسی پر اکتفا کرنے سے فتنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وھوالموفق

عیدین کی نماز میں مسبوق اپنی رکعت مع تکبیرات پوری کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدین کی نماز میں مقتدی دوسری رکعت میں شامل ہوا تو فوت شدہ رکعت کو کس طرح پوری کرے گا، تکبیرات کہے گا یا نہیں، بینوا اتوجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کھڑے ہوکر سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھ کر تکبیرات زوائد کہہ کر اپنی رکعت پوری کرے، فی الدر المختار ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برأی نفسه لانه مسبوق ولو سبق برکعة یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر ﴿۱﴾. وھوالموفق

تکبیرات تشریق احادیث سے ثابت ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام تشریق میں تکبیرات تشریق کہاں سے ثابت ہیں؟ بینوا اتوجروا

المستفتی: حبیب الحق حضرو اٹک.....۱۹۸۶ء

الجواب: وتکبیرات التشریق فمرویة عن عائشة وابن مسعود وعلی رضی الله عنهم فلیراجع الی البدائع الصنائع ص ۱۹۵ جلد ۱ ﴿۲﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۱۶ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۲﴾ قال العلامة کاسانی: اتفق شیوخ الصحابة نحو عمر وعلی وعبد الله بن مسعود وعائشة رضی الله عنهم علی البدایة بصلاة الفجر من یوم ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

تکبیرات تشریق منفرد اور عورت دنوں پر واجب ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات تشریق تو باجماعت نماز کے بعد مردوں پر واجب ہیں کیا یہ منفرد نماز پڑھنے والے اور عورتوں پر بھی واجب ہیں؟ بینو اتو جرو ا

المستفتی: فضل مالک سوڑیزی پایاں پشاور......۱۹۹۴ء/۹/۲۶

الجواب: مفتیٰ بہ قول کی بنا پر تکبیرات تشریق منفرد اور عورتوں پر بھی واجب ہیں البتہ عورت جہر نہ کرے گی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بنابر قول مفتی بہ تکبیرات تشریق عرفہ کی صبح سے تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیرات تشریق عرفہ کی صبح سے دس ذی الحجہ کے عصر تک واجب ہیں اور صاحبین کے نزدیک عرفہ کی صبح سے تیرہ ذی الحجہ کے عصر تک واجب ہیں اس میں مفتیٰ بہ قول کونسا ہے؟ بینو اتو جرو ا

المستفتی: مولانا عبدالرحیم قلعہ سیف اللہ......۱۹۹۰ء/۱۰/۱۰

(بقیہ حاشیہ) عرفة وبه اخذ علماؤنا، قلت اما رواية ابن مسعود وعلى ذكره محمد بن الحسن في كتابه الاثار ص ۴۲ برقم ۲۰۸ والحاكم في المستدرك ص ۲۹۹ جلد ۱ رقم: ۳۰۰، واما رواية عمر فاخرجه الحاكم في المستدرك ص ۲۹۹ جلد ۱ في كتاب العيدين.
(بدائع الصنائع ص ۴۵۸ جلد ۱ فصل في وجوب التكبير ايام التشريق)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ووجوبه على امام مقيم بمصر وعلى مقتد مسافر او قروي او امرأة بالتبعية لكن المرأة تخافت ويجب على مقيم اقتدىٰ بمسافر وقالا بوجوبه فور كل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافر او امرأة لانه تبع للمكتوبة الى عصر اليوم الخامس آخر ايام التشريق وعليه الاعتماد والعمل والفتوىٰ في عامة الامصار.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۶۲۰ جلد ۱ باب العيدين)

الجواب: مفتی بہ مذہب صاحبین کا ہے، کما فی الدر المختار ص ۵۸۹ جلد ۱ باب العیدین ﴿۱﴾ وعلیه الاعتماد وعلیه العمل والفتویٰ فی عامة الامصار وکافة الاعصار. وهو الموفق

تکبیرات تشریق میں مفتیٰ بہ قول صاحبین کا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات ایام تشریق میں مفتی بہ قول صاحبین کا ہے یا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل محمد بلوچستانی......۲۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: مفتیٰ بہ مذہب صاحبین کا ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وقالا بوجوبه فور كل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأة لانه تبع للمكتوبة الى عصر اليوم الخامس آخر ايام التشريق وعليه الاعتماد والعمل والفتوىٰ فى عامة الامصار وكافة الاعصار.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۶۲۰ جلد ۱ باب العيدين)

﴿۲﴾ قال العلامة جلال الدين الخوازمي: بعد تفصيل المسئلة وذكر العلامة نجم الدين الزاهدى فى شرحه للقدورى والفتوىٰ والعمل فى عامة الامصار وكافة الاعصار على قولهما. (الكفاية في ذيل فتح القدير ۲: ۴۹ فصل فى تكبيرات التشريق ومثله فى الهندية ۱: ۱۵۲ والتاترخانية ۲: ۱۰۲۱)

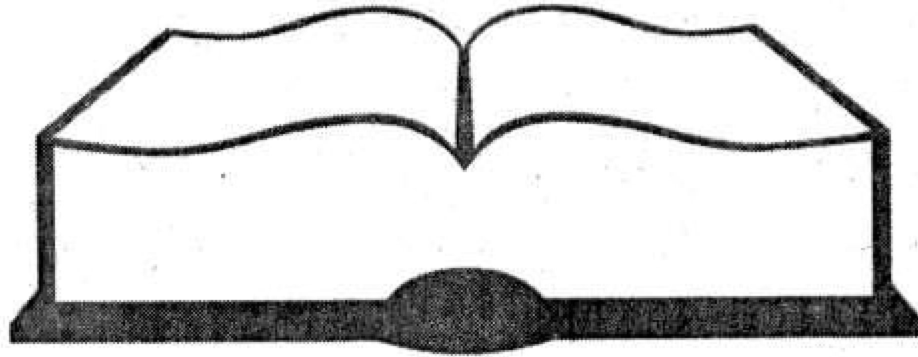
الله

الله

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

کتاب الجنائز





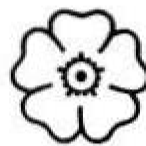
قال اللّٰہ تعالیٰ

الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر . ...(الآیۃ)

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال:

قال رسول اللّٰہ ﷺ اکثروا ذکرھا ذم اللذات: الموت.

رواہ الترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم وابن عدی



کتاب احکام الجنائز

باب صلاة الجنازة

ایک مسلمان کو بلا جنازہ دفن کرنے سے تمام مطلع لوگ گنہگار رہوں گے

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان مستحق جنازہ کو بلا جنازہ دفن کیا گیا اس کا گناہ کس پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی : مولانا نور جنان صاحب سرائے نورنگ بنوں

الجواب: جو شخص شرعاً مستحق جنازہ ہو تو اس کو بغیر جنازہ کے دفنانے سے تمام مطلع لوگ گنہگار ہوں گے خواہ مقامی لوگ ہوں یا غیر مقامی، لانهم تاركوا الفرض ﴿۱﴾. وهو الموفق

نماز جنازہ میں عدم تاخیر افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کو موخر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی : مولوی صالح موسیٰ زئی شریف......۲۱/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: نماز جنازہ میں عدم تاخیر افضل ہے :لما فی الهندية ص ۵۴ جلد ۱ لكن

﴿۱﴾ وفی فتاویٰ الهندية: الصلاة على الجنازة فرض كفاية اذا قام به البعض واحدا كان او جماعة ذكرا كان او انثى سقط عن الباقين واذا ترك الكل أثموا هكذا فی التتار خانية. (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۶۲ جلد ۱ الفصل الخامس فی الصلاة على الميت)

الافضل فی سجدة التلاوة تاخیرها وفی صلوٰة الجنازة التاخیر مکروه هکذا فی التبیین ﴿۱﴾ وفی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ص۳۲۷ جلد ۱ وفی التحفة الافضل ان لا توخر الجنازة﴿۲﴾. وهو الموفق

جنازہ میں عوام کی طرف سے مقررہ قاضی امام الحی پر مقدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قاضی صاحب باپ دادا سے شرعی فیصلوں کیلئے قاضی آرہا ہے اور باپ دادا سے یہ لوگ جنازے پڑھ رہے ہیں اب قوم نے بھی اس قاضی صاحب کو شرعی فیصلوں کیلئے منتخب کیا ہے تو اس قاضی کی موجودگی میں امام الحی نماز جنازہ کا مجاز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی اشرف خان باڑہ ایجنسی ۱۹۸۴ء/۵/۲۱

الجواب: صریح جزئیہ یافتہ نہ شد البتہ مقتضائے نظائر این ست کہ این قاضی مقرر شدہ از جانب عوام مقدم بر امام الحی است، ونظیره تقدیم الخطیب الذی نصب من العامة علی امام الحی﴿۳﴾ والوجه فیه ان الرضاء علی تقدیمه کالعبارة بخلاف تقدم امام الحی فانه کالرضاء بالدلالة. فافهم. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ص ۵۲ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان الاوقات التی لا تجوز فیها الصلاة وتکره فیها)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۲۷۵ جلد ۱ کتاب الصلوٰة)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: واختلف فی الخطیب المقرر من جهة الامام اعظم او من جهة نائبه هل یملک الاستنابة فی الخطبة فقیل لا مطلقا ای لضرورة اولا الا ان یفوض الیه ذلک وقیل ان لضرورة جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورة لانه علی شرف الفوات لتوقة فکان الامر به اذنا بالاستخلاف دلالة ولا کذلک القضاء ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

جنازہ میں فاتحہ پڑھنا اور مذہب احناف

سوال: میت پر جو جنازہ پڑھا جاتا ہے اگر یہ نماز ہے تو اس میں سورۃ فاتحہ کیوں نہیں پڑھی جاتی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے، حنفی مذہب نے اس کی اجازت کیوں نہیں دی ہے؟ اور اگر یہ دعا ہے تو دعا کے بعد دعا کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ کتابوں میں جنازہ کے بعد دعا مستحب لکھی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالمتین خادم جامع مسجد میاں عمر صاحب چمکنی پشاور......۱۴/ جون ۱۹۸۴ء

الجواب: بدائع وغیرہ میں مسطور ہے کہ احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو ثنا کی حیثیت سے پڑھنا جائز ہے ﴿۱﴾ اور حدیث ابوداؤد شریف، اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء ﴿۲﴾ کی بنا پر اذکار جنازہ میں اصل دعا ہے اور دعا داخلی کے بعد دعا خارجی ممنوع نہیں ہے ﴿۳﴾ کمافی الصلوات الخمسة. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ)وهو الظاهر من عباراتهم الخ.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۲ جلد ۱ مطلب فی جواز استنابة الخطیب)

وقال الشرنبلالی: وفی التبیین عن جوامع الفقه امام المسجد الجامع اولی من امام الحی انتهیٰ، والصلوٰة فی الاصل حق الاولیاء لقربهم الا ان الامام والسلطان یقدمان لعارض الامامة العظمیٰ والسلطنة فان التقدم علیهما فیه ازدراء وفساد امر المسلمین فیتحاشا عن ذلک الفساد فیجب تقدیم من له حکم عام.

(امداد الفتاح ص ۶۲۲ فصل فی بیان الاحق بالصلوٰة علی الجنازة)

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: وعندنا لو قرأ الفاتحة علی سبیل الدعاء والثناء لم یکره.

(بدائع الصنائع ص ۵۲ جلد ۲ فصل فی بیان کیفیة الصلاة علی الجنازة)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۰۰ جلد ۲ باب الدعاء للمیت کتاب الجنائز)

﴿۳﴾ وفی المنهاج: قد ثبت الدعاء بعد صلاة الجنازة ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنازہ میں امام کا چار سے زائد تکبیرات کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں اگر امام غلطی سے پانچ تکبیرات پڑھ لیں تو کیا یہ جنازہ جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: جان محمد صاحب ہاتھیان مردان......١٦/ شعبان ١٤٠٣ھ

الجواب: پانچ تکبیرات کرنے سے جنازہ میں نقصان نہیں آتا البتہ زائد تکبیر میں مقتدی امام کے ساتھ تکبیر نہ کریں گے اور سلام پھیرنے میں اس امام کے ساتھ شریک ہوں گے، ماخوذ از شرح التنویر علی ہامش ردالمحتار (ص ٥٨٦ جلد ١) ﴿١﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ممن فاتة الجنازة مثل ابن عمرو عبد الله بن سلام، واما الدعاء ممن صلى عليها فذخيرة الاحاديث ساكتة عنه فمن ادعى انه عليه الصلاة والسلام دعا بعدها او ادعى انه لم يدع بعدها فدخل فى حديث من كذب على متعمدا فليتبوء مقعده من النار ولوقال الخصم لو دعا بعدها لبلغ الينا، لجاز لنا ان نقول لو لم يدع لبلغ الينا كما بلغ الينا انه ما اذن وما اقام لصلاة العيد، وبالجملة انه لا بد من الفرق بين عدم الرواية وبين رواية العدم. نعم منع عنه الفقهاء واكثرهم لم يذكروا دليل المنع، والبعض عللوا المنع بالزيادة على الجنازة، والبعض الآخر عللوه بتكرار الجنازة، وكلتا القبيحتين انما تلزمان اذا دعا قائما فى الصف دون بعد كسر الصف وكذا اكثر الفقهاء يعبرون بلفظ طويل اى لا يقوم بالدعاء ولا يعبرون بلفظ مختصر اى لا يدعو. فيكون الدعاء بعد كسر الصف عفواً ومباحا لحديث ماسكت عنه فهو عفو رواه ابوداؤد، نعم كم من مباح يصير ممنوعا لعارض مثل الالتزام وغيره واعلم ان الفقهاء الحنفية عللوا هذا المنع بانه لم يوجد فى خير القرون فانه دليل سلفى منقوض جمعاً ومنعاً.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ٢١٦ جلد٤ باب ماجاء فى الصلاة على القبر)

﴿١﴾ قال العلامة الحصكفى : ولو كبر امامه خمسا لم يتبع لانه منسوخ فيمكث المؤتم حتى يسلم معه اذا سلم به يفتىٰ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص٦٤٥ جلد ١ باب صلاة الجنائز)

جنازہ سے منع کرنے والے توبہ تائب ہوجائیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمی ایک مسلمان کے جنازہ سے باقی گاؤں والوں کو منع کریں کہ تم شرکت مت کرو، اور اس رویہ سے مضافات بھی متاثر ہوکر جنازوں سے منع ہورہے ہیں جنازہ جوفرض کفایہ ہے اگر پڑھنے پڑھانے کا یہ سلسلہ اسی طرح بند ہوجائے تو رفتہ رفتہ فرض عین کا خاتمہ بھی ہوجائے گا، منع کرنے والے بااثر آدمی ہیں ان کے ساتھ ہمیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے اور شرع میں ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان ہزارہ......۲۴/نومبر۱۹۷۴ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ مانعین گنہگار اور مجرم ہیں، قال اللہ تعالیٰ: **ولا تطع کل حلاف مهين هماز مشآء بنميم مناع للخير (الآية)﴿۱﴾ وقال: القيا في جهنم كل كفار عنيد مناع للخير (الآية) ﴿۲﴾** ان کیلئے توبہ ضروری ہے۔ **وھو الموفق**

دعا بعد الجنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد الجنازہ کا کیا حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمادیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نائب صدر اصلاحی کمیٹی نوشہرہ......۲۳/محرم۱۴۰۳ھ

الجواب: دعا بعد الجنازہ قبل از کسر الصفوف التزام کے ساتھ بدعت ہے اور بلا التزام بدعت نہیں ہے، البتہ دعا قبل السلام پر اکتفا کرنا افضل اور تعامل سلف سے اوفق ہے، اور بعد السلام بعد کسر

﴿۱﴾ (سورۃ القلم پارہ: ۲۹ آیت: ۱۲ رکوع: ۳)

﴿۲﴾ (سورۃ ق پارہ: ۲۶ آیت: ۲۴ رکوع: ۱۶)

الصفوف بلاالتزام ممنوع نہیں ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

جنازہ میں تین صفوف بنانا افضل اور کثرت کی صورت میں طاق بنانا انسب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں صفوف کوطاق رکھنا مستحب ہے یاسنت؟اوربعض لوگ کہتے ہیں کہ جب شرکاءکی کثرت ہوتوپھرطاق صفیں بنانامستحب نہیں رہتا کیا یہ صحیح ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:زاہد حسین پبی نوشہرہ......۲۱/ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: نماز جنازہ میں تین صفوف بنانا افضل ہے(سنت زائدہ اور مستحب ہے) لحدیث ما من مسلم یموت فیصلی علیه ثلاثة صفوف من المسلمين الا اوجب فكان مالك اذا استقل اهل الجنازة جزأهم ثلثة صفوف وفي رواية فتقال الناس عليها جزاهم ثلاثةاجزاء (مشكواة ص ۱۴۲ جلد ۱)﴿۲﴾ وفي ردالمحتار ص۸۱۸ جلد ۱ ويستحب ان يصف ثلاثة صفوف ﴿۳﴾پس اگرشرکاءزیادہ ہوں تواس کےمتعلق تصریح نہیں ملی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: وقيد بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة وعن الفضلي لا بأس به.

(البحر الرائق ص۱۸۳ جلد۲ فصل السلطان احق بصلاته، كتاب الجنائز)

وقال الشرنبلالي: ويسلم وجوباً بعد التكبيرة الرابعة من غير دعاء بعدها في ظاهر الرواية واستحسن بعض المشائخ ان يقال ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار اور بنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب.

(امداد الفتاح ص ۶۲۰ مطلب سنن الجنازة)

﴿۲﴾ (مشكواة المصابيح ص۱۴۷ جلد ۱ باب المشي بالجنازة الفصل الثالث)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۶۴۵ جلد ۱ مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي باب صلاة الجنازة)

البتہ حدیث ان اللہ وتر ویحب الوتر ﴿۱﴾ پر عمل کرنا انسب ہے جبکہ حرج نہ ہو۔ وھو الموفق

جنازہ میں امام کا جہر سے دعا پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جنازہ میں پیش امام نے آخری تکبیر کے بعد دعا جہر سے پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد دوسرے علماء نے جنازہ نہ ہونے کا فتویٰ دیا اور دوبارہ جنازہ پڑھایا گیا، کیا اس وجہ سے جنازہ دوبارہ پڑھایا جائے گا؟ بینو اتوجروا

المستفتی: شیخ عطاء محمد

الجواب: واضح رہے کہ جنازہ کے ارکان تکبیرات ہیں اور ادعیہ وغیرہا پڑھنا مسنون ہیں، اور ان میں مخافت بھی نماز کی طرح مسنون ہے ﴿۲﴾ اور بعض اوقات میں پیغمبر علیہ السلام سے جہر بھی ثابت ہے ﴿۳﴾ لہٰذا اس خلاف سنت امر کی وجہ سے اعادہ خلاف سنت ہے، ولم اجده صريحا مع تتبع بليغ ولذا اجبت بحسب ما اقتضاه القواعد والاصول. وهو الموفق

﴿۱﴾ (صحيح البخاری ص ۹۴۹ جلد ۲ باب لله تعالیٰ مأة اسم غير واحد قبيل كتاب الرقاق)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: ويسلم بلا دعاء بعد الرابعة تسليمتين ناوياً الميت مع القوم ويسر الكل الا التكبير ذيلعی وغيره لكن فی البدائع العمل فی زماننا علی الجهر بالتسليم. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۴۴ جلد ۱ باب صلاة الجنازة)

وقال العلامة ابن نجيم: ولا يجهر بما يقرأ عقب كل تكبيرة لانه ذكر والسنة فيه المخافة كذا فی البدائع وفيه وهل يرفع صوته بالتسليم لم يتعرض له فی ظاهر الرواية وذكر الحسن بن زياد انه لا يرفع لانه للاعلام ولا حاجة له لان التسليم مشروع عقب التكبير بلا فصل ولكن العمل فی زماننا علی خلافه. (بحر الرائق ۲: ۱۸۴ فصل السلطان احق بصلاته)

﴿۳﴾ وعن ابن عباس انه صلی علی جنازة فقرأ فيها بفاتحة الكتاب وجهر بها. اخرجه الشافعی فی مسنده ص ۵۷۹ جلد ۱ والبخاری فی صحيحه ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

قبرستان میں نماز جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنازہ کے آگے اگر مقبرہ ہو یا قبریں ہوں تو نماز اور نماز جنازہ نہیں ہوتی، لان فیه تشبیه مع اهل الکتاب...... ویکره فی معاطن الابل والمزبله والمجرزه والمغتسل والحمام والمقبرة وعلی سطح الکعبة، وعن ابی مرثد قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها لان فیه استخفاف (رواه مسلم) ولان فیه تعظیماً بلیغاً، دوسری بات یہ ہے کہ جو مسائل نماز کے ہیں وہی جنازے کے بھی ہیں تو جس طرف نماز نہیں ہوگی جنازہ بھی نہیں ہوگا، بحوالہ قاضی خان، مشکوٰۃ ص ۱۶۲ منیة المصلی ص ۲۸۱، فتاویٰ ودودیه، وضاحت فرما کر اطمینان دلا دیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: سید مجاب استاد گنڈھیری نوشہرہ...... ۲۷/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: اختلف الاکابر فی کراهیة صلوٰة الجنازة عند القبور القریبة بلا حائل ﴿۱﴾ والظاهر عدم الکراهیة لان النبی ﷺ صلی علی بعض

(بقیه حاشیه) فی الجنائز باب قراءة فاتحة الکتاب علی الجنائز برقم: ۱۳۳۵، وابوداؤد فی سننه فی الجنائز باب ما یقرأ علی الجنازة والترمذی فی جامعه فی الجنائز والنسائی فی المجتبیٰ من السنن والحاکم فی المستدرک.

(حاشیه بدائع الصنائع ص ۵۲ جلد ۲ کیفیت صلاة الجنازة)

﴿۱﴾ بدائع الصنائع میں ہے: قال ابو حنیفة ولا ینبغی ان یصلی علی المیت بین القبور وکان علی وابن عباس یکرهان ذلک وان صلوا اجزأهم لما روی انهم صلوا علی عائشة وام سلمة بین مقابر البقیع (ص ۶۵ جلد ۲ سنن الدفن) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۶۷ جلد ۵ میں ہے، جہاں پر چہار طرف قبریں ہوں نماز جنازہ یا نماز فرض پڑھنا مکروہ ہے، اور امداد الفتاویٰ ص ۵۰۱ جلد ۱ باب الجنائز میں ہے، قبر کی طرف جو نماز مکروہ ہے تو بوجہ اس کے کہ وہ مشتمل ہے میت پر جس میں احتمال ہے عبادت غیر اللہ کا اور نماز جنازہ میں خود میت ہی کا روبرو ہونا جائز رکھا گیا ہے تو قبر کا سامنے ہونا تو بدرجہ اولیٰ، یہ تو تحقیق...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

القبور ﴿۱﴾. ولان التشبیه لا یتأتی بالقیام البحت فافهم ﴿۲﴾ ولم اجده صریحاً. وهو الموفق

مرتکب کبائر کے جنازہ کا حکم

سوال: ما حکمکم دام مجدکم درحق کسے کہ یک مرد گواہی نہ مید ہد کہ زید نماز فرض گزارد، یا صوم رمضان داشتہ، نیز مرتکب کبائر باشد چوں بمیرد مسلمانان نماز جنازہ بریں زید مذکور گزارند یا نہ؟ زجراً یا حقیقتاً؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سہیل ضلع کوہاٹ......۴/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: ماسوائے بعض اصناف کے دیگر تمام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہوگی، قال رسول اللهﷺ صلوا علی کل بر وفاجر رواه ابو داؤد ﴿۳﴾ وفی الدرالمختار وهی

(بقیہ حاشیہ) جواب ہے اس سوال کا اور سائل نے خط میں جو بعض غیر مقلدین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عدم جواز نماز جنازہ قبور کے قریب کا حکم لگادیا ہے تو اگر وہ اہل انصاف ہو تب تو ان کے جواب کیلئے یہ حدیث کافی ہے جس کو شیخین نے روایت کیا ہے عن ابن عباس ان رسول اللهﷺ مر بقبر دفن لیلا فقال متی دفن هذا قالوا البارحة قال افلا اذ نتمونی قالوا دفناه فی ظلمة اللیل فکر هنا ان نوقظک فقام فصففنا خلفه فصلی علیه، دیکھئے اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے نماز جنازہ اس طرح پڑھی کہ قبر سامنے تھی اور اگر وہ اہل انصاف ہوں تو ان سے خطاب بیکار ہے اپنی تسلی حاصل کرکے عمل کرنا چاہئے۔ انتهیٰ

﴿۱﴾ عن ابن المسیب ان النبیﷺ صلی علی قبر ام سعد بن عبادة بعد شهر. (جامع ترمذی ص ۱۲۳ جلد ۱ باب ماجاء فی الصلوٰة علی القبر)

﴿۲﴾ قال الکاسانی: ان صلاة الجنازة لیست بصلاة علی الحقیقة انما هی دعاء واستغفار للمیت الا تریٰ انه لیس فیها الارکان التی تترکب منها الصلاة من الرکوع والسجود الا انها تسمی صلاة لما فیها من الدعاء واشتراط الطهارة واستقبال القبلة فیها لا یدل علی کونها صلاة حقیقة کسجدة التلاوة ولا نها لیست بصلاة مطلقة فلا یتناولها مطلق الاسم. (بدائع الصنائع ص ۵۳ جلد ۲ کیفیت صلاة الجنازة)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ص ۳۵۰ جلد ۱ باب فی الغزو مع ائمة الجور کتاب الجهاد)

فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طریق الخ﴿۱﴾ پس آپ ان کبائر کی فہرست روانہ کریں تا کہ ہم صحت جنازہ یا عدم صحت کا حکم دے سکیں۔ وھو الموفق

شیعہ پر جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ جب فوت ہو جائے اہل سنت کیلئے اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۶ء/۹/۳

الجواب: جو شیعہ ضروریات دین سے انکاری ہو مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغمبر مانتا ہو، یا صدیق اکبر کے صحابی ہونے سے منکر ہو اور یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والا ہو یا امامت کو نبوت پر فوقیت دینے والا ہو یا کسی غیر اللہ کو علم کلی ثابت کرتا ہو وغیرہ تو ایسے شیعہ پر نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے، ایسے شیعہ کافر ہیں﴿۲﴾۔ وھو الموفق

قرض خواہ کی جانب سے قرض دار پر جنازہ بند کرنے کا کوئی حق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرض خواہ اپنی دولت کے گھمنڈ میں مقروض متوفی کی توہین کی خاطر امام صاحب کو جنازہ پڑھنے سے منع کر سکتا ہے؟ اور جنازہ بند کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم............

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۴۲ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن. (ردالمحتار ص ۳۲۱ جلد ۳ مطلب فی حکم سب الشیخین)

الجواب: (الف) قرض خواہ کیلئے یہ حق نہیں کہ امام وغیرہ کو جنازہ سے منع کرے، کیونکہ پیغمبر علیہ السلام ابتدا میں جب بعض مقروضین پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ارادہ رکھتے تو دیگر مسلمانوں کو حکم دیتے تھے کہ تم اس پر جنازہ پڑھو، کما فی حدیث متفق علیه والا قال للمسلمین صلوا علیٰ صاحبکم.
(ب) پیغمبر علیہ السلام نے یہ تغلیظ اور تشدید آخر تک جاری نہ رکھی بلکہ انتہا میں بند کی تھی، یدل علیه کما ورد فی ذلک الحدیث فلما فتح الله علیه الفتوح قام فقال انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم فمن توفی من المؤمنین فترک دینا فعلی قضآءہ ومن ترک ما لا فهو لورثته ﴿۱﴾. (ج) قرض خواہ کا بند کرنا اس زمانے میں ثابت نہیں ہے۔ (د) فقہاء کرام نے مدیون اور ایسے مقروض پر جنازہ نہ پڑھنے کی استثناء نہیں کی ہے، فلیراجع الی الهندیة ص ۱۶۲ جلد ۱ ورد المحتار ص ۸۱۴ جلد ۱ ﴿۲﴾. وهو الموفق

منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنے والے کے جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ایک شخص کے نکاح میں ہے اور اس شخص کی موجودگی میں یہ عورت دوسری جگہ شادی کرے اور زندگی گزارے، اسی دوران یہ عورت یا یہ دوسرا شوہر مر جائے، تو ان کا جنازہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماصل خان کٹی میانہ.....۸/ فروری ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ (جامع الترمذی ص ۱۲۷ جلد ۱ باب ماجاء فی المدیون ابواب الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: اقول قد یقال لا دلالة فی الحدیث علی ذلک لانه لیس فیه سوی انه علیه الصلاة والسلام لم یصل علیه فالظاهر انه امتنع زجرا للغیر عن مثل هذا الفعل کما امتنع عن الصلاة علی المدیون ولا یلزم من ذلک عدم صلاة احد علیه من الصحابة . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۴۳ جلد ۱ مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی باب صلاة الجنازة)

الجواب: جس عورت کو نہ شوہر نے آزاد کیا ہو اور نہ مسلمان حاکم نے باقاعدہ تنسیخ نکاح کیا ہو تو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام قطعی ہے، قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء الخ ﴿۱﴾ اور یہ زوجین اگر اپنے آپ کو حرام کار اور گنہگار سمجھتے ہوں تو ان پر عوام جنازہ پڑھیں گے نہ خواص ﴿۲﴾ اور اگر اپنے آپ کو حلال کار سمجھتے ہوں تو یہ زوجین بلا جنازہ کفن و دفن کئے جائیں گے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

منکوحۃ الغیر کو رکھنے والے کا جنازہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص منکوحۃ الغیر کو اپنے پاس رکھتا ہو اور اس سے بچے بھی پیدا ہو گئے ہوں، ایسے شخص کے جنازے کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کی بیٹی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اشرف عفی عنہ ڈاگئی یار حسین صوابی

الجواب: اگر ایک شخص مستحل ہو اور اپنے آپ کو گنہگار نہ سمجھتا ہو تو کفر کی وجہ سے ﴿۴﴾ اس

﴿۱﴾ (سورۃ النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴ رکوع ۱)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: ظاهر حديث النسائی اما انا فلا اصلی علیه حجة لاحمد، ان الامام لا يصلی عليه، ويصلی عليه غير الامام لحديث والصلاة واجبة على كل مسلم برا كان او فاجراً وان عمل الكبائر رواه ابوداؤد، وعند ابی حنيفة ومالک واحمد يصلی عليه بلا تخصيص وحديث الباب واقعة عين لا عموم لها، فيحمل على الزجر كما انه عليه السلام فی اول الامر لا يصلی على بعض المديونين زجراً. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۶ جلد ۴ باب ماجاء فی من يقتل نفسه لم يصل عليه)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقال من استحل حراما قد علم فی دين النبی عليه الصلاة والسلام تحريمه كنكاح المحارم فكافر.

(ردالمحتار ص ۲۹ جلد ۲ مطلب استحلال المعصية القطعية كفر باب زكاة الغنم)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقال من استحل حراما قد...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پر جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے﴿۱﴾، اور اگر یہ بیوی بھی مستحلہ ہو تو ان کی بیٹی کے ساتھ نکاح قبل الاسلام درست نہیں ہے﴿۲﴾ اور اس کی شہادت استحلال کے وقت مردود ہے اور عدم استحلال کے وقت فاسق جیسا حکم ہوگا۔ وھو الموفق

میت کا سر جنوب اور پاؤں شمال کو کر کے جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد نے لاپرواہی سے جنازہ پڑھاتے ہوئے میت کا سر جنوب اور پاؤں شمال کی طرف رہے جنازہ پڑھا کر میت کو دفنایا، کیا یہ جنازہ ہوا ہے یا نہیں؟ نیز اس میں گنہگار مقتدی ہیں یا امام؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: صورت مسؤلہ میں نماز جنازہ ادا ہوئی ہے اگرچہ خلاف سنت ہے اور جب اس فعل میں عمداً اور قصداً نہ ہو تو کسی قسم کا گناہ بھی نہیں ہے﴿۳﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) علم فی دین النبی علیه الصلاة والسلام تحریمه کنکاح المحارم فکافر.
(ردالمحتار ص ۲۹ جلد ۲ مطلب استحلال المعصیة القطعیة کفر باب زکاة الغنم)

﴿۱﴾ وقال العلامة شرنبلالی: وشرائطها ستة اولها اسلام المیت لقوله تعالیٰ ولا تصل علی احد منهم مات ابداً، یعنی المنافقین وهم الکفرة ولانها شفاعة للمیت اکراما له وطلبا للمغفرة والکافر لا تنفعه شفاعته ولا یستحق الاکرام. (امداد الفتاح ص ۶۱۷ فصل فی صلاة الجنازة)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: کصبی سبی ای اسرمع احد ابویه من دارالحرب ثم مات لانه تبع له لقوله ﷺ کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهود انه اوینصرانه او یمجسانه...... الا ان یسلم احدهما. (امدادالفتاح ص ۶۲۸ مطلب ما یفعل بالمستهل)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساؤا ان تعمدوا ولو اخطؤا القبلة صحت الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۴۱ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

گرفتاری سے پہلے قطاع الطریق قتل کئے جائیں تو جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا

سول: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روڈ پر تین ڈاکو بیٹھے تھے کہ اچانک پولیس آئے تو ان میں سے ایک نے تھانیدار کو مارڈالا ، اور بھاگ گیا اور باقی دو کو پکڑلیا، دوسرے تھانیدار نے آکران کوقتل کردیا اب ان پر جنازہ کیا جائے گا یانہیں کیونکہ یہ تو قطاع الطریق تھے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: عبدالجلیل......۲۴/۳/۱۹۷۴ء

الجواب: قطاع الطریق جب گرفتاری سے پہلے قتل کئے جائیں تو ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا (کما فی ردالمحتار ۱ : ۸۱۴)﴿۱﴾ وھو الموفق

نابالغ کے جنازہ کی نیت

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ بچہ یا بچی فوت ہوجائے تو اس کی نماز جنازہ کی نیت ہم یوں پڑھتے ہیں ''چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے نبی علیہ الصلاۃ والسلام دعا واسطے حاضر میت کیلئے پیچھے امام صاحب کے منہ طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر''۔ اب بعض صاحبان کہتے ہیں کہ دعا واسطے اپنے پڑھیں کیونکہ معصوم بچہ بخشا ہوا ہے آپ صاحبان بتائیں کہ کونسی نیت درست ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: علی اصغر سیری ئی ہزارہ......۴/نومبر ۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قوله اذا قتلوا فی الحرب ولو بعده صلی علیهم) قال الزیلعی واما اذا قتلوا بعد ثبوت ید الامام علیهم فانهم یغسلون ویصلی علیهم وهذا تفصیل حسن اخذ به کبار المشائخ لان قتل قاطع الطریق فی هذه الحالة حد او قصاص ومن قتل بذلک یغسل ویصلی علیه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ : ۶۴۲ باب صلاة الجنائز)

الجواب: عالمگیریہ ص ۱۶۴ جلد ۱ میں نیت جنازہ مسطور ہے ﴿۱﴾ اس میں یہ لفظ ''دعا واسطے میت کے'' مسطور نہیں، لہٰذا اس کو اگر ترک کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا، اور اگر ذکر کیا جائے تو صرف بالغین کے جنازہ میں ذکر کی جائے لیکن غیر بالغین کے جنازہ میں ذکر کرنا غلط نہیں ہوگا، کما فی روایة واعذه عذاب القبر ﴿۲﴾. وهو الموفق

میت کا صرف سر پایا جائے جنازہ کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کا صرف سر پایا جائے، سر پر جنازہ کا کیا حکم ہوگا؟ جبکہ میت کے باقی حصہ پر ایک دفعہ جنازہ پڑھا گیا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ......۷/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: صرف سر پر جنازہ پڑھنا غیر مشروع ہے، لما فی شرح التنویر وجد رأس آدمی او احد شقيه لا يغسل ولا يصلى عليه بل يدفن (هامش ردالمحتار ص ۸۰۴ جلد ۱) ﴿۳﴾. وهو الموفق

مفتری امام کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کی نماز جنازہ سنی عقائد

﴿۱﴾ وفی الهندية: فالامام والقوم ينوون ويقولون نويت اداء هذه الفريضة عبادة لله تعالىٰ متوجها الى الكعبة مقتديا بالامام.
(فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۶۴ جلد ۱ الفصل الخامس فی الصلاة علی الميت)

﴿۲﴾ عن سعيد بن المسيب قال صليت وراء ابی هريرة علی صبی لم يعمل خطيئة قط فسمعته يقول اللهم اعذه من عذاب القبر ، رواه مالک.
(مشكواة المصابيح ص ۱۴۷ جلد ۱ باب المشی بالجنازة)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۳۴ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

کے طریقہ پر ہوئی تھی اور پورا گاؤں اس بات کا عینی شاہد ہے، مگر جنازہ کرنے والے شخص نے عدالت میں سر پر قرآن رکھ کر کہا کہ میں نے شیعہ طریقہ پر جنازہ پڑھایا ہے حالانکہ وہ خود بھی سنی ہے، لہٰذا ایسے مفتری امام کا کیا حکم ہوگا؟ اس کی امامت کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک حیات مرزا اٹک......۵/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: واضح رہے کہ کسی مرد یا عورت کے سنی یا شیعی ہونے کا دارمدار اعتقاد اور اقرار پر ہے پس جس عورت کے متعلق شیعی ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہو تو اس پر شیعوں جیسا جنازہ پڑھانا ناجائز ہے اور اس پر سنیوں جیسا جنازہ پڑھنے کے باوجود غلط بیانی کرنا گناہ بالائے گناہ ہے، اور اگر قوم میں اس غلط بیان کنندہ سے دینی حیثیت سے بہتر شخص موجود ہو تو اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور یہ امام واجب العزل ہے ورنہ بصورت عکس اندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے (ماخوذ از بحر ص ۳۴۹ جلد ۱) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

میت پر ولی ابعد کے جنازہ کے بعد ولی اقرب کا دوبارہ جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی قطر میں فوت ہوا، اور ولی ابعد نے وہاں جنازہ پڑھ لیا، اب جبکہ میت وطن (پاکستان) پہنچ جائے اور خراب نہ ہوا ہو تو کیا وطن میں ولی اقرب دوبارہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟ احقر نے اس بارے میں شامی، بحر، بدائع وغیرہ کا گہرا مطالعہ کیا، میری رائے یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں ولی اقرب نماز پڑھا سکتا ہے لیکن علاقے میں بعض علماء احقر کا خلاف کرتا ہے آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفتی معین الدین صاحب دارالافتاء انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ......۲۴/ستمبر ۱۹۸۴ء

الجواب: جو نماز جنازہ ولی اقرب کے اذن واجازت کے بغیر پڑھی جائے تو ولی اقرب اس کا اعادہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وينبغي ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

کرسکتا ہے ﴿۱﴾ لیکن جب مقام جنازہ میں ولی اقرب موجود نہ ہوتو اس کا حق کہاں سے ثابت کیا جائے گا ﴿۲﴾ کما فی عقد الا بعد عند غیبوبة الاقرب الا ان الاقرب له حق العقد ثمه ﴿۳﴾ لان النکاح لا یشترط له حضور المولاة بخلاف الجنازة فانها لا تصح علی الغائب فافهم.

میت پر نجس چادر یا کفن ڈالا جائے یا ریشمی کپڑے میں ہوتو جنازہ کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر میت کو نجس جگہ یا نجس چارپائی یا فرش پر رکھا جائے یا نجس چادر اس پر ڈالی جائے یا نجس کفن میں یا ریشمی کفن وغیرہ میں رکھی جائے کیا اس پر جنازہ درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: پشم خان

الجواب: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، فی شرح التنویر عن القنیة الطهارة من النجاسة فی ثوب وبدن ومکان وستر العورة شرط فی حق المیت والامام جمیعاً ﴿۴﴾ انتهیٰ. وفی

﴿۱﴾ قال العلامةابن الهمام: (قوله فان صلی غیر الولی والسلطان اعاد الولی) هذا اذا کان هذا الغیر غیر مقدم علی الولی فان کان ممن له التقدم علیه کالقاضی ونائبه لم یعد.
(فتح القدیر ص۸۳ جلد۲ فصل فی الصلاة علی المیت)

﴿۲﴾ قال العلامة ابی بکر بن علی الحداد الیمنی: وللاقرب ان یقدم علی الابعد من شاء لانه لا ولایه للابعد معه فان غاب الاقرب فی مکان تفوت الصلاة بحضوره فالابعد اولی وهو ان یکون خارج البلد فان قدم الغائب غیره بکتاب کان للابعد ان یمنعه والمریض فی المصر بمنزلة الصحیح یقدم من شاء ولیس للابعد ان یمنعه.
(الجوهرة النیرة شرح القدوری ص۱۲۸ جلد۱ باب الجنائز)

﴿۳﴾ قال العلامة ابوبکر الحداد الیمنی: (قوله واذا غاب الولی الاقرب غیبة منقطعة جاز لمن هو ابعد منه ان یزوج خلافا لزفر) والاصل ان عندنا ان الولی الابعد اولیٰ من السلطان، الخ. (الجوهرة النیرة ص۷٦ جلد۲ کتاب النکاح)

﴿۴﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ٦۴۰ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

ردالمحتار فی التتارخانیة سئل قاضی خان عن طهارة مکان المیت هل تشترط لجواز الصلوٰة علیه قال ان کان المیت علی الجنازة لا شک انه یجوز والا فلا روایة لهٰذا وینبغی الجواز وهکذا اجاب القاضی بدرالدین، قلت وروایة القنیة لا تعارض بروایة قاضی خان...... لان النجاسة ان کان من بدن المیت فلا تضر والا فتمنع الصلوٰة . (ردالمحتار ص ۸۱۲)﴿۱﴾ الحریر لا یمنع صحة الصلوٰة عند احد من الائمة. وهو الموفق

تکرار جنازہ کی اجازت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک میت کا جنازہ ایک دفعہ ادا کیا گیا ہے اب بعض لوگ جنازہ سے رہ گئے ہیں وہ اصرار کرتے ہیں کہ جنازہ دوبارہ دوسرے امام کی امامت میں ادا کیا جائے کیا اس وجہ سے دوبارہ جنازہ ادا کیا جائے گا یا فوراً دفن کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام جیلانی امام مسجد اندرکوٹ بیروٹ مری......۲۴/شوال ۱۴۰۸ھ

الجواب: تکرار جنازہ مشروع نہیں ہے کما فی الهندیة ص ۱۷۳ جلد ۱ ولا یصلی علی میت الامرة واحدة والتنفل بصلاة الجنازة غیر مشروع الخ، وقلت وعلیه تعامل السلف الصالحون﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۲۴۰ جلد ۱ مطلب فی صلاة الجنازة باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۶۳ جلد ۱ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

وقال الکاسانی: ولنا ماروی ان النبی ﷺ صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیا فقال له النبی ﷺ الصلاة علی الجنازة لا تعادو لکن ادع للمیت واستغفرله وهذا نص فی الباب وروی ان ابن عباس وابن عمر فاتتهما صلاة علی جنازة فلما حضرا ما زادا علی الاستغفار له الخ.

(بدائع الصنائع ۲:۴۷ کیفیة الصلاة علی الجنازة)

امام الحی کی موجودگی میں دوسرے شخص کا جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بادشاہ اسلام یا نائب یا قاضی کے بعد جنازہ کرنے کا حق امام الحی کو ہے اس کے بعد ولی کو ہے لیکن ولی خود امامت کی اہلیت نہیں رکھتا ہے کیا وہ دوسرے شخص کو امام الحی کی رضا کے بغیر جنازہ کیلئے مقدم کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل احمد بابڑہ......۳/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر یہ میت حالت حیات میں اس امام الحی کے پیچھے اقتدا کرنے پر علت صحیحہ کی وجہ سے ناراض نہیں تھی تو اس ولی کا جنازہ پڑھنا یعنی امامت کرنا یا دوسرے شخص کا امام بنانا (امام الحی کی اجازت کے بغیر) بہتر نہ ہوگا، یدل علیه مافی الدرالمختار ثم امام الحی فیه ایهام وذلک ان تقدیم الولاة واجب وتقدیم امام الحی مندوب ، فقط بشرط ان یکون افضل من الولی، وفی ردالمحتار ص ۸۲۳ جلد ۱ وانما کان اولی لان المیت رضی بالصلوٰة خلفه فی حال حیاته فینبغی ان یصلی علیه بعد وفاته، قال فی شرح المنیة فعلی هذا لو علم انه کان غیر راض به حال حیاته ینبغی ان لا یستحب تقدیمه، قلت هذا مسلم ان کان عدم رضاه به لوجه صحیح والا فلا فتامل ﴿۱﴾ انتهیٰ ما فی ردالمحتار ، قلت لما کانت الجنازة عبارة عن التکبیرات دون الاذکار فکان اکثرالعوام اهلا لها. وهوالموفق

مردہ پیدا شدہ بچے کے جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا بچہ سات ماہ کا مردہ

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ٦۴۹ جلد ۱ مطلب فی بیان من هو احق بالصلاة علی المیت باب صلاة الجنائز)

پیدا ہوا، اس پر جنازے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی ......۳/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی، اگرچہ بدن مکمل ہوا ہو (ردالمحتار) ﴿۱﴾. وھو الموفق

جنازہ کی نیت میں فرض کفایہ کے بجائے کفائی پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ جنازہ کی نیت میں فرض کفائی پڑھا کرتے ہیں اب ایک صاحب کہتے ہیں کہ کفائی پڑھنا درست نہیں ہے، یہ غلط ہے بلکہ فرض کفایہ پڑھنا چاہئے، کیا یہ کفائی پڑھنا غلط ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ہادی محکمہ تعمیرات ایس ڈی او بلڈنگ مردان......۱۹۶۹ء/ ۷/ ۲

الجواب: عربی لفظ کفایہ ہے ﴿۲﴾ اور پشتو میں کفائی پڑھا جاتا ہے۔ وھو الموفق

میت کو نکال کر دوسری جگہ لے جانا اور اس پر دوبارہ جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعد از دفن میت کو نکالنا اور دوسری جگہ لے جانا کیسا ہے؟ اور اس پر دوبارہ جنازہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالاحد شاہین مارکیٹ مردان......۱۹۸۴ء/ ۸/ ۶

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وما لم يتم وفيه خلاف والمختار انه يغسل ويلف فی خرقة ولا يصلی عليه كما فی المعراج والفتح والخانية والبزازية والظهيرية شرنبلالية وذكر فی شرح المجمع لمصنفه ان الخلاف فی الاول وان الثانی لا يغسل اجماعاً.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۶۵۵ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله وهی فرض كفاية) ای الصلاة ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ اخراج میت بغیر ضرورت شرعی کے ناجائز ہے﴿۱﴾اور دوبارہ جنازہ پڑھنا بہر حال ممنوع ہے (شامی)﴿۲﴾۔وھو الموفق

مرزائی کا جنازہ پڑھنا یا جنازے کا اتباع کرنا ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرزائی (قادیانی) کا جنازہ پڑھنا اور یا ساتھ جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا پڑھنے والے پر بیوی حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید محمد صغیر شاہ کیمل پور اٹک......۲۰/۹/۱۹۷۰ء

الجواب: مرزائی پر نماز جنازہ پڑھنا اور ان کے جنازہ کا اتباع کرنا جائز نہیں ہے﴿۳﴾لیکن کفر نہیں ہے لہٰذا اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑھتا۔فقط

کئی دنوں کے بعد نماز جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی میت کا جنازہ نہ ہوا ہو تو کئی

(بقیه حاشیه)علیه للاجماع علی افتراضها و کونها علی الکفایة. (البحر الرائق ص ۱۷۹ جلد۲ فصل فی السلطان احق بصلاته)

﴿۱﴾قال العلامة الحصکفی: ولا یخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق آدمی.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۶۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله لان تکرارها غیر مشروع) ای عندنا وعند مالک خلافا للشافعی رحمه الله والادلة فی المطولات.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۵۲ قبیل مطلب فی کراهة صلاة الجنازة فی المسجد)

﴿۳﴾ قال العلامة الشرنبلالی: وشرائطها ستة اولها اسلام المیت لقوله تعالی: ولا تصل علی احد منهم مات ابداً، یعنی المنافقین وهم الکفرة ولانها شفاعة للمیت اکراماً له، وطلبا للمغفرة، والکافر لا تنفعه شفاعته ولا یستحق الاکرام.

(امداد الفتاح: ۶۱۷ شرائط صحة الصلاه علی الجنازة فصل فی صلاة الجنازة)

دنوں کے گزرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید کوہاٹ ۱۲/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: جب تک مردہ متمزق یعنی پارہ پارہ نہ ہوا ہو اور اس کا بدن تمام یا اکثر صحیح وسالم ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اگرچہ کئی ماہ کے بعد ہو (ماخوذ من الشرح الکبیر ومن الدرالمختار وردالمحتار ۱: ۸۱۲،۸۰۴)﴿۱﴾. وھو الموفق

جنازہ کو چالیس قدم لے جانا سنت زائدہ (مستحب) ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ جو ہر آدمی چالیس قدم لے جاتا ہے اور باقاعدہ قدم گنے جاتے ہیں جیسا کہ بعض کتب میں اس کی اصل سنت اور کمال سنت کے نام سے تشریح کی ہے کوئی انکار کردے تو یہ سنت سے انکار کرنے والا شمار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی الطاف الرحمٰن ماڑی شرقی ناگی ضلع ہزارہ ۱۰/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: میت کو چالیس قدم لے جانا سنت زائدہ (مستحب) ہے، فلیراجع الی ردالمحتار وغیرہ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحلبی: ومن دفن ولم یصل علیہ صلی علی قبرہ ما لم یغلب علی الظن انہ تفسخ. (غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری ۵۴۲ فصل فی الجنائز)

وقال الحصکفی: وان دفن بغیر صلاۃ صلی علی قبرہ استحسانا مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ھو الاصح وظاھرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلی علیہ لکن فی النھر عن محمد لا کانہ تقدیما للمانع. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۵۲ باب الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: واذا حمل الجنازۃ وضع ندبا مقدمھاعلی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ الخ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۵۷ باب صلاۃ الجنائز) ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والدین کے قاتل، قطاع الطریق اور خودکشی کرنے والے کا جنازہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱)......جو شخص والد کا قاتل ہو اس قاتل کا جنازہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲)......جو آدمی خودکشی کرے اس خودکشی کرنے والے کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳)......ڈاکو یعنی قطاع الطریق کو اگر قتل کیا گیا تو اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان......۱۹۷۵ء/۵/۲۱

الجواب: وباللہ التوفیق! والدین کے قاتل پر جنازہ نہیں کیا جائے گا کما فی شرح التنویر، ولا یصلی علی قاتل احد ابویه اهانة له (هامش الدر ۱:۸۱۵)﴿۱﴾ نیز قطاع الطریق جب رہزنی کے دوران قتل کئے جائیں تو ان پر جنازہ نہیں کیا جائے گا، کما فی شرح التنویر وقطاع الطریق فلا یغسلوا ولا یصلی علیهم اذا قتلوا فی الحرب (هامش ردالمحتار ۱:۸۱۴) ﴿۲﴾ اور خودکشی کرنے والے پر جنازہ جائز ہے، لما فی شرح التنویر من قتل نفسه ولو عمداً یغسل علیه وبه یفتیٰ وان کان اعظم وزراً من قاتل غیره، البتہ اگر خواص اس سے اجتناب کریں تو گنجائش ہے، لحدیث مسلم (هامش الرد ۱:۸۱۵) ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) وقال الحلبی: ویستحب ان یحملها من کل جانب عشر خطوات لما روی عنه علیه الصلاۃ والسلام انه قال من حمل جنازۃ اربعین خطوة کفرت عنه اربعین کبیرة الخ. (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ۵۴۴ کتاب الجنائز فصل فی الحمل)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۳ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۲ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انه علیه السلام اتی برجل قتل نفسه فلم یصل علیه. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۳ باب صلاۃ الجنائز)

بالغ اور نابالغ کے اکٹھے جنازہ میں نیت اور دعا کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بالغ مرداورایک نابالغ لڑکی بعمر آٹھ سال وفات پاگئے، ان دونوں کا جنازہ ایک نیت سے اکٹھا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب سے آگاہ فرمائیں۔بینوا توجروا

المستفتی: محمد اکرام سرگودھا......۱۹۸۹ء/۲/۶

الجواب: متعدداموات پراکٹھاجنازہ پڑھاناجائز ہےاگرچہ ان میں سے بعض نابالغ ہوں، کما فی جنائز شرح التنویر فالافضل الرجل مما یلیه فالصبی فالخنثیٰ﴿۱﴾ واضح رہے کہ نماز جنازہ کا دارمدار تکبیرات اربعہ پر ہے نہ کہ اذکار پر۔پس اگر تیسرے تکبیر کے بعد صرف بالغین کی دعا پڑھی جائے تو فرض سے ذمہ فارغ ہوتا ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

مقبرہ اور سڑک پر نماز جنازہ پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان میں جنازگاہ ہے مغرب کی جانب تین چارقبریں بھی ہیں اورقبروں اور جنازہ کے درمیان درخت ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ درخت سترہ ہیں اور جنازہ درست ہے جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ اس جگہ میں نماز جنازہ مکروہ ہے بلکہ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱ : ۶۴۹ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العبد الرحمن الجزیری: الحنفیة قالوا: الدعاء یکون بعد التکبیرة الثالثة ولا یجب الدعاء بصیغة خاصة بل المطلوب الدعاء بامور الآخرة والاحسن ان یدعو بالماثور فی حدیث عوف بن مالک ...... هذا اذا کان المیت رجلاً فان کان انثی یبدل ضمیر المذکر بضمیر الانثیٰ ...... وان کان طفلا یقول: اللهم اجعله لنا فرطا ...... فان کان لا یحسن المصلی هذا الدعا بماشاء. (الفقه علی المذاهب الاربعة ۱ : ۴۵۴ ارکان صلاة الجنازة)

سرے سے ادا نہیں ہوتی، کیا واقعی یہ مکروہ ہے؟ نیز سڑک پر جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبید الرحمٰن متعلم دار العلوم حقانیہ......۳/ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

الجواب: اگر یہ قبور تین چار گز دور ہوں اور یا ان قبور اور جنازہ پڑھنے والوں کے درمیان حائل موجود ہوں تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہے ورنہ صاحب بدائع نے بدائع میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مقبرہ میں نماز جنازہ پڑھنا بہتر نہیں ہے بہر حال جائز ہے ﴿۱﴾ اور سڑک پر عند الضرورت نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور بلاضرورت ممنوع ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

امام الحی سے ناراضگی کی وجہ سے دوسرے امام کیلئے جنازہ پڑھانا خلاف سیاست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص باوجود مسلمان ہونے کے امام الحی (پیش امام) کو دیدہ ودانستہ گالیاں دیا کریں اور اسی وجہ سے پیش امام اس سے ناراض ہے، اگر اس شخص کا جنازہ یا نکاح بلا اجازت امام الحی کے دوسرے شہر کا کوئی امام پڑھا دیں کیا دوسرے امام کیلئے یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن امام مسجد ہزارہ......۱۹۷۵ء/۱/۲۰

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: قال ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ ولا ينبغي ان يصلى على ميت بين القبور، وكان على وابن عباس يكرهان ذلك، وان صلوا اجزأهم لما روى انهم صلوا على عائشة وام سلمة بين مقابر البقيع والامام ابو هريرة وفيهم ابن عمر. (بدائع الصنائع ۲:۶۵ سنن الدفن)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ولزم ان لا يصلى فى عمره على جنازة نعم قد توضع فى بعض المواضع خارج المسجد فى الشارع فيصلى عليها ويلزم منه فسادها من كثير من المصلين لعموم النجاسة وعدم خلعهم نعالهم المتنجسة مع انا قدمنا كراهتها فى الشارع واذا ضاق الامر اتسع فينبغى الافتاء بالقول بكراهة التنزيه الذى هو خلاف الاولىٰ كما اختاره المحقق ابن الهمام واذا كان ما ذكرنا عذرا فلا كراهة اصلا.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱:۶۵۴ مطلب فى كراهة صلاة الجنازة فى المسجد)

الجواب: بلاوجہ مسلمان کو گالی دینا خصوصاً جبکہ امام بھی ہو فسق ہے، قال رسول اللہ ﷺ سباب المسلم فسوق (رواہ مسلم) ﴿۱﴾ اور امام الحی کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کیلئے نکاح اور جنازہ پڑھانا خلاف شریعت نہیں ہے البتہ خلاف سیاست ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

خودکشی کرنے والے پر نماز جنازہ جائز بلکہ راجح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کے قاتل النفس کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ بحر ۲:۲۰۲، شامی ۱:۶۱۰، طحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۳۱ میں بتائید حدیث پاک بقول امام ابو یوسف کہ قاتل النفس پر زجراً نماز جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، اسی طرح ابو داؤد اور کشف الغمہ میں بھی حدیث پاک موجود ہے اور اسی طرح نور الایضاح، قدوری، زاد اللبیب، کبیری، جوہرہ اور خطبہ تقریر ترمذی شیخ الہند رحمہ اللہ کہ بقول طرفین ادا کی جائے، عالمگیری نے تحریر کیا ہے کہ اگر ایک قاضی حکم صادر فرماوے کہ نماز جنازہ ادا نہ کی جائے تو دوسرا قاضی رد نہیں کرسکتا ہے اس مسئلہ کی صحیح نوعیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبد الحیٔ مسجد دھوبیان اکبر پورہ ......۲۹/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ قاتل النفس (خودکشی کرنے والے) پر نماز جنازہ پڑھنا جائز بلکہ راجح ہے کما فی الدر المختار من قتل نفسه ولو عمداً يغسل ويصلى عليه وبه يفتىٰ ﴿۳﴾ انتهىٰ،

﴿۱﴾ (الصحيح المسلم ۱ : ۵۸ باب بيان قول النبي ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله ثم امام الحی) ای الطائفة وهو امام المسجد الخاص بالمحلة وانما كان اولىٰ لان الميت رضی بالصلاة خلفه فی حال حياته فينبغی ان يصلی عليه بعد وفاته قال فی شرح المنية فعلى هذا لو علم انه كان غير راض به حال حياته ينبغی ان لا يستحب تقديمه، قلت هذا مسلم ان كان عدم رضاه به لو جه صحيح والا فلا تامل . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ : ۶۲۹ مطلب فی بيان من هو احق بالصلاة على الميت)

﴿۳﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱ :۶۴۳ باب صلاة الجنائز)

وبمعناه فی اکثر الفتاویٰ، اور باوجود اس کے جنازہ نہ پڑھنے والا حنفیت سے خارج نہیں ہے لان المحقق ابن الهمام رجح ترک الصلوٰة وهو قول ابی یوسف کما فی ردالمحتار ۱: ۸۱۵ ﴿۱﴾ وکذا اختاره الامام السعدی قلت ویؤیده ظاهر حدیث مسلم لا اصلی علیه لعدم ورود صلوا علی صاحبکم، بخلاف المفلس المدیون والاصل فی افعاله علیه السلام التشریع دون التخصیص ﴿۲﴾ بلکہ جس علاقہ میں یہ امر شنیع بے باکی سے کیا جاتا ہے تو سداً للباب ترک الصلوٰة پر فتویٰ دینا نہایت انسب ہوگا۔ وهو الموفق

دریا میں بوسیدہ وبدبو لاش پائی جائے تو غسل اور جنازہ کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دریا میں کسی آدمی کی لاش پائی جائے اور وہ بوسیدہ اور بدبودار ہوگئی ہو، تو کیا اس کا جنازہ پڑھا جائے گا، کیا اس کو غسل بھی دیا جائے گا؟ ساتھ اس کے کہ پتہ نہیں لگتا کہ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن......۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انه علیه السلام الخ) ای قول ابی یوسف انه یغسل ولا یصلی علیه اسمعیل عن خزانة الفتاویٰ وفی القهستانی والکفایة وغیرهما عن الامام السغدی الاصح عندی انه لا یصلی علیه لانه لا توبة له قال فی البحر فقد اختلف التصحیح لکن تأید الثانی بالحدیث. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۴۳ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: (قوله فلم یصل علیه النبی ﷺ) ظاهره حجة لابی یوسف لان النبی ﷺ یقتدی به امته فی افعاله ولکن ظاهر حدیث النسائی اما انا فلا اصلی علیه حجة لاحمد، ان الامام لا یصلی علیه، ویصلی علیه غیر الامام لحدیث والصلاة واجبة علی کل مسلم برا کان او فاجراً وان عمل الکبائر رواه ابوداؤد وعند ابی حنیفة ومالک واحمد یصلی علیه بلا تخصیص، وحدیث الباب واقعة عین لا عموم......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: اگر تمام بدن (ہیئت انسانی) یا اکثر باقی ہوتو اس کو غسل دینا اور نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے اگر چہ انتفاخ اور بدبو تک نوبت پہنچی ہو اور اگر نصف یا اس سے کم بدن باقی ہو اور باقی بدن متغیر یا معدوم ہوا ہو تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، اور نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا اور چونکہ یہ وطن دار المسلمین ہے لہٰذا غالب پر احکام بنائے جائیں گے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قادیانی پر جنازہ کرنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قادیانی از روئے شرع کافر ہیں یا نہیں؟ اور ان کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ولی اللہ.....۱۹۷۳ء/۲/۱۰

الجواب: قادیانی بلا شک وشبہ کافر ہیں ان کا جنازہ پڑھنا حرام ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

ناپاک جگہ پر کھڑے ہو کر جنازہ درست نہ ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک میدان میں نماز

(بقیه حاشیه) لها، فيحمل على الزجر، كما انه عليه السلام في اول الامر لا يصلى على بعض المديونين زجراً، فحمل حديث الباب على الزجر اولى من حمله على تخصيص الامام لان ثبوت الزجر اسهل من ثبوت الخصوصية.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۴: ۲۳۶ باب من يقتل نفسه لم يصل عليه)

﴿۱﴾ قال الحصكفي: وجد رأس آدمي او احد شقيه لا يغسل ولا يصلى عليه بل يدفن الا ان يوجد اكثر من نصفه ولو بلا رأس..... لو وجد ميت في الماء فلا بد من غسله ثلاثا لانا امرنا بالغسل فيحركه في الماء بنية الغسل ثلاثا..... ولو لم يدرأ مسلم ام كافر ولا علامة فان في دارنا غسل وصلى عليه والا لا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار ۱: ۶۳۵ قبيل مطلب في الكفن)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: اما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

جنازہ پڑھا جاتا ہے کبھی کبھار کوچی لوگ بھیڑ بکریوں کا ریوڑ وہاں پر بٹھا دیتے ہیں اور وہ جگہ مینگنیوں سے بھر جاتی ہے جو سوکھی ہوتی ہیں کیا اس جگہ پر کھڑے ہوکر جنازہ درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فقیر حسین خطیب بابا کرم شاہ مسجد نوشہرہ صدر......۱۹۸۷ء/۱۱/۴

الجواب: گوبر اور مینگنیاں چونکہ ناپاک ہیں لہٰذا اس پر کھڑے لوگوں کی نماز جنازہ درست نہیں ہوگی، پاک اور صاف جگہ پر جنازہ پڑھا کریں کسی جگہ کی تعیین ضروری نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جنازہ میں چارپائی کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ میں چارپائی کی جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فقیر حسین امام مسجد کرم شاہ بابا نوشہرہ صدر

الجواب: چارپائی رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا مختلف فیہ ہے، والمذکور فی المضمرات عدم الاشتراط کما فی الھندیۃ ۱ : ۱۶۲ وطھارۃ مکان المیت لیست بشرط. ﴿۲﴾. وھو الموق

مرزائی پر جنازہ پڑھنے والوں کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرزائی مرگیا اس پر پہلے

(بقیہ حاشیہ) قال ابن عابدین: ولا یغسل ولا یکفن.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱ :۶۵۷ مطلب فی حمل المیت باب صلاۃ الجنائز)

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: وکل ما یعتبر شرطا لصحۃ سائر الصلوٰت من الطھارۃ الحقیقیۃ والحکمیۃ واستقبال القبلۃ وستر العورۃ والنیۃ یعتبر شرط الصحۃ صلاۃ الجنازۃ ھکذا فی البدائع . (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱ :۱۶۴ الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱ :۱۶۲ الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت)

مرزائیوں نے جنازہ پڑھا، بعد میں اہل اسلام نے جنازہ پڑھا، ایک مولوی صاحب نے فتویٰ جاری کیا کہ جن مسلمانوں نے اس مرزائی کا جنازہ بحیثیت مسلمان ہونے کے پڑھا ہے ان پر عورتیں طلاق ہیں توبہ کر کے دوبارہ نکاح درست کرنا چاہئے جبکہ دوسری طرف بعض لوگوں نے اس سے انکار کیا ہے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محبوب الرحمٰن رحمانی کامرس کالج جناح کالونی ایبٹ آباد......۲۳/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: ایک منسوخ اور حرام امر کا مستحل مسلمان نہیں رہ سکتا ہے لما فی ردالمحتار باب المرتد اما الجاهل فلا يفرق بين الحرام لعينه ولغيره وانما الفرق في حقه ان ما كان قطعيا كفر به والا فلا﴿۱﴾ انتهىٰ، قلت والنهي عن الصلاة على الكافر قطعي﴿۲﴾ وامر مجمع عليه فلا مخلص من تجديد النكاح للمستحل﴿۳﴾. وهو الموفق

قبل البلوغ مجنون اور بعد البلوغ مجنون کے جنازہ میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بالغ مجنون پر بچوں کی طرح جنازہ پڑھایا جائے گا یا بالغوں کی طرح، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مظفر شاہ چراٹ نوشہرہ......۱۳/۲/۱۹۸۶ء

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۳: ۳۱۱ مطلب ما يشك في انه ردة لا يحكم بها باب المرتد)

﴿۲﴾ قال الجلال: ولما صلى النبي ﷺ على ابن ابى نزل (ولا تصل علىٰ احد منهم مات ابداً ولا تقم علىٰ قبره) لدفن او زيارة (انهم كفروا بالله ورسوله وما توا وهم فٰسقون) كافرون. (تفسير الجلالين ۱: ۲۰۰ سورة التوبة آيت: ۸۴)

﴿۳﴾ قال الملا على القارى: ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية.

(شرح فقه الاكبر ۱۵۲ استحلال المعصية كفر)

الجواب: جب مجنون ایسا ہو کہ بالغ ہونے سے قبل بھی مجنون تھا تو اس پر نماز جنازہ نابالغوں کی طرح پڑھایا جائے گا، **کما فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۱۲ ولا يستغفر فيها لصبي ومجنون ومعتوه لعدم تكليفهم** ﴿۱﴾. ہاں اگر مجنون بعد البلوغ پہلے عاقل تھا بعد میں مجنون ہو گیا تو اس پر بڑوں کی طرح جنازہ پڑھایا جائے گا؛ **كما في الشامية تحت (قوله ومجنون ومعتوه) هذا في الاصل فان الجنون والعته الطارئين بعد البلوغ لا يسقطان الذنوب السابقة كما في شرح المنية** ﴿۲﴾. **وهو الموفق**

بعد کسر الصفوف دعا بعد الجنازہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد صفوں کی ترتیب ختم کر کے ایک مرتبہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اجتماعی حالت میں دعا برائے مغفرت قبرستان والوں کیلئے کی جاتی ہے، اس میں اختلاف پیدا ہوا ہے ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ کرام سے یہ دعا ثابت نہیں اور فقہاء کرام بھی منع کرتے ہیں، دوسرا صاحب کہتا ہے کہ مذکورہ طریقہ ایصال نہ بدعت ہے اور نہ سنت بلکہ جائز ہے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جنگ موتہ کے شہید حضرت جعفر طیار اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور ان کیلئے دعا مانگی اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ تم بھی ان کیلئے دعائے مغفرت کرو، عبارت یوں ہے، **فصلى عليه رسول الله ﷺ ودعاله وقال استغفروا له،** (فتح القدير ۲: ۴۵۶ فصل في الصلوٰة على الميت مطبوعه مصر) فقہاء احناف کے بعض بزرگ دعا بعد از سلام مکروہ کہتے ہیں اور بعض کے ہاں **لابأس به اى بالدعاء بعدالتسليم كما في البحر عن الفضلي**، اگر یہ مسئلہ جائز ہے یا بدعت ہے تو تفصیل لکھئے۔ **بينوا توجروا**

المستفتی: خالد محمود عثمانی ...... ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۵ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۴۵ باب صلاة الجنائز)

الجواب: اگرعوام اس کوضروری نہ سمجھے تو بدعت نہ ہوگا بلکہ سنت ہوگا، لان السنة لا تنحصر فی فعل الرسول بل تعم القول والفعل والتقریر کما صرحوا به، اورایصال ثواب احادیث اورفقہ سے ثابت ہے خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی، لہٰذا یہ امر مشروع اور مسنون ہوگا۔

اور دعا بعد الجنازہ جب کسر الصفوف کے بعد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، لان اکثر الفقهاء قالوا بعدم الجواز ولکن لم یعللوه بعدم الوجود فی خیر القرون کما هو دأب الطائفة السلفیة والنجدیة. وهو حجة علیهم فی ترجمة القرآن بالهندیة والسلیمانیة وغیرها، وکذا فی تدوین العلوم بل عللوه بالتشبیه بالزیادة کما قال القاری فی المرقاة ولا یدعو للمیت لانه یشبه الزیادة فی صلوة الجنازة ٦ : ٦۴ ویؤدیه التعبیر بلا یقوم بالدعاء ونظیره کراهة قعود الامام متوجها الی القبلة بعد صلوة الفجر والعصر. فافهم

کسر الصفوف کے بعد دعا بعد الجنازہ پر دوبارہ استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم !......

دعا بعد الجنازہ کے متعلق جناب کی طرف سے جواب موصول ہوا لیکن ابھی تک بندہ کے خدشات دور نہیں ہوئے ہیں، آپ نے لکھا ہے کہ دعا بعد الجنازہ جب کسر الصفوف کے بعد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ دوسرے جز میں لکھا ہے کہ اگر عوام اس کو ضروری نہ سمجھیں تو بدعت نہیں ہوگا، بلکہ سنت ہوگا، مؤدبانہ التماس ہے کہ جب حضور ﷺ سے دعا بعد الجنازہ کا ثبوت نہیں ہے صحابہ کا معمول نہیں ہے، فقہاء کرام نے اسے مکروہ کہا ہے پھر یہ سنت کیسی ہوگی؟ بینو اتوجروا

المستفتی : خالد محمود عثمانی......۳۰/محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ بدعت اس چیز کا نام ہے جو کہ خیر القرون میں نہ

بنفسہ موجود ہو اور نہ بدلیلہ موجود ہو پس حیل اور دعا بعد الصلوٰۃ والجنازۃ اور اردو وغیرہ میں قرآن کا ترجمہ کرنا اور مدارس بنانا اور تالیف وتصنیف کرنا بدعت نہ ہوں گے ﴿۱﴾ اور اگر بدعت اس چیز کا نام ہو کہ بذاتہ موجود نہ ہو تو پھر یہ تمام امور بدعات ہوں گے، یہی مقام ہے جس میں نجدی لوگ خود بھی غلطی پر ہیں اور دیگر مسلمانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں نیز واضح رہے کہ حل وحرمت دونوں احکام شرعیہ ہیں بغیر دلیل کے نہ حل ثابت ہو سکتا ہے اور نہ حرمت ثابت ہو سکتی ہے ﴿۲﴾ نجدی لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ باوجود دعویٰ حرمت کے کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے، آپ ان اصولوں کو ملحوظ رکھ کر تمام نجدیت کو ختم کر سکتے ہیں یہی اس عبارت کی تفصیل ہے۔ **وھو الموفق**

دعا بعد الجنازہ کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا دفن سے قبل اور نماز جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مذکورہ طریقہ سے مانگنا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله صاحب بدعة) اى محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن فى الصدر الاول ومكروهة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذيذ المآكل والمشارب والثياب كما فى شرح الجامع الصغير للمناوى عن تهذيب النووى ومثله فى الطريقة المحمدية للبركلى.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۴۱۴ مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۲﴾ عن ابن عباس...... فبعث الله نبيه ﷺ وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو.

(سنن ابى داؤد ۲: ۱۸۳ باب مالم يذكر تحريمه)

وعن سلمان...... وما سكت عنه فهو مما عفى عنه رواه ابن ماجة والترمذى وقال هذا حديث غريب وموقوف على الاصح. (مشكوٰة المصابيح ۲: ۳۶۷ كتاب الاطعمة)

بدعت ہے بعض فرماتے ہیں کہ صفوف توڑ کر منتشر دعا مانگی جائے تو کوئی گناہ نہیں، بہر حال عوام الناس میں انتشار پڑ گیا ہے اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالخالق مدرسہ تعلیم القرآن مری......۱۹۷۵ء/۱/۲۳

الجواب: کسر الصفوف کے بعد دعا کرنا جائز ہے، لان الامام الفضلی جوزہ کما فی البحر ﴿۱﴾ وسائر الفقهاء وان کرهوه لاکن لا لاجل عدم الوجود فی خیر القرون کما هو داب الفرقة النجدية السلفية لانه منقوض بترجمة القرآن فی السليمانية والهندية وتدوين الكتب وتنظيم المدارس وغيره، بل لانه يشبه الزيادة فی صلوة الجنازة كما فی المرقاة ولا يدعو للميت لانه يشبه الزيادة فی الصلوٰة الجنازة ۴: ۶۴ مطبوعه ملتان) ولذا عبروا بلا يقوم بالدعاء. البتہ اسی کو ضروری اور لازم سمجھنا بدعت ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن نجيم: لانه لا يدعو بعد التسليم كما فی الخلاصه وعن الفضلی لا بأس به. (البحر الرائق ۲: ۱۸۳ فصل السلطان احق بصلاته كتاب الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: ولان ذكر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع.
(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العيدين)

المقالة فی الدعاء بعد الجنازة

دیگر فرعی مسائل کی طرح مسئلہ فی الدعاء بعد الجنازہ بھی عوام وخواص کے درمیان انا کا مسئلہ بن گیا تھا، اور اسی بنیاد پر کفر وشرک اور بدعت وتکفیر شروع ہوئی۔ دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ کو بھی کثیر تعداد میں یہ مسائل آنے شروع ہوئے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اس پر تحقیقی مقالہ لکھ کر مقالات میں شائع کیا، کتاب الجنائز کے ساتھ مناسبت کی بنا پر فتاویٰ میں افادہ عام کیلئے شامل کیا جاتا ہے۔......(از مرتب)

اس مقالہ میں دعا بعد الجنازہ کا مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جنازہ کے بعد کسر الصفوف سے پہلے دعا کرنا مکروہ ہے اور بعد کسر الصفوف دعا کرنا جائز ہے، البتہ دعا قبل السلام پر اکتفا کرنا تعامل سلف سے موافق ہے۔

پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین سے اس دعا کے کرنے یا نہ کرنے کی متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے، اس میں نہ دعا کرنے کی روایت موجود ہے اور نہ نہ کرنے کی متعلق، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین نے یہ دعا نہیں کی ہے تو یہ پیغمبر علیہ السلام پر افتراء ہے۔ بہرحال دعا بذات خود عبادت اور مغز عبادت ہے لیکن یہ خاص دعا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع بلکہ مباح ہے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، **کما صرح به ابن الهمام وغيره ويؤيده ما رواه ابوداؤد ان ماسكت عنه فهو عفو** (سنن ابی داؤد ۲: ۱۸۳ باب مالم یذکر تحریمه)

اور اس دعا کا اذان صلاۃ عید پر قیاس کرنا غلط قیاس ہے کیونکہ اس دعا کے متعلق عدم ذکر، عدم روایت اور سکوت ثابت ہے اور اذان نماز عید کے متعلق ذکر عدم ثابت ہے، **وهو ما رواه ابوداؤد: ان رسول الله ﷺ صلى العيد بلا اذان ولا اقامة وابابكر وعمر رضى الله تعالىٰ عنهما**

(۱ : ۱۶۹) عدم ذکر سے ذکر عدم بنانا سلفیہ اور ان کے متبعین کا شیوہ ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ پیغمبر علیہ السلام اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ دعا ثابت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں: **اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء** (رواه ابو داؤد ۲ : ۱۰۰) اور امام کاسانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ سے ایک مرتبہ جنازہ ہوگیا تو دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: **الصلاة على الجنازة لا تعاد ولا كن ادع للميت واستغفر له** (بدائع ۱ : ۳۱۱) اور اسی طرح امام کاسانی نے ابن عباس، ابن عمر اور عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ جب ان سے جنازہ ہو جاتا تو دعا پر اکتفا کرتے (بدائع ۱ : ۳۱۱) ﴿۱﴾۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تمام محدثین اور فقہاء نے حدیث ابوداؤد کو دعا قبل السلام پر حمل کیا ہے اور ان دوسری روایات سے جواب یہ ہے کہ جس سے جنازہ ہو جائے اور دعا کرے تو یہ محل نزاع نہیں ہے، محل نزاع جنازہ کرنے والوں کی دعا ہے۔

فائدہ: …… بہت سے مفسرین اور فقہاء کے کلام سے اس دعا کا منع معلوم ہوتا ہے اور اکثر نے کوئی دلیل نہیں ذکر کی ہے اور بعض نے دلیل ذکر کی ہے مثلاً صاحب بزازیہ فرماتے ہیں: **لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لانه دعاء مرة لان اكثرها دعاء** (هامش هندية ۴ : ۸۰) یعنی جنازہ دعا ہے اور اس کے بعد دعا کی جائے تو تکرار نماز جنازہ لازم آئے گا، بزازیہ کی اس عبارت سے یہ

﴿۱﴾ قال الكاساني: ولنا ماروى ان النبي ﷺ صلى على جنازة فلما فرغ جاء عمر ومعه قوم فاراد ان يصلى ثانيا فقال له النبي ﷺ الصلاة على الجنازة لا تعاد ولكن ادع للميت واستغفرله وهذا نص في الباب وروى ان ابن عباس وابن عمر رضى الله عنهم فاتتهما صلاة على جنازة فلما حضرا ما زادا على الاستغفار له، وروى عن عبد الله بن سلام انه فاتته الصلاة على جنازة عمر رضى الله عنه فلما حضر قال ان سبقتمونى بالصلاة عليه فلا تسبقونى بالدعاء له. (بدائع الصنائع ۲ : ۴۸ كيفية الصلاة على الجنازة)

مراد نہیں ہے کہ جب سلام سے قبل ایک مرتبہ دعا ہوا تو اگر سلام کے بعد دوسری دفعہ دعا کی جائے تو تکرار دعا لازم آئے گی، اگر اس عبارت سے یہی مراد لی جائے تو ہر نماز کے بعد دعا کی منع لازم آئے گا کیونکہ سلام سے پہلے ایک بار دعا مسنون ہے یا جیسا کہ صاحب مرقاۃ ملا علی قاری فرماتے ہیں: **لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ.** (۴: ۶۴ **الفصل الثالث باب المشی بالجنازۃ**) اور تکرار نماز جنازہ اور اس پر زیادت اس وقت لازم آئے گی کہ صفوف میں کھڑے ہوں اور دعا کریں اور جب صفیں ٹوٹ جائیں تو پھر یہ توہمات لازم نہیں آئیں گے اور اس نکتہ کو ان فقہاء نے اشارہ کیا ہے جو **لایقوم بالدعاء** سے طویل تعبیر کرتے ہیں اور لا یدعو سے مختصر تعبیر نہیں کرتے اور یہی حکمت ہے فرائض کے متصل اس مکان فرائض میں سنت کے منع ہونے کا۔

جو لوگ اس دعا کی کراہیت ثابت کرنے کیلئے یہ دلیل لاتے ہیں کہ یہ دعا پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین نے نہیں کی ہے تو یہ حنفی دلیل نہیں ہے بلکہ سلفی دلیل ہے اور یہ دلیل تین وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

(۱)...... یہ افتراء ہے پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین پر، ان سے اس دعا کے متعلق کوئی روایت موجود نہیں ہے اور عدم ذکر اور ذکر عدم کے درمیان فرق نہ کرنا غباوت یا غوایت ہے ﴿۱﴾۔

(۲)...... عدم فعل سے عدم جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حدیث صرف **فعل** کو نہیں کہا جاتا بلکہ **قول، فعل** اور تقریر تینوں کو کہا جاتا ہے ﴿۲﴾ اور فقہاء اور مشائخ جب یہ تعبیر کریں تو اس میں اختصار ہوتا ہے ان کا مراد یہ

﴿۱﴾ **قال العلامۃ مفی کفایت اللہ الدھلوی:** کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں، **فان عدم الثبوت لا یستلزم ثبوت العدم وھذا ظاھر جداً۔**
(کفایت المفتی ۳: ۳۴۸ فصل سوم فرائض کے بعد دعا کی مقدار)

﴿۲﴾ **قال السید شریف الجرجانی: المرفوع ھو ما اضیف الی النبی ﷺ خاصۃ من قول او فعل او تقریر سواء کان متصلاً او منقطعاً.**
(الرسالۃ فی فن اصول الحدیث الملحقہ بالجامع الترمذی ص ۲)

ہوتا ہے کہ نہ کیا ہے اور نہ کہا ہے اور نہ قرار دی ہے (**فليراجع الى التعليق الممجد على هامش موطاء الامام محمد ۱۴۴**).

(۳)...... یہ دلیل جمعاً منعاً منقوض ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے اردو اور پشتو میں ترجمہ قرآن نہیں کیا ہے اور محققین کے نزدیک اذان نہیں دی ہے اور صحیح روایات کی بنا پر شلوار نہیں پہنی ہے اور اسی طرح رکوع کے دوران رفع الیدین کیا ہے اور نماز میں باتیں کی ہیں۔ فافہم

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ عبادت کیلئے اپنی طرف سے کوئی وقت مقرر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ صاحب بحر نے ایک تعلیل کے ضمن میں فرمایا ہے، **ولان ذكر الله اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشيئ دون شيئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع (۲:۱۵۹)** تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرع اور وحی اس دعا کے متعلق ساکت ہے پس بنا بر حدیث ابی داوٗد : **وما سكت عنه فهو عفو** ﴿۱﴾ یہ دعا عفو اور مباح ہوگی نہ مشروع یعنی فرض واجب مستحب نہ ہوگی، اور مکروہ اس وقت ہوگی کہ نماز جنازہ کے لواحق اور مکملات کے طور پر کی جائے ورنہ مکروہ نہ ہوگی، جیسا کہ صاحب بحر نے اس کو اشارہ کیا ہے، **حيث قال فى البحر ۲:۱۵۹ ولا يكبر فى طريق المصلى عند ابى حنيفة اى حكما للعيد ولكن لو كبر لانه ذكر الله تعالىٰ يجوز ويستحب**﴿۲﴾**انتهىٰ**﴿۳﴾.

﴿۱﴾ **(سنن ابى داؤد ۲:۱۸۳ باب مالم يذكر تحريمه)**

﴿۲﴾ **(البحر الرائق ۲:۱۵۹ باب العيدين)**

﴿۳﴾ **وفى منهاج السنن: قد ثبت الدعاء بعد صلاة الجنازة ممن فاتته الجنازة مثل ابن عمر وعبد الله بن سلام، واما الدعاء ممن صلىٰ عليها فذخيرة الاحاديث ساكتة عنه فمن ادعىٰ انه عليه الصلاة والسلام دعا بعدها او ادعى انه لم يدع بعدها فدخل فى حديث من كذب على متعمداً فليتبؤ مقعده من النار ولو قال الخصم لو دعا بعدها لبلغ اليناالجاز لنا ان نقول لو لم يدع لبلغ الينا كما بلغ الينا انه ما اذن وما اقام لصلاة العيد،......** (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردے کے عدم موجودگی میں جنازہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یعنی غائبانہ نماز جنازہ جس طرح کہ شاہ فیصل کی وفات پر اکثر ممالک میں کیا گیا؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل اللہ تھائی لینڈ ...... ۲۰/ اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام محمد خلیل اللہ صاحب بسلامت باشد!

السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک جنازہ علی الغائب مشروع نہیں ہے اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مشروع ہے وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے نجاشی پر غائبانہ جنازہ پڑھا (**متفق علیہ**) ﴿۱﴾۔ اور حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے نجاشی کے علاوہ کسی اور غائب پر نماز جنازہ نہیں پڑھی ہے، حالانکہ پیغمبر علیہ السلام کو بعض اوقات بروقت خبر ہوئی تھی جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ زید، جعفر، ابن رواحہ رضی اللہ عنہم جو کہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے

(بقیہ حاشیہ) وبالجملة انه لا بد من الفرق بين عدم الرواية وبين رواية العدم نعم منع عنه الفقهاء، واكثرهم لم يذكروا دليل المنع، والبعض عللوا المنع بالزيادة على الجنازة والبعض الآخر عللوه بتكرار الجنازة، وكلتا القبيحتين انما تلزمان اذا ادعا قائما في الصف دون بعد كسر الصف، وكذا اكثر الفقهاء يعبرون بلفظ طويل اى لا يقوم بالدعاء، ولا يعبرون بلفظ مختصر اى لا يدعو، فيكون الدعاء بعد كسر الصف عفو او مباحا لحديث ما سكت عنه فهو عفو رواه ابوداؤد. نعم كم من مباح يصير ممنوعا لعارض مثل الا لتزام وغيره واعلم ان الفقهاء الحنفية لم يعللوا هذا المنع بانه لم يوجد في خير القرون فانه دليل سلفي منقوض جمعاً ومنعاً. (منهاج السنن شرح جامع السنن ۳:۲۱٦ باب ماجاء في الصلاة على القبر)

﴿۱﴾ عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ نعى النجاشي في...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان کی موت کی خبر پیغمبر علیہ السلام کو ہوئی تھی (رواہ البخاری) ﴿۱﴾۔ لہٰذا اس فعل خاصہ کو یا اس پر حمل کیا جائے گا کہ نجاشی کا بدن اور جسد حاضر کیا گیا تھا اور درمیان سے حجاب اٹھایا گیا تھا جیسا کہ امام واقدی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ پر حوالہ دیا ہے ﴿۲﴾ اور یا اس کو نجاشی کی خصوصیت پر حمل کیا جائے گا وھو الظاھر ﴿۳﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الیوم الذی مات فیہ وخرج الی المصلیٰ فصف بھم و کبر اربعا. (صحیح البخاری ۱ : ۱۶۷ باب الرجل ینعیٰ الی اھل المیت بنفسہ)

﴿۱﴾ عن انس بن مالک قال قال النبیﷺ اخذالرایة زید فاصیب ثم اخذھا جعفر فاصیب ثم اخذھا عبد اللہ بن رواحة فاصیب وان عینی رسول اللہﷺ لتذر فان ثم اخذھا خالد بن الولید من غیر امرة ففتح لہ. (صحیح البخاری ۱ :۱۶۷ باب الرجل ینعیٰ الیٰ اھل المیت بنفسہ)

﴿۲﴾ وفی المنھاج: والجواب عن حدیث الصلاة علی النجاشی انہ رفع الحجاب کما ذکرہ الواقدی عن ابن عباس ورواہ ابوعوانة وابن حبان فی صحیحہ عن عمر ان بن حصین فان قیل یعارضہ ما اخرجہ الطبرانی من حدیث مجمع بن جاریة قال فصففنا خلفہ صفین وما نری شیأ قلنا لعلھا کشفت لبعض دون بعض، او نقول کشفت للنبیﷺ دون الصحابة وھو کاف لصحة صلاة المقتدین.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ۴:۲۱۷ باب صلاة النبیﷺ علی النجاشی)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: وشرطھا ایضا حضورہ ووضعہ امام المصلی فلا تصح علی غائب ...... وصلاة النبیﷺ علی النجاشی لغویة او خصوصیة قال ابن عابدین: (قولہ لغویة) ای المراد بھا مجرد الدعا وھو بعید (قولہ او خصوصیة) او لانہ رفع سریرہ حتیٰ رآہ علیہ الصلاة والسلام بحضرتہ فتکون صلاة من خلفہ علی میت یراہ الامام وبحضرتہ دون المأمومین وھذا غیر مانع من الاقتداء .... من جملة ذلک انہ توفی خلق کثیر من اصحابہﷺ من اعزھم علیہ القراء ولم ینقل عنہ انہ صلی علیھم مع حرصہ علی ذلک.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱ : ۶۴۱ باب صلاة الجنائز)

بالغین اور نابالغ کے مشترکہ جنازہ میں دونوں دعائیں پڑھی جائیں گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار مردوں کا اکٹھا جنازہ (دو زنانہ بالغ اور دو بچے ہو) بہتر ہے یا جدا جدا پڑھنا؟ اور بالغ یا نابالغ کیلئے جو دعائیں ہیں کونسی پڑھائی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد صادق اسماعیلہ صوابی مردان......۱۹۷۲ء/۲/۱۳

الجواب: صورت مسئولہ میں ایک نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، یشیر الیہ ما فی الھندیۃ(۱:۱۷۵) فیصف الرجال الی جهة الامام ثم الصبیان ثم الخناثیٰ ثم النساء ثم المراهقات ولو کان الکل رجالا روی الحسن الخ ﴿۱﴾ وبمعناه فی الدر المختار والشرح الکبیر وغیره لیکن بہتر یہ ہے کہ الگ الگ نماز پڑھائی جائے، فی الدر المختار ۱:۸۲۱ اجتمعت الجنائز فافراد الصلاة علی کل واحدة اولیٰ من الجمع ﴿۲﴾ (هامش ردالمحتار ۱:۸۲۱) لیکن تکبیر ثالث کے بعد اللهم اغفر لحینا الخ اور اللهم اجعله لنا الخ دونوں دعائیں جمع کی جائیں گی (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵:۳۶۳)﴿۳﴾ قلت هو مقتضی القواعد ایضا فافهم. وهو الموفق

قاتل، چور، راہزن، مفرور اور باغی پر جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اجرتی قاتل، چور، ڈاکو،

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۵ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۸۴ باب الجنائز)

﴿۳﴾ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵:۳۶۳ فصل خامس نماز جنازہ)

وقال الشرنبلالی: بقی ما اذا کان فیهم مکلفون وصغار والظاهر انه یأتی بدعاء الصغار بعد دعاالمکلفین کما مر. (حاشیة الطحطاوی ۵۹۳ باب احکام الجنائز)

راہزن، مفروراور باغی ہواور پھر ڈاکہ یا چوری میں مارا گیا، کیا ایسے شخص کا جنازہ اوراس کو غسل دینا جائز ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۶ء/۱/۱۲

الجواب: ایسے شخص پر چار پانچ آدمی جنازہ پڑھیں۔ آئمہ مساجداور علماء پر یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسے شخص پر جنازہ پڑھیں، کیونکہ جنازہ فرض کفایہ ہےاور یہ شخص قابل اکرام نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

شدید بارش کی وجہ سے مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب بارش مسلسل ہو رہی ہو تو نماز جنازہ پڑھنے کیلئے کس مقام کا انتخاب موزون ہوگا؟ اگر بوجہ بارش مسجد میں جنازہ ادا کی جائے تو اس صورت میں میت کا چہرہ دیکھنا مناسب ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یعقوب قریشی ایبٹ آباد مانسہرہ......۱۹۷۳ء/۸/۲۳

الجواب: بارش وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، **کما فی ردالمحتار ۱: ۸۲۹ انما تکرہ فی المسجد بلاعذر فان کان فلا ومن الاعذار المطر کما فی الخانیة والاعتکاف کما فی المبسوط** ﴿۲﴾ اورمیت کا چہرہ دیکھنا اگرچہ جائز ہے، **کما فی**

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: واذا ثبت الحکم فی البغاة ثبت فی قطاع الطریق، لانهم فی معناهم اذهم یسعون فی الارض بالفساد کالبغاة فکانوا فی استحقاق الاهانة مثلهم...... وقال ابویوسف یصلی علیه وکذلک من یقتل علی متاع یاخذه والمکابرون فی المصر بالسلاح لانهم یسعون فی الارض بالفساد فیلحقون بالبغاة والله اعلم.

(بدائع الصنائع ۲: ۴۹ قبیل فصل فی کیفیة الصلاة علی الجنازة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۵۴ مطلب فی کراهة صلاة الجنازة فی المسجد)

الهندية ۵:۳۸۷ ولا بأس بان يرفع ستر الميت ليرىٰ وجهه وانما يكره ذلک بعد الدفن ﴿۱﴾ لیکن میت کو مسجد میں جنازہ کرنے کے بعد باقی رکھنا مکروہ ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

جنازہ کے درود میں درود ابراہیمی کے دیگر الفاظ ثابت ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے لیکن بعض لوگ اس میں دیگر الفاظ بھی شامل کرتے ہیں جیسے وسلمت وبارکت ورحمت وترحمت الخ بندہ کا خیال ہے کہ یہ بدعت ہے یہ آخری دیگر الفاظ لوگوں نے اپنی طرف سے بنائے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ بينوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرزاق غزنی مسجد حضرو اٹک......۱۹۸۹ء/۷/۲۹

الجواب: تمام فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ نماز جنازہ میں یہ نماز والا درود ابراہیمی پڑھا جائے گا ﴿۳﴾ اور چونکہ یہ دیگر الفاظ بھی غیر مشہور روایات سے ثابت ہیں ﴿۴﴾ كما لا يخفىٰ على من راجع

﴿۱﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فى زيارة القبور وقرأة القرآن)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: وهذا الاطلاق فى الكراهة بناء على ان المسجد انما بنى للصلاة المكتوبة وتوابعها من النوافل والذكر وتدريس العلم وقيل لا يكره اذا كان الميت خارج المسجد وهو مبنى على ان الكراهة لاحتمال تلويث المسجد.

(البحر الرائق ۲: ۱۸۷ فصل السلطان احق بصلاته)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله كما فى التشهد) اى المراد الصلاة الابراهيمية التى يأتى بها المصلى فى قعدة التشهد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۴۴ مطلب هل يسقط فرض الكفايه بفعل الصبى باب الجنائز)

﴿۴﴾ عن كعب بن عجرة قال قلت يارسول الله هذا السلام عليک قد علمناه فكيف الصلاة عليک؟ قال: قولوا: اللهم صل على محمد وعلىٰ آل..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الی شروح دلائل الخیرات. لہٰذا اس زیادت کو بدعت قرار دینا بدعت ہے ﴿۱﴾. وهو الموفق

خنثیٰ مشکل کے جنازہ کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثیٰ مشکل کا جنازہ زنانہ جیسا پڑھایا جائے گا یا مردانہ جیسا، اس مسئلہ میں آئمہ کا راجح قول بیان فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شہزادگل شیوہ مردان......۱۹۷۵ء/ ۸/ ۲۴

(بقیہ حاشیہ) محمد كما صليت على ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم وبارك على محمد وعلىٰ آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد. قال: ابو محمد عبد الرحمن كوثر البرني في تعليقه: في اسناد المصنف يزيدبن ابي زياد وهو ضعيف كان شيعيا، انظر التقريب (رقم ۲: ۷۶۵ ۳) ومن طريقه اخرجه احمد في مسنده (۴: ۲۴۴) لكن اصل الحديث ثابت صحيح من حديث الصحيحين ففي صحيح البخاري عن عبد الرحمن بن ابي ليلىٰ قال: لقيني كعب ابن عجرة فقال: الا اهدى لك هدية سمعتها من النبي ﷺ فقلت: بلى فاهدها لي، فقال: سألنا رسول الله ﷺ فقلنا: يارسول الله كيف الصلوٰة عليكم اهل البيت، فان الله قد علمنا كيف نسلم عليك، قال: قولوا" اللهم صل علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد، اللهم بارك علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما باركت علىٰ ابراهيم وعلى آل آبراهم انك حميد مجيد، اخرجه البخاري في الانبياء (رقم: ۳۱۹۰) واخرجه مسلم (۱: ۱۷۵) الا انه لم يقل (وعلىٰ آل ابراهيم) واخرجاه من حديث ابي حميد الساعدي رضي الله عنه ايضا ببعض اختلاف في اللفظ.

واخرجه مسلم من حديث ابي مسعود الانصاري رضي الله عنه ايضا وفي آخره: كما باركت علىٰ آل ابراهيم في العالمين انك حميد مجيد.

(عمل اليوم والليلة لابن السني ۸۵ باب كيف الصلاة على النبي ﷺ)

وهكذا جمع الشيخ المحدث مولانا محمد ذكريا الكاندهلوي عدة صيغ الصلاة الابراهيمية في رسالته "فضائل درود شريف" فليراجع. (ازمرتب)

﴿۱﴾ وفي المنهاج: اعلم انه لم يرد في هذه الرواية اجتماع ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: لم اجده صريحا فالاحوط ان يرجع اليه ضمير المذكر بتاويل الشخص او ضمير المونث بتاويل النفس فافهم فانه لا اشكال بعد البلوغ﴿۱﴾. وهو الموفق

مسلمان والدہ یا والدین کی متابعت کی وجہ سے بچہ پر نماز جنازہ ادا کی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچہ وفات پایا گیا ایک مولوی صاحب نے جنازہ کرنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے کہا کہ بچے کی ماں کا پورا حال معلوم نہیں ہے کہ فلاں شخص سے حمل ہونے سے پہلے نکاح کیا ہے یا بعد میں، شوہر اور بیوی دونوں نے کہا کہ ہم نے فلاں مولوی صاحب جو پشاور کا رہنے والا ہے سے نکاح پڑھوایا ہے، تو یہاں پشونگڑئی سے یہ مولوی صاحب روانہ ہو کر

(بقيه حاشيه) ابراهيم و آل ابراهيم و خلت اكثر طرق حديث كعب بن عجرة عن اجتماعهما فادعى ابن تيمية و صاحبه ابن القيم عدم صحة اجتماعهما وعدم ثبوتهما فى روايه صحيحة وهذه غفلة وعجلة فقد ثبت ذلك فى حديث كعب بن عجرة فى صحيح البخارى فى كتاب الانبياء ۱ :۴۷۷ وكذا فى الشطر الثانى من حديث ابى سعيد الخدرى فى الصحيح من الدعوات ۲ :۹۴۰ وفى التفسير ۲ :۲۰۸ كذا فى معارف السنن.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۳ :۳۵ باب صفه الصلوٰة على النبى ﷺ)

﴿۱﴾ جب خنثیٰ مشکل بالغ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ بالغین مرد و عورت کا جنازہ یکساں پڑھایا جاتا ہے اس میں دعا کے وقت ضمائر کا فرق نہیں ہے، البتہ جب نابالغ ہو تو نابالغین کی دعا الگ ہے جس میں ضمیر مذکر و مؤنث کا فرق موجود ہے، حيث قال العلامة شرنبلالي: اما اذا كان صغيراً او مجنونا فليقل اللهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا ذخراً واجعله لنا شافعا ومشفعاً (الجوهرة النيرة ۱ :۱۳۰) پس خنثیٰ مشکل میں چونکہ دونوں جہت موجود ہیں لہٰذا جو ضمیر بھی راجع کرے جائز ہے، وهكذا فى فتاوىٰ دار العلوم ديوبند ۵ :۳۵۰ قال الشيخ عزيز الرحمن: اللهم اجعله لنا فرطا بضمير مذکر پڑھ دیوے کیونکہ مؤنث کی طرف بھی بتاویل شخص راجع ہو سکتی ہے اور بضمیر مؤنث پڑھنا بھی درست ہے بتاویل نفس۔ فقط...... (از مرتب)

پشاور گیا لیکن اس عالم سے نہ ملا، ادھر وارثوں نے مردہ کو دفن کر دیا بغیر جنازہ کے، اب اس مولوی صاحب نے پشاور سے واپس آ کر قبر پر جنازہ کی نماز پڑھی کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں زرین مدرسہ تعلیم القرآن پشونگڑئی نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۱۱/۲۰

الجواب: چونکہ یہ بچہ والدین یا صرف والدہ کی متابعت کی وجہ سے مسلمان ہے ﴿۱﴾ اور فقہاء کرام نے اس پر جنازہ کرنے سے منع نہیں کیا ہے لہٰذا اس پر جنازہ نہ پڑھنا غلطی ہے اور قبر پر جنازہ پڑھنا (ریزہ ریزہ ہونے سے پہلے) جائز اور صحیح ہے، فلیراجع الی الشرح الکبیر والدر المختار وغیرهما ﴿۲﴾. وهو الموفق

ولد الزنا کے کانوں میں اذان اور جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ولد الحرام یعنی ولد الزنا جس کا باپ معلوم نہ ہو اس کے کانوں میں مطابق شرع اذان و اقامت کہی جائے گی یا نہیں؟ نیز اگر یہ بچہ مر جائے تو اس پر جنازہ پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل کریم خطیب راجگان کہوٹہ راولپنڈی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ای فان الصبی یصیر مسلما لان الولد یتبع خیر الابوین دینا.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۵۲ مطلب فی حمل المیت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: فیصلی علی قبره ما لم یتمزق وان دفن واهیل علیه التراب بغیر صلاة او بها بلا غسل او ممن لا ولایة له صلی علی قبره استحسانا مالم یغلب علی الظن تفسخه من غیر تقدیر هو الاصح وظاهره انه لو شک فی تفسخه صلی علیه.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۲ باب صلاة الجنائز)
(وهکذا فی الغنیة المستملی المعروف بالکبیری ۵۴۲ الرابع فی الصلاة فصل فی الجنائز)

الجواب: یہ لڑکا صرف والدہ کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ زانی کی طرف۔ اور والدہ اگر مسلمان ہوتو یہ لڑکا بھی مسلمان ہوگا، لان الولد یتبع خیر الابوین . والمحقق ھنا الحصر فی الام ﴿۱﴾، اور اس پر جنازہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ یہ لڑکا والدہ کی متابعت کی وجہ سے مسلمان ہے۔ نیز زانی اور زانیہ پر جنازہ پڑھنا جائز ہے، لحدیث رواہ ابو داؤد صلوا علی کل بر وفاجر ﴿۲﴾ پس ولد الزنا پر جو کہ مجرم بھی نہیں ہے بطریق اولیٰ جنازہ پڑھایا جائے گا، نیز جن اموات کو جنازہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یہ ان سے خارج ہے، فلیراجع الی الدر المختار باب الجنائز ﴿۳﴾ پس اس پر مسلمان بچوں کے احکام جاری ہوں گے۔ وھو الموفق

اوقات مکروہہ میں جنازہ حاضر ہو جائے تو جنازہ مکروہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جنازہ عند الطلوع یا عند الزوال یا عند الغروب تیار ہو جائے تو کیا ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو شامی جلد اول اور عالمگیری جلد اول نے کیوں فتویٰ دیا ہے کہ سجدہ تلاوت کو مؤخر کر کے نماز جنازہ حاضر ہونے پر تاخیر نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے نماز جنازہ فوراً ادا کرے، اور حدیث سے بھی واضح ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال في شرحه او اسلم احد ابويه يجعل مسلما تبعا سواء كان الصغير عاقلا اولم يكن لان الولد يتبع خير الابوين دينا.
(ردالمحتار ۱: ۶۵۵ مطلب في حمل الميت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۳۵۰ باب في الغز ومع ائمة الجور كتاب الجهاد)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: وهي فرض على كل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم اذا قتلوا في الحرب وكذا اهل عصبة ومكابر في مصر بسلاح وخناق خنق غير مرة فحكمهم كالبغاة.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۲ باب صلاة الجنائز)

عنہ سے فرمایا تھا کہ چار چیزوں میں دیر نہ ہو ان میں سے ایک نماز جنازہ بھی ہے جس کو شامی اور شرح الیاس نے بھی نقل کیا ہے جواز اور عدم جواز کی صورت میں جو فیصلہ ہو مطلع فرمائیے۔بینوا توجروا

المستفتی: میر ولی اللہ بٹل مانسہرہ......۱۹۷۶ء/۵/۱۳

الجواب: جنازہ جب ان اوقات میں حاضر ہو جائے تو جنازہ پڑھنا مکروہ نہ ہوگا،لما ذکرہ المستفتی لکن معرفۃ الحضور امر مھم ﴿۱﴾. وھو الموفق

جنازہ کی نیت میں بعض الفاظ کا چھوڑنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی فوت ہوا تھا،نماز جنازہ پڑھانے والے مولوی صاحب نے نیت نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھنے والوں کو اس طرح بتلائی،چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ،ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے،دعا واسطے حاضر میت کے،پیچھے امام صاحب کے، منہ طرف کعبہ شریفہ اللہ اکبر،اس نیت میں درود واسطے پیغمبر کے نہیں بتلایا،اس کے بعد ایک اور جنازہ پڑھنا تھا

﴿۱﴾قال العلامۃ ابن عابدین: (قولہ فلو وجبتا فیھا) ای بان تلیت الآیۃ فی تلک الاوقات او حضرت فیھا الجنازۃ...... قولہ ای تحریما فانہ اذا کان الافضل عدم التاخیر فی الجنازۃ فلا کراھۃ اصلا وما فی التحفۃ اقرہ فی البحر والنھر والفتح والمعراج لحدیث ثلاث لا یؤخرن منھا الجنازۃ اذا حضرت وقال فی شرح المنیۃ والفرق بینھا وبین سجدۃ التلاوۃ ظاھر لان التعجیل فیھا مطلوب مطلقا الا لمانع وحضورھا فی وقت مباح مانع من الصلاۃ علیھا فی وقت مکروہ بخلاف حضورھا فی وقت مکروہ وبخلاف سجدۃ التلاوۃ لان التعجیل لا یستحب فیھا مطلقا ای بل یستحب فی وقت مباح فقط فثبتت کراھۃ التنزیہ فی سجدۃ التلاوۃ دون صلاۃ الجنازۃ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱:۲۷۵ مطلب فی تکرار الجماعۃ والاقتداء بالمخالف)

جنازہ شروع کرنے سے پہلے ایک آدمی نے دوبارہ نیت نماز جنازہ سنانے کے متعلق امام صاحب کو کہا امام صاحب نے دوبارہ وہ نیت بتلائی جس پر امام صاحب کو کہا گیا کہ درود واسطے پیغمبر علیہ الصلاۃ السلام کیوں نہیں بتلاتے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ درود بیچ میں آجاتا ہے اس کے بعد بعض لوگ آمادہ بفساد ہو گئے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ امام نے دشمنی اور بخیلی سے کام لیا ہے اس موقع پر جو لوگ موجود تھے گالیاں وغیرہ دیتے ہوئے چلے گئے، اس کے متعلق ارشاد فرمایا جاوے کہ کیا یہ جنازہ ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حسین کیملپور...... ۱۹۶۹ء/۵/۲۰

الجواب: نماز جنازہ میں جنازہ کرنے کی نیت ضروری نہیں اور صرف ارادہ کافی ہے﴿۱﴾ اور باقی رہے یہ الفاظ کہ واسطے درود پیغمبر علیہ الصلاۃ السلام کے تو اس کا بولنا اور نہ بولنا برابر ہے لہٰذا امام صاحب برحق ہے اور عوام لاعلمی کی وجہ سے غلطی پر ہیں۔ وھو الموفق

قبرستان میں نماز جنازہ اور میت کو منتقل کرنے کی وجہ سے دوبارہ جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کہ زمانہ قدیم سے ایک قبرستان جس میں اب نہ کوئی قبر ہے نہ نشان قبر وغیرہ بلکہ صاف چٹیل میدان رہ گیا ہے کیا اس میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ (۲) ایک میت جس کا نماز جنازہ غسل کفن ودفن ہو چکا دو تین دن بعد اس میت کو دوسری جگہ لے جا کر دفنایا جائے کیا اس میت کیلئے دوبارہ غسل کفن یا نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؟ مدلل جواب

﴿۱﴾وفی الھندیة: فالامام والقوم ینوون ویقولون نویت اداء ھذہ الفریضة عبادة اللہ تعالی متوجھا الی الکعبة مقتدیا بالامام ولو تفکر الامام بالقلب انه یودی صلاة الجنازة یصح ولو قال المقتدی اقتدیت بالامام یجوز کذا فی المضمرات.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۴ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

سے نواز کر حکم صادر فرماویں۔ واجرکم علی الله

المستفتی: ایم عبد الغفور گھمبیر مری ہزارہ......۱۹۶۹ء/۱/۱۳

الجواب: (۱) نماز جنازہ قبرستان میں پڑھنا جائز ہے تو چٹیل میدان میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا، والدلیل علیه جواز صلاة الجنازة عند محاذاة الميت اجماعا ولان الفقهاء صرحوا بجواز صلاة الجنازة على القبر في بعض الصور، في الدر المختار: وان دفن بغير صلاة صلى على قبره ﴿۱﴾ ولان النبی ﷺ صلى على القبر ﴿۲﴾. (۲) اگر یہ نماز جنازہ بادشاہ اور قاضی کی اجازت سے ہوا ہو تو اعادہ نہیں ہے ورنہ نماز کا اعادہ جائز ہے اور غسل کا اعادہ نہیں ہے، قال في الهندية ۱: ۱۶۴ رجل مات في غير بلده ثم جاء اهله فحملوه الى منزله ان كانت الصلاة باذن السلطان او القاضي لا تعاد كذا في فتاوىٰ قاضي خان ﴿۳﴾. وهو الموفق

تمام عمر نماز نہ پڑھنے والے شخص کے جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو ضعیف العمر اور قریب الموت ہے تمام عمر اسی گاؤں میں بسر کرنے کے باوجود کوئی شخص بھی اس کے متعلق نماز پڑھنے کی شہادت نہیں دے سکتا کیا اس بے نمازی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبد اللطیف بٹل مانسہرہ......۶/شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: اگر یہ شخص دعویٰ اسلام رکھتا ہو اور نماز نہ پڑھنے کو گناہ سمجھتا ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھا

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ عن ابن المسيب ان النبی ﷺ صلى علىٰ قبر ام سعد بن عبادة بعد شهر.
(جامع ترمذی ۱: ۱۲۳ باب ماجاء في الصلوٰة على القبر)

﴿۳﴾ (فتاوىٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۴ الفصل الخامس في الصلاة على الميت)

جائے گا،لکونہ مسلماً مجرماً ﴿۱﴾. وھو الموفق

دورانِ اغوا اغوا کنندہ مقتول پر جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ قبائل کے قریب ہے ان میں ایک مخصوص قوم ہے جو اغوا برائے تاوان کرتے ہیں اب اگر یہ اغوا برائے تاوان کرنے والا آدمی قتل کیا جائے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اس پر جنازہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۷ء/۹/۶

الجواب: اغوا کنندہ کا قتل جائز ہے عام لوگ اس کو اس جنایت کے دوران قتل کر سکتے ہیں اور حکومت ان کو ہر وقت باقاعدہ قتل کر سکتی ہے اور جب اس اغوا کنندہ کو دوران اغوا قتل کیا جائے تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا،فلیراجع الی جنائز ردالمحتار ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیة: ویصلی علی کل مسلم مات بعد الولادة صغیراً کان او کبیرا ذکراً کان اوانثی الا البغاة وقطاع الطریق الخ.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۳ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصکفی: وھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طریق فلا یغسلوا ولا یصلی علیھم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعده صلی علیھم لانه حد او قصاص وکذا اھل عصبة ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق خنق غیر مرة فحکمھم کالبغاة.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱:۶۴۲ باب صلاة الجنائز)



عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال:

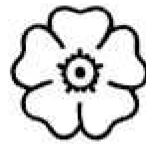
قال رسول اللہ ﷺ من شهد الجنازة حتى

يصلى عليها فله قيراط، ومن شهدها حتى

تدفن فله قيراطان قيل: وما القيراطان؟

قال: مثل الجبلين العظيمين.

......متفق عليه......

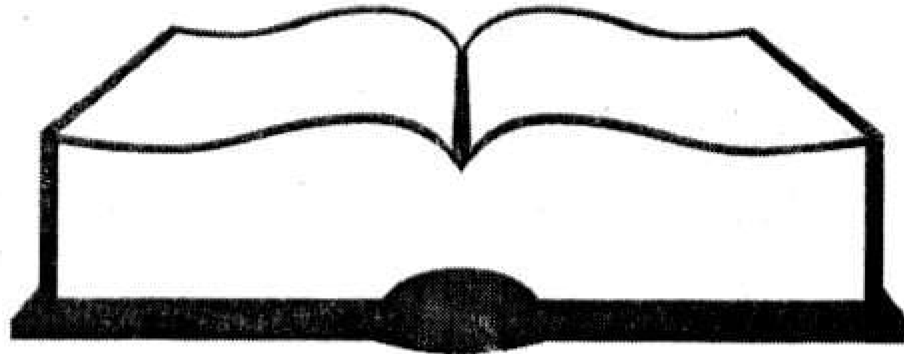


الله الله

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

فصل فی الحمل والغسل والدفن والتعزیة



فصل فی الحمل

و الغسل و الدفن و التعزیة

جہاں موت واقع ہو وہاں کے مقبرہ میں دفن کرنا مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خاندان وطن سے بارہ سو میل دور رہتا ہے اور جب اس میں سے کوئی آدمی فوت ہو جائے تو وہ اس کی میت کو وطن لے جاتے ہیں اور وہاں دفن کرتے ہیں کیا یہ نقل میت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی غوث الرحمٰن پٹھان کوٹ حیدر آباد...... ۱۹۶۹ء/۲/۱۶

الجواب: بہتر یہ ہے کہ مردہ جس مقام میں مرے اسی مقام کے مقبرہ میں دفن کیا جائے لیکن دفن سے پہلے نقل بھی جائز ہے، **فی الھندیة ویستحب فی القتیل والمیت دفنه فی المکان الذی مات فی مقابر اولئک القوم ولو مات فی غیر بلده یستحب ترکه فان نقل الی مصر آخر لا بأس به** (۱:۱۶۷) ﴿۱﴾. وھو الموفق

مردہ کیلئے صندوق بنا کر دفنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مردہ کو قبر میں رکھنے کی بجائے صندوق بنا کر قبر میں رکھا جاتا ہے کیا یہ صندوق جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد حسن ٹل کوہاٹ...... ۱۹۸۴ء/۸/۴

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۷ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الیٰ آخر)

الجواب: زنانہ کیلئے تابوت بہر حال جائز ہے اور مردوں کیلئے عند الحاجت جائز ہے مثلاً جب زمین نرم یا سیم وتھور والی ہو، کما فی ردالمحتار ۱: ۸۳۶ قوله لابأس باتخاذ تابوت ، ای یرخص ذلک عند الحاجة والا کره کما قدمناه آنفا وفی المحیط واستحسن مشائخنا اتخاذ التابوت للنساء یعنی ولو لم تکن الارض رخوة فانه اقرب الی الستر والتحرز عن مسها عند الوضع فی القبر ﴿۱﴾. وهو الموفق

میت کو دوبارہ غسل دینا اور سلی ہوئی قمیص وشلوار پہنانا تعامل امت سے مخالف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) ہمارے علاقوں میں میت کو دوبار غسل دینے کا رواج بن گیا ہے ایک فوراً مرنے کے بعد اور ایک لوگوں کو مطلع کرنے پر یعنی قریب دفن وغیرہ۔ (۲) مسنون کفن کے علاوہ اب سلی ہوئی قمیص اور شلوار بھی پہناتے ہیں شرعی حکم سے مطلع فرماوے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام سرور گھوٹی راولپنڈی

الجواب: (۱) دوبارہ غسل دینا تعامل امت سے مخالف ہے ﴿۲﴾ نیز اس میں مردہ کا دودفعہ بے حجاب کرنا ہے، پس یہ رواج لازم الترک اور قبیح رواج ہے خصوصاً اس میں غسل اول کی عدم کفایت کا توہم موجود ہے۔ (۲) یہ رسم بھی تعامل امت سے متصادم ہے ﴿۳﴾ نیز اس میں اسراف اور تبذیر موجود ہے بلکہ اس میں تعذیب میت کا خطرہ بھی موجود ہے، لکونه راضیا به حال حیوته. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۰ مطلب فی دفن المیت)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: والواجب هو الغسل مرة واحدة...... فان خرج منه شئ غسله ولا یعید غسله ولا وضوءه ثم ینشفه بثوب کیلا تبتل اکفانه. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۵۸ الفصل الثانی فی الغسل)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: ویسن فی الکفن ازار وقمیص ولفافة، وقال ابن عابدین: وفی صحیح مسلم عنه ﷺ اذا کفن احدکم اخاه فلیحسن کفنه وروی ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

بعد الغسل اور جنازہ لے جاتے وقت میت کا سر اور پاؤں کس جانب ہو؟ اور لوگوں کا دفن سے پہلے چلے جانے وغیرہ مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں (۱) بعد الغسل میت کا سر اور پاؤں کس جانب ہوں؟ (۲) جنازہ کو لے جانے کے وقت پاؤں کس سمت ہوں؟ (۳) بعد از جنازہ لوگ بغیر تعاون مٹی ڈالنے کے چلے جاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ (۴) قبر کتنی اونچی ہو؟ (۵) تیاری قبر کے بعد سر اور پاؤں کی جانب کھڑے ہو کر کچھ پڑھنا کس طرح ہے؟ (۶) میت کو بروز جمعہ دفن کرنے کے بعد تیسرے دن چنوں کا لانا اور اس کو دم کر کے کھانا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ رمزا احمد ٹالھی تھرپارکر سندھ......۳۱/۱۲/۱۹۷۵

الجواب: (۱) اس حکم میں تنگی نہیں ہے بلکہ جو آسان ہو وہ کرے، کما فی العالمگیریة (۱: ۱۶۷) والاصح انه یوضع کما تیسر ﴿۱﴾.

(۲) پاؤں پیچھے اٹھانے والوں کی طرف کئے جائیں گے، کما فی الھندیة ۱: ۱۶۲ وفی حالة المشی بالجنازہ یقدم الرأس کذا فی المضمرات ﴿۲﴾.

(بقیه حاشیه) ابو داؤد عنه ﷺ لا تغالوا فی الکفن فانه یسلب سلبا سریعا وجمع بین الحدیثین بان المراد بتحسینه بیاضه ونظافته لا کونه ثمیناً حلیة وهو فی معنی ما مر عن النهر. (الدر المختار مع ردالمحتار ۱: ۶۳۷ مطلب فی الکفن) وقال الشرنبلالی: ولا یجعل لقمیصه کم لانه یکون لحاجة الحی ولا دخریص لانه یفعل للحی لیتسع الاسفل للمشی فیه ولا جیب وهو الشق النازل علی الصدر لانه لحاجة الحی ولو کفن فی قمیص حی قطع جیبه ولبنته کذا فی التبیین ولا تلف اطرافه لعدم الحاجة الیه. (امدادالفتاح شرح نور الایضاح ۶۱۴ مطلب فی التکفین)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۵۸ الفصل الثانی فی الغسل)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۲ الفصل الرابع فی حمل الجنازة)

(۳) جائز ہے البتہ افضل یہ ہے کہ دفنانے تک انتظار کرے، قال رسول اللہ ﷺ من اتبع جنازة مسلم ایمانا و احتسابا و کان معه حتی یصلی علیها و یفرغ من دفنها فانه یرجع من الاجر بقیراطین کل قیراط مثل احد و من صلی علیها ثم رجع قبل ان تدفن فانه یرجع بقیراط ﴿۱﴾ متفق علیه (مشکواة ۱۵۸).

(۴) ایک بالش اونچائی ہونی چاہئے، کما فی الهندیه ۱: ۱٦۷ و یسنم القبر قدر الشبر ﴿۲﴾.

(۵) سنت ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۸۳۸ و کان ابن عمر یستحب ان یقرء علی القبر بعد الدفن اول سورة البقرة و خاتمتها ﴿۳﴾.

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ۱: ۱۴۴ باب المشی بالجنازة الفصل الاول)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱٦٦ الفصل السادس فی القبر و الدفن و النقل من مکان الی آخر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابنٗ عابدین: فقد ثبت انه علیه الصلاة و السلام قرأ اول سورة البقرة عند رأس میت و آخرها عند رجلیه. (ردالمحتار ۱: ٦٦۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

و قال ابن قیم الجوزیة: وقد ذکر عن جماعة من السلف انهم اوصوا ان یقرأ عند قبورهم وقت الدفن قال عبد الحق: یروی ان عبد الله بن عمر امر ان یقرأ عند قبره سورة البقرة و ممن رأی ذلک المعلی بن عبد الرحمن و کان الامام احمد ینکر ذلک اولا حیث لم یبلغه فیه اثر ثم رجع عن ذلک و قال الخلال فی الجامع القراء ة عند القبورَ: اخبرنا العباس بن محمد الدوری حدثنا یحی بن معین...... قال ابی: اذا انامت فضعنی فی اللحد و قل بسم الله و علی سنةِ رسول الله و سن علی التراب سنا، و اقرأ عنده رأسی بفاتحة البقرة فانی سمعت عبد الله بن عمر یقول ذلک (اخرجه البیهقی فی السنن الکبریٰ باب ما ورد فی قراء ة القرآن عند القبر)

قال عباس الدوری: سألت احمد بن حنبل قلت: تحفظ فی القراء ة علی القبر شیاً؟ فقال لا و سألت یحیٰ بن معین فحدثنی بهذا الحدیث. و قال الخلال: و اخبرنی الحسن بن احمد الوراق و حدثنی علی بن موسیٰ الحداد و کان صدوقا، قال: کنت مع احمد بن حنبل و محمد بن قدامة الجوهری فی جنازة، فلما دفن المیت جلس رجل ضریر یقرأ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(٦) ثواب کی نیت سے اس چنوں کا کھانا بدعت ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دفنانے کے بعد وقت تعزیت شروع ہوجاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دریا میں ڈوب گیا اور اس کی لاش گم ہوگئی پھر چند دن گزرنے کے بعد لاش مل گئی، اب تعزیت کس وقت سے شروع ہوگی ڈوبنے کے وقت سے یا دفنانے کے بعد؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل مولیٰ جلبئی صوابی......۱۹۸۳ء/ ۸/ ۱۶

الجواب: قواعد کی رو سے دفنانے کے بعد وقت تعزیت شروع ہوتی ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۶۳۰ ﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عند القبر، فقال له احمد: یاهذا ان القراءة عند القبر بدعة. فلما خرجنا من المقابر قال محمد بن قدامة لاحمد بن حنبل: یاابا عبد الله ما تقول فی مبشر الحلبی؛ قال: ثقة، قال: کتبت عنه شیأ؟ قال: نعم، فاخبرنی مبشر عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج، عن ابیه انه اوصیٰ اذا دفن یقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة وخاتمتها. وقال سمعت ابن عمر یوصی بذلک فقال له احمد: فارجع وقل للرجل یقرأ (اخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر ۴: ۱۵۴) وقال الحسن بن الصباح الزعفرانی: سألت الشافعی عن القراءة عند القبر فقال: لا بأس بها.

(کتاب الروح لابن القیم ۱۸ المسئلة الاولیٰ)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به.

(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وهی بعد الدفن افضل منها قبله لان اهل المیت مشغولون قبل الدفن بتجهیزه ولان وحشتهم بعد الدفن لفراقه وهذا اذا لم یرمنهم جزع شدید والاقدمت لتسکینهم جوهرة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

بیوی کیلئے شوہر کواور شوہر کیلئے بیوی کو غسل ودفن وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) شوہر مر جائے تو بیوی مردہ شوہر کی چارپائی پر بیٹھ سکتی ہے یا نہیں؟ (۲) عورت فوت ہو جائے تو شوہر بیوی کی چارپائی جنازہ کے وقت اٹھا سکتا ہے؟ نیز اسے غیر محرم قبر میں اتار سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک کرم بخش نمبردار کیملپور......۱۷/ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: (۱) بیٹھ سکتی ہے غسل بھی دے سکتی ہے (شامی وغیرہ) ﴿۱﴾۔ (۲) چارپائی اجانب بھی اٹھا سکتے ہے البتہ قبر میں محارم اتاریں گے اور اگر محارم نہ ہوں یا ناکافی ہوں تو دیگر رشتہ داروں سے خاوند مقدم اور حقدار ہے اور ضرورت کے وقت اجانب بھی اتار سکتے ہیں (ہندیہ) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

شوہر کیلئے مردہ بیوی کو غسل دینے میں حدیث تجرید البخاری سے استدلال صحیح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تجرید البخاری میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا تھا اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق کیا ہے؟ کیا ایک آدمی اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی نورالبصر مقام جلوزی پشاور......۱۹۶۹ء/۴/۱۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وهي لا تمنع من ذلك ، قال ابن عابدين: (تحت قوله وهي لا تمنع من ذلك) اى من تغسيل زوجها دخل بها اولا.

(ردالمحتار ۱:۶۳۴ مطلب فی حدیث کل سبب ونسب منقطع الاسببی ونسبی صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ذوالرحم المحرم اولى بادخال المرأة من غيرهم كذا في الجوهرة النيرة وكذا ذوالرحم غير المحرم اولى من لاجنبي فان لم يكن فلا بأس للاجانب وضعها كذا في البحر الرائق.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۶ الفصل السادس في القبر والدفن)

الجواب: اولاً یہ ثابت نہیں اور ثانیاً یہ خصوصیت پر محمول ہے لہٰذا دوسرا شخص اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، فی الدرالمختار: ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر الیها علی الاصح وقالت الائمة الثلاثة یجوز لان علیا غسل فاطمة رضی الله عنها قلنا هذا محمول علی بقاء الزوجیة لقوله علیه السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابة انکر علیه ﴿١﴾ (وفی ردالمحتار ١:٨٠٣). قال فی شرح المجمع لمصنفه فاطمة رضی الله عنها غسلتها ام ایمن حاضنته ﷺ ورضی عنها فتحمل روایة الغسل لعلی رضی الله تعالیٰ عنه علی معنی التهیئة و القیام التام باسبابه و لان ثبتت الروایة فهو مختص به الاتری ان ابن مسعود رضی الله عنه لما اعترض علیه بذلک اجابه بقوله اما علمت ان رسول الله ﷺ قال ان فاطمة زوجتک فی الدنیا و الاخرة فادعاء الخصوصیة دلیل علی ان المذهب عندهم عدم الجواز انتهیٰ. وهو الموفق

میت کے کانوں میں اذان دینے کا کوئی ثبوت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (١) اذان میت جو بعض علاقوں میں مروج ہے کیا اس کی کوئی دلیل ہے؟ (٢) کیا یہ سچ ہے کہ عشرہ مبشرہ میں ایک صاحب کی وفات کے بعد پیغمبر علیہ السلام نے ان کے کانوں میں اذان دی تھی اگر سچ ہے تو پھر یہ مستحب یا سنت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالہادی اسماعیلیہ مردان......٨/ جون ١٩٧٥ء

الجواب: (١) خلاف سنت ہے ﴿٢﴾۔

﴿١﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ١: ٢٣٣ مطلب فی حدیث کل سبب ونسب باب صلاة الجنائز)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن عابدین: فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارة الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(۲) یہ حدیث ثابت نہیں ہے﴿۱﴾ یہ تمام بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ وھو الموفق

قبر پر اذان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان علی القبر کی شرعی حقیقت کیا ہے، سنت ہے یا بدعت؟ بینوا توجروا

المستفتی: اول شیر ایڈوکیٹ یار حسین مردان.....۱۹۸۴ء/۷/۲۴

الجواب: بعض شوافع کے نزدیک قبر میں اذان کہنا مستحب ہے لیکن محققین شوافع نے اس کی تردید کی ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۳۵۸ قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه للدنیا لاکن رده ابن حجر فی شرح اللعاب ﴿۲﴾. اورمشائخ احناف نے اس اذان

(بقیہ حاشیہ) صرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قیاسا علی ندبهما للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب.

(ردالمحتار ۱: ٦٦٠ مطلب فی دفن المیت باب صلاة الجنائز)

﴿۱﴾قال الامام الربانی رشید احمد الجنجوهی: اذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرون ثلثہ میں اس کا ثبوت نہیں چنانچہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے، تنبیه: فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارة الیٰ انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت ...... اور علامہ خیر الدین رملی نے حاشیہ بحرالرائق میں لکھا ہے: قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه من الدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب انتهیٰ. اور درالبحار میں لکھا ہے: من البدع التی شاعت فی بلاد الهند الاذان علی القبر بعد الدفن انتهیٰ اور توشیح شرح تنقیع محمود البلخی میں مذکور ہے، ما فی الاثور من الاذان علی القبر ولیس بشئ انتهیٰ کذا فی التفهم المسائل.

(فتاویٰ رشیدیه ۱: ۱۳٦ قبر پر اذان دینا)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۲۸۳ مطلب فی المواضع التی یندب لها الاذان فی غیر الصلاة)

کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے البتہ بعض محققین یعنی علامہ شامی نے ردالمحتار ۱:۸۳۷ میں اس بارے میں کراہیت کی طرف اشارہ کیا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مردہ پیدا شدہ بچے کو قبرستان میں دفنایا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مردہ پیدا شدہ بچے کو قبرستان میں دفن کیا جائے گا یا کسی خاص جگہ میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گلزمان کورنگی روڈ کراچی نمبر۴ ......۱۰/صفر ۱۳۹۷ھ

الجواب: کافی تتبع کے باوجود صریح جزئیہ نہیں ملا، قواعد کی رو سے عام قبرستان میں دفنایا جائے گا، لان فیہ اکراما کما فی الغسل والتسمیة، قال صاحب الدرالمختار والا یستهل غسل وسمی ﴿۲﴾. وھو الموفق

قبر میں رضائی وغیرہ ساتھ رکھنا خلاف سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کیساتھ کفن کے علاوہ دیگر اشیاء رضائی وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالقیوم کوہ مری راولپنڈی

الجواب: ماسوائے کفن کے دیگر اشیاء کا قبر میں رکھنا خلاف سنت ہے (شامی ۱:۸۳۶) ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارة الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۶۲۰ مطلب فی دفن المیت)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱:۶۵۵ باب صلاة الجنازة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ویحسن الکفن) بان یکفن...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دفن کے وقت قبر گر کر دوبارہ مرمت کی جائے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دفن کے وقت ایک قبر گر جائے جبکہ مردہ کولحد میں رکھا گیا تھا، تو ایسے موقع پر کونسا عمل بہتر ہے نئی قبر بنالی جائے یا اس کو درست کر کے مردے کو دفن کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل قدم مقام لنڈیو ابنوں......۱۹۷۷ء/۸/۱۷

الجواب: اس قبر کی اصلاح (مرمت) کرنی چاہئے فقہاء کرام نے جن وجوہات کی وجہ سے اخراج میت کو جائز کہا ہے ان میں قبر گرنے کو شمار نہیں کیا ہے، کما فی شرح التنویر ولا یخرج منه بعد اهالة التراب الالحق آدمی الخ ﴿۱﴾. وهو الموفق

قبر کے سر اور پاؤں کی جانب سورۃ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا اور تلقین بعد الممات کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعد الدفن قبر کے پاؤں اور سر کی جانب سورۃ البقرہ کا اول وآخر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز تلقین بعد الممات کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بانڈہ سیدان ضلع وتحصیل مانسہرہ......۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: واضح رہے کہ سورۃ بقرہ کا اول وآخر (قبر کے سر اور پاؤں کے پاس) پڑھنا مسنون ہے، لحدیث ورد بذلک رواه البیهقی عن ابن عمر کما فی المشکواة (۱: ۱۶۴) ﴿۲﴾

(بقیہ حاشیہ) بکفن مثله وهو ان ینظر الی ثیابه فی حیاته للجمعة والعیدین وفی المرأة ما تلبسه لزیارة ابویها کذا فی المعراج فقول الحدادی وتکره المغالاة فی الکفن یعنی زیادة علی کفن المثل نهر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۳۶ مطلب فی الکفن باب صلاة الجنازة)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۶۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن عمر قال سمعت النبی ﷺ یقول......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن تلقین بعد الممات کے متعلق نہ ''ایں کارے کنم ونہ انکارے کنم'' کا طرز عمل معمول رکھنا چاہئے، کما فی شرح التنویر ولا یلقن بعد تلحیده وان فعل لا ینهی عنه (هامش ردالمحتار ۱:۷۹۷)﴿۱﴾. وهو الموفق

دفن کے بعد میت کے سرہانے اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مردہ کو دفن کرنے کے بعد بعض علماء قبر کے سر اور پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کا اول اور آخر پڑھاتے ہیں اور پھر دعا کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد مدرس خان بنوں کرکلہ......۱۰/فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: قبر کے سر اور پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا جائز اور مشروع ہے﴿۲﴾ کما رواه البیهقی مرفوعا ولیقرء عند رأسه فاتحة البقرة

(بقیه حاشیه) اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الی قبره ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة رواه البیهقی فی شعب الایمان.

(مشکوٰة المصابیح ۱: ۱۴۹ باب دفن المیت الفصل الثالث)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱:۶۲۸ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾قال الامام جلال الدین السیوطی: واخرج الطبرانی والبیهقی فی الشعب عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعت رسول اللهﷺ یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الی قبره ولیقرأ عند رأسه فاتحة الکتاب ولفظ البیهقی فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة سورة البقرة فی قبره. واخرج الطبرانی عن عبد الرحمن بن العلاء بن الجلاج قال قال لی ابی یابنی اذا او ضعتنی فی لحدی فقل بسم الله وعلی ملة رسول الله ثم سن علی التراب سنا ثم اقرأ عند رأسی بفاتحة البقرة وخاتمتها فانی سمعت رسول ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

وعند رجلیه بخاتمة البقرة وقال البیهقی والصحیح انه موقوف علی عبد الله بن عمر ﴿۱﴾، قلت لکنه مما لا یدرک بالرائ فافهم، فی ردالمحتار ۱: ۸۴۳ فقد ثبت انه علیه السلام قرء اول سورة البقرة عند رأس المیت وآخرها عند رجلیه ﴿۲﴾. وهو الموفق

دفن کے بعد مسئلہ میراث بیان کرنا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر دفن کے بعد مسئلہ میراث بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الحق پشاور......۱۹۷۶ء/۱/۲۶

الجواب: قبر کے پاس دفن کے بعد نہ مسئلہ میراث بیان کرنا ضروری ہے اور نہ دوسرا کوئی مسئلہ

(بقیه حاشیه) الله ﷺ یقول ذلک. (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ۴۳ باب مایقال عند الدفن والتلقین)

قال ابن القیم الجوزیة: قال عباس الدوری: سألت احمد بن حنبل قلت تحفظ فی القراء ة علی القبر شیأً؟ فقال: لا، وسألت یحی بن معین فحدثنی بهذا الحدیث، قال الخلال: کنت مع احمد بن حنبل ومحمد بن قدامة الجوهری فی جنازة فلما دفن المیت جلس رجل ضریر یقرأ عند القبر فقال له احمد: یا هذا ان القراء ة عند القبر بدعة، فلما خرجنا من المقابر قال محمد بن قدامة لاحمد بن حنبل یا أبا عبد الله ما تقول فی مبشر الحلبی؟ قال: ثقة، قال: کتبت عنه شیأً؟ قال: نعم، فاخبرنی مبشر عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج، عن ابیه انه اوصی اذا دفن یقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة وخاتمتها، وقال سمعت ابن عمر یوصی بذلک، فقال له احمد: فارجع وقل للرجل یقرأ.

(کتاب الروح لابن القیم۱۸ هل تعرف الاموات زیارة الاحیاء)

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ۱: ۱۴۹ باب دفن المیت الفصل الثالث)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

بیان کرنا ضروری ہے البتہ قرآن پڑھنا اور تثبیت کیلئے دعا کرنا مسنون ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۸۴۳ المطلوب هناک القراءة والدعاء للمیت بالتثبیت ﴿۱﴾ اور مسئلہ میراث وغیرہ نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے۔ وهو الموفق

غسل دینے کے بعد میت پر ایک رات گزر جائے غسل کا اعادہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو اگر رات کے وقت غسل دیا جائے اور پھر کفن دفن کا انتظام نہ ہو سکے بلکہ صبح تک میت ایسی رہ جائے تو کیا صبح کے وقت دوبارہ غسل دینا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید چمکنی پشاور

الجواب: غسل کا اعادہ نہیں ہے خواہ کتنا وقت گزر جائے بے شک اگر نجاست خارج ہو جائے تو صرف اسی جگہ کو دھویا جائے گا ﴿۲﴾ هکذا فی جمیع معتبرات الفقه. وهو الموفق

میت کے ساتھ بطور تبرک حدیث و وظائف کی کتابوں کا دفن کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک متوفی نے اپنی موت سے قبل وصیت کی تھی کہ میرے وظائف کی کتاب اور قرآن کا نسخہ کسی پرہیزگار شخص کو دے دینا یا میرے پاس دفن کرنا، لیکن بجائے دینے کے وہ مذکور کتب شریف میت کے ساتھ بطور تبرک دفن کئے گئے، اس واقعہ کے بعد ہمارے علاقہ پر آثار عذاب نازل ہونے شروع ہوئے فتنہ وفساد روز بروز بڑھ رہا ہے بارش بھی بند ہوگئی ہے

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: ولا یعاد غسله ولا وضوءه بالخارج منه لان غسله ما وجب لرفع الحدث لبقائه بالموت بل لتنجسه بالموت کسائر الحیوانات الدمویة الا ان المسلم یطهر بالغسل کرامة له وقد حصل. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۳۳ باب صلاة الجنائز)

کیااس بارے میں کوئی روایت موجود ہے کہ یہ کام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولانا نذیر احمد مسجد سنگر یڑی ہزارہ......۱۹۷۰ء/۹/۱۲

الجواب: میت کے ساتھ لحد میں دفنانا جائز نہیں ہے اور مستقل جگہ میں (جو کہ قبر کے کسی جانب میں بنایا گیا ہو اور پھر بند کیا گیا ہو) دفنانا جائز ہے، یدل علیه ما فی ردالمحتار وقد منا عن الفتح انه تکره کتابة القرآن واسماء الله تعالیٰ علی الدراهم والمحاریب والجدران وما یفرش وماذلک الا لاحترامه وخشیة وطئبه ونحوه مما فیه اهانة فالمنع هنا (عند الکتابة علی الکفن) بالاولیٰ ما لم یثبت عن المجتهد او ینقل فیه حدیث (۱:۸۴۷)﴿۱﴾ وفی الهندیة (۵:۳۵۸) المصحف اذا صار خلقا لا یقرء منه ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن ودفنه اولیٰ من الخ﴿۲﴾، ان روایات سے دفنانے کا جواز جب نجاست سے دور ہو معلوم ہوتا ہے اور صریح جزیہ اس کے متعلق نہیں ملی۔ وهو الموفق

خنثیٰ مشکل کو غسل دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثیٰ مشکل کو کون غسل دے گا؟ بینوا توجروا
المستفتی: مدرسہ ریاض القرآن دتہ خیل شمالی وزیرستان......۸۸ء/۱/۲۳

الجواب: خنثیٰ مشکل جب مرجائے تو اس کو باقاعدہ تیمم دیا جائے گا﴿۳﴾ اور یا حوض، دریا

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۶۶۹ مطلب فیما یکتب علی کفن المیت قبیل باب الشهید)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۵:۳۲۳ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلة والمصحف)

قال الشاہ عبد العزیز محدث الدهلوی: شجرہ کو میت کے پاس کفن میں یا کفن کے اوپر رکھنے کو فقہاء منع کرتے ہیں اس سے بزرگوں کے نام کے بارے میں بے ادبی ہوتی ہے، البتہ مردہ کے سرہانے قبر میں چھوٹا طاق بنادیں اور اس میں شجرہ کا کاغذ رکھ دیں۔ (ماخوذ از رسالہ فیض عام) (فتاویٰ عزیزی ۲۰۴ باب التصوف)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: والخنثیٰ المشکل المراهق لا یغسل رجلا ولا امرأة ولم یغسلها رجل ولا امرأة ویتیمم وراء ثوب کذا فی الزاهدی. (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۰ الفصل الثانی فی الغسل)

میں غوطہ دیا جائے گا(فلیراجع الی الهندیة)﴿۱﴾. وهو الموفق

تعزیت میں دعا، جنازہ کے بعد دعا اور حیلہ اسقاط میں دور قرآن کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (ا) کہ ہمارے ہاں تعزیت کا طریقہ یہ ہے کہ دفن کے بعد لوگ آ کر کہتے ہیں کہ دعا کرو، سب ملکر دعا کرتے ہیں اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، پھر دعا بھی مقرر نہیں ہے کوئی سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے کوئی جنازہ کی دعا وغیرہ، صحیح طریقہ کیا ہے؟
(۲) جنازہ کے بعد صفوں میں بیٹھ کر کبھی توڑ کر اجتماعی دعا کرتے ہیں بعض لوگ اس دعا کو سنت کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پر مدینہ منورہ میں جنازہ پڑھا اور دعا کے، بحواله فتح القدیر، نصب الرایه، کبیری. جبکہ بعض علماء اس دعا سے منع کرتے ہیں، حال ہی میں ۲۳/ جنوری کو حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتوی کے جنازے میں یہ دعا نہیں ہوئی وہاں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بھی غالباً موجود تھے یہ خبر رسالہ تعلیم القرآن ماہ جنوری میں بندہ نے پڑھی ہے۔
(۳) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حبیبہ بنت عرید زوجہ قلاب کے جنازہ میں حیلہ اسقاط کے دوران دور قرآن کیا ہے؟ کیا یہ روایت واقعی ابواللیث سمرقندی نے ذکر کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی نور عالم رائیکار راولپنڈی......۱۹۶۹ء/۲/۲۳

﴿۱﴾ قال العلامة شرنبلالی: وكذا الخنثیٰ المشكل يتيمم فيظاهر الرواية وقيل يجعل فی كوارة فيغسل. (امداد الفتاح شرح نورالايضاح ۶۱۱ مطلب فی تغسيل من لا يتمكن من غسله)
ملاحظہ:...... خنثیٰ مشکل اگر چھوٹا بچہ تھا تو اسے بہر حال غسل دیا جائے گا خواہ مرد غسل دے یا عورت، اور اگر یہ خنثیٰ مشکل بالغ تھا یا حد شہوت تک پہنچا تھا تو اسے تیمّم دیا جائے گا غسل نہیں، قال العلامة الشيخ الشبلی: ولو كان الميت خنثی مشكلا فانه ينظر ان كان صغيراً غسل علی كل حال سواء كان الغاسل رجلاً او امرأة وان كان بلغ حد الشهوة لا يغسل للتعذر بل يتيمم ثم ان كان المتيمم ذارحم منه يتممه بغير خرقة وان كان غير محرم فبخرقة ويعرض عن ذراعيه.
(هامش تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ۱: ۲۳۵ باب الجنائز) ......(ازمرتب)

الجواب: (۱) میت کیلئے مغفرت مانگنا بھی تعزیت ہے، یدل علیه ما فی الهندیة ۱:۷۷ ویستحب ان یقال لصاحب التعزیة غفر الله لمیتک الخ﴿۱﴾ وفی ردالمحتار ۱:۸۴۱ قوله وبتعزیة اهله ای تصبیرهم و الدعاء لهم به ﴿۲﴾.

(۲) خواص کیلئے نہ کرنا بہتر ہے اور عوام کو کسر الصفوف کے بعد دعا کرنے سے منع نہ کیا جائے ﴿۳﴾۔

(۳) ہمارے ہاں یہ کتاب موجود نہیں ہے لہذا تحقیق کرنے سے ہم معذور ہیں۔ وهو الموفق

قبر پر سیمنٹ کے بنے ہوئے پتھر رکھ کر مٹی ڈالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک کی زمین انتہائی سخت ہے اسلئے ہم سیدھی قبریں بنا کر اس کی دونوں طرف اوپر ڈیڑھ گز لمبے پتھر پانچ چھ عدد رکھتے ہیں جس کو سنگ لحد کہتے ہیں اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ لمبے لمبے سنگ لحد نہیں ملتے اسلئے عوام نے مشورہ کیا کہ سیمنٹ اور لوہے سے سنگ لحد بنا کر رکھ دیں گے چونکہ قبروں پر اوپر سیمنٹ لگانا اور پختہ کرنا تو ممنوع ہے کیا سنگ لحد کیلئے سیمنٹ اور لوہے کی سلاخ سے بنے ہوئے پتھر اور سلے بنانا جائز ہوں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سلطان ٹانک

الجواب: چونکہ ان زیر تجویز سنگہائے لحد کی صناعت میں آگ پر توقف نہیں ہے لہذا اس کا استعمال جائز ہے خصوصاً جبکہ قدرتی سنگہائے لحد نہیں ملتے، ونظیره التابوت من حدید ووجه عدم الکراهة الحاجة ولان هذا التابوت لا یعمل الا بالنار بخلاف هذه الحجارة

﴿۱﴾ (فتاوىٰ عالمگیریة ۱:۱۶۷ ومما یتصل بذلک مسائل التعزیة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۶۲۳ مطلب فی الثواب علی المصیبة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: وعن الفضلی لا بأس به.
(البحر الرائق ۲:۱۸۳ فصل السلطان احق بصلاته کتاب الجنائز)

المصنوعة (هذا ما اخذه من كلام ردالمحتار ۱ : ۸۳۶ فليراجع)﴿۱﴾. وهو الموفق

تلقین میت بعد الدفن کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ کو بعد از دفن تلقین کس طرح ہے، ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ جب دفن کیا جاتا ہے تو ایک شخص قبر کو منہ کر کے کہتا ہے ''اے فلاں اگر بھول گیا ہو تو یاد کر منکیر نکیر اگر پوچھ لے تو کہدینا کہ میں مسلمان مراہوں میں حضور ﷺ کا امتی ہو گھبرانا مت''اس تلقین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمود شاہ لتمبر کرک کوہاٹ......۲۵/صفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: تلقین بعد الدفن نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، نہ ایں کارے کنیم و نہ انکارے کنیم ﴿۲﴾

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱ : ۶۶۰ مطلب فی دفن الميت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ ☆...... قال الشامی: (قوله ولا يلقن بعد تلحيده وان فعل لا ينهىٰ عنه) ذكر فی المعراج انه ظاهر الرواية ثم قال وفی الخبازية والكافی عن الشيخ الزاهد الصفار ان هذا على قول المعتزلة لان الاحياء بعد الموت عندهم مستحيل اما عند اهل السنة فالحديث ای لقنوا موتاكم لا اله الا الله محمول على حقيقته لان الله تعالىٰ يحييه على ماجاء ت به الآثار وقد روی عنه عليه السلام انه امر بالتلقين بعد الدفن الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ : ۶۲۹ مطلب فی التلقين بعد الموت)

☆......قال العلامة ابن الهمام: واما التلقين بعد الموت وهو فی القبر فقيل يفعل لحقيقة ما روينا ونسب الى اهل السنة والجماعة وخلافه الى المعتزلة وقيل لايؤمر به ولا ينهىٰ عنه.

(فتح القدير ۲ : ۶۸ باب الجنائز)

☆......قال العلامة ابراهيم الحلبی: واما التلقين بعد الدفن فقيل يفعل لحقيقةما رويناه وقيل لا يؤمر به ولا ينهىٰ عنه...... وانما لا ينهى عنه التلقين بعد الدفن لانه لا ضرر فيه بل فيه نفع فان الميت يستانس بالذكر على ما ورد فی الآثار ففی......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قال فی شرح التنویر ولا یلقن بعد تلحیده وان فعل لا ینھیٰ عنه ﴿۱﴾ (ھامش ردالمحتار ۱:۷۹۷). وھوالموفق

میت کادوسرے وطن منتقل کرنے اور مسلمان کا اہل کتاب کے مقبرہ میں دفن کرنے کا مسئلہ

سوال: مایقول العلماء الکبار فی المسائل الاتیة: (۱) ھل یجوز نقل المیت من بلد الی بلد وحالة المیت تتغیر بسبب تغییر فی الجو ومضی المدة علیه وما ھی طریقة السلف الصالح فی ھذا؟ (۲) ھل یجوز دفن المیت المسلم فی مقبرة تکون واقعة علیحدة ولکن فی سور واحد مع مقابر اھل الکتاب وھل فیه ھناک حدیث النبی ﷺ یمنع ھذا؟

المستفتی: دار الاصلاح والدعوة بنوری منزل یوکے.....۲۴/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: (۱) ما فی الھندیة ۱:۱۶۷ ویستحب فی القتیل والمیت دفنه فی المکان الذی مات فی مقابر اولئک القوم (خلاصه)﴿۲﴾ وکذا لو مات فی غیر بلده

(بقیه حاشیه) صحیح مسلم عن عمر وبن العاص قال اذا دفنتمونی اقیموا عند قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا حتی استأنس بکم وانظر ما اذا اراجع رسل ربی.
(غنیة المستملی المعروف بالکبیری ۵۲۹ فصل فی الجنائز)

☆......وقال الشیخ محمد فرید دامت برکاتھم: (قوله تلقین المریض عند الموت والدعاء له) اشار الیٰ ان المراد من المیت ھو قریب الموت لا المیت الحقیقی فانه لا یلقن وھو ظاھر الروایة. (منھاج السنن ۴:۱۸۹ باب ماجاء فی تلقین المریض عند الموت)

☆...... وفی اعلاء السنن: ولکن الآن صار شعاراً لروافض وترکه اھل السنة ففیه خوف التھمة فلا یلقن. (اعلاء السنن ۸:۲۴۷ ابواب الجنائز باب ما یلقن المحتضر)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱:۸۲۸ مطلب فی التلقین بعد الموت)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۷ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

یستحب ترکه (قاضیخان)﴿۱﴾ وفی شرح التنویر ولابأس بنقله قبل دفنه ﴿۲﴾. قلت والاصل فیه ما رواه الترمذی من نقل عبد الرحمن بن ابی بکر من الحبشی الی مکة﴿۳﴾ وما روی ان یعقوب ویوسف علیهما السلام نقلا بعد الدفن فقال ابن الهمام فی الفتح القدیر هو شرع من قبلنا ﴿۴﴾ ولا یبعد ان یقال ان اجساد الانبیاء علیهم السلام لا تأکله الارض فلا یقاس علیهم غیر الانبیاء. (۲) انی لم اجده ما حضر عندی من الکتب، نعم کلام الفقهاء کالحلبی یدل علی التعامل بکون مقابر المسلمین منفردة من مقابر المشرکین (فلیراجع الی الشرح الکبیر ۵۵۹) ﴿۵﴾. وهو الموفق

دفن سے پہلے لاش کو دوسری جگہ لے جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا انتقال لاہور میں ہوا، اب اس کی میت دفنانے کیلئے پشاور لے جانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل محمد خان کوٹ ادو مظفر گڑھ.....۱۹۸۵ء/۴/۲۳

الجواب: دفنانے سے قبل مردہ کو وطن لیجانا قابل اعتراض نہیں ہے، علامہ شامی نے ایک روایت اسی طرح بھی ذکر فرمائی ہے﴿۶﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ خانیة علی هامش الهندیة ۱:۱۹۵ بیان ان النقل من بلد الی بلد مکروه)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱:۶۲۳ باب صلاة الجنائز)

﴿۳﴾ (سنن ترمذی ۱:۱۲۵ باب ماجاء فی الزیارة القبور للنساء)

﴿۴﴾ (فتح القدیر ۲:۱۰۱ فصل فی الدفن باب الجنائز)

﴿۵﴾ قال العلامة الحلبی: واما الدفن فقیل یدفنون فی مقابر المسلمین وقیل فی مقابر المشرکین وقیل تتخذلهم مقابر علی حدة وتسوی قبورهم ولا تسنهم وهو قول ابی جعفر الهندوانی. (غنیة المستملی المعروف بالشرح الکبیر ۵۵۸ فصل فی الجنائز)

﴿۶﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ولابأس بنقله قبل دفنه) ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نوزائیدہ مردہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ بچہ پیدا ہوا کیا اس نوزائیدہ مردہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد عزیز حاجی شاہ موڑ اٹک......۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: مردہ نوزائیدہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے کما فی الدر المختار والا یستهل غسل وسمی عند الثانی وهو الاصح فیفتیٰ به ﴿۱﴾. وهو الموفق

میت کو غسل دینے کا حقدار اور اجرت پر غسل دینے کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اجرت پر میت کو غسل دینا کیسا ہے اور غسل دینے کا زیادہ حقدار کون ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نور محمد نوشہرہ......۱۷/صفر ۱۳۸۹ھ

الجواب: غسل میت پر اجرت لینا جائز ہے اگر چہ اور لوگ موجود ہوں، صرح بـه فی الهندية ۱: ۱۶۹ ﴿۲﴾. اور غسل کا حقدار اقرب ہے، کذا فی الهندیه و الکبیری بیٹا، پوتا، باپ،

(بقیه حاشیه)قیل مطلقا وقیل الی مادون مدة السفر وقیده محمد بقدر میل او میلین لان المقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة فیکره فیما زاد قال فی النهر عن عقد الفرائد وهو الظاهر

(ردالمحتار ۱: ۶۶۳ مطلب فی الثواب علی المصیبة باب صلاة الجنائز)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۵ باب الجنائز)

﴿۲﴾ وفی الفتاویٰ الهندية: والافضل ان یغسل المیت مجانا وان ابتغی الغاسل الاجر فان کان هناک غیره یجوز اخذالاجر والا لم یجز هکذا فی الظهیرية.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۵۹ الفصل الثانی فی الغسل الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)

دادا، بھائی، بھتیجا، چچا وغیرہ ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بالشت سے اونچی قبر بنانا اور اس پر کسی درخت کی شاخ گاڑنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بالشت بھر سے اونچی قبر بنانا اور اس پر کسی درخت کا ہری شاخ گاڑنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ محمد، فیض العلوم پشین ......۲۲/ جولائی ۱۹۸۴ء

الجواب: بالشت سے اوپر یعنی تھوڑا اونچا قبر بنانا ممنوع نہیں ہے ﴿۲﴾ نیز قبر پر شاخ خرما وغیرہ رکھنا بھی ممنوع نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

غسل کے وقت میت کے پاؤں بجانب قبلہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل کے وقت میت کی ٹانگیں بجانب قبلہ کیوں کی جاتی ہے جبکہ قبلہ کو پاؤں یا پیٹھ کرنا منع ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ابراہیم واہ کینٹ راولپنڈی ......۱۶/ ستمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: میت کو غسل دیتے وقت اس کی ٹانگیں قبلہ کی طرف کرنا ضروری نہیں اس میں توسع

﴿۱﴾ وفی الفتاویٰ الهندية: ويستحب للغاسل ان يكون اقرب الناس الى الميت فان لم يعلم الغسل فاهل الامانة والورع كذا فى الزاهدى.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۵۹ الفصل الثانی فی الغسل الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: فتحمل الكراهة على الزيادة الفاحشة وعدمها على القليلة المبلغة له مقدار شبراً وما فوقه قليلا. (ردالمحتار ۱: ۶۶۱ مطلب فی دفن الميت باب صلاة الجنائز)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقد ذكر البخارى فى صحيحه ان بريدة بن الخصيب رضى الله عنه اوصى بان يجعل فى قبره جريدتان.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۸ مطلب فی وضع الجريد باب صلاة الجنائز)

ہے (شامی کتاب الجنائز)معذورمریض کی ہیئت نماز پر قیاس کا تقاضا یہی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

میت کے تیسرے دن میت کے کپڑے وغیرہ دھونا رسم ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عموماً یہ رواج ہے کہ میت کے دفن کے تیسرے دن لازماً میت کے رہے سہے کپڑے دھوئے جاتے ہیں یہ صفائی جائز ہے یا ناجائز؟بینوا توجروا

المستفتی :عبدالحمید ایس وی معلم مڈل سکول درازندہ ڈی آئی خان......۱۹۷۲ء/۱۱/۲۶

الجواب: یہ تمام رسومات ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے۔وھو الموفق

جنب میت کو دو دفعہ غسل دینا کسی کا مذہب نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک شخص بیوی سے جماع کرے اور پھر وفات ہوجائے کیا اس کو دو دفعہ غسل دیا جائے گا یا وہ پہلے والا غسل کافی ہے؟بینوا توجروا

المستفتی : حافظ حجاج ولی نائب خطیب دوسلی کیمپ بنوں......۱۳/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

الجواب: جنابت وغیرہا میں وفات شدہ گان کو دو دفعہ غسل دینا کسی کا مذہب نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ويوضع كما تيسر فى الاصح) وقيل يوضع الى القبلة طولا وقيل عرضا كما فى القبر افاده فى البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۳۱ باب صلاة الجنائز مطلب فى القرأة عند الميت)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امين ابن عابدين: (قوله بلا مضمضة واستنشاق) هذا لو كان طاهراً اما لو كان جنبا او حائضا او نفساء فعلا تتميما للطهارة كما فى الامداد عن شرح المقدسى وفى حاشية الرملى اطلاق المتون والشروح يشمل من مات جنباً وكذلک اطلاق الفتاوىٰ والعلة تقتضيه ولم ارمن صرح به لكن الاطلاق يدخله، وفى حاشية مسكين انهما لا يفعلان وعزاه الى الزيلعى. (منحة الخالق هامش البحر الرائق ۲: ۱۷۲ كتاب الجنائز)

وقال الشرنبلالية: وعلى القول بانه بلا مضمضة ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبر کے اردگرد چاروں طرف پتھر کے تختے لگانا اور درمیان میں مٹی ڈالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر کے اردگرد چاروں طرف بڑے بڑے کالے پتھروں یعنی کالے سنگ مرمر کے تختے جو تانبے وغیرہ کے ذریعے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور درمیان میں قبر کچی ہو یعنی مٹی ہو، بعض لوگ اسے جائز کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معتصم باللہ متعلم حقانیہ.....۲۲/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں اس کو ناجائز کہا گیا ہے، فلیراجع الیھا ﴿۱﴾ (۵: ۳۷۷)(۵: ۳۹۵)(۵: ۴۰۶). وھو الموفق

قبر تیار ہو اور جنازہ بھی ہوا ہو تو کسی کی زیارت کے انتظار میں میت رکھنا بہتر نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر تیار ہو اور جنازہ بھی ہوا ہو پھر بھی کسی کیلئے میت کو اسی طرح رکھا ہے کہ وہ آ کر زیارت کرے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محب اللہ شیرانی مدرسہ اشرف العلوم باغبان پورہ گجرانوالہ.....۱۹۹۰ء/۱۱/۷

(بقیہ حاشیہ) و استنشاق مخصوص بغیر الجنب فلذا قال الا ان یکون جنبا فیتکلف لفعلهما تتمیما لطهارته کما فی شرح العلامة المقدسی قلت و کذا الحائض و النفساء للاشتراک فی افتراض المضمضة و الاستنشاق فیما بینهم. (امداد الفتاح ۶۰۹ مطلب فیما یفعل بالمیت)

﴿۱﴾ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵: ۳۷۷، ۳۹۵، ۴۰۶ فصل سادس قبر دفن)

وقال المفتی اعظم ھند مفتی کفایت الله: قبر کے گرد پتھر لگانے سے بشرطیکہ قبر پختہ نہ ہونے پائے صرف یہی مقصود ہوسکتا ہے کہ آثار قبر مٹنے نہ پائیں اس صورت میں خوبصورت و بدصورت پتھر دونوں ایک ہی سا کام دیں گے اور اگر یہ خیال ہو کہ لوگ دیکھ کر خوش ہوں اور ریا وسمعہ مقصود ہو تو اس صورت میں خوبصورت کجا بدصورت کا لگانا بھی حرام ہوگا (۴: ۴۶) اور (۴: ۴۹) میں ہے۔ سوال: اوپر قبر کے قبر کا حصہ (یعنی پورا تعویذ) خام چھوڑ کر مثل چار دیواری دو فٹ اونچی بوجہ نقصان پہنچانے مویشیوں کی قبر کو بنوانا جائز ہے یا نہیں۔ جواب: یہ صورت بہتر نہیں۔ (کفایت المفتی ۴: ۴۶، ۴۹ فصل چهارم قبر و دفن)

الجواب: بہتر نہیں ہے﴿۱﴾وھو الموفق

نوزائیدہ مردہ بچے کے دفنانے کفنانے کیلئے لوگوں کا جمع ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ بچہ جب پیدا ہو جائے تو اس کو دفنانے کیلئے لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام اور کفن دینا بدعت مقبوحہ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد ثناء اللہ......۴/۴/۱۹۷۴ء/۷

الجواب: چونکہ مردہ پیدا شدہ بچے کا دفنانا اور ایک کپڑے میں کفنانا مشروع ہے﴿۲﴾لہٰذا اس کیلئے جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وھو الموفق

نماز جنازہ کے بعد فوراً جنازہ اٹھالینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض جگہوں میں ایسا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد جنازے کو اٹھالیا جاتا ہے جبکہ بعض لوگ اس کے مخالف بن جاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نعمت اللہ بڈھ بیر پشاور......۱۸/مئی ۱۹۸۸ء

﴿۱﴾ قال العلامة حسن ابن عمار الشرنبلالی: ویستحب الاسراع بها لقوله ﷺ اسرعوا بالجنازة ای مادون الخبب کما فی روایة ابن مسعود: فان تک صالحة فخیر تقدمونها الیه وان تک غیر ذلک فشر تضعونه عن رقابکم وکذا یستحب الاسراع بتجهیزه کله، قال الطحطاوی: ای من حین موته فلو جهز المیت صبیحة یوم الجمعة یکره تاخیر الصلاة علیه لیصلی علیه الجمع العظیم بعد صلاة الجمعة ولو خافوا فوت الجمعة بسبب دفنه یؤخر الدفن. (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۰۴ فصل فی حملها ودفنها)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وادرج فی خرقة ودفن ولم یصل علیه.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۵ باب صلاة الجنائز)

الجواب: یہ اختلاف رائے ہے جو کہ مذموم نہیں ہے البتہ تشدد مذموم اور قبیح ہے، صرح به النواوی فی شرح المسلم ﴿۱﴾. وهو الموفق

دفن سے پہلے میت کے چہرہ سے کفن ہٹا کر لوگوں کو زیارت کرانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ سے پہلے سب لوگ میت کے چہرہ دیکھنے کیلئے جمع ہو جاتے ہیں اور میت کے چہرہ سے کفن ہٹا کر سب لوگ زیارت کرتے ہیں از روئے شرع یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد عزیر حاجی شاہ موڑ کیملپور......۱۸/دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: مردہ کے چہرہ دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، کما فی الهندیة ۵: ۳۸۷ ولا بأس بان یرفع ستر المیت لیری وجهه وانما یکره ذلک بعد الدفن کذا فی القنیة ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال یحییٰ بن شرف النواوی: (قوله اسرعوا بالجنازة) فیه الامر بالاسراع للحکمة التی ذکرها صلی الله علیه وسلم قال اصحابنا وغیرهم یستحب الاسراع بالمشی بها ما لم نیته الی حد یخاف انفجارها او نحوه وانما یستحب بشرط ان لا یخاف من شدته انفجارها او نحوه وحمل الجنازة فرض کفایة قال اصحابنا ولا یجوز حملها علی الهیئة المزریة ولا هیئة یخاف معها سقوطها قالوا ولا یحملها الا الرجال وان کانت المیتة امرأة لانهم اقوی لذلک والنساء ضعیفات وربما انکشف من الحامل بعض بدنه وهذا الذی ذکرناه من استحباب الاسراع بالمشی بها وانه مراد الحدیث هو الصواب الذی علیه جماهیر العلماء ونقل القاضی عن بعضهم ان المراد الاسراع بتجهیزها اذا تحقق موتها وهذاقول باطل مردود بقوله ﷺ فشر تضعونه عن رقابکم وجاء عن بعض السلف کراهة الاسراع وهو محمول علی الاسراع المفرط الذی یخاف معه انفجارها وخروج شئ منها.

(شرح النواوی تحت الصحیح لمسلم ۱: ۳۰۶ فصل فی الاسراع بالجنازة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقرأة القرآن فی المقابر)

بعداز تکفین مردہ کے چہرے کو دیکھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو بعداز تکفین دیکھنا کیسا ہے؟ابن ماجہ صفحہ ۱۰۷ پر روایت ہے،عن انس بن مالک لما قبض ابراهیم بن رسول اللهﷺ قال لهم النبیﷺ لا تدرجوه فی اکفانه حتی انظر الیه فاتاه فانکب علیه وبکی، حدیث مذکور میں حتی انظر کی قید سے بعداز تکفین میت کے دیکھنے کی ممانعت معلوم نہیں ہوتی ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: شفیع اللہ شیدو نوشہرہ......۱۹۸۶ء/۸/۳

الجواب: بعداز تکفین مردہ کو دیکھنا جائز ہے، لهٰذا الحدیث﴿۱﴾ولما فی الهندیة ۵ : ۳۸۷ ولا بأس بان یرفع ستر المیت لیریٰ وجهه وانما یکره ذلک بعد الدفن کذا فی القنیة ﴿۲﴾. وهو الموفق

ملاحظہ:......ہر امر مشروع کو امر مطلوب قرار دینا منکرات سے ہے﴿۳﴾۔

میت کی پہلی رات قبر کے اردگرد آگ جلانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کی پہلی رات قبر کے چاروں طرف ہمارے علاقے میں آگ جلائی جاتی ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: رحیم اللہ......۱۹۷۴ء/۵/۱

﴿۱﴾(سنن ابن ماجة ۱ :۱۰۷ باب ماجاء فی النظر الی المیت اذا ادرج فی اکفانه)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۵ : ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقرأة القرآن فی المقابر)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: لان الجهلة یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یودی الیه فمکروه، قال ابن عابدین الظاهر انها تحریمیة لانه یدخل فی الدین ما لیس منه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱ : ۵۷۷ مطلب فی سجدة الشکر)

الجواب: یہ آگ جلانا اگر کسی موذی جانور سے مدافعت کیلئے ہوتو جائز ہے اور اگر دین سمجھ کر اعتقادی ہوتو بدعت ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

کفن دفن سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں تعزیت جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعائے تعزیت کفن دفن سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟ یا صرف دفن کے بعد ہی تعزیت کی جائیگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۴/۳

الجواب: واضح رہے کہ اہل میت کے پاس جا کر دعا کرنا بطور تعزیت کے ہر وقت جائز ہے خواہ غسل سے قبل ہو یا بعد ہو،لحدیث الترمذی و ابن ماجة من عزی مصابا فله مثل اجره﴿۲﴾ وفی روایة ما من مؤمن یعزی اخاه بمصیبة الاکساه الله من حلل الکرامة یوم القیٰمة (رواه ابن ماجه)﴿۳﴾ وفی ردالمحتار والتعزیة ان یقول اعظم الله اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک (۱: ۸۴۱) ﴿۴﴾. وفی الهندیة (۱ :۱۷۷) ووقتها من حین یموت الی ثلثة ایام (الی ان قالوا) وهی بعدا لدفن اولیٰ منها قبله وهذا اذا لم یر منهم جزع شدید فان رؤی ذلک قدمت التعزیة ﴿۵﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاهلیة والباطل والغرور کذا فی المضمرات. (فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۱۶۷ قبیل الفصل السابع فی الشهید)

﴿۲﴾ اخرجه الترمذی باب ماجاء فی اجر من عزی مصابا (۱ :۱۲۷) وابن ماجة باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا(۱ :۱۱۶)

﴿۳﴾ (ابن ماجة ۱ :۱۱۶ باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا)

﴿۴﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱ : ۶۶۳ مطلب فی الثواب علی المصیبة باب صلاة الجنائز)

﴿۵﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۱۶۷ ومما یتصل بذلک مسائل التعزیة)

غیر کی ملکیت میں دفن کرنا جائز نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی میت کو دوسرے کی ملکیت میں زبردستی سے دفن کرتا ہےاس کا کیاحکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالحق مغلکی نوشہرہ......۲۵/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: کسی کی ملکیت میں بلا اجازت تصرف کرنا ظلم ہےلہٰذا یہ دفن کنندہ ظالم ہوگا،اور مالک زمین اس مردہ کے اخراج کا مجاز ہوگا، کما فی الهندية ۱ :۱۶۷ اذا دفن الميت فی ارض غيره بغير اذن مالكها فالمالك بالخيار ان شاء امر باخراج الميت وان شاء سوى الارض وزرع فيها كذا فی التجنيس ﴿۱﴾. وهو الموفق

عیدین میں تعزیت کیلئے دوبارہ جانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے بلاد میں یہ رواج ہے کہ میت کے گھر عیدین میں دوبارہ لوگ تعزیت کیلئے جمع ہوجاتے ہیں جو جانبین پر شاق گزرتا ہے لیکن اب یہ تعامل الناس بن گیا ہے اگر کوئی نہ جائے تو اسے ملامت کرتے ہیں کیا عیدین میں تعزیت کیلئے دوبارہ جانا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالودود......۱۹۷۴ء/۳/۲۴

الجواب: یہ دعا تعزیت کیلئے کی جاتی ہےاور یہ میت کے تین دن کے بعد مکروہ ہےاوراسی طرح دوبارہ تعزیت مکروہ ہے،قال فی الدر المختار وتكره بعدها الا لغائب وتكره التعزية ثانيا وفی ردالمحتار ۱ :۸۴۲ قوله وتكره بعدها لانها تجدد الحزن الخ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۶۷ الفصل السادس فی القبر والدفن)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱ : ۶۶۵ باب صلاة الجنائز مطلب فی زيارة القبور)

جنب میت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی رفیقہ حیات سے صحبت کی لیکن نہ تیمّم کیا نہ غسل کیا اور اسی حالت میں فوت ہوا اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار محمد کوثر پڑانگ چارسدہ......۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: جنابت نہ اسلام سے منافات رکھتا ہے اور نہ تقویٰ سے لہٰذا اس شخص کو دیگر اموات کی طرح غسل دیا جائے گا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بنسبت مسجد کے حجرہ میں تعزیت کیلئے بیٹھنا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر گاؤں میں محلّہ کا مشترکہ حجرہ برائے غمی وشادی موجود ہو لیکن بعض اوقات اس میں لہو ولعب اور کھیل تماشے بھی ہوتے ہیں تو کیا ایسے حجرہ میں تعزیت کی دعا منعقد کرانا چاہئے یا مسجد میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: باچا استاد زیدہ صوابی......۱۹۹۰ء/۱۲/۲۳

الجواب: یہ دعا بہ نسبت مسجد کے قومی حجرہ میں بہتر ہے، عوام کے مکان وزمان بھی جامع ہوتے ہیں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ویوضأ من یؤمر بالصلاۃ بلا مضمضة واستنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقة وعلیه العمل الیوم ولو کان جنبا او حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتمیما للطهارة کما فی امداد الفتاح. قال ابن عابدین: (قوله ولو کان جنبا) نقل ابو السعود عن شرح الکنز للشبلی ان ما ذکره الخلخالی ای فی شرح القدوری من ان الجنب یمضمض ویستنشق غریب مخالف لعامة الکتب. (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ۱: ۶۳۲ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ وفی الفتاوىٰ الهندیة ولا بأس لاهل المصیبة ان یجلسوا فی البیت او فی مسجد ثلاثة ایام والناس یأتونهم ویعزونهم. (فتاوی عالمگیریة ۱: ۱۶۷ ومما یتصل بذلک مسائل التعزیة)

دوبارہ جنازہ اور غسل میت سے قبل تعزیتی دعا کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) کہ یہاں آزاد کشمیر والے لوگ دو جنازے پڑھتے ہیں ایک اپنے وطن میں اور دوسرا جہاں موت واقع ہوئی ہو یعنی دوسرے ملک میں اس کا کیا حکم ہے؟ (۲) کیا قبل غسل یا قبل جنازہ دعا تعزیت مکروہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فخر الدین برمنگھم انگلینڈ.....۱۹۷۲ء/۸/۱۵

الجواب: (۱) اگر پہلا جنازہ ولی (بیٹا، باپ بھائی وغیرہ) یا مسلمان بادشاہ اور قاضی کی اجازت سے ادا ہوا ہو تو وطن میں اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا ورنہ اعادہ کیا جائے گا (عالمگیری) ﴿۱﴾۔

(۲) تعزیت جائز ہے ﴿۲﴾ اور دعا کا التزام ناجائز ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

کفن پر روشنائی یا مٹی سے مبارک کلمات لکھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے کفن پر روشنائی یا مٹی وغیرہ سے مبارک کلمات مثل بسم اللہ، کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟ فقہ حنفی کی رو سے وضاحت مطلوب ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ربانی جھنگ ہزارہ.....یکم جولائی ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ وفی الفتاویٰ الهندیة: ولو صلی علیه الولی وللمیت اولیاء اخر بمنزلته لیس لهم ان یعیدوا کذا فی الجوهرة النیرة. (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۴ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ووقتها (ای التعزیة) من حین یموت الی ثلاثة ایام ویکره بعدها.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۷ قبیل الفصل السابع فی الشهید)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دو شئ لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع.
(البحر الرائق ۲:۱۵۹ باب العیدین)

الجواب: صرف انگشت سے لکھنا جائز ہے، کما فی ردالمحتار ۱ :۸۴۷ نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یکتب علی جبهة المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الخ ﴿۱﴾ اور روشنائی سے لکھنا جائز نہیں ہے اس میں بے احترامی اور توہین موجود ہے البتہ اگر مٹی سے لکھا جائے اور وہ خط محو ہو جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہوگا۔ وهو الموفق

برزخی حیات تزوج زوجہ اور ارث وغیرہ کے منافی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک بندہ دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو عدت گزارنے کے بعد بیوی کو اجازت ہے کہ دوسری شادی کرے لیکن میرا یہ عقیدہ ہے، المؤمنون لا یموتون بل ینقلون من دار الفناء الی دار البقاء، اور قرآن میں ہے ، ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات، الآیة، پس اگر یہ زندہ ہے تو بیویوں کو نکاح کی اجازت کیوں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمتین چمکنی میاں عمر صاحب پشاور......۱۹۸۴ء/۶/۱۴

الجواب: موت دنیوی کے بعد ہر مردہ کو حیات برزخی دی جاتی ہے جو کہ تزوج زوجہ اور ارث وغیرہ سے منافی نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

منہدم شدہ قبر کا دوبارہ بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک قبر منہدم ہوگئی

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱ : ۶۲۹ مطلب فیما یکتب علی کفن المیت)

﴿۲﴾ بخلاف الانبیاء لان حیاتهم البرزخیة حیاة قویة حتی لا یجوز نکاح ازواجه المطهرات باحاد الامة وهذا اثر الحیاة القویة و کونها امهات المؤمنین وجه آخر لحرمة نکاحهن کما فی الاحزاب:۶ وایضاً قال الله تعالیٰ: ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا(الاحزاب)......(ازمرتب)

پھر اس کا دوبارہ بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل منان

الجواب: جائز ہے، کما یشیر الیہ جواز التطین قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ۱: ۸۳۹ ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ انتھیٰ ﴿۱﴾ قلت حدیث اتعلم بھا قبر اخی الخ ﴿۲﴾ ایضا یقتضی جوازہ کما یقتضی جواز الکتابة لاتحاد المقصد. وھو الموفق

مرزائی اور رافضی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک مرزائی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا گیا دس دن بعد مسلمانوں نے احتجاج کیا جس کی وجہ سے مرزائی کو نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا گیا کیا یہ عمل صحیح ہے؟ (۲) اگر واقعی مرزائی مرتد اور اقلیت ہیں تو صحابہ کرام اور خلفاء راشدین میں سے تین کو نہ ماننے والے اور گالی دینے والے لوگ کیا مسلمان ہیں یا کافر؟ اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک سجاد احمد سکھر......۲۷/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: مرزائی اور روافض ضروریات دین سے انکار کی وجہ سے کافر ہیں ان کو اہل اسلام کے

﴿۱﴾ (ردالمحتار ۱: ۶۶۲ مطلب فی دفن المیت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ عن المطلب قال لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازته فدفن فامر النبی ﷺ رجلاً ان یاتیه بحجر فلم یستطع حمله فقام الیھا رسول اللہ ﷺ وحسر عن ذراعیه قال ...... ثم حملھا فوضعھا عند رأسه وقال اتعلم بھا قبر اخی وادفن الیه من مات من اھلی.

(سنن ابی داؤد ۲: ۱۰۱ باب جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم)

قبرستان میں نہیں دفنایا جائے گا (ماخوذ از عالمگیری ۱:۱۵۹) ﴿۱﴾۔وھو الموفق

نامعلوم قاتل کے مقتول کو غسل دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص اپنے گھر کے سامنے مارا گیا قاتل بھاگ گئے جن کی شناخت نہ ہوسکی کیا اس مقتول کو غسل دیا جائے گا؟ (۲) ایک شخص اپنے بستر پر مردہ پایا گیا جب دیکھا گیا وہ بندوق سے مارا گیا تھا اب قاتل کا پتہ نہیں لگتا کیا اس مقتول کو غسل دیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید محمود شاہ گیلانی سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی ۱۹/رجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: ان دونوں صورتوں میں غسل دیا جائے گا، کما فی شرح التنویر ویغسل من وجد قتیلا فی مصر او قریة ای فی موضع تجب فیه الدیة ولم یعلم قاتله الخ (ھامش ردالمحتار ۱ : ۸۵۱) ﴿۲﴾. وھو الموفق

میت پر آیۃ الکرسی وغیرہ کلمات سے منقش چادر ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض چادروں پر آیۃ الکرسی وغیرہ کلمات قرآنیہ منقش ہوتے ہیں اور جنازہ کی چارپائی کے اوپر ڈالے جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور بادشاہ خٹک شکردرہ کوہاٹ ۲۳/رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: کافی تتبع کے باوجود جزئیہ نہیں ملا، البتہ قواعد کی رو سے یہ استعمال جائز ہے، کیونکہ اس

﴿۱﴾ وفی الفتاویٰ الھندیة: واختلف المشائخ فی دفنھم قال بعضھم فی مقابر المشرکین وقال بعضھم فی مقابر المسلمین وقال بعضھم یتخذلھم مقبرة علی حدة کذا فی المضمرات. (فتاویٰ عالمگریه ۱ : ۱۵۹ الفصل الثانی فی غسل المیت)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱ : ۶۷۱ باب الشھید)

میں کوئی توہین نہیں ہے ﴿۱﴾ بخلاف ما اذا کتب القرآن علی الکفن او البساط فانهم صرحوا بعدم الجواز کما فی آخر الجنائز ردالمحتار وقبیل میاه ردالمحتار ﴿۲﴾. وهو الموفق

میت کودس دس قدم لے جا کر تین مرتبہ رکھ کر اٹھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ میت کو گھر سے اٹھا کر دس دس قدموں پر تین مرتبہ رکھ کر اٹھاتے ہیں اس طریقہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی غلام نبی کوہاٹ......۲۱/شعبان۱۴۰۳ھ

﴿۱﴾ چونکہ ہمارے دیار میں عموماً مردوں کو لے جانے کیلئے مخصوص چارپائی استعمال کی جاتی ہے جس کے اوپر سریہ یا لکڑی کا پنجرہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ چادر جسد میت سے اوپر ہوتی ہے پس اگر میت سے کچھ ناپاک رقیق رطوبت وغیرہ خارج ہو جاتی ہے تو اس مخصوص چارپائی کی وجہ سے تلویث چادر کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا نیز یہ چادر عوام بطور تبرک با قاعدہ حفاظت کے ساتھ میت کے اوپر ڈالتے ہیں نہ کہ بطور توہین، تاہم اگر اہانت کا مظنہ غالب ہو مثلاً اتنی بڑی چادر کہ جنازہ اٹھاتے اور رکھتے وقت اس پر پاؤں رکھے جاتے ہوں یا خالص جسد میت پر بغیر کسی فاصلے کے رکھا جاتا ہو اور تلویث کا خطرہ ہو تو پھر اس مظنہ نجاست واہانت کی وجہ سے ڈالنا جائز نہیں ہوگی، قال العلامة ابن عابدين: وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يٰس والكهف ونحوهما خوفا من صديد الميت...... فالاسماء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة...... وما ذاک الا لاحترامه وخشية وطئه ونحوه ممّا فيه اهانة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۹ قبیل باب الشهید) ......(ازمرتب)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: بساط او غيره كتب عليه الملک لله يكره بسطه واستعماله لا تعليقه للزينة...... قلت وظاهره انتفاء الكراهة بمجرد تعظيمه وحفظه علق او لا زين به اولا.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۱۳۱ قبیل باب المیاه)

قال ابن عابدين: وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يٰس والكهف ونحوهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۸ مطلب فيما يكتب على كفن الميت قبيل باب الشهيد)

الجواب: میت کو ہر چار جوانب سے دس دس قدم لے جانا مندوب ہے﴿۱﴾لیکن یہ ہیئت مذکورہ(المسطورة فی الاستفتاء) ثابت نہیں ہے۔وھو الموفق

رسم چہلم کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چہلم کا کیا حکم ہے کیا یہ رسم جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:احمد خان گدوال راولپنڈی......۱۹۸۳ء/۱۲/۱۹

الجواب: چہلم وغیرہ کی تخصیص احداث فی الدین اورممنوع ہے اگر چہ نفس خیرات بہترین عبادت ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

میت کے پیچھے قل خوانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قل خوانی یعنی تیسرے

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: واذا حمل الجنازة وضع ندبا مقدمها علی یمینه عشر خطوات لحدیث من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت عنه اربعین کبیرة ثم وضع مؤخرها علی یمینه کذلک ثم مقدمها علی یساره ثم مؤخرها.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱:۶۵۷ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ۲:۱۵۹ باب العیدین)

وقال ابن البزاز: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام الی القبر فی المواسم الخ.

(فتاویٰ بزازیة علی هامش الهندیة ۴:۸۱ قبیل حکم المسجد)

دن ایصال ثواب میت کیلئے قرآن شریف پڑھنے اور پڑھانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: حاجی احمد تونسہ ڈیرہ غازی خان

الجواب: ایصال ثواب حق ہے مگر یہ رسم ناحق ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

عالم کیلئے میت کو غسل دینا بطور پیشہ مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عالم کیلئے میت کو غسل دینا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولوی گل محمد لکی چشمہ کوئٹہ......۲۰/شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب: عالم کیلئے مردہ کو غسل دینا مشروع ہے﴿۲﴾ البتہ اسے بطور پیشہ اور ذریعہ معاش قرار دینا مکروہ ہے﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن البزاز: ویکره اتخاذ الطلعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والمقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاکل یکره. (فتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة ۴: ۸۱ قبیل حکم المسجد)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: غسل المیت حق واجب علی الاحیاء بالسنة واجماع الامة کذا فی النهایة ولکن اذا قام به البعض سقط عن الباقین کذا فی الکافی.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۵۸ الفصل الثانی فی الغسل)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمة غیره والا لا لتعینه علیه.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۳۴ باب صلاة الجنازة)......وقال العلامة ابن عابدین: انه ینبغی جریان هذا القید فی العبد والاعرابی......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

مکہ مکرمہ سے لائی گئی چادر میت پر بچھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مکہ معظّمہ سے لائی ہوئی چادر اور شال میت پر بچھائی جاتی ہے جیسا کہ بعض علاقوں میں مروج ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی الرحمٰن مہمندی...... یکم اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ عوامی تبرک ہے اسلامی تبرک نہیں ہے البتہ یہ جذبہ بذات خود نیک جذبہ ہے۔ وھو الموفق

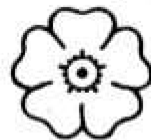
(بقیہ حاشیہ) وولد الزنا ونازعه فی النهر بانه فی الهداية علل الكراهة بغلبة الجهل فيهم وبان فی تقديمهم تنفير الجماعة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۴۱۴ قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)



عن النبى صلى الله عليه وسلم: كنت نهيتكم
عن زيارة القبور فزوروها فانها
ترق القلب وتدمع العين وتذكر
بالآخرة فزوروها ولاتقواهجراً.

......رواه البيهقى......



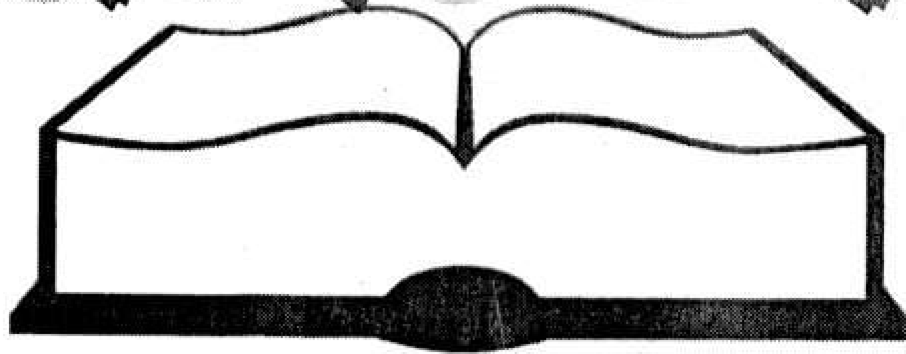
الله

الله

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاوی فریدیہ جلد سوم

فصل فی زیارة القبور وایصال الثواب وغیرها



فصل فی زیارۃ القبور وایصال الثواب وغیرھا

زیارت روضہ مطہرہ اور زیارۃ القبور کے آداب ومستحبات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ اولیاء کرام اور دیگر صالحین کے مزارات پر حاضر ہوکر کن کن آداب کوملحوظ رکھنا چاہئے، نیز مزار پر حاضری دیتے وقت ایصال ثواب کرتے ہوئے روبقبلہ کھڑا ہونا بہتر ہے یارو بقبر کھڑا ہونا؟ خصوصاً سیدنا محمد ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوکر سلام ودعا پڑھتے وقت قبر شریف کی طرف رخ یا بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر کونسا رویہ اختیار کیا جاوے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعزیز چمکنی مسجد کلاں میاں عمر صاحب......۱۹۶۹ء/۳/۱۴

الجواب: (۱) زیارۃ القبور جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے طہارت کی حالت میں مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ اول سلام اور بعد میں ایصال ثواب کرے، نیز یہ بھی مستحب ہے کہ پاؤں کی طرف سے روبہ میت ہوکر حالت قیام میں زیارت کرے، اور بیٹھنا بھی جائز ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ سجدہ، بوسہ، طواف، وضع الید والاصابع اور رجوع قہقری سے اجتناب کرے۔ فی ردالمحتار ۱ :۸۴۳ بعد تفصیل ما "فتحصل ان یوم الجمعة افضل" وفیه ایضا بعد اسطر قال فی الفتح والسنة زیارتها قائماً والدعاء عندهما قائما وفی شرح اللباب ثم من اداب الزیارة ما قالوا من انه یأتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل رأسه لانه اتعب لبصر المیت ومن ادابها ان یسلم بلفظ السلام علیکم ثم یدعو قائما وان جلس یجلس بعیداً او قریبا بحسب مرتبته فی حال حیاته انتهیٰ باختصار یسیر ﴿۱﴾ (وفی الطحطاوی ۳۷۶) قال

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ :۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

فی الاحیاء والمستحب فی زیارۃ القبور ان یقف مستدبر القبلۃ مستقبلا وجہ المیت وان یسلم ولا یمسح القبر ولا یقبلہ ولا یمسہ،قال فی شرح المشکوٰۃ بعد کلام وحدیث فیہ دلالۃ علی ان المستحب فی حال السلام علی المیت ان یکون لوجھہ وان یستمر کذلک فی الدعاء ایضا وعلیہ عمل عامۃ المسلمین انتھیٰ باختصار یسیر ﴿۱﴾ قلت (وما فی شرح الکبیر ۵۱۱) ویدعو قائما مستقبل القبلۃ ﴿۲﴾ فھذا معمول بعض المسلمین وکذا یردہ ما سیأتی فی الفتح.

(۲) پیغمبر علیہ السلام کے روضہ مطہرہ کے پاس بھی رو بہ قبر کھڑا ہونا بہتر ہے۔قال ابن الھمام فی الفتح ۳:۹۵ ثم یأتی القبر الشریف فیستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ وما عن ابی اللیث انہ یقف مستقبل القبلۃ مردود بما روی ابو حنیفۃ فی مسندہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلۃ وتجعل ظھرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجھک ثم تقول السلام علیک ﴿۳﴾ (باختصار یسیر). وھو الموفق

قبرستان میں دعاوسلام کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان میں یا کسی قبر پر جا کر سلام زیارت اور دعا کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اور ہاتھ اٹھانا بوقت دعا ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: منصور احمد خان شیر شاہ کالونی کراچی......۲۵/ جولائی ۱۹۸۹ء

الجواب: قبرستان میں جا کر السلام علیکم یا اہل القبور الخ پڑھنا چاہئے ﴿۴﴾ اور میت سے

﴿۱﴾ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۶۲۱ فصل فی زیارۃ القبور)

﴿۲﴾ (غنیۃ المستملی ۵۲۰ فصل فی الجنائز الثامن فی مسائل متفرقۃ من الجنائز)

﴿۳﴾ (فتح القدیر شرح الھدایۃ ۳:۹۵ مسائل منثورہ)

﴿۴﴾ قال الشرنبلالی: والسنۃ زیارتھا قائما والدعاء عندھا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مغرب کی طرف ہو کر میت کی طرف منہ کر دے جبکہ پیٹھ قبلہ کی طرف ہو جائے گی، ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے، **قال فی شرح شرعة الاسلام قال فی الاحیاء والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه المیت ۵۸۰ ﴿۱﴾. وهو الموفق**

مقبرہ میں ایصال ثواب مسنون اور تخصیص سورت وعدد التزام کی وجہ سے بدعت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد امام صاحب لوگوں کو کہدے کہ اول وآخر درود شریف اور گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر میت کی روح کو ثواب بخش دیں اور دعا کریں، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید کلاچی ڈی آئی خان......٦/ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر مقبرہ میں یہ تلاوت کی جائے اور تمام اموات کو ایصال ثواب کیا جائے تو مسنون ہے، **لما فی الدر المختار وفی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعد دالاموات انتهیٰ ﴿۲﴾ رواه العینی فی شرح البخاری**

(بقیہ حاشیہ) قائما کما کان یفعل رسول اللهﷺ فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء الله بکم لا حقون اسأل الله لی ولکم العافیه کذا فی الفتح. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ٦۴۳ فصل فی زیارة القبور)

وعن ابن عباس قال مر النبیﷺ بقبور بالمدینة فاقبل علیهم بوجهه فقال السلام علیکم یا اهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب. (مشکواة المصابیح ۱: ۱۵۴ باب زیارة القبور)

﴿۱﴾ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ٦۲۱ فصل فی زیارة القبور)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ٦٦٦ باب صلاة الجنائز)

من غیر نکیر ﴿۱﴾. اوراگر مقبرہ نہ ہوتو ایصال ثواب اگر چہ جائز ہے لیکن تخصیص (سورت، عدد) بلا دلیل ہے، لہٰذا التزام کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہوگی، لما فی البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع بہ لانہ خلاف المشروع ﴿۲﴾. وھوالموفق

میت کے پیچھے مختلف خیرات کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں میت ہونے پر آئندہ جمعرات کو فقراء ومساکین کی دعوت کرتے ہیں جس کا نام پکی دعا ہے پھر چالیسویں اور برسی پر خیرات کرتے ہیں خواہ اس کی ادائیگی کیلئے زمین وجائیداد رہن کرنا یا قرضہ لینا پڑے بصورت دیگر میت کے ورثاء کو لوگ کنجوس اور مطعون کہتے ہیں اس امر میں میت کی وصیت کا اعتبار نہیں کرتے اور نہ بیوہ ویتیموں کا لحاظ رکھا جاتا ہے اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید امام مسجد سکنہ کرنی

الجواب: اہل میت کی طرف سے تصدق علی المساکین و الطلبہ ہر وقت جائز ہے جبکہ مال میں غائب اور یتیم کی شرکت نہ ہو اور یا مال وصیت سے ہو ﴿۳﴾......

﴿۱﴾ وفی مراقی الفلاح: وعن علی رضی اللہ عنہ ان النبی علیہ السلام قال من مر علی المقابر فقرء قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطیٰ من الاجر بعدد الاموات رواہ الدار قطنی (طحطاوی ۲۶۶) وایضاً اخرج ابو محمد السمرقندی فی فضائل قل ھو اللہ احد عن علی مرفوعاً. (شرح الصدور للسیوطی ۱۳۰)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: بجواز تبرع الوارث باخراجھا وعلیہ فلا بأس بادارۃ الولی للزکاۃ ثم ینبغی بعد تمام ذلک کلہ ان یتصدق علی ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اورضیافت ودعوت تین دن تک ناجائز ہے﴿۱﴾اوررسم ورواج کی پابندی ہروقت ناجائز ہے،والتفصیل فی ردالمحتار ۱ : ۸۴۲ ﴿۲﴾ والھندیۃ ۵ : ۳۸۰ ﴿۳﴾ اورصورت مسئولہ میں مذکورہ امورقسم ثالث میں داخل ہیں لہٰذاان سے اجتناب ضروری ہے۔وھوالموفق

میت کے ایصال ثواب کیلئے بشب جمعہ خیرات اور چہلم وغیرہ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے ایصال ثواب کیلئے بشب جمعہ خیرات کرنا نیز چہلم وغیرہ کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:بسم اللہ شاہ پشاور......۲۸/محرم ۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ)الفقراء بشیئ من ذلک المال او بما اوصی بہ المیت ان کان اوصی.
(ردالمحتار ۱ :۵۴۳ مطلب فی بطلان الوصیۃ بالختمات والتھالیل باب قضاء الفوائت)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثانی والثالث.
(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱ :٦٦۴ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وفی البزازیۃ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام اوالاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ وفیھا من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعام للفقراء کان حسنا او اطال فی ذلک فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالیٰ . (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱ :٦٦۴ مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت باب صلاۃ الجنازۃ)

﴿۳﴾ وفی فتاویٰ الھندیۃ:ولا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلاثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لا بأس بالاکل منہ وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ کذا فی التتارخانیۃ.
(فتاویٰ عالمگیریۃ ۵ :۳۴۴ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات)

الجواب: تصدق اور ایصال ثواب بذات خود مشروع ہے البتہ اپنی طرف سے زمان، نوع وغیرہ کا تعین مکروہ ہے، کما یدل علیه ما فی البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر الله اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشیئ دون شیئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به ﴿۱﴾ وفی البزازیة علی هامش الهندیة ۴: ۹۱ ویکره الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ ﴿۲﴾.

خلاصہ یہ کہ تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے اور پابندی رسم ورواج ہر وقت ممنوع ہے وھذا ملخص ما فی ردالمحتار ۱: ۸۴۱ ﴿۳﴾ والهندیة ۵: ۳۸۰ ﴿۴﴾ فلیراجع. وهو الموفق

پانچ آدمیوں کیلئے ختم القرآن کرنے میں بے ترتیبی مخل ثواب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک نابینا حافظ القرآن پانچ

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۲﴾ (البزازیة علی هامش الهندیة ۴: ۸۱ قبیل باب فی حکم المسجد)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی البزازیة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء ة للختم او لقرأة سورة الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاکل یکره وفیها من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا واطال فی ذلک فی المعراج وقال وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لا یریدون بها وجه الله تعالیٰ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۴ مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت باب صلاة الجنازة)

﴿۴﴾ وفی فتاویٰ الهندیة: ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام فی ایام المصیبة واذا اتخذ لا بأس بالاکل منه وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکة کذا فی التتار خانیة.
(فتاویٰ عالمگیریة ۵: ۳۴۴ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات)

آدمیوں کیلئے ختم قرآن شروع کرے ایک کیلئے چھبیسواں پارے تک دوسرے کیلئے ایک سے ستائیسواں پارے تک تیسرے اور چوتھے کیلئے اول سے اٹھاویسواں پارے تک پانچویں کیلئے انتیسواں پارے تک پھر ایک کیلئے ختم مکمل کرتا ہے کیا اس ترتیب کے سقوط کی وجہ سے ثواب میں کوئی نقصان آتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل اللہ...... ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

الجواب: یہ بے ترتیبی ادائے ختم میں خلل انداز نہیں ہے۔ وھو الموفق

دفن کرتے وقت پتھروں پر سورۃ ملک پڑھ کر قبر میں ڈالنا اور جنازہ سے پہلے جائے نماز تقسیم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) مردہ کے دفن کرتے وقت ائمہ حضرات پتھروں یا مٹی پر سورۃ ملک پڑھ کر قبر میں ڈالتے ہیں اس کا کوئی اصل ہے یا نہیں؟

(۲) نماز جنازہ سے پہلے علماء میں جو جائے نماز تقسیم کئے جاتے ہیں اگر چہ صدقہ میں شامل سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: (۱) کوئی اصل نہیں رکھتا ﴿۱﴾ بعض علماء نے بطور عمل کے بلا حوالہ ذکر کیا ہے کہ فلاں

﴿۱﴾ سورۃ ملک کے فضائل احادیث میں وارد ہیں بالخصوص اس کے قاری کیلئے تخفیف عذاب قبر اور اس سورت کا شفیع ہونا ثابت ہے لیکن یہ ثبوت قاری کیلئے ہے نہ کہ کوئی دوسرا پڑھ کر مٹی پر دم کر کے قبر میں ڈالتے ہیں اگر بطور عمل کیا جائے اور سنت نہ سمجھا جائے اور نہ التزام ہو تو نفس عمل جائز ہوگا اور سنت والتزام کی صورت میں بدعت ہوگا، قال العلامة عماد الدين فی فضائل سورة الملک: (۱) عن عباس الجشمی عن ابی هريرة عن رسول اللهﷺ قال ان سورة فی القرآن ثلاثين آية شفعت لصاحبها حتی غفر له، تبارک الذی بيده الملک. (۲) عن انس قال قال رسول اللهﷺ سورة فی القرآن خاصمت عن صاحبها حتی ادخلته الجنة تبارک الذی بيده الملک. (۳) عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبیﷺ خبائه علی قبر وهو لا يحسب...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آیت پڑھ کرمٹی پر دم کر کے قبر میں ڈالنا موجب تخفیف عذاب ہے﴿۱﴾۔(۲) اگر علماء اور ائمہ کی تعظیم مقصود ہوتو کارثواب ہے اور اگر پابندی رسم مقصود ہوتو اضاعت مالی ہے۔ وھو الموفق

میت کو جمعہ کیلئے گھر پر رکھنا، میت کے پیچھے خیرات، دعا بعد الجنازہ دائرہ اسقاط وغیرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) میت کو جمعۃ المبارک کیلئے گھر پر رکھنا۔(۲) موت میت کے بعد تین روز کے اندر خیرات نہ کرنا۔(۳) میت کے جنازہ کے بعد دعا نہ کرنا۔(۴) جنازہ کے بعد دائرہ نہ بنانا۔(۵) گیارہویں شریف کا خیرات نہ کرنا۔(۶) اولیاء اللہ خود بے بس ہیں۔(۷) ختم قرآن پر کھانا نہ کھانا۔(۸) سنت نماز کے بعد دعا نہ کرنا۔ بینو اتو جروا

المستفتی: واحد گل، تورے خان نیوگرین مارکیٹ پشاور......۱۹۷۲ء/۴/۱۱

الجواب: (۱) اگر نماز جمعہ سے قبل کفن دفن ہوسکتا ہے تو تاخیر گناہ ہے﴿۲﴾۔(۲) تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے اور رسم ورواج یعنی حفظ وقار اور دفع عار کے طور سے ہر وقت مکروہ ہے اور ضیافت

(بقیہ حاشیہ) انه قبر، فاذا قبر انسان یقرأ سورة الملک تبارک حتی ختمها فقال رسول اللهﷺ هی المانعة هی المنجیة تنجیه من عذاب القبر. (۴) عن ابن عباس انه قال لرجل: الا اتحفک بحدیث تفرح به؟ قال: بلیٰ، قال اقرأ تبارک الذی بیده الملک وعلمها اهلک وجمیع ولدک وصبیان بیتک وجیرانک، فانها المنجیة والمجادلة تجادل او تخاصم یوم القیامة عند ربها لقارئها، وتطلب له ان ینجیه من عذاب النار وینجی بها صاحبها من عذاب القبر، قال رسول اللهﷺ لوددت انها فی قلب کل انسان من امتی.(تفسیر ابن کثیر ۴: ۵۰۷ تفسیر سورة املک)

﴿۱﴾ قال العلامة السید احمد الطحطاوی: وفی کتاب النورین من اخذ من تراب القبر بیده وقرأ علیه سورة القدر سبعاً وترکه فی القبر لم یعذب صاحب القبر ذکره السید.

(حاشیة الطحطاوی علی المراقی ۳۳۵ فصل فی حملها ودفنها)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وکره تأخیر صلاته ودفنه لیصلی علیه جمع عظیم بعد صلاة الجمعة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۷ باب صلاة الجنائز)

تین دن تک ناجائز ہے﴿۱﴾شامی۔(۳) کسر الصفوف کے بعد دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ نہ کرنا بہتر ہے﴿۲﴾(**خلاصہ الجزیات**)۔(۴) دائرہ کرنا جائز ہے جبکہ شرائط کی مراعات لی گئی ہو ورنہ اسقاط ذمہ کیلئے بے سود ہے (**خلاصہ الجزیات**). (۵) گیارہویں شریف بدعت ہے﴿۳﴾۔ (۶) کرامت بعد الممات حق ہے﴿۴﴾لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی کو حاجت روائی کا منصب حوالہ نہیں کیا ہے۔ (۷) اعزازی طور سے جائز ہے نیز مکافات اور تصدق کے طور پر بھی جائز ہے البتہ اجرت کے طور سے

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفی البزازية ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقرأة سورة الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة لاجل الاكل يكره وفيها من كتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۴ مطلب فی كراهة الضيافة من اهل الميت)

﴿۲﴾ قال ابن نجيم: وعن الفضلی لا بأس به.
(البحر الرائق ۲: ۱۸۳ فصل السلطان احق بصلاته كتاب الجنائز)

﴿۳﴾ قال ابن نجيم: ولان ذكر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشیئ دون شيئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع.
(البحر الرائق ص ۲: ۱۵۹ باب العيدين).

﴿۴﴾اما مذهب اهل الحق انه تبقی الكرامة بعد الموت كما ان النبوة لا تنقطع بالموت وكما ان ايمان المومن لا ينقطع بالموت، قال الشيخ عبد الغنی النابلسی فی حاشية الحديقة الندية علی الطريقة المحمديه ۱: ۲۹۲ كرامة الولی لا تنقطع بالموت، وفی سنن ابی داؤد ۱: ۳۴۹ باب مايری من النور عند قبر الشهيد عن عائشة كنا نتحدث انه لا يزال نور عند قبر النجاشی وهذا ليس الالكرامة بعد الموت، وقال الآلوسی فی تفسير النازعات ۲۸: ۱۰۸ ان الله قد يكرم من شاء من اوليائه بعد الموت كما يكرمه قبل الموت بما شاء، وايضا ذكر فی المشكواة فی باب فضائل القرآن تلاوة سورة الملک من قبر وسماع صحابی فافهم.(ازمرتب)

مختلف فیہ ہے ﴿۱﴾۔(۸) ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا پیغمبر علیہ السلام کا معمول نہیں تھا نہ فرائض کے بعد اور نہ رواتب کے بعد البتہ حدیث قولی سے دونوں کا جواز معلوم ہے اور جمہور احناف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ رواتب کے بعد کی جائے البتہ بعض احناف (امام بقالی) کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فرائض کے بعد متصل کی جائے،والامر اوسع. وھوالموفق

اولیاء کی قبروں پر گنبد اور چاردیواری بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اولیاءاللہ کی قبروں پر چاردیواری یا گنبد بنانا کارثواب ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:گل مست خان سرحد ٹکسٹائل ملز پشاور

الجواب: گنبد بنانا حسب تصریح حدیث ﴿۲﴾ وفقہ ﴿۳﴾ ناجائز ہے اور چاردیواری ضرورت حفاظت کے وقت جائز ہے ﴿۴﴾ ورنہ فضول خرچی اور ناجائز ہے۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال تاج الشريعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لاللميت ولا للقاری وقال العينی فی شرح الهداية ويمنع القاری للدنيا والآخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لا يجوز...... فاذا لم يكن للقاری ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۳۹ مطلب تحرير مهم فی عدم جواز الاستيجار على التلاوة كتاب الاجارة)

﴿۲﴾ وعن جابر قال نهىٰ رسول الله ﷺ ان يجصص القبر وان يبنىٰ عليه وان يقعد عليه رواه مسلم. (مشكواة المصابيح ۱ :۱۴۸ باب دفن الميت)

﴿۳﴾ وفی فتاوىٰ الهندية : ويكره ان يبنىٰ على القبر مسجد او غيره كذا فی السراج الوهاج. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱ :۱۶۶ الفصل السادس فی القبر والدفن)

﴿۴﴾ قال الشرنبلالی: وكره وضع الآجر...... والخشب...... لان...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

میت کے پاس قبل الدفن تلاوت کرنا اور آیات قرآنیہ سے منقش چادر چارپائی پر ڈالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) کہ قبل الدفن مردہ کے پاس یعنی چارپائی کے نزدیک تلاوت قرآن جائز ہے یا نہیں؟ (۲) آج کل مردوں کے جنازہ پر ایسی چادر بچھی ہوتی ہے جس پر آیۃ الکرسی یا اور آیتیں لکھی ہوتی ہیں مردہ کے جنازہ پر یہ چادر ڈالنا مستحب ہے یا مکروہ یا صرف جواز ہے؟ کسی سے یہ بھی سنا ہے کہ مجموعۃ الفتاویٰ میں اس کی اجازت دی گئی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالہادی مردان......۲۶/شوال ۱۳۹۹ھ

الجواب: (۱) چونکہ قول راجح کی بنا پر میت محدث ہے نجس نہیں لہٰذا اس کے پاس قرآن کی تلاوت بہرحال جائز ہے﴿۱﴾ (والتفصیل فی ردالمحتار ۱: ۷۹۹).

(۲) قواعد کی رو سے جائز ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الکراھۃ لکونھما للاحکام والزینۃ ولذا قال بعض مشایخنا انما یکرہ الآجر اذا ارید بہ الزینۃ اما اذا ارید بہ دفع اذی السباع او شیئ آخر لا یکرہ.

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ۲۱۰ فصل فی حملھا ودفنھا)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: تکرہ القرأۃ عندہ حتی یغسل...... لتجنسہ بالموت قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث وعلیہ فینبغی جوازھا کقراءۃ المحدث، قال ابن عابدین: فانہ اذاجاز للمحدث حدثا اصغر القراءۃ فجوازھا عند المیت المحدث بالاولیٰ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱: ۶۳۰ مطلب فی القراءۃ عند المیت)

﴿۲﴾ چونکہ یہ چادر بطور تبرک میت کے اوپر کمانی وغیرہ لگا کر رکھا جاتا ہے جس میں اہانت کی کوئی پہلو نظر نہیں آتی بخلاف ما اذا کتب القرآن علی الکفن او البساط فانھم صرحوا بعدم الجواز کما فی آخر الجنائز وقبیل باب المیاہ قال الحصکفی: قلت وظاھرہ انتفاء الکراھۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ (الدرالمختار ۱: ۱۲۰) ہاں اگر مظنہ نجاست واہانت موجود ہو ہے......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غسل سے پہلے میت کے پاس تلاوت اور اس کے حق میں دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ غسل سے پہلے میت کے پاس تلاوت قرآن صحیح نہیں نیز اس کیلئے دعا بھی نہیں کی جائے گی براہ کرم بندہ کیلئے وضاحت فرمائیں؟بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فخر الدین ابن شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ بر منگہم

انگلینڈ......۱۹۹۰ء/۱۰/۱۳

الجواب: فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ مردہ کے پاس قبل از غسل قرآن پاک پڑھنا جائز ہے یا ناجائز لیکن تحقیق جواز کی ہے،لان سبب الغسل ان الموت حدث﴿۱﴾ اور دعا قبل از غسل سے کسی فقیہ نے منع نہیں کیا ہے۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ادبی اور میت سے نجاست خارجہ سے ملوث ہونے کا اندیشہ ہوتو پھر اس سے احتراز لازمی ہے۔

قال ابن عابدين: وتكره كتابة القرآن...... على الدراهم والمحاريب...... وقال ما ذاك الا لاحترامه وخشية وطئه ونحوه مما فيه اهانة. (ردالمحتار ۱:۲۰۷) (ازمرتب)

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين: (قول وقيل حدث) يويده ما ذكره في البحر من كتاب الطهارة ان الاصح كون غسالته مستعملة وان محمداً اطلق نجاستها لانها لا تخلو من النجاسة غالباً قلت لكن ينافيه ما مر من الفروع الا ان يقال ببنائها على قول العامة قال في فتح القدير وقدروى في حديث ابى هريرة سبحان الله ان المؤمن لا ينجس حيا ولا ميتا فان صحت وجب ترجيح انه للحدث، وقال في الحلية وقد اخرج الحاكم عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ لا تنجسوا موتاكم فان المسلم لا ينجس حيا ولا ميتا وقال صحيح على شرط البخارى ومسلم فيترجح القول بانه حدث.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۳۰ مطلب في القرأة عند الميت)

بدھ یا جمعرات کو دفن شدہ کی قبر پر جمعہ تک پہرہ دینے کا رسم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں جب کوئی مردہ بدھ یا جمعرات کے دن دفن کیا جاتا ہے تو جمعہ کی شام تک اس پر دو آدمیوں کا پہرہ مقرر کیا جاتا ہے بایں غرض کہ اس مردہ سے قبر میں پوچھا نہ جائے کیا یہ واقعی اور ثابت بات ہے کہ جمعہ کو مردے سے سوالات نہیں کئے جاتے، اور بالفرض اگر یہ صحیح ہو تو بدھ یا جمعرات کے مردے کو جمعہ تک دفن نہ کرنے میں کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحیم اللہ چنگئی بونیر سوات ۱۹۸۵ء/۱۲/۱۷

الجواب: عوام کا یہ عقیدہ کہ لوگوں کی موجودگی میں سوال وجواب نہیں ہوتے غلط عقیدہ ہے اور حدیث ابوداؤد سے مخالف ہے، وھو ما نصہ کا ن رسول اللہ ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم واسالوا لہ بالتثبیت فانہ الآن یسئل ﴿۱﴾ انتھیٰ قلت وحدیث وانہ لیسمع قرع النعال اتاہ ملکان ﴿۲﴾ محمول علی ما ذا رجعوا بعد الدفن فوراً ﴿۳﴾. نیز عوام کا یہ عقیدہ کہ جمعرات تک دفنانے میں تاخیر کرنا موجب تخفیف ہے حدیث میں یہ منقبت اس شخص کیلئے ہے کہ جمعرات یا جمعہ کو فوت ہوجائے ﴿۴﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ۲: ۱۰۳ باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف)

﴿۲﴾ (صحیح البخاری ۱: ۱۷۸ باب المیت یسمع خفق النعال کتاب الجنائز)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری: (قولہ اذا وضع فی قبرہ وتولی) ای ادبروا عرض عنہ اصحابہ ای عن قبرہ والعبرۃ بالاکثر او عن وضعہ...... اتاہ ملکان ای قبل ان یمضی زمان طویل الخ. (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۱: ۳۳۹ باب اثبات عذاب القبر)

﴿۴﴾ عن عبد اللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ ﷺ ما من مسلم یموت یوم الجمعۃ او لیلۃ الجمعۃ الاوقاہ اللہ فتنۃ القبر رواہ احمد والترمذی وقال ھذا ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میت کا کسی کوخواب میں قبر تبدیل کرنے کا حکم کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دیندار آدمی فوت ہو چکا ہے دفن کے ایک مہینہ بعد اس کے بیٹے اور ایک دوسرے آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتا ہے کہ میں جس جگہ دفن کیا گیا ہوں یہاں میں خوش نہیں ہوں تم یہاں سے مجھے نکالو، دوسری جگہ مجھے دفن کرو، کیا یہ تعمیل حکم جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حبیب نواب کلی مہمند ایجنسی......۲۵/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: شرالقرون کی منامات کوخیرالقرون کی منامات پر قیاس کرنا امر منکر ہے﴿۱﴾ بہرحال ان منامات کی وجہ سے اس مردہ کو نکالنا ممنوع ہے،فقہاءکرام نے جن وجوہات کی وجہ سے اخراج کو جائز کہا ہے تو اس صورت میں ان وجوہات سے کوئی وجہ موجود نہیں ہے بلکہ اس میں میت کی توہین موجود ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)حدیث غریب ولیس اسنادہ بمتصل، وفی المنھاج لکن له شواھد اخرجه ابو یعلی والبیھقی وغیرہ.

(منھاج السنن شرح سنن ترمذی ۴: ۲۴۰ باب ماجاء فی من یموت یوم الجمعة)

﴿۱﴾ وفی ھدایة القاری: ما یسمعه الراء ی لا یکون حجة لاحتمال الاختلاط من الشیطان بصوته ولان النوم حالة الغفلة ولانه لیس بارفع من الکشف فی حالة الیقظة.

(ھدایة القاری شرح صحیح البخاری ۱: ۱۹۶ باب اثم من کذب علی النبی ﷺ)

﴿۲﴾ قال العلامة شرنبلالی: ولا یجوز ای المیت نقله بعد دفنه بان اھیل علیه التراب واما قبله فیخرج بالاجماع ای باجماع ائمتنا طالت مدة دفنه او قصرت للنھی عن نبشه والنبش حرام حقا لله تعالیٰ الا ان تکون الارض مغصوبة...... او اخذت بالشفعة...... وینبش القبر لمتاع کثوب ودرھم سقط فیه وقیل لا ینبش بل یحفر من جھة المتاع...... ولا ینبش بوضعه لغیر القبلة او علی یسارہ او جعل رأسه موضع رجلیه.

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح۱: ۶۴ فصل فی حملھا ودفنھا)

ایک قبر سے دوسری قبر کو شعلہ اٹھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر تک ایک شعلہ سا اٹھتا ہے اور دوسری قبر پر غائب ہوجاتا ہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شہاب الدین اکوڑوی نوشہرہ......۱۹۸۹ء/۹/۱۶

الجواب: یہ کبھی روح ہوتی ہے اور کبھی نیک عمل ہوتا ہے ﴿۱﴾ ۔وھو الموفق

نابالغ بچوں سے نکیر منکر کا سوال وجواب

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین دریں مسئلہ کہ جو نابالغ بچے مرجاتے ہیں اوران پر جنازہ پڑھ کر کفن دفن کردیئے جاتے ہیں تو کیا ان سے نکیر منکر سوال کرتے ہیں اوران کے ہاں آتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاسم شاہ کیران اٹک......۱۹۸۵ء/۷/۴

﴿۱﴾ واخرج ابن منده وابواحمد والحاکم فی الکنی بسند ضعیف علی طلحة بن عبید الله قال اردت مالی بالغابة فادرکنی اللیل فأویت الی قبر عبد الله بن عمرو بن حزام فسمعت قراءة من القبر ما سمعت احسن منها فجئت الی رسول اللهﷺ فذکرت ذلک له فقال ذلک عبد الله الم تعلم ان الله قبض ارواحهم فجعلها فی قنادیل من زبرجد ویاقوت ثم علقها وسط الجنة فاذا کان اللیل ردت الیهم ارواحهم فلا تزال کذلک حتی اذا طلع الفجر ردت ارواحهم الیٰ مکانها الذی کانت فیه انتهیٰ، ففی هذا الحدیث بیان سرعة انتقال ارواحهم من العرش الی الثریٰ ثم انتقالها من الثری الی مکانها ولهذا قال مالک وغیره من الائمة ان الروح مرسلة تذهب حیث شاء ت وما یراه الناس من ارواح الموتیٰ ومجیئهم الیهم من المکان البعید امر یعلمه عامة الناس ولا یشکون فیه.

(کتاب الروح لابن القیم ۱۳۵ المسألة الخامسة عشرومثله فی شرح الصدور ۷۹)

وعن عائشة رضی الله عنها قالت لما مات النجاشی کنا نتحدث انه لا یزال یری علی قبره نور. (سنن ابی داؤد ۱: ۳۴۹ باب فی النور یری عند قبر الشهید)

الجواب: نابالغ بچوں سے منکر اور نکیر کے سوال وجواب میں اختلاف ہے بعض اثبات کرتے ہیں اور بعض نفی، والوجه فيه عدم النص فمن نظر الى عموم الحديث قال بسوال الصبيان ومن نظر الى عدم كونه مكلف انكر عليه والتفصيل فى ردالمحتار ١ :٥٩٧ فليراجع ﴿١﴾. وهو الموفق

قبر کی مٹی تبرکاً یا علاجاً کھانا امر منکر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ مزاروں کی قبروں سے مٹی لاکر خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی بطور تبرک کھلاتے ہیں بعض لوگ جب کوئی مرجاتا ہے تو جو شخص اس مرنے پر زیادہ رنجیدہ ہو اس کو اس میت کی قبر کی مٹی کھلائی جاتی ہے تاکہ دل کو صبر ہو جائے کیا یہ دونوں

﴿١﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ومن لا يسئل) اشار الى ان سوال القبر لا يكون لكل احد ويخالفه ما فى السراج كل ذى روح من بنى آدم يسئل فى القبر باجماع اهل السنة لكن يلقن الرضيع الملك وقيل لا بل يلهمه الله تعالىٰ كما الهم عيسى فى المهد، لكن فى حكاية الاجماع نظر فقد ذكر الحافظ ابن عبد البر ان الآثار دلت على انه لا يكون الا لمؤمن او منافق ممن كان منسوبا الى اهل القبلة بظاهر الشهادة دون الكافر الجاحد وتعقبه ابن القيم لكن رد عليه الحافظ السيوطى وقال ما قاله ابن عبد البر هو الارجع ولا اقول سواه ونقل العلقمى فى شرحه على الجامع الصغير ان الراجح ايضا اختصاص السوال بهذه الامة خلافا لما استظهره ابن القيم ونقل ايضا عن الحافظ ابن حجر العسقلانى ان الذى يظهر اختصاص السؤال بالمكلف وقال وتبعه عليه شيخا يعنى الحافظ السيوطى ثم ذكر ان من لا يسئل ثمانية الشهيد والمرابط والمطعون والميت زمن الطاعون بغيره اذا كان صابرا محتسبا والصديق والاطفال والميت يوم الجمعة او ليلتها والقارى كل ليلة تبارك الملك وبعضهم ضم اليها السجدة والقارى فى مرض موته قل هو الله احد، واشار الشارح الى انه يزاد الانبياء عليهم الصلاة والسلام لانهم اولى من الصديقين.

(ردالمحتار ١ : ٦٢٩ مطلب ثمانية لا يسئلون فى قبورهم باب صلاة الجنائز)

طریقے شرعا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مریڑھ حسن راولپنڈی......۱۹۷۰ء/۳/۲۴

الجواب: واضح رہے کہ روایات حدیثیہ وغیر ہا سے تبرک باثار الصالحین کی جواز ﴿۱﴾ روز روشن کی طرح ثابت ہے لیکن ان تبرکات میں اس امر کی رعایت رکھی جائے گی کہ خیر القرون میں اس کی کوئی نظیر بلانکیر متحقق ہوا ہے یا شر القرون کے عوام نے اپنی خواہش سے اس کا اختراع کیا ہے پس اول مشروع ہوگا اور دوم غیر مشروع ہوگا، اور مٹی کھانا اگرچہ بذات خود بھی مکروہ ہے، لما فی الھندیۃ ۵ :۳۷۷ ا کل الطین مکروہ ھکذا ذکر فی فتاویٰ ابی اللیث ﴿۲﴾ لیکن اس کو تبرکاً کھانا یا علاجاً کھانا خیر القرون میں غیر ثابت ہے لہٰذا یہ تبرک اور علاج امر منکر ہے اس کو حکمت سے بند کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے فقط۔ وھو الموفق

عورتوں کیلئے مصالح خارجیہ کی بنا پر زیارۃ القبور ممنوع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے زیارۃ القبور کا کیا حکم ہے؟ اور مقبرے میں ان زیارتوں کے پاس دعا کا کیا حکم ہے؟ شرعی حکم سے روشناس فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مصنف شاہ گدر مردان......۵/ رجب ۱۴۰۱ھ

الجواب: اصل مذہب میں زیارۃ القبور للنساء مسنون ہے لحدیث الا فزوروھا ﴿۳﴾

﴿۱﴾ وعن اسماء بنت ابی بکر انھا اخرجت جبۃ طیالسۃ کسروانیۃ لھا لبنۃ دیباج وفرجیھا مکفوفین بالدیباج وقالت ھذہ جبۃ رسول اللہ ﷺ کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتھا وکان النبی ﷺ یلبسھا فنحن نغسلھا نستشفی بھا رواہ مسلم.

(مشکوٰۃ المصابیح ۱ : ۳۷۴ کتاب اللباس)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ۵ : ۳۴۰ الباب الحادی عشر فی الکراھۃ فی الاکل وما یتصل بہ)

﴿۳﴾ عن بریدۃ قال قال رسول اللہ ﷺ نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا...... رواہ مسلم، وعن ابن مسعود ان رسول اللہ ﷺ قال کنت نھیتکم عن ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

البتہ مصالح خارجیہ کی بنا پر ممنوع ہے، ونظیرہ حضورھن المساجد ﴿۱﴾ واضح رہے کہ اہل القبور کو حاجت روا مشکل کشا ماننا شرک ہے اور ان کے توسل سے دعا مانگنا جائز ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مزارات پر بعض عوامی امور کی شرعی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مزار ہے جس پر بعض لوگ معترض ہیں کہ یہ شکرانہ جو تم لیتے ہو یہ حرام ہے اس کو فروخت کرنا بھی حرام ہے نیز مزاروں پر آنے والی عورتوں کو دم کر کے ان پر جھاڑ و مارنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل وتوجروا عند الجلیل

المستفتی: اعجاز حسین پبی نوشہرہ.....۱۹۸۴ء/۱۰/۱۵

الجواب: زیارۃ القبور کے بعض احکام:......(۱) مردوں کیلئے زیارۃ القبور مسنون ہے ﴿۳﴾

(بقیہ حاشیہ) زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الآخرۃ رواہ ابن ماجۃ، وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ لعن زوارات القبور، رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح وقال (ای الترمذی) وقد رای بعض اھل العلم ان ھذا کان قبل ان یرخص النبی ﷺ فی زیارۃ القبور فلما رخص دخل فی رخصتہ الرجال والنساء. (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۱۵۴ باب زیارۃ القبور)

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وقال الخیر الرملی ان کان ذلک لتجدید الحزن والبکاء والندب علی ما جرت بہ عادتھن فلا تجوز وعلیہ حمل حدیث لعن اللہ زائرات القبور وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزیارۃ قبور الصالحین فلاباس اذا کن عجائز ویکرہ اذا کن شواب کحضور الجماعۃ فی المساجد.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وقال السبکی یحسن التوسل بالنبی الی ربہ ولم ینکرہ احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیہ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۵: ۲۸۱ فصل فی البیع)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: ای لا بأس بھا بل تندب..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اورعورتوں کیلئے مفتیٰ بہ قول کی بناپرممنوع ہے﴿١﴾۔(٢)......قبوراولیاءاللہ سے حاجات مانگنا شرکیات سے ہیں اورتوسل بالصالحین (یعنی یا اللہ میری اس حاجت کو اس ولی کی حرمت اور طفیل سے پورا فرما) جائز ہے﴿٢﴾اس سے منکر سلفی اور وہابی ہے۔(٣)......زائرین کودم کرنا جائز ہے لیکن ان پر جھاڑو پھیرنا خود ساختہ عوامی تبرک ہے﴿٣﴾۔(٤)......مجاورین کو اعزاز یا اعانت کے ارادہ سے شکرانہ دینا ممنوع نہیں ہے البتہ اولیاء کے نام پر نذرونیاز کرنا اوران کی خوشنودی اورتقرب کیلئے کوئی رقم دینا شرکیات ہیں﴿٤﴾۔

(بقیہ حاشیہ) كما فی البحر عن المجتبی فكان ینبغی التصریح به للامر بها فی الحدیث المذكور كما فی الامداد وتزار فی كل اسبوع كما فی مختارات النوازل قال فی شرح لباب المناسک الا ان الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس فقد قال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة ویوماً قبله ویوم بعده فتحصل ان یوم الجمعة افضل.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ١:٦٦٥ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنازة)

﴿١﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقیل تحرم علیهن والاصح ان الرخصة ثابتة لهن بحر وجزم فی شرح المنیة بالكراهة لما مر فی اتباعهن الجنازة وقال الخیر الرملی ان كان ذلک لتجدید الحزن والبكاء والندب علی ما جرت به عادتهن فلا تجوز وعلیه حمل الحدیث لعن الله زائرات القبور وان كان للاعتبار والترحم من غیر بكاء.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ١:٦٦٥ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنازة)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقال السبكی یحسن التوسل بالنبی الی ربه ولم ینكره احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیة.(ردالمحتار هامش الدرالمختار ٥:٢٨١ فصل فی البیع)

﴿٣﴾ عن انس قال رخص رسول الله ﷺ فی الرقیة من العین والحمة والنملة رواه مسلم. وعن عوف بن مالک الاشجعی قال كنا نرقی فی الجاهلیة فقلنا یا رسول الله كیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علیی رقاكم لابأس بالرقی ما لم یكن فیه شرک رواه مسلم.
(مشكواة المصابیح ٢:٣٨٨ كتاب الطب والرقیٰ)

﴿٤﴾؟؟؟قال العلامة الحصكفی: واعلم ان النذر الذی یقع ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵)...... جوشکرانہ قبر پر رکھا جائے وہ مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوا ہے اور جوشکرانہ بذریعہ صندوق یا چادر یا دستی موصول ہو وہ مالک کی ملکیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ (۶)...... نمبر کا فروخت کرنا، رہن کرنا وغیرہ باطل اور کالعدم امور ہیں لان استحقاق الھدایا لیس بمال ولا بحق واجب فلا یجری فیه البیع ولا الرھن ولا النزول عن الحق بعوض. وھو الموفق

سگ اصحاب کہف کو ایصال ثواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اصحاب کہف کے کتے کو ایصال ثواب کیلئے صدقہ وخیرات کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن شہاب خیل لکی مروت

الجواب: کتوں کو ایصال ثواب کرنا احمقانہ اور جاہلانہ کام ہے لعدم احتیاج الکلب الی الثواب. وھو الموفق

دریا برد ہونے کی وجہ سے قبروں کا منتقل کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قبر پر چار سال کا عرصہ گزرا ہے اور یہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ دریا برد ہونے کا شدید خطرہ ہے اہل قرابت کی خواہش پر کیا قبر کھول کر اس ڈھانچے کو محفوظ مقام پر منتقل کیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میجر محمد اسلم پشاور کینٹ...... ۱۹۷۵ء/۱/۲

(بقیہ حاشیہ) للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع الزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام (قوله باطل وحرام) لوجوہ منھا انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانه عبادۃ والعبادۃ لا تکون لمخلوق. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۳۹ مطلب فی النذر الذی یقع للاموات قبیل باب الاعتکاف)

الجواب: اگر دریا برد ہونے کا یقین یا ظن غالب موجود ہو تو اس کا منتقل کرنا ناجائز نہ ہوگا، یدل علیه ما فی شرح الصدور ۱۳۲ اخرج مالک ان عمروبن الجموح وعبد الله بن عمرو الانصاریین حفر قبرهما لیغیرا من مکانهما لان السیل حفر قبرهما واخرج البیهقی ان معاویة لما اراد ان یجری کظامة نادیٰ من کان له قتیل باحد فلیشهد فخرج الناس الی قتلاهم فوجدوهم رطابا، واخرج ابن ابی شیبة فی المصنف لما صرف معاویة عینه التی تمر علی قبور الشهداء فاجریت علیهما یعنی علی قبر عبد الله بن عمروبن جرام وعمروبن الجموح فاخرجناهما الخ﴿۱﴾ قلت فلعل مراد الفقهاء من کراهیة الاخراج هو فی غیر محل الضرورة هذا ما عندی ولعل عند غیری احسن منه. وهو الموفق

بدعات ورسومات کی وجہ سے قبروں کو منہدم کرنا جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے ساتھ متصل تین سو سال پرانا کسی ولی کا قبر ہے جس پر مرد اور عورتیں نذر و نیاز رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بارش ہونا اور ژالہ باری روکنا اس قبر ہی کی وجہ ہے باہر کے لوگ بھی اس قبر کی وجہ سے اس گاؤں والوں کا احترام کرتے ہیں اب محلے میں چند آدمیوں نے مشورہ کیا ہے کہ اس قبر کو ہموار کی جائے تا کہ یہ بدعات اور رسومات ختم ہو اور اس کی جگہ مسجد میں شامل کر کے طلباء کیلئے کمرہ بنایا جائے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق ہزارہ......۱۶/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ جن اشیاء کی اہانت ممنوع نہ ہو مثلاً بت، درخت، پتھر، تو سداً للباب ان کا محو کرنا جائز بلکہ واجب ہوگا، اور جن اشیاء کی اہانت ممنوع ہو مثلاً قبر، مسجد، تو بدعات اور شرکیات کی انسداد کیلئے ان کا محو کرنا ناجائز اور خلاف تعامل ہوگا، خلافا للطائفة السلفیة النجدیة. وهو الموفق

﴿۱﴾ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور للامام السیوطی ۱۳۳ باب نتن المیت وبلاء جسده)

قبر وتعزیہ کو چومنے، قبر کے پتھر بدن پر ملنے وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں (۱) قبور کو بوسہ دینا، تعزیہ کو چومنا تبرکاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲) قبروں پر رکھے ہوئے پتھر جسم پر ملنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) کسی قبر یا پیر کو سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا اتوجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۵ء/۱۱/۹

الجواب: (۱) قبر کا چومنا مکروہ ہے کما فی الھندیة۵:۳۸۷ ولا یمسح القبر ولا یقبله ﴿۱﴾ قلت فالتعزیة لا تقبل بطریق الاولی لانها لیست من الاشیاء العظمة و کذا هو من شعائر الروافض ﴿۲﴾. (۲) تبرک مشروع ہے ﴿۳﴾ لیکن ہم اس کے ذمہ دار نہیں کہ عوام کالانعام کے خودساختہ تبرکات کی مشروعیت کے درپے ہوں۔ (۳) سجدہ اور رکوع کرنا شرک ہے جبکہ بطور عبادت ہو

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقرأة القرآن فی المقابر)

﴿۲﴾ قال العلامة شاه عبد العزیز المحدث الدهلوی: تعزیہ داری جو عشرہ محرم الحرام میں معمول ہے اور بنانا ضرائح وصورت قبور وغیرہ کا درست نہیں، اس واسطے کہ تعزیہ داری سے مراد یہ ہے کہ ترک لذت اور ترک زینت کرے اور اپنی صورت محزون وغمگین کے مانند بنائے یعنی عورت سوگ کرنے والی کے مانند بیٹھے حالانکہ مرد کیلئے یہ کسی حالت مین شرعاً ثابت نہیں ہوتا......اور تعزیہ داری بدعت ہے اور ایسا ہی بنانا ضرائح اور صورت قبور اور علم وغیرہ کا ہے یعنی یہ سب بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے اور حال بدعت سیئہ کا یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے: شر الامور محدثاتها و کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة رواه مسلم...... اس مجلس میں بنیت زیارت وگریہ وزاری کے بھی حاضر ہونا ناجائز ہے اس واسطے کہ اس جگہ کوئی زیارت نہیں کہ زیارت کے واسطے جائے اور وہاں چند لکڑی جو تعزیہ دار کی بنائی ہوئی ہوتی ہے وہ قابل زیارت نہیں بلکہ مٹانے کے قابل ہے الخ۔ (فتاویٰ عزیزی ۱ : ۱۸۴ باب التصوف)

﴿۳﴾ عن انس بن مالک قال کان رسول اللهﷺ اذا صلی......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اورحرام ہے جبکہ غیر اللہ کوبطور تعظیم ہو﴿۱﴾۔وھو الموفق

بوقت جنازہ غربا میں کپڑوں کی تقسیم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بوقت جنازہ غربااورمساکین میں کپڑوں کی تقسیم جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی :نامعلوم......۱۹۷۶ء/۱/۱۰

الجواب: یہ ایک عرفی اعزاز ہے نہ ممنوع ہےاور نہ مطلوب ہے۔وھو الموفق

میت یا قبر کے پاس تلاوت قرآن مجید کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ کے پاس قبل از دفن گھر میں یا بعدازدفن قبر پرتلاوت قرآن مجید کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :مولانا رحیم اللہ باچا اضاخیل بالا......۱۹۷۵ء/۹/۲۵

الجواب: میت کے پاس قرآن پڑھنا مطلقاً جائز ہے جبکہ سراًہواور یادور سے ہواور یامردہ

(بقیہ حاشیہ) الغداۃ جاء خدم المدینۃ بآنیتھم فیھا الماء فما یؤتی باناء الاغمس یدہ فیہ وربما جاءہ فی الغداۃ الباردۃ فیغمس یدہ فیھا، عن انس قال لقد رأیت رسول اللہ ﷺ والحلاق یحلقہ واطاف بہ اصحابہ فما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی ید رجل. (رواھما مسلم) وقال النووی وفیہ التبرک بآثار الصالحین وبیان ما کانت الصحابۃ علیہ من التبرک واکرامھم ایاہ ان یقع شیئ منہ الا فی ید رجل سبق الیہ.

(الصحیح مسلم مع شرح النواوی ۲ :۲۵۶ باب قربہ ﷺ من الناس وتبرکھم بہ)

﴿۱﴾ وفی فتاویٰ الھندیۃ: من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ او قبل الارض بین یدیہ لا یکفر ولکن یأثم لارتکابہ الکبیرۃ ھو المختار قال الفقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ وان سجد للسلطان بنیۃ العبادۃ او لم تحضرہ النیۃ فقد کفر کذا فی جواھر الاخلاطی.

(فتاویٰ عالمگیریۃ ۵ :۳۶۸ الباب الثامن والعشرون فی ملاقاۃ الملوک والتواضع لھم الخ)

پوشیدہ ہوالبتہ جب قریب سے ہواور مردہ پوشیدہ نہ ہواور قرأت جہراً کی جاتی ہوتو بعد الغسل اتفاقاً جائز ہے اور قبل الغسل مختلف فیہ ہے احتیاط نہ کرنے میں ہے والتفصیل فی ردالمحتار ۱: ۵۷۳ ﴿۱﴾. اور قبر کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے کما فی الهندية ۱ :۱۷۷ قرأة القرآن عند القبور عند محمد رحمه الله لا تكره ومشائخنا اخذوا بقوله﴿۲﴾. وهو الموفق

مٹی دم کرکے قبر میں رکھنے اور ڈالنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) مردہ دفن کرتے وقت چند اصحاب مٹی دم کرکے مردہ کے ساتھ دفن کرتے ہیں یہ جائز ہے یانہیں؟ (۲) قبر تیار ہونے کے بعد تین مٹھی مٹی لیکر منها خلقناكم الخ آیت پڑھ کر قبر میں گاڑھ دیتے ہیں کیا یہ بدعت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی عبدالحق......۱۹۷۴ء/۳/۲۶

الجواب: (۱) بے اصل کام ہے﴿۳﴾۔(۲) فقہاء نے جائز لکھا ہے (کما فی الهندية ۱ :۱۷۶). ﴿۴﴾وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويقرأ عنده القرآن الى ان يرفع الى الغسل. قال ابن عابدين: كرهوا القرأة بعد موته حتى يغسل. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ :۶۳۰ مطلب فی القرأة عند الميت)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۶۶ الفصل فی القبر والدفن والنقل من مكان الى آخر)

﴿۳﴾ طحطاوی علی المراقی میں ہے: وفی كتاب النورين من اخذ من تراب القبر وقرء عليه سورة القدر سبعاً وتركه فی القبر لم يعذب صاحب القبر ذكره السيد (۵۰۴) اسی طرح بعض دیگر کتب عملیات وفضائل سور میں مختلف اعمال لکھے ہیں جو بلاحوالہ بطور عمل مذکور ہیں، لہٰذا احکام شرع سے متصادم اور منہی نہ ہونے کی وجہ سے نہ مطلوب ہیں اور نہ ممنوع ہیں بلکہ مباح ہیں: لان الاصل فی الاشياء الاباحة ولحديث ابی داؤد: وما سكت عنه فهو عفو، البته التزام ما لا يلزم بدعت ہے۔......(ازمرتب)

﴿۴﴾ فی الهندية: ويستحب لمن شهد دفن الميت ان ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

قبر پر ہری شاخ رکھنا جائز اور اندر رکھنا ابداع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص مرجاتا ہے اس کی قبر پر ہری شاخ لگاتے ہیں تا کہ اس پر عذاب قبر سہل ہو جائے کیا یہ جائز ہے؟ اور قبر کے اندر شاخ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سعید راولپنڈی......۲۷/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: قبر پر ہری شاخ رکھنا جائز ہے، کما ورد فی حدیث صحیح وروی البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الخصیب اوصی بان یجعل علی قبرہ جریدتان (فلیراجع الی ردالمحتار ۱ : ۸۴۶) ﴿۱﴾ لیکن قبر میں اندر رکھنے کا جواز قرآن وحدیث اور فقہ میں مصرح نہیں ہے بلکہ ابداع ہے۔ وھو الموفق

قبر پختہ کرنے اور اس پر غلاف رکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) قبر کو پختہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(بقیہ حاشیہ) یحثو فی قبرہ ثلاث حثیات من التراب بیدیہ جمیعاً ویکون من قبل رأس المیت ویقول فی الحثیۃ الاولیٰ منھا خلقناکم وفی الثانیۃ وفیھا نعیدکم وفی الثالثۃ ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ. (الھندیۃ ۱ :۱۶۶ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: ویؤخذ من ذلک ومن الحدیث ندب وضع ذلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ وصرح بذلک ایضا جماعۃ من الشافعیۃ وھذا اولی مما قالہ بعض المالکیۃ من ان التخفیف عن القبرین انما حصل ببرکۃ یدہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم او دعائہ لھما فلا یقاس علیہ غیرہ وقد ذکر البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الخصیب رضی اللہ عنہ اوصیٰ بان یجعل فی قبرہ جریدتان واللہ تعالیٰ اعلم.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱ :۶۲۸ قبیل باب الشھید مطلب فی وضع الجرید)

(۲) ایک بزرگوار عالم یا کسی ولی کی لحد پر چادر، غلاف وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: میر احمد کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۰/۴/۴

الجواب: (۱) ناجائز ہے لقول الفقهاء ولا يجصص لیکن اگر سیلاب کے خطرہ کی وجہ سے گرداگرد دیوار پختہ بنایا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) اس کے متعلق جواز اور کراہیت دونوں مروی ہیں لہٰذا نہ کرنا اولیٰ ہے اور دلیل بھی اس طرف کی قوی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مردہ کے پاس قرآن رکھنا اور امام کی جائے نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) کہ مردہ کے ساتھ قرآن رکھنا کیسا ہے خواہ حیلہ اسقاط ہو یا نہ ہو، بعض لوگ مردہ کی چارپائی کے ساتھ قرآن رکھ کر جنازہ لے جاتے ہیں لا علی التعین

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفي شرح المنية عن منية المفتي المختار انه لا يكره التطيين وعن ابي حنيفة يكره ان يبنى عليه بناء من بيت او قبة او نحو ذلك لما روى جابر نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تجصيص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها رواه مسلم وغيره، نعم في الامداد عن الكبرىٰ واليوم اعتادوا التسنيم باللبن صيانة للقبر عن النبش ورأوا ذلك حسنا وقال صلى الله عليه وسلم ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۲ مطلب في دفن الميت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: كره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والاولياء قال في فتاوىٰ الحجة وتكره الستور على القبور ولكن نحن نقول الآن اذا قصد به التعظيم في عيون العامة حتىٰ لا يحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلين الزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنيات وان كان بدعة فهو كقولهم بعد طواف الوداع يرجع القهقرى حتى يخرج من المسجد اجلالاً للبيت حتى قال في منهاج السالكين انه ليس فيه سنة مروية ولا اثر محكي وقد فعله اصحابنا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۵۶ قبيل فصل في النظر والمس)

خواہ یہ قران میت کا اپنا ہو یا دوسرے کا ہو یا مسجد کا وقف قرآن ہو یا کسی گھر سے عاریۃً لیا گیا ہو؟ (۲) امام جنازہ کیلئے جائے نماز کیا چیز ہے؟ یہ کفن سے جز ہے یا کوئی خیراتی چیز ہے؟ یا اس میں کوئی شرعاً تبرک ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نور محمد پیش امام مصری بانڈہ......۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: (۱) توسل بالقرآن ناجائز نہیں ہے لیکن اس توسل کا اختراع عبث اور خطرناک ضرور ہے۔ (۲) جائے نماز کوئی ضروری چیز نہیں ہے رکھنے اور نہ رکھنے میں کوئی گناہ یا ثواب نہیں ہے اگر امام یا عالم کی تعظیم مقصود ہو تو کار ثواب ہے۔ وھو الموفق

میت دفنانے کے بعد تین بار دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر ایک یا تین بار دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی غلام نبی چورنگی کوہاٹ......۲۱/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: زیارۃ القبور کے وقت ہاتھ اٹھا کر تین دفعہ دعا کرنے کی روایت صحیح مسلم میں مسطور ہے ﴿۱﴾ اور دفنانے کے بعد دعا کی مشروعیت میں شک نہیں ہے، لحدیث واسئلوا له بالتثبیت فانه الآن یسئل او کما قال علیه السلام ﴿۲﴾ لیکن اس دعا میں ہاتھ اٹھانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ عن عائشه الا احدثکم عنی وعن رسول الله ﷺ...... حتی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت الخ.

(الصحیح مسلم ۱: ۳۱۳ باب التسلیم علی اهل القبور والدعاء والاستغفار لهم)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ۲: ۱۰۳ باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف)

﴿۳﴾ قبر کے پاس بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھائے ہوئے اور بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے اور دوسرے رخ پر کسی بھی طریقہ سے دعا جائز اور مباح ہے، اور دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے لہٰذا بعض الناس...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میڈیکل کالجوں میں جسد میت پر تجربات کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میڈیکل کالجوں میں انسانی لاش اور میت پر مختلف تجربات کئے جاتے ہیں اور تا آخر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دفن کفن نہیں کی جاتی کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ربی دوکاندار ٹوپی ......۱۹/ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: انسان کا ابتذال اور تختہ مشق بنانا ناجائز ہے اگر چہ بال کیوں نہ ہو، قال اللہ تعالیٰ **ولقد کرمنا بنی آدم ﴿۱﴾ وفی الھدایۃ ولا یجوز بیع شعور الانسان ولا الانتفاع بھا لان الآدمی مکرم لا مبتذل فلا یجوز ان یکون شیئ من اجزائہ مھانا مبتذلا (۳:۵۵) ﴿۲﴾ وبمعناہ فی جمیع کتب الفتاویٰ**، لہٰذا انسان کے بدن پر تجربات کرنا حرام ہوگا، تجربہ ربڑ یا پلاسٹک وغیرہ سے بنے ہوئے اعضاء پر بھی ہوسکتا ہے۔ **وھو الموفق**

(بقیہ حاشیہ) کا اس دعا میں ہاتھ اٹھانے سے مطلق منع چنداں معنی نہیں رکھتا اس میں ایک حدیث مسلم ہے کہ، **جاء البقیع فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات**، اس حدیث کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں کہ، **فیہ استحباب اطالۃ الدعاء وتکریرہ ورفع الیدین وفیہ ان دعاء القائم اعلیٰ من دعاء الجالس فی القبور (نووی شرح مسلم ۱:۳۱۳)** فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے، **عن ابن مسعود رأیت رسول اللہ ﷺ فی قبر عبد اللہ بن ذی البجادین الحدیث وفیہ فلما فرغ من دفنہ استقبل القبلۃ رافعا یدیہ اخرجہ ابو عوانۃ فی صحیحہ (۱۱:۱۲۲ باب الدعاء مستقبل القبلۃ)**. اور بہتر یہ ہے کہ منہ بجانب قبلہ کرے اور بجانب قبر بھی جائز ہے، **قال العلامۃ الحلبی: ویستحب زیارۃ القبور للرجال وتکرہ للنساء ویدعو قائما مستقبل القبلۃ وقیل یستقبل وجہ المیت وھو قول الشافعی. (غنیۃ المستملی ۵۶۰ مسائل شتیٰ کتاب الجنازۃ)**......(ازمرتب)

﴿۱﴾ (سورۃ بنی اسرائیل پارہ:۱۵ رکوع:۷ آیت:۷۰)

﴿۲﴾ (الھدایۃ علی صدر فتح القدیر ۶:۶۳ باب البیع الفاسد)

قبر پر آیات، احادیث، تاریخ وفات اور نام وغیرہ لکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر آیات قرآنی، احادیث، تاریخ وفات اور نام لکھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی رحیم اللہ باچا اضاخیل نوشہرہ......۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب: نام اور تاریخ وفات کے علاوہ یہ دیگر امور خلاف سنت ہوں گے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اولیاء اللہ اور صلحاء کی قبروں پر جھنڈے لگانا اور غلاف چڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) کیا کسی شہید، ولی اور صالح کی قبر پر غلاف چڑھانا اور جھنڈے لگانا جائز ہیں؟ (۲) کیا رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر کوئی غلاف یا جھنڈا ہے؟ (۳) کسی شہید وغیرہ کی قبر پر غلاف یا جھنڈا رکھنے کو منع کرنے والا شخص حق بجانب ہے یا کسی سزا کا مستحق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لقمان شاہ......۲۳/ مارچ ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله لا بأس بالكتابة) لان النهى عنها وان صح فقد وجد الاجماع العملى بها فقد اخرج الحاكم النهى عنها من طرق ثم قال هذه الاسانيد صحيحة وليس العمل عليها فان ائمة المسلمين من المشرق الى المغرب مكتوب على قبورهم وهو عمل اخذ به الخلف عن السلف، ويقوى بما اخرجه ابوداؤد باسناد جيد ان رسول الله ﷺ حمل حجر فوضعها عند رأس عثمان بن مظعون وقال اتعلم بها قبر اخى وادفن اليه من مات من اهلى فان الكتابة طريق الى تعرف القبر بها نعم يظهر ان محل هذا الاجماع العملى على الرخصة فيها ماذا كانت الحاجة داعية اليه فى الجملة كما اشار اليه فى المحيط بقوله وان احتيج الى الكتابة حتى لا يذهب الاثر ولا يمتهن فلا بأس به فاما الكتابة بغير عذر فلا حتى انه يكره كتابة شيئ عليه من القرآن او الشعر او اطراء مدح له.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ١ : ٦٦٢ مطلب فى دفن الميت باب صلاة الجنائز)

الجواب: (۱) قرآن وحدیث اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال میں اس غلاف اور جھنڈا کے متعلق کوئی ذکر نہیں ہے حتی کہ آپ کو ان سے جواب دیا جائے **نعم جاز ان یستبط ھذا الحکم من الحدیث المسطور** (ما امرنا ان نکسر الحجارۃ الحدیث) **لکن ھذ ا الاستنباط لیس من مطلوبکم لانہ رأی المستنبط وقولہ.** (۲) پیغمبر علیہ السلام کی قبر کے متعلق پوچھنا لایعنی بات ہے کیونکہ وہاں کردہ شدہ کام دلیل نہیں ہے۔ (۳) غلاف کے متعلق فقہاء کرام نے کراہیت بھی نقل کی ہے اور بعض فقہاء کرام سے جواز بھی مروی ہے، کما فی ردالمحتار ۵: ۳۱۹ **کرہ بعض الفقھاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاویٰ الحجۃ وتکرہ الستور علی القبور ولکن نحن نقول الان اذا قصد بہ التعظیم فی عیون العامۃ حتیٰ لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فھو جائز الیٰ آخر ما ذکر فی کشف النور** ﴿۱﴾، پس قاعدہ کے مطابق محرم کو ترجیح دی جائے گی لیکن مخالفین پر اشد انکار نہ کیا جائے گا۔ وھو الموفق

قبرستان پر گزرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان سے گزرتے ہوئے اہل قبور کی مغفرت کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے یا کوئی سورت پڑھ کر ہاتھ اٹھائے بغیر دل میں دعا مانگی جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خواجہ عبدالسلام از ارندر چترال.....۱۹۸۴ء/۵/۲۰

الجواب: ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے (مسلم شریف) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۵: ۲۵۶ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحۃ)

﴿۲﴾ جاء النبی ﷺ البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات ثم انحرف.

(الصحیح مسلم ۱: ۳۱۳ فصل فی التسلیم علی اھل القبور والدعاء والاستغفار لھم)

شرکاءِ جنازہ کیلئے میت کے گھر میں کھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کی تدفین کے بعد اعلان کرنا کہ جنازہ میں شریک لوگ میت کے گھر میں کھانا کھا کر جائیں، کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ اب یہ عام رواج بن گیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اہالیان کنڈی ہری پور......۱۸/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: اہل میت کی طرف سے تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے اور پابندی رسم ورواج (فخر وریا) ہر وقت ناجائز ہے﴿۱﴾ اور دعوت وضیافت تین دن تک ناجائز ہے پس یہ دعوت مسئولہ ناجائز ہے﴿۲﴾ (ماخوذ از شامی ۱:۸۴۲ وہندیہ ۵:۳۸۲)۔ وھو الموفق

میت کے بارے میں مختلف مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہر جمعہ کو قبرستان جانے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ (۲) مردہ اپنی قبر پر جانے والوں کو پہچانتا ہے یا نہیں؟ (۳) مردہ زندہ کا امداد کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۴) زندہ کو مردہ سے امداد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: بجواز تبرع الوارث باخراجها وعلیه فلا بأس بادارة الولی للزکاة ثم ینبغی بعد تمام ذلک کله ان یتصدق علی الفقراء بشیئ من ذلک المال او بما اوصی به المیت ان کان اوصی.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۵۴۳ مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثانی والثالث.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۶۴ باب صلاة الجنائز) وفی الهندیة: ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام فی ایام المصیبة واذا اتخذ لا بأس بالاکل منه کذا فی خزانة المفتین. (فتاویٰ عالمگیریة ۵: ۳۴۴ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات)

(۵) قبروں کو دنبہ چاول وغیرہ لے جانا یا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۶) مردہ اپنی قبر پر بیٹھنے والی چڑیا کے نرو مادہ کو پہچان سکتا ہے یا نہیں؟ (۷) مردہ غسل دینے والے چارپائی کے ساتھ چلنے والے کفنانے دفنانے والوں کو پہچانتا ہے یا نہیں؟ (۸) مردہ کو شرقاً غرباً غسل دینا کہ پاؤں قبلہ کو ہو امام اعظم کے مذہب کے خلاف ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی شاہ محمد خان، عبدالقاسم خان اٹک......۱۹۷۸ء/۷/۳۰

الجواب: علی ترتیب السوالات: (۱) جمعہ کے دن زیارت القبور سنت رسول ﷺ ہے﴿۱﴾۔ (۲) پہچانتا ہے﴿۲﴾۔ (۳) باذنه تعالیٰ کرسکتا ہے۔ (۴) توسل بالصالحین جائز ہے جس سے استمداد بالغیر کی تعبیر جائز ہے البتہ استمداد من الغیر ما فوق الاسباب شرک ہے﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: وتزار فی کل اسبوع کما فی مختارات النوازل قال فی شرح الباب المناسک الا ان الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس فقد قال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة ویوما قبله ویوما بعده فتحصل ان یوم الجمعه افضل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ :۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال الملا علی القاری: واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمهید عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیافیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام صححه عبد الحق واخرج ابن ابی الدنیا والبیهقی فی الشعب عن ابی هریرة قال اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیه ردعلیه السلام وعرفه واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام ای ولم یعرفه.

(مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۴:۱۱۶ باب زیارة القبور الفصل الثالث)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلک کفر اللهم الا ان قال یا الله انی نذرت لک ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(۵) یہ اعمال شرکیہ سے ہے (جبکہ نذر لغیر اللہ کے قبیل سے ہو)۔ (۶) ممکن ہے۔ (۷) قواعد کی رو سے پہچاننا اقرب معلوم ہوتا ہے﴿۱﴾۔ (۸) اس میں توسع ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق۔

قبرستان میں کھانا کھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان میں طعام کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: از جنا کوز خانی خیل غازی شاہ ۹/ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

الجواب: قبرستان میں کھانا مکروہ نہیں البتہ التزام مالا یلزم اور تخصیص بلامخصص بدعت سیئہ ہے﴿۳﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) نفیسۃ او الامام الشافعی او الامام اللیث او اشتری حصر المساجدھم او زیتا لو قودھا او دراھم لمن یقوم بشعائرھا الی غیر ذلک مما یکون فیہ نفع للفقراء والنذر للہ عزوجل وذکر الشیخ انما ھو محل لصرف النذر لمستحقیہ القاطنین برباطہ او مسجدہ فیجوز بھذا الاعتبار۔

(ردالمحتار ۲: ۱۳۹ قبیل باب الاعتکاف مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام)

﴿۱﴾ قال الملا علی القاری: وقد اخرج احمد والطبرانی وابن ابی الدنیا والمروزی وابن مندہ عن ابی سعید الخدری ان النبی ﷺ قال ان المیت یعرف من یغسلہ ومن یحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ۔ (مرقاۃ المفاتیح ۴: ۴۲ باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح۔

(قولہ فی الاصح) وقیل یوضع الی القبلۃ طولا وقیل عرضا کما فی القبر۔

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۳۱ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن نجیم: ولان ذکر اللہ تعالیٰ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشیئ دون شیئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع بہ لانہ خلاف المشروع۔

(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

زیارۃ القبور جائز اور عبادۃ القبور ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرامت اولیاء بعد الموت حق ہے یا نہیں اور زیارۃ القبور کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صاحبزادہ گل ظریف خان بٹگرام......۱۹۸۹ء/۶/۵

الجواب: کرامت اولیاء اللہ حق ہے زندگی میں بھی اور بعد الموت بھی البتہ الوہیت اور ولایت میں فرق کرنا ضروری ہے ﴿۱﴾ اور مرد وخواتین کیلئے زیارۃ القبور جائز ہے ﴿۲﴾ البتہ عبادۃ القبور نارینہ اور زنانہ دونوں کیلئے ناجائز ہے۔ وھو الموفق

قبر تیار ہو کر اندر سورۃ یٰسٓ پڑھ کر مٹی دم کر کے قبر میں بچھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں دو آدمیوں نے جنازہ پڑھ کر دفنانے سے پہلے قبر کے اندر ایک سرہانے اور ایک پائنتی میں کھڑے ہو کر سورت یٰسٓ تلاوت کی اور مٹی پر دم کر کے لاش کے نیچے بچھا دی کیا یہ طریقہ شرعی لحاظ سے درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۲/۱۱

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: وعبارۃ النسفی فی عقائدہ وکرامات الاولیاء حق فتظھر الکرامۃ علی طریق نقض العادۃ للولی من قطع المسافۃ البعیدۃ فی المدۃ القلیلۃ وظھور الطعام والشراب واللباس عند الحاجۃ والمشی علی الماء والھواء وکلام الجماد والعجماء واندفاع المتوجہ من البلاء وکفایۃ المھم من الاعداء وغیر ذلک من الاشیاء.

(ردالمحتار ۲: ۲۸۴ مطلب فی ثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات فصل فی ثبوت النسب)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزیارۃ القبور الصالحین فلا بأس اذا کن عجائز. (ردالمحتار ۱: ۲۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور باب صلاۃ الجنائز)

الجواب: مقبرہ میں سورۃ یٰسین پڑھنا جائز ہے ﴿۱﴾ لیکن اس سے خاک دم کرنا اوا سے قبر میں بچھانا بدعت ہے ﴿۲﴾ نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ خیرالقرون میں کہا گیا ہے اور نہ ائمہ دین اور فقہاء کرام سے مروی ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: من دخل المقابر فقرء سورة يٰس خفف الله عنهم يومئذ وكان له بعدد من فيها حسنات بحر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۲ مطلب فی القرأة للميت واهداء ثوابها له باب صلاة الجنائز)

وقال الجلال السيوطی: اخرج عبد العزيز صاحب الخلال بسنده عن انس ان رسول الله ﷺ قال من دخل المقابر فقرأ سورة يٰس خفف الله عنهم وكان له بعد دفن فيها حسنات وقال القرطبی فی حديث اقرء واعلى موتاكم يٰس هذا يحتمل ان تكون هذه القراءة عند الميت فی حال موته ويحتمل ان تكون عند قبره قلت وبالاول قال الجمهور كما تقدم فی اول الكتاب وبالثانی قال ابن عبد الواحد المقدسی فی الجزء الذی تقدمت الاشارة اليه وبالتعميم فی الحالين قال المحب الطبری من متأخری اصحابنا وفی الاحياء للغزالی والعاقبة لعبد الحق عند احمد بن حنبل قال اذا دخلتم المقابر فاقرءوا بفاتحة الكتاب والمعوذتين وقل هو الله احد واجعلوا ذلك لاهل المقابر فانه يصل اليهم قال القرطبی وقد قيل ان ثواب القراءة للقاری وللميت ثواب الاستماع ولذلك تلحقه الرحمة قال الله تعالىٰ واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون، قال ولا يبعد فی كرم الله تعالىٰ ان يلحقه ثواب القراءة والاستماع معا ويلحقه ثواب ما يهدى اليه من القراءة وان لم يسمع كالصدقة والدعاء وفی فتاویٰ قاضی خان من الحنفية من قرأ القرآن عند القبور فان نویٰ بذلك ان يؤنسهم صوت القرآن فانه يقرأ وان لم يقصد ذلك فالله يسمع القراءة حيث كانت. (شرح الصدور ۱۳۰ باب قراءة القرآن للميت او على القبر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: ولان ذكر الله تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشیئ دون شیئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع.
(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ فصل فی العيدين)

بعض جانوروں کا جنت جانا

سوال: کیا کسی روایت میں ہے کہ کتا جنت جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمٰن محمود آباد گڑھی کپورہ مردان......۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: حموی نے شرح اشباہ میں صفحہ ۳۹۹ پر مقاتل سے دس حیوانات کے متعلق روایت کی ہے کہ یہ جنت میں جائیں گے، وعد منها کلب (اصحاب الکھف)﴿۱﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة سيد احمد بن محمد الحموی: وفی شرح شرعة الاسلام قال مقاتل عشرة من الحيوانات تدخل الجنة ناقة محمد ﷺ وناقة صالح عليه السلام وعجل ابراهيم عليه السلام وكبش اسماعيل عليه السلام وبقرة موسىٰ عليه السلام وحوت يونس عليه السلام وحمار عزير عليه السلام ونملة سليمان عليه السلام وهدهد بلقيس عليه السلام وكلب اهل الكهف كلهم يحشرون كذا فی مشكاة الانوار. (غمزعيون البصائر على الاشباء والنظائر ۱: ۲۶۱ الفن الثالث فائدة يدخل فی الجنة خمس حيوان)

قال العلامة آلوسی: وجاء فی شان كلبهم انه يدخل الجنة يوم القيامة فعن خالد بن معدان: ليس فی الجنة من الدواب الا كلب اصحاب الكهف وحمار بلعم ورأيت فی بعض الكتب ان ناقة صالح وكبش اسماعيل ايضا فی الجنة، ورأيت ايضا ان سائر الحيوانات المستحسنة فی الدنيا كالظباء والطوا وليس وما ينتفع به المؤمن كالغنم تدخل الجنة على كيفية تليق بذلك المكان وتلك النشأه ويس وما ينتفع به المؤمن كالغنم تدخل الجنة على كيفية تليق بذلك المكان وتلك النشأة ويس فيما ذكر خبر يعول عليه فيما اعلم، نعم فی الجنة حيوانات مخلوقة فيها، وفی خبر يفهم من كلام الترمذی صحته التصريح بالخيل منها، والله تعالىٰ اعلم وقد اشتهر القول بدخول هذا الكلب الجنة.

(تفسير روح المعانی ۹: ۲۲۷ سورة کهف آیت: ۱۸)

مسئلہ اطعام من اہل المیت

اہل میت کی جانب سے مسئلہ اطعام نے عوامی غلو اور افراط وتفریط کی وجہ سے ایک متنازعہ شکل اختیار کی تھی یہاں تک کہ تکفیر وابداع تک یہ سلسلہ پہنچا، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے مقالات میں دوسرے مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی فقہی حوالوں کے ساتھ افراط وتفریط سے پاک امت کے سامنے پیش کیا برائے افادہ عام فتاویٰ میں شامل کیا جاتا ہے۔.....(ازمرتب)

اہل میت کی جانب سے تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے جبکہ ورثاء میں نابالغ اور غائب نہ ہو **کما فی الھندیة ۵: ۳۴۴ وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکة کذا فی التتارخانیة،** اور اہل میت کی جانب سے پابندی رسم ورواج ہر وقت ناجائز ہے، **کما فی البزازیة علی ھامش الھندیة ۴: ۸۱ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد وفی جنائز ردالمحتار عن المعراج، قال ھذہ الافعال کلھا للسمعة والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجه اللہ تعالیٰ.**

اور اہل میت کی جانب سے ضیافت اور دعوت تین دن تک ممنوع ہے یعنی یہ کام منع ہے کھانا منع نہیں ہے، **کما فی الھندیة۵: ۳۴۴ ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام فی ایام المصیبة واذا اتخذ لا بأس بالاکل منه، کذا فی خزانة المفتین،** البتہ خواص کھانے سے اپنے آپ کو بچائیں گے اگر خواص کھانے سے منع نہ ہو جائیں تو عوام پکانے سے منع نہیں ہوں گے اور اہل میت کی جانب سے طعام حاجت اور ضرورت جائز ہے مثلاً اہل میت کے متعلقین نہ ہو یا بے مروت ہو اور طعام کے

خرید وفروخت کا کوئی انتظام نہ ہو اور یہی محمل ہے اثر ابوذر رضی اللہ عنہ کا کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے مہمانوں کیلئے بھیڑ ذبح کریں گے (کما فی البدایۃ والنہایۃ ۷: ۱۶۵).

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اہل میت کی جانب سے دعوت وضیافت جائز ہے اور اس کیلئے دلیل حدیث ابوداؤد شریف لاتے ہیں، فلما رجع علیہ السلام استقبلہ داعی امرء تہ فجاء، فجیئ بالطعام فوضع یدہ الی اخر الحدیث ، کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل میت کی جانب سے دعوت قبول کی اور کھانے کا ارادہ کیا، لیکن معلوم ہوا کہ یہ بھیڑ مالک کی اجازت کے بغیر ذبح ہوا ہے تو اس سے نہیں کھایا۔

(رواہ ابو داؤد فی باب اجتناب الشبہات من کتاب البیوع)

لیکن دیگر فقہاء نے اس سے موافقت نہیں کی ہے کیونکہ حدیث میں دو نسخے ہیں ایک نسخہ داعی امرأۃ بغیر اضافت کی ہے اور یہ نسخہ صحیح ہے اور اس نسخہ پر ان بعض فقہاء کا استدلال صحیح نہیں ہوتا اور دوسرا نسخہ داعی امرأتہ ہے اضافت کے ساتھ یعنی میت کی بیوی پھر استدلال صحیح ہو جاتا ہے لیکن یہ حدیث معارض ہے حدیث ابن ماجہ اور حدیث مسند امام احمد کے ساتھ جنہوں نے جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ، اور یہ حدیث قولی ہے اور محرم ہے اور تشریع عام ہے تو یہ حدیث ابوداؤد سے راجح ہوگا کیونکہ وہ فعل ہے اور مبیح ہے اور جزوی واقعہ ہے اور یا حدیث ابوداؤد کو طعام حاجت پر حمل کیا جائے گا اور اسی طرح حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے انھا کانت اذا مات المیت من اھلھا فاجتمع لذلک النساء ثم تفرقن الا اھلھا وخاصتھا امرت ببرمۃ من تلبینۃ فطبخت ثم صنع ثرید فصبت التلبینۃ علیھا قالت کلن منھا، فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول التلبینۃ مجمۃ لفؤاد المریض تذھب ببعض الحزن (رواہ البخاری ۲: ۸۱۵) یہ طعام حاجت پر محمول ہے کہ گھر کے لوگ کھائیں اور طبعیت سے بوجھ کم ہو جائے۔

بوسیدہ قبر میں فلش گٹر Gutter بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم اپنے گھر میں فلش گٹر بنا رہے تھے کہ قبر کے تختے نکل آئے اور پھر میت کی وجود کا بہت بوسیدہ مٹی نکل آئی پہلے یہ جگہ فصل کی زمین تھی دس سال سے اس جگہ پر ہمارا مکان بنا ہے میت کی بوسیدہ مٹی چار فٹ پر نکل آئی ہے اور فلش گٹر دس فٹ نیچے تک بنانا ہوگا کیا اس جگہ گٹر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ظہور احمد......۱۹۹۰ء/۱/۳۱

الجواب: میت کا بدن اور اعضا واجب الاحترام ہوتے ہیں ﴿۱﴾ انقلاب کے بعد احکام بدل جاتے ہیں تاہم اس مخصوص خاک کو پاک جگہ میں رکھنا مناسب ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بچے کی موت کے بعد بکری ذبح کرنے اور ہڈیوں کو قبر کے پاس دفن کرنے کی رسم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کوئی بچہ فوت ہو جاتا ہے تو بکری کا بچہ ذبح کرتے ہیں اس خیال سے کہ قیامت کے دن وہ براق پر سوار ہو

﴿۱﴾ قال ابن نجیم: واما الآدمی فقد قال بعضهم ان جلده لا یحتمل الدباغة حتی لو قبلها طهر لانه لیس بنجس العین لکن لا یجوز الانتفاع به ولا یجوز دبغه احتراما له وعلیه اجماع المسلمین کما نقله ابن حزم وقال بعضهم ان جلده لا یطهر بالدباغة اصلا احتراما له فالقول بعدم طهارة جلده تعظیم له حتی لا یتجرأ احد علی سلخه ودبغه واستعماله.

(البحر الرائق ۱: ۱۰۱ الا جلد الخنزیر والآدمی کتاب الطهارة)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ویکره ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیه او یوطأ علیه او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط کذا فی التبیین.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۶ الفصل السادس فی القبر والدفن)

کروالدین کو باآسانی جنت پہنچائے گا، نیز وہ ہڈیاں اس قبر کے پاس دفن کی جاتی ہیں کیا اس سلسلے میں کوئی شرعی حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جناب نعیم گل صاحب خرم ضلع کرک.....۱۹۷۳ء/۵/۷

الجواب: یہ ایک رسم قبیحہ ہے ﴿۱﴾ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اس سے اجتناب کرے ایسے امور صرف وحی سے معلوم ہو سکتے ہیں اور اس میں کوئی وحی ثابت نہیں ہے، ومن ادعی فعلیه البیان، نیز کسی معمر اور معتمد عالم نے بھی اس کا حکم نہیں دیا ہے ﴿۲﴾، قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد او کما قال ﴿۳﴾. وهو الموفق

قبر کے اندر سورۃ یٰس پڑھنا، جنازہ کے دوران ذکر کرنا اور ناخواندہ کا جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ میت کو قبر کی طرف لے جاتے ہوئے جنازہ کو قبر کے متصل باہر رکھ کر ائمہ مساجد قبر میں اتر کر یٰس پڑھتے ہیں پھر میت کو قبر میں اتارتے ہیں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ویکره..... کل ما لم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الا زیارتها والدعأ عندها قائما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۶۶۷ مطلب فی وضع الجرید والآس علی القبور)

﴿۲﴾ قال العلامة شرنبلالی: (قوله بدعة) ای قبیحة کالمسمی بالکفارة ذکر ابن الحاج فی المدخل فی الجزء الثانی ان من البدع القبیحة ما یحمل امام الجنازة من الخبز والخرفان ویسمون ذلک عشاء القبر فاذا او صلوا الیه ذبحوا ذلک بعد الدفن وفرقوه مع الخبز وذکر مثله المناوی فی شرح الاربعین فی حدیث من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد، قال: ویسمون ذلک بالکفارة فانه بدعة مذمومة قال ابن امیر حاج: ولو تصدق بذلک فی البیت سراً لکان عملاً صالحاً. (الطحطاوی ۶۰۲ فصل فی حملها ودفنها)

﴿۳﴾(مشکواة المصابیح ۱:۲۷ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

اوراس طریقہ کوفرض اور لازمی سمجھا جاتا ہے کیا یہ فعل ثابت ہے؟ اگرنہیں تو ان لوگوں کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ قبرستان میں دنیاوی باتیں کرتے ہیں اور بعض ذکر بالجہر کیا یہ درست ہے؟ اور جب لوگ باتیں کرر ہے ہوں تو اس حالت میں یہ قرآن خوانی جائز ہے؟ ایک عالم اور خطیب متقی کے ہوتے ہوئے ایک ناخواندہ نماز جنازہ پڑھائے کیا یہ جنازہ درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مقبول الرحمٰن مولیا کو بالہ مری

الجواب: (۱) یہ طریقہ تخصیص بلا مخصص ہونے کی وجہ سے بدعت ہے، قال صاحب البحر ۱۵۹:۲ ولان ذکر الله اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشیئ دون شیئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به انتهیٰ ﴿۱﴾. قلت نعم ورد الشرع بقرأته علی الموتی والمراد منهم الذی قربوا الموت او المقبورون فافهم ﴿۲﴾. (۲) نیز اس امر مستحب کو اگر کوئی فرض قرار دے تو مبتدع ہوگا، لان التزام ما یلزم بدعة کما هو مبرهن فی

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۲﴾ عن معقل بن یسار قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا سورة یٰسٓ علی موتاکم رواه احمد وابوداؤد وابن ماجة، وقال السیوطی ورواه ابن ابی شیبة والنسائی والحاکم وابن حبان واخرج ابن ابی الدنیا والدیلمی عن ابی الدرداء عن النبی ﷺ قال ما من میت یقرأ عند رأسه سورة یٰسٓ الا هون الله علیه، وفی روایة صحیحة ایضا یٰسٓ قلب القرآن لا یقرؤها عبد یرید الدار الآخرة الاغفر الله له ما تقدم من ذنبه فاقرؤها علی موتاکم، قال ابن حبان المراد به من حضره الموت ویؤیده ما اخرجه ابن ابی الدنیا وابن مردویه ما من میت یقرأ عنده یٰسٓ الاهون الله علیه وخالفه بعض محققی المتأخرین فأخذ بظاهر الخبر فقال بل یقرأ علیه بعد موته وهو مسجی وذهب بعض الی انه یقرأ علیه عند القبر ویؤیده خبر ابن عدی وغیره من زار قبر والدیه او احدهما فی کل جمعة فقرأ عندهما یٰسٓ غفرله بعدد کل حرف منها.
(مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۴: ۱۰۶ باب مایقال عند من حضره الموت)

موضعہ ﴿۱﴾۔ (۳) ذکر جب جہر سے ہو بہتر نہیں ہے لیکن جائز ہے ﴿۲﴾۔ (۴) قرآن خوان پر کوئی وبال نہیں ہے، وبال باتیں کرنے والوں پر ہے۔ (۵) جب ناخواندہ امام محلّہ ہوتو درست ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: لان الجھلة (اذا) یعتقدون (المباحة) سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۷۷۵ قبیل باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: وینبغی لمن تبع جنازة ان یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقرأة القرآن وغیرھما فی الجنازة والکراھة فیھا کراھة تحریم فی فتاویٰ العصر وعند مجد الائمة الترکمانی وقال علاء الدین الناصری ترک الاولیٰ.

(البحر الرائق ۲:۱۹۲ فصل السلطان احق بصلاتہ)

فصل فی احکام الشهید

بندوق کے ذریعے ظلماً مقتول شہید ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص نے ظلماً بندوق سے ایک آدمی کو قتل کیا تمام شرائط موجود ہونے پر اس مقتول کو شہید کہا جائے گا یا نہیں؟ اور بندوق پر آلہ جارحہ کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲) اگر یہ معلوم نہ ہو کہ مقتول ظلماً قتل ہوا ہے، اور مقتول کئی بار اقدام قتل بھی کر چکا ہے تو اس پر احکام شہید جاری ہوں گے یا نہیں؟۔ (۳) ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر اس دوسرے شخص کے ورثاء نے اس قاتل کو قتل کیا اس کا کیا حکم ہے؟ شہید ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہدایت اللہ کڈی صوابی......۱۹۸۵ء/۱۰/۱۶

الجواب: (۱) چونکہ بندوق سے قتل موجب قصاص ہے لہٰذا اس سے قتل شدہ شخص شہید ہے اور بندوق آلہ وقذ اور آلہ جرح ہے لیکن آلہ ذبح نہیں ہے﴿۱﴾۔ (۲) بغیر ثبوت کے حکم بالشہادت یا بعدم الشہادت کرنا بے قاعدہ امر ہے۔ (۳) جب تک ہم کو قتل کی نوعیت معلوم نہ ہو تو ہم فتویٰ دینے سے عاجز ہیں۔ وهو الموفق

شہید کی شہادت اخروی کا دارمدار نیت پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرقی پاکستان میں جو بنگالی اپنے حقوق اور عزت وناموس کی خاطر افواج مغربی پاکستان کے ہاتھوں مارے گئے وہ شہید اخروی ہیں کہ نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما بغير حق بجارحة اى بما يوجب القصاص يكون شهيدا. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱:۶۷۰ باب الشهيد)

اورشہید عنداللہ ہونے کی صورت میں کیا دلیل ہے؟ نیز نماز جنازہ کا نہ ہونا اور ان کا خون ہدر ہونا سیاسی مصلحت کی بناپر ہے یا کوئی اور وجہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ننگ اسلاف مولوی محمد صادق......۲۹/رجب المرجب

الجواب: یہ لوگ شہید وطن ہیں کیونکہ ان کی قربانیاں وطن کی آزادی کی خاطر تھیں ہم ان کو نہ شہید اخروی میں داخل کرتے ہیں اور نہ ان سے خارج کرتے ہیں کیونکہ اس کا دارمدار نیت پر ہے﴿۱﴾ اور صحیح نیت کی توقع ہردوجانبین سے نہیں تھی کما لا یخفیٰ. وھو الموفق

شہید کوانزال اور جنابت کی وجہ سے غسل دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی ظلماً قتل ہو جائے اور اس کا انزال ہو گیا ہو تو کیا انزال کی وجہ سے اسے غسل دیا جائے گا، کیونکہ شہید تو خون آلود کپڑوں کے ساتھ بلا غسل دفن کیا جاتا ہے کیا جب شہید کا بھی یہ حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ولی اللہ......۱۹۷۳ء/۲/۱۰

الجواب: شہید کوشہادت کی وجہ سے غسل نہیں دیا جاتا ہے نہ کہ انزال اور جنابت کی وجہ سے ﴿۲﴾ روایات میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور شہید کیلئے اپنا خون پاک ہے یہ مسئلہ واضحات اور اجماعیات سے ہے فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللهﷺ انما الاعمال بالنيات وانما لامرئ ما نوىٰ الخ متفق عليه. (مشكواة المصابيح ۱: ۱۱ قبيل كتاب الايمان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: فاذا استشهد الجنب يغسل.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۲۹ باب الشهيد)

﴿۳﴾ قال العلامة شرنبلالي: وكان المقتول مسلماً بالغاً خاليا عن حيض ونفاس و جنابة ولم يرتث اى حمل من المعركة رثيثا اى جريحا وبه رمق كذا ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

شہدا کی حیات قرآن واحادیث سے ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ساتھ ایک وہابی اور نجدی شخص رہتا ہے جو عجیب عجیب باتیں کرتا ہے اور شہدا کے بارے میں کہتے ہیں کہ مرجاتے ہیں ان کی حیات کا کوئی ثبوت نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ اوراس کے ساتھ میرا اکٹھا رہنا اور ایک ساتھ کھانا کھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فتح خان ۱۹۷۴ء/۹/۱۶

الجواب: شہدا فی سبیل اللہ کی حیات قرآن اوراحادیث سے ثابت ہے ﴿۱﴾ اس سے انکار کرنا جہالت اور ضلالت ہے آپ اس شخص کے ساتھ اجتماعی زندگی بسر کرسکتے ہیں البتہ ان مسائل میں بحث سے اجتناب کیا کریں۔ وهو الموفق

ثوابی اورعرفی شہید میں فرق اورمیت کو تیمّم دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں (۱) دریامیں ڈوب جانے، آگ

(بقیہ حاشیہ) فی الصحاح والمراد هنا ما هو اعم مما يصيره خلفا فی الشهادة بالارتثاث بعد انقضاء الحرب فيكفن بدمه ای مع دمه من غير تغسيل لقولهﷺ زملوهم بدمائهم فانه ليس كلمه تكلم فی سبيل الله الا تأتی يوم القيامة تدمی لونه لون الدم والريح ريح المسك.
(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۶۴۲ مايصنع مع الشهيد)

﴿۱﴾ قال الله تعالى: ولا تقولوا لمن يقتل فی سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون.
(سورة البقرة پاره: ۲ رکوع: ۳ آیت: ۱۵۴)

وقال الله تعالیٰ: ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا. (سورة آل عمران آیت ۱۲۹)

عن ابن كعب بن مالک عن ابيه ان رسول اللهﷺ قال ان ارواح الشهداء فی طير خضر تعلق من ثمر الجنة او شجر الجنة هذا حديث حسن صحيح.
(جامع الترمذی ۱:۱۹۷ باب ماجاء فی ثواب الشهداء)

میں جلنے اور گاڑی یا ریل کے نیچے دب کر مرجانے والا شہید ہے یا نہیں؟ اس کو غسل کی حاجت ہے یا نہیں؟ (۲) جو شخص کسی تیز رفتار گاڑی یا بھاری بوجھ تلے دب کر مر جائے اور لاش پاش پاش ہو جائے اگر غسل کی بجائے تیمّم دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳) کن کن حالتوں میں میت کو غسل نہیں دیا جاتا؟ (۴) تیمّم میت کیلئے کونسی حالت میں جواز رکھتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمٰن گمبت مردان ۱۹۷۵ء/ ۸/ ۲۶

الجواب: (۱) یہ اشخاص ثواب شہداء ہیں، لحدیث ورد بذلک ﴿۱﴾، عرفی شہداء نہیں، لان الشهيد العرفي وهو الكامل هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما بجارحة ولم يجب بنفس القتل مال ولم يرتث ﴿۲﴾ (ماخوذ از درمختار) لہٰذا اس کو غسل دیا جائے گا۔ (۲) اگر تمام یا اکثر بدن باقی ہو ورنہ اگر بعض بدن یعنی غیر اکثر پایا جائے تو اس پر جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا، کما فی ردالمحتار ﴿۳﴾ والشرح الکبیر ﴿۴﴾، تو غسل کی ضرورت بھی نہیں رہے گی باقی مردہ کو پانی

﴿۱﴾ عن ابی هريرة قال: قال رسول اللهﷺ ما تعدون الشهداء فيكم؟ قالوا: يا رسول الله من قتل في سبيل الله فهو شهيد، قال: ان شهداء امتی اذاً لقليل، قالوا: فمن يا رسول الله؟ قال: من قتل في سبيل الله فهو شهيد، ومن مات في سبيل الله فهو شهيد، ومن مات في الطاعون فهو شهيد، ومن مات في البطن فهو شهيد، والغريق شهيداً. (رواه مسلم رقم: ۱۹۱۵) وعنه قال: قال رسول الله ﷺ: الشهداء خمسة: المطعون، والمبطون، والغريق، وصاحب الهدم والشهيد في سبيل الله متفق عليه.

(رياض الصالحين ۴۰۳ رقم حديث ۱۳۴۳، ۱۳۵۴ باب الشهداء)

﴿۲﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۶۹ باب الشهيد)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين وكذا يغسل لو وجد النصف مع الرأس. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۳۴ مطلب في حديث كل سبب ونسب منقطع باب صلاة الجنائز)

﴿۴﴾ قال الحلبي: عن ابن المنذر في الاشراف لم يصح ذلك (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے یا عورت متوفاۃ کیلئے عورت غاسلہ نہ ہونے کے وقت تیمم کیا جائے گا﴿۱﴾ زخم کی وجہ سے تیمم دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔(۳) شہید عرفی بغاۃ، قطاع الطریق اور اپنی ظالم قوم سے عصبیت کی طور سے مدافعت کرنے والے کو غسل نہیں دیا جائے گا (ردالمحتار)﴿۲﴾. (۴) مر سابقاً. وهو الموفق

شہید کے اقسام اور کفن دفن کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ شہید کی تعریف ذیل کی صورتوں میں صادق ہے یا نہیں؟ (الف) بنابر آں کوئی اگر وارث بدلہ میں از خود اقدام کر کے قاتل کو قتل کرے، آیا اس

(بقیه حاشیه)عنها واذا لم يرد اثر بالصلوٰة على العضو لا يصلى عليه اذا كان فى حكم الكل بان وجد اكثره اوالنصف ومعه الرأس اذ للاكثر حكم الكل وكذا النصف مع الرأس لاشتماله على اكثر الاعضاء الرئيسة بخلاف ما لو وجد نصفه مشقوقا طولا فانه لا يصلى عليه لئلا يؤدى الى تكرار الصلوة على ميت واحد فانه غير مشروع.

(غنية المستملى شرح منية المصلى ۵۴۲ كتاب الجنازة باب الصلوٰة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال فى الفتح ولو لم يوجد ماء فتيمم الميت وصلوا عليه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۳۲ مطلب فى الكفن باب صلاة الجنائز)

قال العلامة كاسانى: اما المرأة فنقول اذا ماتت امرأة فى سفرفان كان معها نساء غسلنها وليس لزوجها ان يغسلها عندنا ..... ولنا ما روى عن ابن عباس رضى الله عنهما ان رسول اللهﷺ سئل عن امرأة تموت بين رجال فقال تيمم بالصعيد.

(بدائع الصنائع ۲: ۳۵ فصل فى بيان من يغسل صلاة الجنازة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: والمكابرون فى المصر ليلا بمنزلة قطاع الطريق كما فى البحر عن شرح المجمع فمن قتلوه ولو بغير محدد فهو شهيد كما لو قتله القطاع وكذا من قتله اللصوص ليلا كما سيأتى وذكر فى البحر انه زاد فى المحيط سببا رابعا وهو من قتل مدافعا ولو عن ذمى فانه شهيد باى الة قتل.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۷۰ مطلب فى تعداد الشهداء باب الشهيد)

اقدام سے موجودہ شخص کو قاتل اور گنہگار سمجھا جائے گا یا وارث اور صاحب حق سمجھ کر عند اللہ بری الذمہ ہوگا، اور جو فی الحال مقتول ہوا اس کو شہید کہا جائے گا یا قصاص میں سمجھا جائے گا۔ (ب) اگر کسی شخص نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا تو یہ مقتول شہید کہلائے گا یا صرف مقتول، یعنی غسل وکفن وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟ (ج) ہمارے صوبہ سرحد میں اکثر واردات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اکثر بے گناہ یا ایسی باتوں پر آدمی کو مارا جاتا ہے جس کا کوئی شرعی جواز نہیں ہوتا، ایسے مقتولین پر مظلوم وشہید کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل مولیٰ گورنمنٹ مڈل سکول بابوزئی مردان ۱۹۶۹ء/۱۱/۱۸

الجواب: (ا) شہید کی تین قسمیں ہیں اول وہ جو کہ دنیوی احکام میں شہید ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا جاتا ہو اور خاص کفن نہ پہنایا جاتا ہو تو اس کی تعریف یہ ہے کہ، **کل مکلف مسلم طاهر قتل ظلماً بجارحة ولم يجب بنفس القتل مال ولم يرتث** (تنویر الابصار)[۱]. اور دوم وہ ہے جو کہ اخروی احکام میں شہید ہو مثلاً مطعون، مبطون غریق وغیرہم (کما فی حدیث صحیح)[۲]۔ اور سوم وہ جو کہ دنیا وآخرت دونوں کے احکام میں شہید ہو وہ مقتول فی سبیل اللہ ہے جس کی نیت اور ارادہ بھی صحیح ہو[۳] (وللتفصيل موضع آخر).[۴]

---

[۱] (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۲۲۹ باب الشهيد)

[۲] وعن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ما تعدون الشهيد فيكم قالوا يا رسول الله من قتل في سبيل الله فهو شهيد قال ان شهداء امتي اذاً لقليل من قتل في سبيل الله فهو شهيد ومن مات في الطاعون فهو شهيد ومن مات في البطن فهو شهيد رواه مسلم.
(مشكوٰة المصابيح ۱: ۳۳۱ كتاب الجهاد)

[۳] قال العلامة ابن عابدين: والمراد بشهيد الآخرة من قتل مظلوما او قاتل لاعلاء كلمة الله تعالىٰ حتى قتل فلو قاتل لغرض دنيوى فهو شهيد دنيا فقط
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۷۲ مطلب في تعداد الشهداء باب الشهيد)

[۴] وفي المنهاج: الشهداء ثلاثة انواع الاول: من يكون (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(۲) جب یہ قتل معاینہ سے معلوم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ قاتل نے عمداً قتل کیا ہے تو اس صورت میں وارث کیلئے قصاص لینا جائز ہے یعنی عنداللہ مجرم نہ ہوگا، فی الدرالمختار وبه علم ان القضاء ليس بشرط لاستيفاء القصاص والاموال وفي ردالمحتار فلو قتل الولي القاتل قبل القضاء لم يضمن وفيه ايضا ۵: ۲۶۴ قال في الهندية: واذا قتل الرجل عمداً وله ولي واحد فله ان يقتله قصاصا قضى القاضي به او لم يقض انتهىٰ﴿ ۱ ﴾لكن في الاشباه وشرحه ص ۱۰۱ السابعة الحدود سوى حد القذف لايتوقف على الدعوىٰ بخلاف القصاص لا بد فيه من الدعوىٰ انتهى﴿ ۲ ﴾ فالظاهر ان بعد الدعوىٰ لا يشترط القضاء فافهم.

(۴،۳) اگر یہ شخص مظلوم ہو اور مقتول بقتل عمد ہو اور اس نے خوراک اور علاج وغیرہ نہ کیا ہو تو دنیوی احکام میں شہید ہوگا﴿ ۳ ﴾۔ وهو الموفق

(بقيه حاشيه) شهيدا في احكام الدنيا كترك الغسل واحكام الآخرة كالصون من العذاب وتغير البدن في القبر، وهو من قتل في سبيل الله محتسباً، والثاني: من يكون شهيداً في احكام الدنيا دون الآخرة وهو من قتل في سبيل الله غير محتسب، والثالث: من يكون شهيداً في احكام الآخرة دون الدنيا كالمطعون والمبطون.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذي ۴: ۲۳۴ باب في الشهداء منهم)

﴿ ۱ ﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۳۹۰ قبيل باب القود فيما دون النفس)

(غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر ۲: ۱۱۸ كتاب الجنايات)

﴿ ۳ ﴾قال العلامة ابن عابدين: وكذا في الهداية والبدائع معللا بانه ما نال شيأ من راحة الدنيا. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۷۲ مطلب في تعداد الشهداء باب الشهيد).

(وهكذافي غنية المستملى ۵۵۳ في احكام الشهيد)

بم دھماکوں میں مرنے والے شہید ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پشاور میں بم پھٹ گیا یہ بم عموماً روس کے ایجنٹ یا روسی کفار رکھتے ہیں اس دھماکے میں پانچ افراد مر گئے کیا یہ شہید ہیں؟ اور کیا ان کو غسل دیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲۴/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ مقتولین شہداء ہیں اوران کو غسل نہیں دیا جائے گا، کیونکہ کفار اس بم کو قتل کے ارادہ سے رکھتے ہیں، کما یشیر الیہ ما فی البحر (۲:۱۹۶) لان ما قصد به القتل فهو تسبيب وما لا فلا ﴿۱﴾ انتهیٰ. فافهم

نامعلوم شخص کے فائرنگ سے مرنے والا شہید ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے مکان کے کشادہ صحن میں عشاء کے وقت نامعلوم شخص کے فائرنگ سے قتل ہوا کیا یہ شہید ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال سنگوے ضلع دیر......۲۳/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: بظاہر یہ شخص شہید ہے، کما فی الشامیة ۲: ۲۴۹ طبع المصطفیٰ البابی والمكابرون فی المصر ليلا مثلاً بمنزلة قطاع الطريق﴿۲﴾. فافهم

صحرا میں مردہ پایا جائے تو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رات کے وقت صحرا

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲:۱۹۶ باب الشهيد)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱:۶۷۰ باب الشهيد)

میں عمداً قتل ہوا شہر سے قدرے دور بیابان میں پایا گیا کیا یہ شخص شرعاً شہید ہے یا نہیں اور غسل وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی بہرام الدین ڈیرہ اسماعیل خان یکم فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر اس مقتول کو قطاع الطریق اور چوروں نے قتل کیا ہو تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اگر قاتل معلوم نہ ہو تو غسل دیا جائے گا، قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ۱: ۸۵۱ وخرج مالو وجد فی مفازة لیس بقربها عمران فانه لا تجب فیه قسامة ولا دیة فلا یغسل وفیه ایضا وکذا من قتله قطاع الطریق خارج المصر بسلاح او غیره فانه شهید﴿۱﴾. فافهم

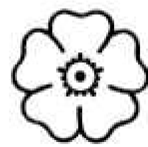
﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۷۱ مطلب فی تعداد الشهداء باب الشهید)



قال اللّٰه تعالیٰ

وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم.

......(المعارج)......



الله

الله

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاوی فریدیہ جلد سوم

کتاب الزکوٰۃ

(وجوب الزکوٰۃ)

کتاب الزکوٰۃ

باب وجوب الزکوٰۃ

انما الصدقات للفقراء والمساکین (الآیۃ) میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں مردوں کو ایصال ثواب کیلئے لوگ کھانا پکاتے ہیں اور امیر وغریب لوگ بغیر فرق کے اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں اب ایک آدمی کہتا ہے کہ خیرات وغیرہ کیلئے بھی فقیر ومسکین لوگوں کا ہونا شرط ہے اور دلیل میں آیت قرآن ''انما الصدقات للفقراء والمساکین (الآیۃ)'' پیش کرتا ہے براہ کرم اس مسئلہ کی وضاحت تفصیل ودلائل کے ساتھ ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل کیجئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالرحمٰن حقانی واڑی ضلع دیر...... یکم جولائی ۱۹۸۶ء

الجواب: یہ آیت زکوٰۃ پر محمول ہے نہ کہ نفلی صدقات پر، کما صرح بہ ارباب التفسیر ﴿۱﴾ اور غنی کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے ﴿۲﴾ البتہ صاحب ہدایہ کے نزدیک یہ صدقہ صدقہ ہوگا اور بعض کے نزدیک یہ درحقیقت ہبہ ہے (فلیراجع الی ردالمحتار ۴:۵۲۳) ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال السیوطی: انما الصدقات ای الزکوات مصروفۃ.
(تفسیر جلالین سورۃ التوبہ پارہ: ۱۰ آیت: ۶۰ رکوع: ۷)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن نجیم: لا تحل صدقۃ لغنی خرج النفل منھا لان الصدقۃ علی الغنی ھبۃ کذا فی البدائع. (البحر الرائق ۲:۲۴۵ باب المصرف)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: (قولہ صدقۃ) والصدقۃ کالھبۃ وفی المضمرات ولو قال وھبت منکما ھذہ الدار والموھوب لھما فقیران صحت...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مالک نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ حاجات اصلیہ مثل سواری وغیرہ حاصل نہ ہوں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مالک نصاب ہے لیکن حاجات اصلیہ مثلاً اسلحہ، سواری، خادم وغیرہ نہیں ہیں اب اگر یہ شخص یہ مال ان چیزوں پر خرچ کرے تو پھر مالک نصاب نہیں رہتا، کیا اس شخص (مالک نصاب) پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اور کیا ان اشیاء کی ضرورت نہ ہونے کی صورت میں یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۵ء/۳/۱۰

الجواب: اگر یہ شخص مقروض نہ ہوتو اس پر زکوٰۃ دینا فرض ہے اور زکوٰۃ لینا حرام ہے (والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۸)﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الهبة بالاجماع تاترخانية لكن قال بعده وفى الاصل هبة الدار من رجلين لا تجوز وكذا الصدقة فيحتمل ان قوله وكذا الصدقة اى على غنيين والاظهر ان فى المسئلة روايتين قال فى البحر وصحح فى الهداية ما ذكره من الفرق (قوله كالغنيين) هذا قوله وقال يجوز وفى الاصل ان الهبة لا تجوز وكذا الصدقة عنده ففى الصدقة عنه روايتان خانية. (ردالمحتارهامش الدرالمختار ۴: ۵۷۴ قبيل باب الرجوع فى الهبة)

وقال العلامة مرغيناني: وفى الجامع الصغير اذا تصدق على محتاجين بعشرة دراهم او وهبها لهما جاز ولو تصدق بها على غنيين او وهبها لهما لم يجز وقالا يجوز للغنيين ايضا جعل كل واحد منهما مجازا عن الآخر والصلاحية ثابتة لان كل واحد منهما تمليك بغير بدل وفرق بين الصدقة والهبة فى الحكم وفى الاصل سوى بينهما فقال وكذلك الصدقة لان الشيوع مانع فى الفصلين لتوقفهما على القبض ووجه الفرق على هذه الرواية ان الصدقة يراد بها وجه الله تعالىٰ وهو واحد والهبة يراد بها وجه الغنى وهما اثنان وقيل هذا هو الصحيح . (هداية على صدر فتح القدير ۷: ۴۹۷ كتاب الهبة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: اذا امسكه لينفق منه كل...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نابالغ اور مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا ایک بالغ بھائی مجنون (پاگل) ہے اور دو بھائی نابالغ ہیں ان کا مشترکہ مال ہے کیا اس سب مشترکہ مال پر زکوٰۃ واجب ہے یا صرف زید کے حصہ پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۳/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس صورت میں مجنون اور نابالغوں پر زکوٰۃ واجب نہیں صرف زید کے اپنے حصے پر زکوٰۃ واجب ہے، کما فی الهندية ۱: ۱۸۲ ومنها العقل والبلوغ فليس الزكوٰة على صبي ومجنون اذا وجد منه الجنون في السنة كلها هكذا في الجوهرة النيرة﴿۱﴾. وهو الموفق

لفظ صدقہ سے کوئی چیز زکاۃ کی نیت سے دی جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بکر کو دس روپیہ دیئے اور کہا کہ یہ دس روپیہ صدقہ خدا کے نام پر قبول کرو لیکن اس کی نیت زکوٰۃ کی تھی اور اس کے ذمہ دس روپیہ زکوٰۃ کے بھی تھے یہ زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل وہاب امجد آباد رستم مردان......۱۹۷۳ء/۲/۲۰

الجواب: چونکہ زکوٰۃ بھی صدقات میں داخل ہے، قال الله تعالىٰ: انما الصدقات للفقراء الخ(الآية) لہٰذا اس شخص کی زکوٰۃ ادا ہوئی ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقيه حاشيه) ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب فانه يزكي ذلك الباقي.

(ردالمحتار ۲: ۷ مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۱﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۷۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومن اعطى مسكينا دراهم وسماها ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نصابِ شرعی سے کم مال میں وجوبِ زکوٰۃ نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس پچاس روپے سال بھر رہے اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی یانہیں؟ اگرزکوٰۃ واجب ہے تو پھر بہشتی زیور کا یہ مسئلہ واضح کیا جائے مسئلہ یہ ہے کہ اگرکسی کے پاس دوسوروپے موجود ہیں اور ڈیڑھ سوروپے قرض ہے تو قرض ادا کرنے کے بعد پچاس روپیہ رہ گئے اور پچاس میں زکوٰۃ واجب نہیں اب مطلب آخری فقرہ میں ہے کہ پچاس میں زکوٰۃ واجب نہیں حالانکہ یہ پچاس دوسو میں سے سال بھر سے موجود ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: میرے پاس بہشتی زیورموجودنہیں ہے فی الحال یہ توجیہ لکھی جاتی ہے کہ بہشتی زیور میں دوسو روپیہ شرعی مراد ہےاوراس سے کم نصاب نہیں ہے لہٰذا پچاس روپیہ میں وجوبِ زکوٰۃ نہیں ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مال بقدرِ نصاب نہ ہوتو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گھر میں چار بھائی رہتے ہیں ہرایک کی بیوی کے پانچ تولہ سونا مہر ہے انفرادی طور پر ہرایک کا مہر نصاب سے کم ہے البتہ اجتماعی طور پر نصاب سے زیادہ بن جاتا ہے کیااس سے زکوٰۃ اداکی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: امین اللہ زنڈو بانڈہ پشاور

(بقیہ حاشیہ)ھبة او قرضا ونوى الزكاة فانها تجزيه وهو الاصح هكذا في البحر الرائق.

(فتاوىٰ عالمگيرية ١ : ١٧١ كتاب الزكاة)

﴿۱﴾ یہ اس زمانے کا حکم ہے جب روپیہ چاندی کا ہوتا تھا یا سونے کا اوراس دور میں کاغذی کرنسی رائج ہے اسلئے اب حکم یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اتنے روپیہ یا نوٹ موجود ہوں جس کی قیمت بازاری بھاؤ کے مطابق ساڑھے باؤن تولہ چاندی کے برابر ہوتو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔......(ازمرتب)

الجواب: بہ ظاہر ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کی انفرادی ملکیت نصاب سے کم ہے ﴿۱﴾۔ وھوالموفق

سونے اور چاندی کے خلط اور انفراد کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس چار تولہ سونے کے زیورات ہیں اور چاندی یا نقد رقم نہیں ہے اس میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ اور دیگر میرے پاس تین تولہ سونے کے زیورات اور پچیس تولے چاندی کے زیورات ہیں اس کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق پشاور......۱۹۷۷ء/ ۸/ ۱۰

الجواب: (۱) اگر آپ کے پاس صرف چار تولہ سونا ہے چاندی اور نقد نوٹ وغیرہ آپ کے پاس نہ ہوں تو آپ غنی نہیں ہیں آپ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے کیونکہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے ﴿۲﴾۔ (۲) اگر آپ کے پاس تین تولہ سونا اور پچیس تولہ چاندی ہے تو آپ پر زکوٰۃ واجب ہے دونوں کی قیمت کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا، ضم اور اختلاط کی صورت میں انفع للفقراء کی رعایت کی جائے گی، کما فی ردالمحتار ۲: ۴۶ ولکن یجب ان یکون التقدیم بما ھو انفع للفقراء رواجاً ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدین: (قوله وسببه ملک نصاب حولی)...... ذکر فی البدائع من الشروط الملک المطلق قال وھو الملک یدا او رقبة وقال ان السبب ھو المال الخ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۴ مطلب الفرق بین السبب والشرط والعلة) وفی الھندیة: ومنھا کون المال نصابا فلا تجب فی اقل منه. (عالمگیریة ۱: ۱۷۲ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾قال العلامة الحصکفی: نصاب الذھب عشرون مثقالا، قال ابن عابدین: (قوله عشرون مثقالا) فما دون ذلک لا زکاة فیه. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۱ باب زکاة المال)

﴿۳﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۳۷ باب زکاة المال)

حرمان زکوٰۃ کا نصاب

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرمان زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر علی وزیرستانی متعلم حقانیہ

الجواب: جوشخص حوائج اصلیہ کے علاوہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا پندرہ روپیہ فی تولہ کے حساب سے سات سواٹھاسی روپیہ تقریباً یا اس مقدار رقم کا مال تجارت (یا دیگر اشیاء خواہ نامی ہو یا غیر نامی) وغیرہ رکھتا ہو تو وہ غنی ہے زکوٰۃ نہیں لے سکتا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زکوٰۃ کی فرضیت کیلئے بلوغ شرط ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض بیوہ گان جن کو شوہر مرحوم سے جو ورثہ مل جاتا ہے وہ یہ رقم اپنے یتیم نابالغ بچوں کے نام جمع کرادیتی ہیں اور فی الوقت یہ مسئلہ بہت عام بن گیا ہے تو اس نابالغ بچوں کے نام پر جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالٰہی کہولہ جہلم

الجواب: واضح رہے کہ یہ رقم اگران نابالغ بچوں کی ملکیت ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، قال رسول اللہ ﷺ رفع القلم من ثلث وعن الصبی حتی یبلغ ﴿۲﴾ وفی الدر المختار

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين: لا بأس ان يعطى من الزكاة من له مسكن وما يتأثث به فى منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم ان كان من اهله فان كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتى درهم حرم عليه اخذ الصدقة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷۰ مطلب فى الحوائج الاصلية باب المصرف)

﴿۲﴾رواه الترمذى وابو داؤد ورواه الدارمى عن عائشة وابن ماجة عنهما

(مشكواة المصابيح ۲: ۲۸۴ باب الخلع والطلاق الفصل الثانى)

وشرط افتراضها عقل وبلوغ (۲: ۴) ﴿۱﴾. وهو الموفق

نقد روپیہ میں ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے دور واقع ہونے کی وجہ سے کچھ اراضی بعوض بیس ہزار روپیہ فروخت کی اور رقم اپنے پاس محفوظ رکھی غرض یہ تھی کہ کہیں نزدیک کوئی بہتر اراضی مل جائے تو خریدلوں گا اس دوران ایک سال کا عرصہ گزرگیا لیکن مطلوبہ اور پسند کی اراضی نہ مل سکی، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس رقم میں زکوٰۃ واجب ہے؟ کیا ہر سال جب تک یہ رقم کسی دوسرے کام میں خرچ نہ کی جائے زکوٰۃ فرض ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خورشید خیبر ٹو بیکو مردان

الجواب: اس رقم سے ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ دینی پڑے گی، کما فی ردالمحتار ۲: ۸ ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا في البدائع الخ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۴ كتاب الزكاة)

وقال الكاساني: ولنا انه لا سبيل الى الايجاب على الصبى لانه مرفوع القلم بالحديث ولان ايجاب الزكوٰة ايجاب الفعل وايجاب الفعل على العاجز عن الفعل تكليف ماليس فى الوسع ولا سبيل الى الايجاب على الولى ليؤدى من مال الصبى لان الولى منهى عن قربان مال اليتيم الا على وجه الاحسن بنص الكتاب واداء الزكاة من ماله قربان ماله لا على وجه الاحسن لما ذكرنا فى الخلافيات الخ.

(بدائع الصنائع ۲: ۸۱ شرائط فرضية الزكاة)

وفى الهندية: ومنها العقل والبلوغ فليس الزكاة على صبى ومجنون الخ.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۷۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷ مطلب فى زكاة ثمن المبيع كتاب الزكاة)

اوزان نصاب زکوٰۃ میں حضرت تھانوی اور محقق لکھنوی کا اختلاف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ازتخریج مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور ازتخریج مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ نصاب سونا پانچ تولہ اور اڑھائی ماشہ ہے اور نصاب چاندی چھتیس تولہ اور ساڑھے پانچ ماشہ ہے ان میں تطبیق اور تصحیح کی صورت کیا ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ضیاء الدین ہنگو کوہاٹ......۳۰/ رجب ۱۳۹۹ھ

الجواب: حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا حساب درست ہے، مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ نے بڑے تولوں سے جو کہ ابھی رائج نہیں، سے اندازہ لگایا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ سونے اور چاندی کے سلسلہ میں احکام واوزان قدیم عربی اوزان کے مطابق ہیں اب خود عرب ممالک میں وہ قدیم اوزان رائج نہیں ہیں اسی طرح پاک وہند میں دوسری طرح کے اوزان اور پیمانے رائج ہیں بلکہ اب عالمی سطح پر بین المللی اوزان رائج ہو گئے ہیں اسلئے اس اختلاف کی وجہ سے قدیم سے علماء نے مستقل رسالوں اور متفرق فتاویٰ میں مفصل مطول اور مختصر بحثیں کی ہیں، مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کی ایک مستقل کتاب اوزان شرعیہ ہی کے موضوع پر ہے اور مذکورہ نصاب کی تخریج کی ہے جبکہ دوسری طرف مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ نے یہ دوسرا نصاب مقرر کیا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اختلاف یہاں سے پیدا ہوا کہ مولانا لکھنوی رحمہ اللہ نے ستر جو جو مقدار درہم ہے اس کو دو ماشہ ڈیڑھ رتی قرار دیا اور جمہور علماء ہند نے تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا قرار دیا...... احقر نے ستر جو علیحدہ اور سو جو علیحدہ پوری احتیاط کے ساتھ وزن کئے کہ حسب تصریح فقہاء جو بھی متوسط لئے جو سب دُم بریدہ غیر مقشورہ تھے پھر خود بھی چند بار وزن کیا اور متعدد صرافوں سے وزن کرایا، اول رائج الوقت ماشہ کے ساتھ وزن کرایا تو ستر جو تین ماشہ پانچ رتی کے ہوئے اور سو جو پانچ ماشہ دو رتی کے ہوئے لیکن رائج الوقت ماشہ تولہ اصل تولہ ماشہ سے کسی قدر کم ہے کیونکہ اس وقت بازار میں سکہ انگریزی روپیہ کو ایک تولہ قرار دے دیا گیا ہے جو حقیقتاً ساڑھے گیارہ ماشہ ہے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انکم ٹیکس زکوٰۃ کا متبادل نہیں ہوسکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہلے زمانے میں اسلامی حکومت زکوٰۃ خود وصول کیا کرتی تھی لیکن فی زماننا حکومت انکم ٹیکس وصول کرتی ہے کیا یہ انکم ٹیکس زکوٰۃ کا متبادل ہوسکتا ہے؟ یا وہ رقم شرعی زکوٰۃ کی رقم سے منہا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مثلاً زید کے ذمہ کسی سال دو ہزار روپیہ زکوٰۃ ہے اور اسی سال حکومت زید سے چھ سو روپے انکم ٹیکس وصول کرتی ہے اب زید مبلغ چودہ سو روپیہ ادا کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن مشین محلّہ ۲ جہلم شہر

الجواب: حکومت کا انکم ٹیکس وصول کرنا ایک غیر اسلامی عمل ہے یعنی نہ اس میں شرائط زکوٰۃ کی رعایت کی جاتی ہے اور نہ مصارف شرعیہ میں صرف کی جاتی ہے، لہٰذا اس ٹیکس کو زکوٰۃ سے گرداننا غیر صحیح ہے اور بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسی رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے (جس کو دی جاتی ہے اس کو زکوٰۃ کی نیت سے دیوے) دینے سے ذمہ فارغ ہوجاتا ہے لیکن یہ معاملہ خلاف احتیاط ہے ﴿۱﴾ ۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) اور اصل تولہ سے چار رتی کم ہے الخ (اوزان شرعیہ ۱۰) پس ہر دور کے تولوں اور رتوں میں فرق ہوتا رہا، اسی طرح بہت قریب وقت میں مختلف سیر رائج تھے مثلاً سیر اکبری ساڑھے باون تولہ، سیر شاہ جہانی ستر تولہ، سیر عالمگیری ستتر تولہ، سیر فرخ شاہی چوراسی تولہ سیر انگریزی اسی تولہ قبائلی سیر ایک سو آٹھ تولہ وغیرہ، اسلئے اب علماء کا رجحان اسی وزن کی طرف ہے جو اکابرین دیوبند کی تحقیق ہے اور اسلئے فتویٰ اسی ہی پر ہے۔..... (ازمرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال في التجنيس والولوالجية السلطان الجائر اذا اخذ الصدقات قيل ان نوى بادائها اليه الصدقة عليه لا يؤمر بالاداء ثانيا لانه فقير حقيقة ومنهم من قال الاحوط ان يفتى بالاداء ثانيا كما لو لم ينو لانعدام الاختيار الصحيح واذا لم ينو منهم من قال يؤمر بالاداء ثانيا وقال ابو جعفر لا لكون السلطان له ولاية الاخذ فيسقط عن ارباب الصدقة فان لم يضعها موضعها لا يبطل اخذه..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ریڈیو، ٹی وی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ حوائج اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں؟ ان پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۵ء/۹/۱۰

الجواب: آلات لہواور آلات عیاشی حاجات اصلیہ میں داخل نہیں ہیں البتہ ان کی قیمت میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے صرف موجب غنا ہیں ﴿۱﴾ اور جولوگ حکومت یا سیاست میں حصہ لیتے ہیں ان کیلئے یہ

(بقیہ حاشیہ) وبہ یفتی، وهذا فی صدقات الاموال الظاهرة اما لو اخذ منه السلطان اموالا مصادرة ونوی اداء الزکاة الیه فعلی قول المشائخ المتأخرین یجوز والصحیح انه لا یجوز وبه یفتی لانه لیس للظالم ولایة اخذ الزکاة من الاموال الباطنة...... قلت وشمل ذلک مایأخذه المکاس لانه وان کان فی الاصل هو العاشر الذی ینصبه الامام لکن الیوم لا ینصب لاخذ الصدقات بل لسلب اموال الناس ظلما بدون حمایة فلا تسقط الزکاة باخذه کما صرح به فی البزازیة فاذا نوی التصدق علیه کان علی الخلاف المذکور.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲٦ مطلب فیما لو صادر السلطان رجلا فنوی بذلک اداء الزکاة الیه باب زکاة المال)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: وفسرها (ای الحاجة الاصلیة) فی شرح المجمع لابن الملک بما یدفع الهلاک عن الانسان تحقیقا او تقدیرا فالثانی کالدین والاول کالنفقة ودور السکنیٰ وآلات الحرب والثیاب المحتاج الیها لدفع الحر او البرد وکالآلات الحرفة وآثاث المنزل ودواب الرکوب وکتب العلم لاهلها...... وشرط ان یکون النصاب نامیا والنماء...... فی الشرع هو نوعان حقیقی وتقدیری فالحقیقی الزیادة بالتوالد والتناسل والتجارات والتقدیری تمکنه من الزیادة بکون المال فی یده او ید نائبه فلا زکوٰة علی من لم یتمکن منها فی ماله کمال الضمار الخ. (البحر الرائق ۲:۲۰٦ کتاب الزکاة)

آلات حاجات اصلیہ شمار ہوں گے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

سواری کیلئے موٹر کار، قالین، ریڈیو، دکان کے فرنیچر وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس ضروریات زندگی کی چیزیں مثلاً سواری کیلئے موٹر کار، گھر میں قالین، ریڈیو اور دکان کے فرنیچر وغیرہ ہیں ان چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اینڈ کو کمیسٹ پشاور......۱۹۷۴ء/۸/۱۵

الجواب: ان چیزوں میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ یہ اموال نامیہ نہیں جبکہ تجارت کیلئے نہ ہوں، کما فی الھندیة: ۱:۱۸۳ ومنھا فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس فی دور السکنیٰ وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الرکوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زکوٰۃ﴿۲﴾ انتھیٰ، وصرحوا ان المال النامی هو مال التجارة والسوائم والنقدان ﴿۳﴾.فافھم، وھو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن نجیم: فغیر مفید لان کلامھم فی بیان ما ھو من الحوائج الاصلية ولا شک ان الکتب لغير الاھل ليست منھا وھو تقييد مفيد کما لا يخفیٰ قال ابن عابدين فی المنح: قوله وھو تقييد مفيد کما لا يخفیٰ قال فی النھر ھذا غير سديد اذالکلام فی شرائط وجوب الزکاة التی منھا الفراغ عن الحوائج الاصلية ومقتضی القيد وجوبھا علی غير الاھل لما انھا ليست من الحوائج الاصلية فی حقھم الخ. (منحة الخالق علی ھامش البحر الرائق ۲:۲۰٦ کتاب الزکوٰۃ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگيرية ۱:۱۷۲ کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ قال الشامی: (نام ولو تقديراً) ...... وفی الشرع ھو نوعان حقيقی وتقديری فالحقيقی الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات والتقديری تمکنه من الزيادة بکون المال فی يده او يد نائبه بحر. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۷ کتاب الزکاة)

زکوٰۃ میں تاخیر مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سال کی زکوٰۃ دوسرے سال تک بقایا رہ جائے اور پھر دوسرے سال ادا کی جائے شرعاً اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نظیر بادشاہ ٹل کوہاٹ......۲/صفر۱۳۹۲ھ

الجواب: زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر مکروہ ہے﴿۱﴾ البتہ تاخیر سے ادا کرنے کو قضا نہیں کہا جائے گا بلکہ ادا ہوگی۔ وھو الموفق

زکوٰۃ کی ادائیگی میں تعجیل افضل ہے تاخیر بہتر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں فرض ادا کرنے کا ثواب ستر گنا ہوتا ہے جبکہ بعض لوگ ماہ رجب میں زکوٰۃ دینے اور وصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالغفار منگورہ سوات......۴/شعبان۱۳۹۶ھ

الجواب: رمضان میں زکوٰۃ ادا کرنے سے یہ ستر گنا ثواب حاصل ہوتا ہے﴿۲﴾ البتہ زکوٰۃ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: ما ذكر الفقيه ابو جعفر عن ابى حنيفة انه يكره ان يؤخرها من غير عذر. (فتح القدير ۲:۱۱۴ کتاب الزكاة)

وفى الهندية: وتجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتاخيره من غير عذر وفى رواية الرازى على التراخى حتى يأثم عند الموت والاول اصح كذا فى التهذيب. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱:۱۷۰ کتاب الزكاة الباب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة على بن سلطان القارى: ومن ادى فريضة فيه بدنية او مالية كان كمن ادى سبعين فريضة فيما سواه اى من الاشهر وهذا فيما سوى الحرم اذحسناته عن مأة الف فى غيره. (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۷:۲۳۷ کتاب الصوم الفصل الثالث)

میں تعجیل افضل ہے قصداً عمداً تاخیر کرنا بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾ پس جس پر زکوٰۃ رجب ۱۳۹۷ھ میں واجب الادا ہونے والی ہوا گر یہ شخص رمضان ۱۳۹۶ھ میں زکوٰۃ دیدے تو اس ثواب کا مدرک ہوگا۔ وھو الموفق

صاحب مال کی زکوٰۃ خود اس کے ذمہ ہے دوسرے کے ذمہ پر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمر نے زید کو کاروبار کیلئے رقم دی ہے سال بھر گزرنے کے بعد زید اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے لیکن عمر زکوٰۃ نہیں دیتا جبکہ وہ بھی صاحب نصاب ہے اس صورت میں عمر کے مال کی زکوٰۃ زید کے ذمہ ہے یا صرف اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی رئیس خان عادل مارکیٹ بنوں......۱۶/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر عمر نے زید کو یہ رقم بطور قرض دی ہو تو مقدار قرض کی زکوٰۃ عمر کے ذمہ واجب ہے ﴿۲﴾ اور اس سے زائد آمدنی کی زکوٰۃ زید کے ذمہ واجب الادا ہے اور اگر عمر نے زید کو یہ رقم بطور مضاربت یا بطور شرکت کے دی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ عمر پر اس رقم کے حصہ آمدنی کی زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۳﴾ (ماخوذ از ردالمحتار والھندیة). وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله فیأثم بتاخیرها) ظاهره الاثم بالتأخیر ولو قل کیوم او یومین لانهم فسروا الفور باول اوقات الامکان وقد یقال المراد ان لا یؤخر الی العام القابل لما فی البدائع عن المنتقیٰ بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم. فتأمل.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: اعلم ان الدیون عند الامام ثلاثة قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتها اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درهما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارة فکلما قبض اربعین درهما یلزمه درهم.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زکاة المال)

﴿۳﴾قال الحصکفی: وان تعدد النصاب تجب اجماعا ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

غنی بننے کے وقت سے قمری سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رجب یعنی زکوٰۃ کے مہینے میں میں ملازم ہوا اور ہر ماہ ایک ہزار روپے بچت ہوتی ہے سال بھر گزرنے کے بعد رجب کے مہینے میں میرے پاس بارہ ہزار روپے جمع ہوئے اب زکوٰۃ کا کیا مسئلہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید یو،اے،ای......۲۸/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ جس تاریخ سے غنی بن گئے ہیں تو اسی تاریخ پر آپ قمری سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کریں گے خواہ درمیان سال میں دیگر رقم حاصل ہوئی ہو یا نہیں ہوئی ہو﴿۱﴾۔ وھو الموفق

والد کے اموال میں بیٹوں کیلئے اباحت اور اجازت عامہ کی صورت میں زکوٰۃ وغیرہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے تین چار بیٹے ہیں اور اس کے مال میں عام طور پر تصرف کرتا ہے حتی کہ اس سے سائیکل موٹر سائیکل وغیرہ بھی خریدتے ہیں اور والد کو پتہ نہیں ہوتا اور نہ والد کو مال کا حساب کتاب معلوم ہے اور والد ان کو یہ بھی کہتا ہے کہ یہ آپ کا مال ہے جس طرح چاہے تصرف کیا کریں کیا ان پر اس کی وجہ سے فریضہ حج، اضحیہ، زکوٰۃ وغیرہ احکام لاگو ہوتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نخبۃ اللہ بلوچستان......۲۶/ اگست ۱۹۷۵ء

(بقیہ حاشیہ)ویتراجعان بالحصص وبیانہ فی الحاوی فان بلغ نصیب احدھما نصابا زکاہ دون الآخر. قال الشامی: صورتہ اَن یکون لھما مأۃ وثلاث وعشرون شاۃ لاحدھما الثلثان وللآخر الثلث فالواجب شاتان فیأخذ من کل منھما شاۃ فیرجع صاحب الثلثین بالثلثین من الشاۃ التی دفعھا صاحب الثلث ویرجع صاحب الثلث بالثلث من شاۃ دفعھا صاحب الثلثین الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۳۸ قبیل مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصد)

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: ومنھا حولان الحول علی المال العبرۃ فی الزکاۃ للحول القمری کذا فی القنیۃ. (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱:۱۷۵ کتاب الزکاۃ)

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم !السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں والد کی طرف سے اباحت اور اجازت عامہ موجود ہے نہ کہ تملیک ﴿۱﴾ لعدم الھبة وغیرھا من اسباب الملک، لہٰذا ان اولاد کیلئے حج کرنا اور تصدق کرنا درست ہیں البتہ ان پر فریضہ عائد نہیں ہے، لعدم ملک الزاد ولعدم ملک النصاب. وھو الموفق

نصاب سے کم سونا اور کچھ رقم اور مہر مؤجل کی صورت میں شوہر پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں !(۱) زید کے پاس پانچ تولے سونے کے زیورات اور دوسو روپے سے زائد رقم ہے کیا وہ سال بھر گزرنے پر سونے اور رقم دونوں سے زکوٰۃ دیگا یا صرف رقم سے؟ اور سونا جو نصاب سے کم ہے اس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ (۲) زید پر مہر کا حق باقی ہے سال گزر جانے پر شوہر زکوٰۃ ادا کرے گا یا عورت؟ اس صورت میں شوہر عورت کا مقروض ہے اور عورت کے قبضے میں مال نہیں ہے کیا اس صورت میں دونوں بریٔ الذمہ ہیں؟ حالانکہ زید کے پاس جو مال ہے اس کی باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد مغل آبادر اولپنڈی صدر.....۱۹۶۹ء/۱۰/۲۰

الجواب: (۱) افضل یہ ہے کہ سونے کی قیمت اور نقد دونوں کے حاصل جمع سے زکوٰۃ ادا کرے ﴿۲﴾ ۔(۲) چونکہ حق مہر دین ضعیفہ میں داخل ہے لہٰذا عورت پر حق مہر کی زکوٰۃ نہیں ہے یعنی وصول

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: واطلق الملک فانصرف الی الکامل وھو المملوک رقبة ويداً. (بحر الرائق ۲: ۲۰۳ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفی الھندية: ولو ضم احد النصابين الی الاخر حتی يؤدی کله من الذھب او من الفضة لابأس به لکن يجب ان يکون التقويم بما ھو انفع للفقراء قدرا ورواجا والايؤدی من کل واحد ربع عشر کذا فی محيط السرخسی.

(فتاویٰ عالمگيرية ۱: ۱۷۹ الفصل الاول فی زکاة الذھب والفضة)

کرنے سے پہلے ﴿۱﴾ اور چونکہ شوہر پر مہر قرضہ ہوتا ہے لہٰذا وہ مقدار مہر کی زکوٰۃ نہیں دے گا مقدار مہر سے زائد اگر نصاب تک پہنچتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

والد کے ذمہ بیٹوں کا قرضہ ہو تو اس قرض کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد کے ذمہ بیٹوں کا قرضہ ہو لیکن والد کی استطاعت نہ ہو کہ وہ ادا کر کے فارغ ہو اور یہ بالغ بیٹے بھی مطالبہ نہیں کر سکتے ہو یا مطالبہ کا خیال نہ ہو اب اس رقم کی زکوٰۃ بیٹوں پر واجب ہوگی یا والد پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ (ر) کمانڈر ایف سی خیر آباد پشاور......۱۹۶۹ء/۹/۲۰

الجواب: اگر بیٹوں نے یہ قرضہ والد کو معاف کیا ہو اور مطالبہ کا خیال نہ ہو تو اس کی زکوٰۃ کسی پر نہیں ہے اور اگر معاف نہیں کیا گیا ہو تو بیٹوں کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

گیارہ تولے سونے میں شریک والد و بیٹوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے چار بیٹے ہیں اور سب شادی شدہ ہیں اور اکٹھے رہتے ہیں ان کے پاس گیارہ تولے سونا ہے مگر بیس ہزار روپے کے مقروض

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: واما المرأة فلان مهرها على الزوج دين ضعيف وقد استحق الزوج نصفه قبل القبض فلا زكاة عليها مالم يمض حول جديد بعد القبض للباقي تأمل. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۴۱ قبيل باب العاشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: فلا زكاة على مكاتب ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائدان بلغ نصابا. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۷، ۸ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو كا الدين على مقرملئ او...... فوصل الى ملكه لزم زكاة مامضى. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۰ كتاب الزكاة)

بھی ہیں ان کے متعلق زکوٰۃ کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب الرحمٰن سیر گلہ مری......۱۶/۸/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر والد اور بیٹے اس سونے کے مشترکہ طور پر مالک ہوں تو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے، لعدم السبب ﴿۱﴾ اور اگر اس کا واحد مالک والد ہو اور قرضہ پانچوں پر ہو تو والد پر زکوٰۃ فرض ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

بیٹے کے صاحب نصاب ہونے سے والد غنی نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ فقیر اور بیٹا غنی ہے بیٹے کے غنی ہونے کی وجہ سے والد غنی ہوجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ ورانہ ضلع کرک......۱۴/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: بیٹے کی غنا سے والد غنی نہیں ہوتا ﴿۳﴾ اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے خواہ الگ رہتا ہو یا اکٹھا۔ وهو الموفق

زکوٰۃ کی رقم گم ہونے کی صورت میں دوبارہ ادائیگی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے سرمایہ میں سے سال بھر گزرنے کے بعد زکوٰۃ کی رقم جدا کرلی، اور مستحقین کو پہنچانے کیلئے جیب میں رکھ دی اسی دوران

﴿۱﴾ قال العلامة الكاسانى: ولان سبب وجوب الزكاة ملك النصاب.
(بدائع الصنائع ۲: ۸۳ شرائط فرضية الزكاة كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول. (فتح القدير ۲: ۱۱۲ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ وفى الهندية: ويجوز صرفها الى الاب المعسر وان كان ابنه موسرا كذا فى شرح الطحاوى. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۸۹ الباب السابع فى المصارف)

جیب کترے نے یہ رقم چرالی اوراسے کوئی پتہ نہ چلا اب یہ شخص دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے گایا وجوب زکوٰۃ سے فارغ ہوگیا؟بینوا توجروا

المستفتی: فیض الوہاب اضاخیل نوشہرہ......۱۹۸۸ء/۹/۲۷

الجواب: مالک سے ہلاکت کی صورت میں یہ زکوٰۃ برحال خود عائد ہے﴿۱﴾ البتہ جب عامل (زکواۃ کا چیئرمین) سے گم ہو جائے یا ہلاک ہو جائے تو ملاک کے ذمے فارغ ہیں (ہندیہ)﴿۲﴾۔وھو الموفق

وکیل زکوٰۃ سے چوری ہونے کی صورت میں مالک کیلئے دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی آدمی کو زکوٰۃ کا مال دیا کہ اسے فقراء میں تقسیم کرے، وہ مال زکوٰۃ اس آدمی سے چوری ہوگیا یا جیب کترے نے لے لیا کیا مالک پر یہ زکوٰۃ دوبارہ دینا لازمی ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: غلام احمد عفی عنہ

الجواب: ہاں مالک پراس زکوٰۃ کا دوبارہ ادا کرنا لازمی ہے کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں اگرچہ نیابت جائز ہے،لما فی الدر المختار: **العبادة المالية كزكوٰة وكفارة تقبل النيابة عن المكلف**

﴿۱﴾ قال العلامة الطاهر بن عبد الرشيد البخاري: رجل عزل زكوٰة ماله ووضعها في ناحية بيته فسرقها سارق لا يقطع يده للشبهة وعليه ان يزكيها.

(خلاصه الفتاوىٰ ۱: ۲۳۸ قبل الفصل السادس كتاب الزكاة)

وقال ابن عابدين: فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكاة ولو مات كان ميرا ثاعنه بخلاف ما اذا ضاعت في يدالساعي لان يده كيد الفقراء. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو هلك المال في يد العامل او ضاع سقط حقه واجزأ عن الزكاة عن المؤدين. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

مطلقا عند القدرة والعجز (کتاب الحج)﴿۱﴾ لیکن فراغت ذمہ نیت کے ساتھ ادا سے حاصل ہوتا ہے خواہ اصالۃً ہو یا وکالۃً ہو جو یہاں نہیں پائی گئی، بخلاف ما اذا ھلک عند الساعی والعامل لانہ وکیل الفقراء دون الملاک، فی الدر المختار او مقارنتہ بعزل ما وجب کلہ اوبعضہ ولا یخرج عن العھدۃ بالعزل بل بالاداء الی الفقراء. قال الشامی: قولہ لا یخرج عن العھدۃ بالعزل فلو ضاعت لا تسقط عنہ الزکوٰۃ ولو مات کان میراثا عنہ بخلاف ما اذا ضاعت فی ید الساعی لان یدہ کید الفقراء (ردالمحتار ۲: ۱۵)﴿۲﴾ قلت وید الوکیل ید الموکل فافترقتا. وھو الموفق

زکوٰۃ کی ادائیگی میں موجودہ شہر کی قیمت معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تاجر پشاور سے مبلغ دوسو روپے پر گڑ کی بوری خرید کر لاتا ہے اب یہاں کوہاٹ میں دوسو ستر روپے پر فروخت کرتا ہے اب رجب کا مہینہ آ گیا لیکن بوری تاحال فروخت نہیں ہوئی ہے اب زکوٰۃ دوسو روپے کے حساب سے دیں گے یا دوسو ستر روپے کے حساب سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ جہان ملنگ کرک ضلع کوہاٹ.....۱۶/رجب ۱۳۹۷ھ

الجواب: زکوٰۃ کی بابت اس شہر کی قیمت معتبر ہوگی جس میں یہ مال موجود ہو، کما فی شرح التنویر ۲: ۳۰ ویقوم فی البلد الذی المال فیہ﴿۳﴾. وھو الموفق

تکمیل نصاب کے وقت سے حولان حول معتبر ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس تقریباً سات

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۵۷ باب الحج عن الغیر)
﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲ کتاب الزکاۃ)
﴿۳﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاۃ الغنم)

تولہ سونا بوقت بیاہ زیورات موجود تھے ایک سال گزرنے کے تین چار مہینے بعد اس کو دو تولے کا ایک زیور اور مل گیا اب ادا زکوٰۃ کیلئے بیاہ کے وقت حولان حول معتبر ہوگا یا آخری زیور ملنے کے بعد معتبر ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: اگر اس عورت کے پاس اس سونے کے علاوہ چاندی اور روپے نہیں تھے تو حولان حول آخری زیور ملنے کے وقت سے معتبر ہوگا، لتحقق الغنا عندها لا قبلها ﴿۱﴾. وهو الموفق

حاجات اصلیہ میں صرف نہ کی گئی رقم پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مہاجر کے پاس پاکستان میں دو لاکھ روپیہ موجود ہے اگر یہ شخص اس کی زمین خرید کر گھر بنائے تو یہ دو لاکھ اس پر خرچ ہوتے ہیں لیکن اس نے ابھی تک گھر نہیں بنایا ہے اگر ان روپوں پر سال بھر گزر جائے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ وزیر مارکیٹ میران شاہ......۱۸/شعبان ۱۴۰۹ھ

الجواب: اکثر فقہاء کے نزدیک اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۲﴾ ویؤیده ما قالوا زائد عن الحوائج الاصلية ولم يقولوا زائد عن قيمة الحوائج الاصلية. وهو الموفق

زکاۃ کی رقم مقروض کے قرضہ میں دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو قرضہ کی ضرورت تھی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله لحولانه عليه اى لان حولان الحول على النصاب شرط لكونه سببا وهذا علة للنسبة وسمى الحول حولا لان الاحوال تتحول فيه او لانه يتحول من فصل الى فصل من فصوله الاربع.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۵ مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: فى المعراج فى فصل زكاة...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں نے کسی دوسرے آدمی کے نام رقعہ دیکر اس سے قرضہ لے لیا بعد میں اس کا کاروبار بھی دیوالیہ ہوگیا، اب قرضہ ادا کرنے کیلئے اس کے پاس رقم نہیں رہی اب اگر میں زکوٰۃ کی رقم اس مقروض کے قرضہ میں ادا کروں تو کیا زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: میاں سراج الدین نوشہرہ صدر......۱۳/ رجب ۱۳۹۳ھ

الجواب: آپ اس مقروض (دیوالیہ) کا قرض اس کے حکم کے بعد مال زکوٰۃ میں سے ادا کر سکتے ہیں یعنی آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہوگی اور قرضہ سے اس کا ذمہ بھی فارغ ہوجائے گا، **کما فی ردالمحتار ۱:۲۰۲ ولو قضیٰ دین الفقیر بزکوٰۃ ماله ان کان بامره یجوز وان کان بغیر امره لا یجوز وسقط الدین ﴿۱﴾. وهو لموفق**

مقروض پر قرضہ کی زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً زید نے مکان کی تعمیر کیلئے حکومت سے قرضہ حاصل کرلیا اور کسی وجہ سے تعمیر شروع نہیں کی اب اس قرضہ پر سال گزر گیا ہے کیا اس قرض کی رقم پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: مشتاق احمد صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد......۱۹۹۱ء/ ۲/۵

الجواب: آپ جس تاریخ کو باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو اسی وقت اسی قرضہ اور دیگر قرضہ

(بقیہ حاشیہ) العروض ان الزکاۃ تجب فی النقد کیفما امسکه للنماء او للنفقة وکذا فی البدائع فی بحث النماء التقدیری.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۷ مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع کتاب الزکاۃ)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۶۸ باب المصرف وهکذا فی فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

جات کوزکوٰۃ سے مستثنیٰ کیا کریں ﴿۱﴾۔وھو الموفق

قرض کی زکوٰۃ مقروض پرنہیں قرض دہندہ پر ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر کوئی شخص کسی سے قرضہ لے لے اور یہ رقم سال بھر مقروض کے پاس رہے اگر چہ واپس کرنے کی طاقت رکھتا ہے لیکن وہ اس پر کاروبار کرتا ہے اب زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ (۲) دو بھائی کاروبار میں شریک تھے تقسیم کے بعد بڑے بھائی کے ذمہ بیس ہزار روپے چھوٹے بھائی کو ادا کرنے پڑے لیکن سال بھر میں یہ رقم ادانہیں کی اور اس پر کاروبار کرتا رہا اب زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد انور صوابی......۱۰/ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) مقدار قرض کی زکوٰۃ قرض لینے والے سے ساقط ہے ﴿۲﴾ اور قرض دینے والے پر فرض ہے (شامی، بحر، ہندیہ)۔ (۲) صورت مسئولہ میں اس رقم کی زکوٰۃ اس قارض (چھوٹے بھائی) پر فرض ہوگی نہ کہ بڑے بھائی پر (شامی، بحر، ہندیہ) ﴿۳﴾۔وھو الموفق

مقروض کوزکوٰۃ میں قرضہ چھوڑنے سے زکوٰۃ ادانہیں ہوتی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی کے ذمہ میرا قرضہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: فلازكاة على مكاتب ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائد ان بلغ نصابا. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۷، ۸ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائدان بلغ نصابا (قوله بقدر دينه) متعلق بقوله فلا زكاة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۸ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ولوكان الدين على مقر مليئ ...... فوصل الى ملكه لزم زكاة ما مضى. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۰ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

ہواور ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور شرم کے مارے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے قرضہ زکوٰۃ میں چھوڑ دے لہٰذا اگر میں خود بخود قرضہ میں زکوٰۃ چھوڑ دوں کیا یہ زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نظیر بادشاہ کوہاٹ......۲/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: قرضہ چھوڑنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے لہٰذا قارض کیلئے ضروری ہے کہ پہلے مقروض کو زکوٰۃ دیدے اور قبض کے بعد اس سے یہ رقم اپنے قرضہ میں وصول کرے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بینک کی زکوٰۃ فنڈ میں نفع نقصان کی بنیاد پر زیادتی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آزاد کشمیر میں بھی پاکستان کی طرح زکوٰۃ وصول اور تقسیم کی جاتی ہے جب یہ رقم بینکوں میں نفع نقصان کی بنیاد پر جمع کی جاتی ہے تو اس پر کچھ نفع آتا ہے اب یہ نفع زکوٰۃ ہی کا حصہ ہے یا مالکان کا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سردار محمد ابراہیم خان چیف ایڈمنسٹریٹر زکوٰۃ مظفر آباد کشمیر......۱۹۷۶ء/۶/۹

الجواب: یہ حقیقت ہے کہ بینکوں میں ارباب الاموال کے اموال مخلوط رکھے جاتے ہیں مسلم، غیر مسلم، باسود، بلاسود، زکوٰۃ غیر زکوٰۃ وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا البتہ ان میں کاغذی اور اعتباری فرق ہوتا ہے پس کاغذات میں جب زکوٰۃ کے متعلق کاروائی ہو تو اس وقت سے یہ زکوٰۃ گویا حکومت نے کاٹی اور وصول کی، اس کے بعد اس میں جو زیادتی ہوگی وہ بیت المال اور فقرا کے حق میں ہوگی نہ کہ ارباب

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن العين وعن الدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه قال فی الشامية (قوله واعلم) الثانية اداء دين عن دين سيقبض كما تقدم عن البحر وهو مالو ابرأ الفقير عن بعض النصاب ناويا به الاداء عن الباقی. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۳ كتاب الزكاة)

الاموال کے حق میں ، ونظیرہ ابل الزکوٰۃ والاضحیۃ اذ ولدت ﴿۱﴾ فافھم. وھو الموفق

بینک کا طریقہ اخذ زکوٰۃ درست نہ ہونے کی صورت میں خود ادائیگی کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بینک میں رقم جمع کرادی بینک والوں نے سود کی رقم اس میں شامل کردی بینک نے اس رقم سے ایک سال بعد زکوٰۃ بھی کاٹ دی جبکہ زید کہتا ہے کہ میں زکوٰۃ خود دوبارہ ادا کروں گا کیونکہ حکومت زکوٰۃ کی رقم صحیح مصارف پر خرچ نہیں کرتی، اب اس دوبارہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع راولپنڈی......۱۶/ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

الجواب: بینک میں جمع شدہ رقم سے حکومت جبری طور سے زکوٰۃ کاٹ سکتی ہے البتہ ارباب حکومت اوران کا عملہ بے علمی یا بے دینی کی وجہ سے اس زکوٰۃ کو باقاعدہ مصارف پر صرف کرنے سے قاصر ہے پس افضل یہ ہے کہ ملاک باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرے ﴿۲﴾ اور کٹوتی کو سودی رقم میں شمار کیا کرے، مثلاً اگر

﴿۱﴾ مطلب یہ ہے کہ جب حکومت نے بینک سے زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کے کھانے میں درج کی تو اب اس پر جو اضافہ اور نفع آتا ہے وہ فقراء میں تقسیم ہوگی کیونکہ بینک میں علیحدگی کی صورت میں مالک کی ملکیت سے یہ رقم نکل چکی ہوتی ہے مثلاً عامل جب زکوٰۃ میں اونٹ وغیرہ وصول کرلے تو خزانہ شاہی کے مد زکوٰۃ میں جمع ہوتا ہے اس دوران وہ جو بچہ پیدا کرلے تو وہ صدقے ہی کا حساب ہوتا ہے، اسی طرح یہ ہے مثلاً قربانی کیلئے جانور خریدا اور ذبح سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے تو تعین قربانی کی وجہ سے اس کا بچہ بھی ذبحہ کیا جاتا ہے یا صدقہ کیا جاتا ہے۔

قال الحصکفی : ولدت الاضحیۃ ولداً قبل الذبح یذبح الولد معھا وعند بعضھم یتصدق بہ بلا ذبح. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۵:۲۲۷ باب الاضحیۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الکاسانی: واما سلاطین زماننا الذین اذا اخذوا الصدقات والعشور والخراج لا یضعونھا مواضعھا فھل تسقط ھذہ الحقوق عن اربابھا؟ اختلف المشائخ فیہ ذکر الفقیہ ابو جعفر الھندوانی: انہ یسقط ذلک کلہ وان...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ملاک کو ساڑھے سات روپے فی صد سود ملتا ہے تو یہ سمجھے کہ ان کو پانچ روپے سود مل چکا ہے اور ڈھائی روپے حکومت نے کٹوتی کی ہے۔ وھو الموفق

تا حال حکومتی نظام زکوٰۃ درست اور با قاعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس کو حکومت کی جانب سے جو زکوٰۃ ملتی ہے اس کا لینا شرعاً کیسا ہے؟ جبکہ یہ نظام شرعی اصولوں کے مطابق نہیں ہے کیا یہ زکوٰۃ لینا اس غلط نظام کی تائید نہ ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نثار اللہ باچا اضا خیل بالا نوشہرہ.....۱۹۸۵ء/۱۱/۱۹

الجواب: تا حال یہ نظام زکوٰۃ حسب تحریر حکومت اور حسب عمل درست اور با قاعدہ ہے اس کو نظام زکوٰۃ کہنا غلط نہیں ہے منیجروں اور کارندوں کے معاملات کی وجہ سے اس کو غیر اسلامی قرار دینا بے قاعدہ کام ہے۔ وھو الموفق

بینکوں میں جمع شدہ رقوم سے سرکاری طور پر زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ سال سے مالک میں سرکاری طور پر زکوٰۃ کی وصولی کا قانون نافذ ہے جس کے مطابق حکومت سیونگ بینکوں میں جمع شدہ رقوم کی زکوٰۃ ایک خاص تاریخ کو کاٹ لیتی ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی وہ اس کی چند وجوہات بیان کرتے ہیں۔ (۱) جب تک حکومت غیر اسلامی امور کو ختم نہ کرادے اور غیر شرعی امور کی سرپرستی نہیں چھوڑ دے تب تک حکومت کو وصول زکوٰۃ کا حق حاصل نہیں پس ان حالات میں حکومت

(بقیہ حاشیہ) كانوا لا يضعونها فى اهلها لان حق الاخذ لهم فيسقط عنا بأخذهم ثم انهما ان لم يضعوها مواضعها فالوبال عليهم.

(بدائع الصنائع ۲:۱۳۷ فصل واما شرط ولاية الاخذ كتاب الزكاة)

کا زکوٰۃ کاٹنا درست نہیں۔(۲) زکوٰۃ کا انتظامیہ جو تشکیل دیا گیا ہے اس میں مسلم وغیر مسلم سب شامل ہیں لہٰذا اس طرح کا انتظامیہ زکوٰۃ وصول کرنے کا مجاز نہیں ہے۔(۳) شرعاً بچوں اور مجانین پر زکوٰۃ نہیں ہے اس طرح جو مقروض ہوں اور قرض منہا کرانے کے بعد اس کے پاس نصاب کی بقدر رقم باقی نہ رہے اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں اور حکومت بلا امتیاز سب کے کھاتے سے زکوٰۃ کاٹتی ہے۔(۴) اسلامی حکومت کو صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ لینے کا حق ہے اموال باطنہ کی زکوٰۃ اگر حکومت زبردستی وصول کرے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

الغرض اس مسئلہ کے بارے میں آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: مولانا سلیم اللہ خان صاحب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ (کراچی)......۱۴۰۱/۶/۱۳ھ

الجواب: واضح رہے کہ ہمارے نزدیک یہ مخالفین حق پر ہیں کیونکہ یہ معہود رقم اموال ظاہرہ میں داخل ہوسکتی ہے ﴿۱﴾ اور مقرض کی طرف سے اذن وتوکیل بھی حاصل ہوسکتی ہے لیکن ارباب حکومت کی بے علمی بے دینی اور علماء پر بے اعتمادی کی وجہ سے ان سے یہ توقع نہیں کہ وہ باقاعدہ موافق شریعت اخذ وصرف زکوٰۃ کرے پس حکومت کو وصول زکوٰۃ کا فتویٰ دینا اضاعت زکوٰۃ میں ناجائز معاونت ہے۔**وھو الموفق**

پاکستانی حکومت کے مروجہ نظام زکوٰۃ پر تنقید اور اسے شرک کے مترادف قرار دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ۱۳/ جولائی کو کراچی میں پاکستان چٹائی کانفرنس کے کنوینر مختار علی نے زکوٰۃ کے مروجہ نظام حکومت پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ (۱) مروجہ نظام کمیٹی برائے زکوٰۃ نہ تقسیم زکوٰۃ کا حقدار ہے اور نہ وصولی زکوٰۃ کا حقدار ہے، یہ حقوق اللہ کو حقوق العباد میں تبدیل کرنے کی مترادف ہے۔(۲) اور یہ عمل شرک یا مترادف شرک ہے۔(۳) اور موجودہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والاموال الظاهرة هي التي ياخذ زكاتها الامام وهي السوائم وما فيه العشر والخراج وما يمر به على العاشر. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۲۶ مطلب فيما لو صادر السلطان رجلا فنوىٰ بذلک اداء الزكاة كتاب الزكاة)

حکومت صحیح معنوں میں اسلامی ریاست نہیں ہے اس قسم کی باتوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل انور ادینہ صوابی ۲۷/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) اسلامی حکومت اموال ظاہرہ سے زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے (بدائع وغیرہ) ﴿۱﴾ اور حقوق اللہ کی تبدیلی اس موجودہ نظام تقسیم میں نہیں ہے بلکہ اس معترض کے نظام مجوزہ میں مظنون ہے اور حقوق کی ذوات میں تبدیلی نہیں آسکتی البتہ احکام کے اجراء میں آسکتی ہے۔ (۲) یہ خودساختہ شرک ہے۔ (۳) پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت ہے تاہم اسلامی حکومت نہیں ہے اور نہ اس میں تاحال اسلامی نظام کا اجراہوا ہے۔ وھو الموفق

کاغذی نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک فقیر کو سو روپے کا نوٹ زکوٰۃ میں دے دیا قبضہ کرنے کے بعد وہ نوٹ اس سے گم ہوگیا یا جل گیا چونکہ یہ مال نہیں بلکہ رسید اور سند ہے کیا اس سے میری زکوٰۃ ادا ہوچکی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل غنی ڈومیل بنوں ۱۹۸۷ء/۳/۱۰

الجواب: نوٹ ثمن عرفی اور ثمن رائج ہے مثل فلوس کے تو جس طرح اس سے غنا حاصل ہوتی

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: اما الظاهر فللامام ونوابه وهم المصدقون من السعادة والعشار ولاية الاخذ والساعي هو الذي يسعى في القبائل ليأخذ صدقة المواشي في اماكنها، والعاشر هو الذي يأخذ الصدقة من التاجر الذي يمر عليه والمصدق اسم جنس، والدليل على ان للامام ولاية الأخذ في المواشي والاموال الظاهرة الكتاب، والسنة، والاجماع واشارة الكتاب. (بدائع الصنائع ۲:۱۳۵ فصل واما بيان من له المطالبة باداء الواجب في السوائم والاموال الظاهرة كتاب الزكوٰة)

ہےاسی طرح اس سے زکوٰۃ بھی ادا ہوتی ہے، جنس پر تبادلے کی ضرورت نہیں ہے، لان الشخص الفقير كما يصير غنيا بالنوت لاستحقاقه الفضة فى خزانة الحكومة (سٹیٹ بینک) فكذلك الفقير يكون مالكا لهذا القدر من الفضة فى خزانة الحكومة بقبض النوت فى الزكاة فافهم ﴿١﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ یہ مسئلہ علماء کے مابین مختلف فیہ رہا ہے کہ کاغذی نوٹ کی حیثیت ثمن کی ہے یا محض وثیقہ اور سند ہیں حضرت تھانوی، مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ اور بہت سے علماء کی رائے ہے کہ اس کی حیثیت محض وثیقہ اور قرض کی سند کی ہے اور یہ گویا اس بات کا ایک کاغذی ثبوت ہے کہ روپیہ والے کا اتنا مال حکومت کے ذمہ قرض ہے (كما فى امداد الفتاوىٰ ۲: ۵ كتاب الزكوٰة والصدقات، وآلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۹۷) جبکہ حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کے بعض فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو قیمت اور مستقل مال کی حیثیت دیتے ہیں مثلا كتاب البيع مسئلہ ۲۴ میں فرماتے ہیں: نوٹ ہر چند کہ خلقۃً ثمن نہیں مگر عرفاً حکم ثمن میں ہے بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے کہ اگر سو روپیہ کا نوٹ کوئی ہلاک کردے تو اصل مالک سو روپیہ کا تاوان لیتا ہے الخ۔
(مجموعة الفتاوىٰ ۲: ۱۳۶ كتاب البيوع)

چونکہ اس زمانے میں کاغذی نوٹوں کا استعمال ہی مروج ہے اس لئے اکثر علماء کے نزدیک مروجہ کرنسی نوٹ ثمن عرفی، فلوس نافقہ اور مستقل مال کے حکم میں ہیں، اور یہی راجح ہے، حضرت مفتی اعظم شیخ الحدیث دامت برکاتہم منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۳: ۱۲۷ باب ماجاء فى زكوٰة الذهب والورق میں فرماتے ہیں: اختلف الاكابر فى حقيقة النوت قال بعضهم انه قبالة الحوالة وليس بثمن فلا تتأدىٰ به الزكوٰة مالم يستبدله الفقير بالجنس، وقال بعضهم هو ثمن رائج لانه يتوسل به الى حصول الاجناس مثل الدراهم المغلوبة الفضة والفلوس، وكذا لا يقصد به عند الاخذ والاعطاء الا ما يقصد عند اخذا لدراهم الرائجة والفلوس واعطائها ولا يخطر ببال احد ما يقصد من الحوالة والقبالة فافهم. واعلم انه لما كفى تملكه لوجوب الزكوٰة كفىٰ تمليكه لفراغ الذمة ايضا كما لا يخفىٰ، قلت ويؤيد كونه اثمانا رائجة ان المتعارف ان من اقترض عدداً من النوت لا يؤدى المقرض الا هذا العدد وان تفاوتت الدراهم فى قدر الفضة. ......(ازمرتب)

کاغذی کرنسی کی ادائیگی سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امداد المفتیین ۴۵میں ہے "نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ نوٹ خود مال نہیں ہے بلکہ مال کی رسید ہے جس طرح بینک کا چیک ہوتا ہے الخ"، مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ نوٹ بھی چاندی کی طرح ہے آپ صاحبان اپنی رائے لکھ کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ملا عبید اللہ تحصیل ی کی بلوچستان ...... ۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ

الجواب: نوٹ فلوس کی طرح ثمن عرفی ہے جس طرح ان کاغذی نوٹوں سے غنا اور وجوب زکوٰۃ متحقق ہوتا ہے اسی طرح ان کی ادائیگی سے ذمہ بھی فارغ ہوجاتا ہے ﴿۱﴾ وفی کونها حوالة او قبالة اشكالات لا تنحل. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزيرى: جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة فى الاوراق المالية (البنكنوت) لانها حلت محل الذهب والفضة فى التعامل ويمكن صرفها بالفضة بدون عسر، فليس من المعقول ان يكون لدى الناس ثروة من الاوراق المالية، ويمكنهم صرف نصاب الزكاة منها بالفضة، ولا يخرجون منها زكاة ولذا اجمع فقهاء ثلاثة من الائمة على وجوب الزكاة فيها. (الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۵۲۸ زكوٰة الاوراق المالية)

وقال الدكتور وهبة الزحيلى: (الاوراق النقدية والنقود المالية) ان هذا النظام ظهر حديثا بعد الحرب العالمية الاولىٰ فلم يتكلم فيه فقهاء نا القدامى وقد بحث فقهاء العصر حكم زكوٰة هذه النقود الورقية فقرر واوجوب الزكاة فيها عند جمهور الفقهاء (الحنفية، والمالكية، والشافعية) لان هذه النقود اما بمثابة دين قوى على خزانة الدولة او سندات دين او حوالة مصرفية بقيمتها دينا على المصرف ...... والحق وجوب الزكاة فيها لانها اصبحت هى اثمان الاشياء، وامتنع التعامل بالذهب ولم تسمح اى دولة باخذ الرصيد المقابل لاى فئة من اوراق التعامل ولا يصح قياس هذه النقود على الدين، لان هذا الدين لا ينتفع به صاحبه وهو الدائن ولم يوجب الفقهاء زكاته الا بعد قبضه ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

مروجہ کرنسی ثمن عرفی ہے لہٰذا اس سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ میں کاغذی نوٹ جو اصل مال کا قائم مقام ہے یا اس کی رسید ہے دیا جاتا ہے کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی رحمان الدین شرینگل ضلع دیر......۱۹۷۷ء/ ۸/ ۳

الجواب: نوٹ کے متعلق اکابر مختلف الرائے ہیں، بعض اس کو حوالہ یا رسید کہتے ہیں اور بعض اس کو ثمن عرفی قرار دیتے ہیں، وهو الراجح لانه المتعارف والمتفاهم ولان فی عكسه اشكالات لا تنحل كما فی الصورة القرض والوديعة اذا غلا السعر ولانه كما حصل به الغناء لكان الاداء به ايضا حاصلا فافهم وتدبر ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشيه) لاحتمال عدم القبض، اما هذه النقود فينتفع بها حاملها فعلا كما ينتفع بالذهب الذی اعتبر ثمنا للاشياء وهو يحوزها فعلا فلا يصح القول بوجود اختلاف فی زكاة هذه النقود والقول بعدم الزكاة فيها لا شك بانه اجتهاد خطأ الخ.

(الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۱۸۲۴ زكاة النقود)

وقال الشيخ المفتی الاعظم محمد فريد: اختلف الاكابر فی حقيقة النوت، قال بعضهم انه قبالة الحوالة وليس بثمن فلاتتأدى به الزكاة مالم يستبدله الفقير بالجنس وقال بعضهم هو ثمن رائج لانه يتوسل به الى حصول الاجناس مثل الدراهم المغلوبة الفضة والفلوس وكذا لا يقصد به عند الاخذ والاعطاء الا ما يقصد عند اخذ الدراهم الرائجة والفلوس واعطائها ولا يخطر ببال احد ما يقصد من الحوالة والقبالة فافهم، واعلم انه لما كفى تملكه لوجوب الزكاة كفى تمليكه لفراغ الذمة ايضا كما لا يخفىٰ، قلت ويؤيد كونه اثمانا رائجة ان المتعارف ان من اقترض عدداً من النوت لا يؤدى المقرض الا هذا العدد وان تفاوتت الدراهم فی قدر الفضة. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳: ۱۲۷ زكوٰة الذهب الورق)

﴿۱﴾ مر تفصيله قريباً فليراجع.

شیعہ کو زکوٰۃ کا عامل بنانے یا زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں چند گھرانے اہل سنت کے ہیں اور عموماً یہاں شیعہ آباد ہیں اس علاقے میں برائے وصولی زکوٰۃ شیعہ چیئرمین مقرر کئے گئے ہیں وہ ہم سے زکوٰۃ وصول کر کے حکومت کو دیتے ہیں اور پھر اس میں سے اہل تشیع کو بھی دیا جاتا ہے اگر ہم دینے سے انکار کر دیں تو وہ زبردستی لے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں ہماری زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک عبداللہ کا بگرہ ڈی آئی خان......۱۹۸۷ء/۳/۱۵

الجواب: چونکہ شیعہ عموماً خارج از اسلام ہیں لہٰذا ان کو زکوٰۃ کا چیئرمین مقرر کرنا اضاعت زکوٰۃ ہے ﴿۱﴾ کیونکہ عامل کو بھی زکوٰۃ ہی سے حصہ دیا جاتا ہے۔ ﴿۲﴾ وھو الموفق

زکوٰۃ سے بچنے کیلئے اپنے آپ کو شیعہ اور جعفری کہنا اور لکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان بغیر کسی جبر و اکراہ مع بقائے ہوش وحواس محض حکومتی سطح پر زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کیلئے بینک میں اپنے آپ کو شیعہ اور جعفری لکھ دے اور فارم پر شیعہ مجتہد کا دستخط بھی ہوتا ہے اور گواہوں کے دستخط بھی ہوں، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء محمد شاہ کندیا شریف میانوالی......۱۹۸۸ء/۶/۲۲

﴿۱﴾ وفی الهندية: ويشترط فی العامل ان يكون حراً مسلماً غير هاشمی كذا فی البحر ناقلا عن الغاية. (فتاویٰ عالمگيرية ۱ :۱۸۳ الباب الرابع فيمن يمر على العاشر)

﴿۲﴾ وفی الهندية: واما اهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة اليهم بالاتفاق.

(فتاویٰ عالمگيرية ۱ :۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

الجواب: (۱) جوشخص باوجود دعویٰ اسلام کے ضروریات دین سے منکر ہوتو اس کو مرتد کہا جاتا ہے اور اسی بنا پر شیعہ کافر ہیں ﴿۱﴾۔ (۲) اور جوشخص شیعہ ہونے کا دعویٰ کرے خواہ اعتقاداً ہو یا ہزلاً ﴿۲﴾ وہ بھی کافر ہے۔ وھو الموفق

گاڑی تجارت کیلئے نہ ہوتو اس کی آمدنی میں زکاۃ واجب ہوگی قیمت میں نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس رقم پر سال نہیں گزرا ہے اور اس کی گاڑی کرایہ اور آمدنی کیلئے خریدی گئی اس گاڑی میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت اللہ ماڑی پور کراچی

الجواب: اس گاڑی کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، البتہ حاصلات اور آمدنی سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کی جائے گی ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

دکان کی عمارت اور فرنیچر پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے پچھلے سال ایک میڈیکل

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والكفر شرعاً تكذيبه ﷺ في شئي مما جاء به من الدين ضرورة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۳: ۳۱۱ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال القاري: وفي المحيط وفتاوىٰ الصغرىٰ ايضا: من لقن غيره كلمة الكفر ليتكلم بها كفر الملقن وان كان على وجه اللعب والضحك.

(شرح فقه الاكبر ۱۸۲ فصل في الكفر صريحا وكناية)

وفي الهندية: الهازل او المستهزئ اذا تكلم بكفر استخفافا واستهزاء ومزاحاً يكون كفرا عندالكل وان كان اعتقاده خلاف ذلك. (فتاوىٰ عالمگيرية ۲: ۲۷۶ مايتعلق بتلقين الكفر الخ باب احكام المرتدين)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ولو اشترىٰ قدوراً من صفر يمسكها ويؤاجرها لا تجب فيها الزكاة كما لاتجب في بيوت الغلة. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۸۰ قبيل مسائل شتىٰ كتاب الزكاة)

سٹور بنایا زمین کسی اور کی ہے دکان میں نے بنالی فرنیچر وغیرہ بھی میں نے بنوالیا اب سوال یہ ہے کہ اس فرنیچر اور دکان کی عمارت پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ حالانکہ میں بیس ہزار روپے کا مقروض بھی ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: احسان اللہ یونیورسٹی میڈیکوز زرعی یونیورسٹی پشاور......۱۹۸۶ء/۲/۲۴

الجواب: عمارت اور فرنیچر یعنی الماریاں وغیرہ کی قیمت میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے ﴿۱﴾ آپ نقد زیورات، دوائیوں کی قیمت، بینک میں جمع شدہ رقم اور قرضہ کو جمع کریں، اور حاصل جمع سے یہ بیس ہزار منفی کرکے باقی سے چالیسواں دیا کریں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

حولان حول کے بعد مزید رقم آنے کی صورت میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس اگست ۱۹۶۸ء سے تاحال قریباً مبلغ دوصد روپیہ حاجات سے بچ کر رہے ہیں اور ماہ اگست ۱۹۶۹ء میں قریباً ایک ہزار یا کچھ زیادہ رقم ہاتھ آئی جو کہ اب یہ شخص ماہ اگست کے بعد اس کا مالک ہوا کیا یہ شخص مبلغ دوصد سے زکوٰۃ ادا کرے گا یا ایک ہزار کا بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عجب خان کھنڈہ صوابی......۱۹۶۹ء/۹/۲۵

الجواب: اگر یہ دوسری رقم اس وقت ہاتھ میں آئی ہو کہ اول رقم پر حولان حول ہوا ہو یعنی سال بھر گزرا ہو تو یہ شخص صرف دوسو روپیہ کی زکوٰۃ دے گا ﴿۳﴾ اور اگر حولان حول سے پہلے یہ دوسری رقم حاصل

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا في ثياب البدن واثاث المنزل ودور السكنىٰ ونحوها......وكذلك آلات المحترفين. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۸ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصابا.

(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۱۷، ۱۱۸ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ وفي الهندية: فان استفاد بعد حولان الحول فانه لا يضم...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوگئی ہوتو دونوں رقموں کی زکوٰۃ دینی ضروری ہے﴿۱﴾ والمسئلة مذكورة فی جميع كتب الفقه. وهو الموفق

درمیان سال مال مستفاد حولان حول میں سابقہ نصاب کا تابع ہوتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نقد مال میں صاحب نصاب ہے حولان حول سے قبل اس نے ایک ٹرک بیچ دیا مشتری پر قسط وار دین رہ گیا اب یہ دین (ٹرک کی قیمت) مال مستفاد کے قبیل سے ہوکر پہلے سے موجود نصاب کے ساتھ ملحق کیا جائے گا یا اس کیلئے علیحدہ حولان حول شرط ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالجلال دارالعلوم حسینیہ رزمک......۱۹/رجب ۱۳۹۳ھ

الجواب: یہ مال مستفاد دوسرے اموال کے ساتھ ضم کرکے زکوٰۃ دینا لازمی ہے اس رقم (ٹرک کی قیمت) پر مستقل حولان حول ضروری نہیں ہے، كما فی الدر المختار ۲: ۳۱ المستفاد ولو بهبة اوارث ادخل فيه المفاد بشراء او ميراث او وصية وما كان حاصلا من الاصل كالاولاد والربح كما فی النهر وسط الحول يضم الى نصابه من جنسه فيزكيه بحول الاصل انتهىٰ ﴿۲﴾ وبمعناه فی الهندية ۱: ۱۸۶ ﴿۳﴾ لیکن اس قرضہ کی زکوٰۃ قسطوار ادا

(بقيه حاشيه) ويستأنف له حول آخر بالاتفاق. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۵ الباب الاول فیٰ تفسيرها وصفتها وشرائطها كتاب الزكوٰة)

﴿۱﴾ وفی الهندية: ومن كان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الى ماله وزكاه. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۵ الباب الاول فی تفسيرها وشرائطها كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۵ باب زكاة الغنم)

﴿۳﴾ وفی الهندية: ومن كان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه او لاوبای وجه استفاد...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کرے گا یعنی جتنی رقم وصول کرے اس کی زکوٰۃ دینی ہوگی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حولان حول سے قبل خریدی ہوئی گاڑی پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے پاس نقد مال ہے اور کئی نصابوں کا مالک ہے اس نے حولان حول سے پہلے اس مال پر مزدوری کیلئے ایک لاری خریدی اس لاری کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کرنا لازمی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی دلبر گندھاب......۱۹۷۹ء/ ۸/ ۱۸

الجواب: صورت مسئولہ میں زید پر لاری کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے، اور نقد اموال وغیرہ اموال زکوٰۃ ہیں لیکن اس پر حولان حول شرط ہے اور لاری جو کہ مزدوری کیلئے ہو خرید وفروخت کیلئے نہ ہو یہ مال زکوٰۃ نہیں ہے، ونظیرہ ما فی مجموعة الفتاویٰ ۱ : ۳۶۳ ولو اشتریٰ قدورا من الصفر یمسکها ویوادع لایجب فیها الزکاة کما لا یجب فی بیوت الغلة کذا فی قاضی خان﴿ ۲ ﴾. وھو الموفق

باقاعدہ ہبہ وتملیک کی صورت میں زکاۃ موہوب لہ پر فرض ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے تمام بالغ اولاد کی

(بقیه حاشیه) ضمه سواء کان بمیراث او هبة او غیر ذلک.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۷۵ کتاب الزکاة)

﴿ ۱ ﴾ قال الحصکفی: فتجب زکوتها اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فوراً بل عند قبض اربعین درهما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارة فکلما قبض اربعین درهما یلزمه درهم. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲ :۳۸ باب زکاة المال)

﴿ ۲ ﴾ مجموعة الفتاویٰ ۱ :۳۶۳ کتاب الزکاة)

شادی کرادی ہے اب صرف ایک لڑکی باقی ہے جس کی شادی کیلئے میں نے سرمایہ مختص کیا ہے اور وہ سرمایہ فی الحال میرے کاروبار میں چل رہا ہے اب زکوٰۃ میں خود ادا کروں گا یا وہ بچی ادا کرے گی اور یہ زکوٰۃ اس کے اپنے ان بھائیوں کو دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عارف نوشہرہ کینٹ......۱۹۹۰ء/۱۱/۱۹

الجواب: اگر آپ نے اس بیٹی کو اس سرمایہ کا باقاعدہ مالکہ بنایا ہو تو اس سرمایہ کی زکوٰۃ ادا کرنا اس بیٹی پر باقاعدہ فرض ہوگی ﴿۱﴾ اور یہ لڑکی اس زکوٰۃ کو غریب برادران وخواہران کو دے سکتی ہے ﴿۲﴾۔وھو الموفق

مہتمم چندہ دہندہ گان کا وکیل ہوتا ہے طالبان کا نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہتمم جو زکوٰۃ لوگوں سے وصول کرتا ہے اور طلباء پر تقسیم کرتا ہے کیا یہ مہتمم طلباء کا وکیل ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ رقم مہتمم سے راستہ میں ضائع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبداللہ مدرسہ مفتاح العلوم ہنگو......۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ مہتمم زکوٰۃ دہندہ گان کا وکیل ہے نہ طلباء کا پس اس مہتمم سے اگر مال زکوٰۃ ضائع ہو جائے تو اس پر ضمان لازم نہ ہوگا اور دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ دہندہ گان کے ذمے زکوٰۃ سے فارغ نہیں ہوئے ہیں ﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۱۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد الخ. وقال ابن عابدين: وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولیٰ لانه صلة وصدقة. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۹۶ باب المصرف)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: او مقارنة بعزل ماوجب كله او بعضه ولا...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

مختلف مزکین کی زکاۃ کو جمع اور خلط کرنے کی صورت میں حیلہ تملیک کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رجب میں دکانداروں سے زکوٰۃ جمع کر کے کسی مسکین مدرس یا طالب علم پر قبض کر کے حیلہ تملیک کرائی جاتی ہے لیکن ہر ایک شخص کی زکوٰۃ جدا جدا طریقے سے تملیک نہیں ہوتی بلکہ آپس میں مخلوط کر کے یکجا حیلہ تملیک کی جاتی ہے کیا یہ طریقہ تملیک خلط کی صورت میں جائز ہے؟ حالانکہ فتح المعین حاشیہ کنز ۱:۳۷۶ سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ولی داد سرائے نورنگ لکی مروت...... ۱۹۸۴ء/۸/۱۵

الجواب: یہ جزیہ درست ہے لیکن یہ حکم خلط بلا اذن کی صورت میں ہے اور اذن صریحاً یا عرفاً سے خلط مانع فراغت ذمہ نہیں ہے (شامی ۲:۱۰۷) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فقیر کو زکوٰۃ کی رقم دیکر واپسی کا تقاضا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں اسی گھروں پر مشتمل ہے اور ہم سب مہاجر ہیں اور سب غریب ہیں کوئی پندرہ سال پہلے ہم نے ایک مسجد تعمیر کی، اب اس کا حجرہ گرنے کے قریب ہے اور مسجد کی لپائی اور مرمت کی بھی سخت ضرورت ہے میرے پاس زکوٰۃ کی رقم تھی ایک عالم دین

(بقیہ حاشیہ) یخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء، قال ابن عابدين: قوله ولا يخرج عن العهدة بالعزل فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكات ولو مات كانت ميراثا عنه بخلاف ما اذا ضاعت في يد الساعي لان يده كيد الفقراء. (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲ كتاب الزكاة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ويتصل بهذا العالم اذا سأل للفقراء شيأ وخلط يضمن، قلت ومقتضاه انه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الاذن حنيئذ دلالة والظاهر انه لا بد من علم المالك بهذا العرف ليكون اذ نامنه دلالة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۲ مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

سے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ مستحق زکوٰۃ کی ملکیت میں دیدی جائے پھر وہ آدمی اس رقم کو مسجد پر خرچ کرسکتا ہے اس طرح شرعی جواز نکل آتا ہے بہرحال ہمارے گاؤں میں ترکھان ہے اسی سالہ وہ پنجوقتہ نماز ادا کرتا ہے اس کے دو بیٹے حافظ قرآن ہیں میں نے اس شخص سے ایک دفعہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کچھ دولت عطا فرماوے تو تم مسجد کی خدمت کرو گے؟ اس نے کہا کہ ضرور، دو تین دن یوں ہی تذکرہ ہوتا رہا پھر میں نے پانچ سو روپیہ اس کے لڑکے کے سامنے اس کو دے دیئے اس نے روپیہ جیب میں رکھ لئے چند روز بعد میں نے اس کو اس کا وعدہ یاد دلایا تو وہ فرمانے لگے اچھا توفیق ہوئی تو دیں گے اور اب تک ایک پائی بھی مسجد کو نہیں دی۔

(۱) کیا اب اس سے اس رقم کا تقاضا کیا جا سکتا ہے میری طرف سے تو نہیں ہوسکتا البتہ گاؤں کی پنچایت کی طرف سے ایسا ہوسکتا ہے۔ (۲) کیا اس کی تشہیر کی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مشتاق احمد چک نمبر ۵ کندیاں میانوالی......۱۹۷۰ء/۹/۱۸

الجواب: اس رقم کا تقاضا نہ آپ کر سکتے ہیں اور نہ پنچایت کی طرف سے یہ مطالبہ جائز ہے ﴿۱﴾ بلکہ آپ کی خاموشی بہتر ہے، قال اللہ تعالیٰ لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

کسی مدرسہ کو زکوٰۃ دینے کا وعدہ کیا اور ادا ء کسی اور مدرسہ میں کردی......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں یکم جولائی

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل له ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم. قال ابن عابدین: لانه مقتضی صحة التملیک قال الرحمتی والظاھر انه لا شبھة فیه لانه ملکه ایاہ عن زکاة ماله وشرط علیه شرطا فاسداً والھبة والصدقة لا یفسد ان بالشرط الفاسد.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۲﴾ (سورة البقرة آیت: ۲۶۴ رکوع: ۴ پارہ: ۳)

کوایک مدرسہ کیلئے سوروپیہ زکوٰۃ دوں گالیکن یکم جولائی کو کہا کہ میں نے وہ زکوٰۃ کسی دوسری جگہ میں دی ہے کیا یہ عمل درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج غلام محمد صاحب ٹیکسلا

الجواب: جب نذر شرعی میں تعین مکان اور تعین فقیر کی رعایت لازمی نہیں ہے تو محض وعدہ میں بطریق اولیٰ لزوم نہ ہوگا، کما فی ردالمحتار ۳: ۶۷ والمراد انه يلزمه الوفاء باصل القربة التى التزامها لابكل وصف التزامه لانه لو عين درهماً او فقيراً او مكاناً للتصدق او للصلاة فالتعين ليس بلازم ﴿۱﴾. وهو الموفق

جماعتی زکاۃ فنڈ میں جب تملیک کی رعایت نہ ہو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعتی فنڈ میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کا خرچ بھی جماعتی سطح پر ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: امیر بادشاہ ناظم جماعت اسلامی ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: چونکہ صحت زکوٰۃ کیلئے تملیک فقیر شرط ہے ﴿۲﴾ پس اگر اس فنڈ کے صرف کرتے وقت تملیک فقیر کی رعایت کی جاتی ہے تو ملاک کا ذمہ فارغ ہوگا ورنہ نہیں (ماخوذ از روح المعانی ﴿۳﴾

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۶۷ مطلب فی احکام النذر كتاب الايمان)

﴿۲﴾ قال الحصكفى: ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لااباحة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۸)

﴿۳﴾ قال العلامة محمود الآلوسى: (انما الصدقات للفقراء والمساكين) الخ. يعنى ان الذى ينبغى ان يقسم مال الله عليه من اتصف باحدى هذه الصفات دون غيره الخ.

(روح المعانی ۲: ۱۷۴ سورة التوبة آيت: ۶۰)

وبدائع الصنائع ﴿۱﴾. وهو الموفق

زکوٰۃ کا فنڈ مضاربت میں دے کر اس کا منافع کھانا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ فنڈ کی رقم کسی کو مضاربت پر دے کر اس کا نفع خود کھانا اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عجب نور روانا کیمپ وزیرستان......۱۳/شوال ۱۴۰۵ھ

الجواب: ناجائز اور حرام ہے، هذه المسئلة من الواضحات ﴿۲﴾. وهو الموفق

ڈاک پر زکوٰۃ بھیجنے کا خرچ بھیجنے والے پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص زکوٰۃ کی رقم اپنے قریبی رشتہ دار کو دینا چاہتا ہے جو کہ بہت غریب اور انڈیا میں مقیم ہے پاکستان سے سو روپیہ بھیج دینے پر تیس روپیہ ڈاک خرچ آتا ہے یعنی اس کو انڈیا میں ستر روپیہ ملیں گے اس صورت میں یہ ڈاک خرچ زکوٰۃ سے منہا کیا جائے گا یا الگ سے دینا پڑے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید عباسی واہ کینٹ......۱۹۸۶ء/۲/۱۰

الجواب: چونکہ قبل از وصولی اس زکوٰۃ کا یہ مرسل الیہ مالک نہیں ہے، لہٰذا اس صد روپیہ پہنچانے کا خرچ آپ پر ہے ہاں اگر پاکستان میں اس کو صد روپیہ زکوٰۃ ملتی تو اس کے بعد صد سے ستر بننے

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: جعل الله تعالىٰ الصدقات للاصناف المذكورين بحرف اللام وانه للاختصاص فيقتضي اختصاصهم باستحقاقها فلو جاز صرفها الى غيرهم لبطل الاختصاص وهذا لا يجوز. (بدائع الصنائع ۲: ۱۵۰ فصل واما الذى يرجع الى المؤدى)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

میں نقصان نہ ہوتا ﴿۱﴾۔وھو الموفق

زکوٰۃ چیئر مین کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ مقرر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت جو زکوٰۃ کی کٹوتی کرتی ہے اور لوگوں پر تقسیم کر رہی ہے میں بھی اپنے حلقہ میں زکوٰۃ کا چیئر مین ہوں اسلئے مجھے اس سے سو روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے کیا مدزکوٰۃ سے میرے لئے یہ رقم لینا جائز اور درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی :مولانا سید احمد لال قلعہ ضلع دیر......۱۹۹۰ء/۱/۲۹

الجواب: بظاہر یہ مال زکوٰۃ ہے سود نہیں ہے اور چیئر مین عاملین سے ہے اس کیلئے یہ تنخواہ لینا جائز ہے ﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ ملاحظہ:...... جب دو مختلف ممالک کی کرنسی الگ الگ ہو اور بین الاقوامی مالیاتی نظام کے لحاظ سے اس کے درمیان کمی بیشی کا فرق ہو مثلاً اس سو روپیہ پاکستانی کی قیمت ستر روپیہ ہندوستانی ہو یا ایک سو تین روپیہ ہندوستانی ہو تو قیمت کی اس کمی بیشی کے لحاظ سے مزکی کی زکوٰۃ پر اثر نہیں پڑتا جیسا کہ دراہم ودنانیر کی قیمت پاکستانی روپیہ کے لحاظ سے زیادہ ہے، مثلاً ایک مزکی نے دس دراہم زکوٰۃ میں دیئے اور پاکستانی کو پندرہ روپے فی درہم کے لحاظ سے ایک سو پچاس روپیہ مل گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔......(ازمرتب)

﴿۲﴾ وفی الهندية: وهو من نصبه الامام لاستيفاء الصدقات والعشور ويعطيه ما يكفيه واعوانه بالوسط مدة ذهابهم وايابهم مادام المال باقيا الا اذا استغرقت كفايته الزكاة فلا يزاد على النصف. (فتاوى عالمگيرية ۱ :۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

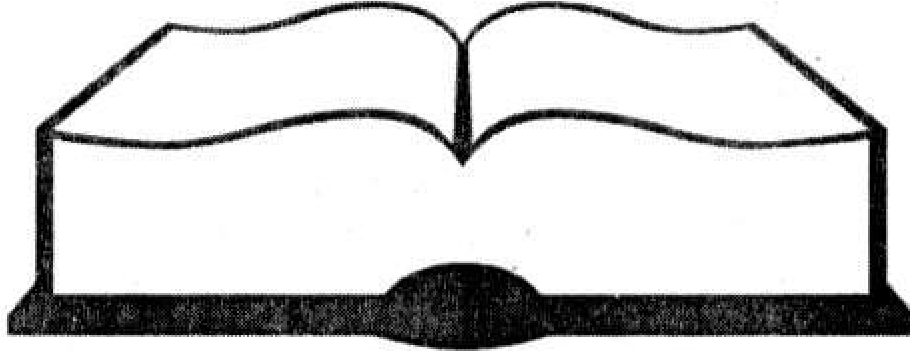
الله

الله

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب زکوٰۃ الاموال

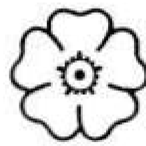




قال اللّٰه تعالیٰ

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم بها

......(التوبة)......



باب الزکوٰۃ فی الأموال

دوسو دراہم اور چاندی کا نصاب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سونے اور چاندی کا نصاب کیا ہے؟ نیز آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کس طرح دوسو دراہم کے برابر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالغفور گام میلہ ضلع دیر......۲۸/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اور چاندی کا ساڑھے باون تولہ ہے ﴿۱﴾ اور دوسو دراہم اس طریقہ پر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوں گے کہ وزن سبعہ کے اعتبار سے دس دراہم سات مثقال کے برابر ہوں گے ﴿۲﴾ تو دوسو دراہم ایک سو چالیس مثقال کے برابر ہوں گے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماسہ کا ہوتا ہے تو ایک سو چالیس کو ساڑھے چار میں ضرب دینے سے چھ سو تیس ماسہ ہو گئے اب اس سے تولے بناؤ، تو بارہ پر تقسیم کرنے سے یہی ساڑھے باون تولے بن جائیں گے۔ وھو الموفق

نصاب سے کم خالص سونا اور پچاس روپے کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس چھ تولہ سونا ہے

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين: ليس فيما دون مائتى درهم صدقة ...... فاذا كانت مائتين وحال عليه الحول ففيها خمسة دراهم ...... ليس فيما دون عشرين مثقال من الذهب صدقة فاذا كانت عشرين مثقالا ففيها نصف مثقال. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۵۸، ۱۶۲ باب زكاة المال)

﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدين: والمعتبر فى الدراهم وزن سبعة وهو ان تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۶۰ باب زكاة المال)

اور چاندی بالکل نہیں ہے اور ضرورت کیلئے جیسے دوائی، صابن، سرمہ وغیرہ کیلئے پچاس روپیہ بھی پاس ہے اس صورت میں کہ سونا شرعی نصاب سے کم ہے اس رقم کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہوگی یا سونے کے نصاب کو پہنچانا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی افسر گل میر علی شمالی وزیرستان......۱۹۷۵ء/۲/۴

الجواب: چونکہ پاکستانی روپیہ نہ فضہ ہے اور نہ غالب الفضہ ہے بلکہ سامان اور عروض تجارت سے ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں ضم کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زکوٰۃ اور قربانی واجب ہوں گی، نظیرہ ما فی ردالمحتار ۲: ۴۵ وفی النهر قال الزاهدی وله ان یقوم احد النقدین ویضمه الی قیمة العروض عند الامام وقالا لا یقوم النقدین بل العروض ویضمها، وفائدته تظهر فی من له حنطة للتجارة قیمتها مأة درهم وله خمسة دنانیر قیمتها مأة تجب الزکوٰة عنده خلافا لهما﴿۱﴾. وهو الموفق

نصاب سے کم سونے مع نقد رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ اور عبارت بہشتی زیور کی توضیح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس چند تولہ سونا ہے جو مقدار نصاب سے کم ہے اور اس کے پاس دوسو روپے نقد بھی ہیں کیا یہ شخص دونوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا جبکہ سونا مقدار واجبہ (نصاب) تک نہیں پہنچا ہے؟ یا صرف نقد مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا، نیز بہشتی زیور صفحہ ۲۳۷ باب الزکوٰۃ مسئلہ: ۹ کی عبارت میں بظاہر کچھ التباس معلوم ہوتا ہے اس کی وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی شمس الحق سانگھڑ سندھ

الجواب: جس شخص کے پاس دوصد روپیہ (شرعی) اور ایک یا دو تولہ سونا بھی ہو تو اس صورت

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۷ باب زکاة المال)

میں سونے کی قیمت پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، وھی مسئلۃ الضم المذکورۃ فی سائر کتب الفقہ﴿۱﴾ اور جس عبارت کے متعلق بہشتی زیور میں شبہ پڑ گیا ہے تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ جب دو تولہ سونا کے ساتھ کچھ روپیہ بھی ہو اور سونے کا نرخ مثلاً پچیس روپیہ فی تولہ ہو اور ایک روپیہ کی ڈیڑھ تولہ چاندی ملتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہے، لکونہ نصابا بعد الضم فافھم﴿۲﴾. وھو الموفق

گندم اور سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں: (۱) زید کے پاس پچیس من گندم سال بھر محفوظ رہا اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ (۲) سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس میں استعمال کی شرط لگاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نور الحق دار العلوم اشاعۃ التوحید والسنۃ تورڈھیر......۱۹۷۵ء/ ۸/ ۲۴

الجواب: (۱) گندم جب تجارت کیلئے نہ ہو تو یہ مال نامی نہیں ہے لہٰذا اس میں زکوٰۃ نہیں ہے﴿۳﴾۔ (۲) سونے یا چاندی کے زیورات خواہ استعمال کے ہوں یا دیگر مقاصد کیلئے اس میں زکوٰۃ

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وفی النھر قال الزاھدی ولہ ان یقوم احد النقدین ویضمہ الی قیمۃ العروض عند الامام، وقالا لا یقوم النقدین بل العروض ویضمھا وفائدتہ تظھر فیمن لہ حنطۃ للتجارۃ قیمتھا مائۃ درھم ولہ خمسۃ دنانیر قیمتھا مائۃ تجب الزکاۃ عندہ خلافا لھما.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۳۷ باب زکاۃ المال)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: فلو ضم حتی یؤدی کلہ من الذھب او الفضۃ فلا بأس بہ عندنا ولکن یجب ان یکون التقویم بما ھو انفع للفقراء رواجا.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۳۷ باب زکاۃ المال)

﴿۳﴾ وفی الھندیۃ: ویشترط ان یتمکن من الاستنماء بکون المال فی یدہ او ید نائبہ فان لم یتمکن من الاستنماء فلا زکاۃ علیہ. (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱: ۱۷۴ الباب الاول کتاب الزکاۃ)

فرض ہے جبکہ مقدار نصاب سے کم نہ ہو﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تعمیری کام کیلئے رکھی گئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ متاثرین تربیلا ڈیم کو حکومت کی طرف سے جو رقم مل گئی ہے اگر وہ سال دو سال بینک میں پڑی ہو یا گھر میں، اس خیال سے کہ اس پر تعمیری کام کیا جائے گا، چونکہ مکان ضروریات سے ہے اور اس وقت تک دوسرا مکان تعمیر نہیں کیا گیا ہے کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد حنیف خانپور ہزارہ.....۱۹۷۵ء/۸/۲۷

الجواب: اس پر زکوٰۃ فرض ہے، خلافا لابن الملک ﴿۲﴾ فلیراجع الی البدائع ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۷ مطلب في زكاة ثمن المبيع كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: نعم تظهر الفائدة في ذكر القيدين على ما قرره ابن ملك من ان المراد بالاول النصاب من احد النقدين المستحق الصرف اليها فيكون التقييد بالنماء احترازا عن اعيانها والتقييد بالحوائج الاصلية احترازا عن اثمانها فاذا كان معه دراهم امسكها بنية صرفها الى حاجته الاصلية لا تجب الزكاة فيها اذا حال الحول وهي عنده لكن اعترضه في البحر بقوله ويخالفه ما في المعراج في فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۷ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾قال العلامة الكاساني: وتجب الزكاة في كل مال سواء كان نامياً فاضلاً عن الحاجة الاصلية او لا كثياب البذلة والمهنة والعلوفة والحمولة والعمولة من..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نصاب سے کم سونا اور چاندی ہو اور مجموعہ کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً میرے پاس ساڑھے سات تولے سونا نہیں بلکہ کم ہے اور چاندی کے تین یا چار تولے ہیں نقدی بھی نہیں ہے سوائے جی پی فنڈ کے جو کہ حکومتی قبضے میں ہے اور ماشاء اللہ زرعی اراضی بھی ہے اس صورت میں سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اکبر کلرک محکمہ نقول مردان......۱۹۷۴ء/۶/۱۹

الجواب: جب سونا ساڑھے سات تولہ سے کم ہو اور چاندی ساڑھے باون تولہ سے کم ہو تو دونوں کو قیمت کے اعتبار سے ضم کیا جائے گا مثلاً آپ کے پاس چار تولے چاندی ہے اور دو تولے سونا ہے جس سے پچاس تولے چاندی خریدی جا سکتی ہے تو آپ چون تولے چاندی کا مالک بن کر آپ پر زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سونے چاندی کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس کچھ سونا یا چاندی ہے اور نقد نوٹ بھی ہیں تو جس طرح سونے کو چاندی میں یا چاندی کو سونے میں تبدیل کی جاتی ہے تو اس طرح زکوٰۃ کی بابت سونے اور چاندی کو نوٹ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبید اللہ تحصیل وضلع کرک......۱۴/صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

(بقیہ حاشیہ) المواشی وعبید الخدمة والمسكن والمراكب وكسوة الاهل وطعامهم.

(بدائع الصنائع ۲: ۹۱ كتاب الزكاة مراتب الديون)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ويضم الذهب الى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية ومن هذا الوجه صار سببا ثم يضم بالقيمة عند ابى حنيفة رحمه الله.

(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۶۹ فصل فى العروض كتاب الزكاة)

الجواب: چونکہ زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے ﴿۱﴾ لہٰذا سونے یا چاندی کی نوٹوں سے قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ دینا بلا شک وشبہ جائز ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

زکوٰۃ کی رقم اپنے پیسوں سے خلط ہو کر خرچ ہوا تو دیگر رقم دینے سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مزکی نے کسی شخص کو وکیل بنا کر زکوٰۃ کی رقم دے دی، اس نے اپنی رقم سے ملا کر خرچ کیا، اب یہ وکیل اپنے پیسوں سے بمقدار اس زکوٰۃ کی رقم لے کر مصارف کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مالک کو یہی رقم واپس کر سکتا ہے یا نہیں اور یہ زکوٰۃ ہو سکتی ہے یا دوبارہ ادا کرنی ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت مولانا اسید اللہ صاحب ہزاروی سابق مدرس جامعہ ہذا.....۳۰/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ عرف میں ایسے وکیل کو اختلاط اور اپنی طرف سے ادا کرنے کی اجازت ہوتی ہے لہٰذا اس مزکی کا ذمہ فارغ ہے ﴿۳﴾ (ماخوذ از قواعد فقہ)۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زكاة الغنم)

﴿۲﴾ قال العبدالرحمن الجزيري: الحنفية: قالوا! يعتبر في المغشوش الغالب من الذهب او الفضة او غيرهما فالذهب المخلوط بالفضة ان غلب فيه الذهب زكى زكاة ذهب واعتبر كله ذهبا وان غلب فيه الفضة فحكمه كله حكم الفضة في الزكاة فان بلغ نصابا زكى والا فلا اما ان كان الغالب النحاس فان راج في الاستعمال رواج النقد وبلغت قيمته نصاباً زكى كالنقود وكذلك يزكى زكاة النقد ان كان الخالص فيه تبلغ نصاباً، فان لم يرج ولم يبلغ خالصه نصابا، فان نوى به التجارة كان كعروض التجارة فيقوم وتزكى القيمة والا فلا تجب فيه الزكاة. (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۵۳۳ زكاة الذهب والفضة المخلوطين)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو تصدق (الوكيل) بدراهم نفسه اجزأ ان كان على نية الرجوع وكانت دراهم الموكل قائمة وفي ردالمحتار ..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

اصل زر اور سود کے مجموعہ سے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل حکومت نے دیہات کی سطح پر زکوٰۃ کمیٹیاں بنائی ہیں چونکہ حکومت پاکستان یہ زکوٰۃ سیونگ اکاونٹس سے وصول کرتی ہے جس میں سود کی رقم بھی آجاتی ہے یعنی اس سے بھی کٹوتی ہوتی ہے کیا یہ زکوٰۃ ادا ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور کمیٹیاں جو زکوٰۃ تقسیم کرتی ہیں یہ کام باعث اجر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرؤف ویسہ مسجد قبا اٹک......۲۶/شعبان۱۴۰۳ھ

الجواب: سود اور اصل زر کے مجموعہ سے زکوٰۃ دینے کی وجہ سے اصل زر کی زکوٰۃ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے ﴿۱﴾ البتہ کمیٹی پر ضروری ہے کہ علماء کی رہنمائی میں صرف زکوٰۃ کیا کرے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) (قوله ولو تصدق) ای الوکیل بدفع الزکاة اذا امسک دراهم الموکل ودفع من ماله لیرجع ببدلها فی دراهم الموکل صح بخلاف ما اذا انفقها اولا علی نفسه مثلا ثم دفع من ماله فهو متبرع. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲ مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة)

وقال العلامة خالد الأتاسی: المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً ای المعروف المعتاد بین الناس وان لم یذکر صریحاً...... المعروف بین التجار کالمشروط بینهم وفی ص۱۲۷ اذا بطل الاصل یصار الی البدل یعنی ان الذی یجب اداء ه هو الاصل فاذا تعذر ایفاء ه بالفوات او التفویت یصار الی البدل. (شرح المجله ۱: ۱۰۰، ۱۲۷ ماده: ۴۳، ۴۴، ۵۳)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: ان المراد لیس هو نفس الحرام لانه ملکه بالخلط وانما الحرام التصرف فیه قبل اداء بدله ففی البزازیة قبیل کتاب الزکاة ما یأخذه من المال ظلماً ویخلطه بماله وبمال مظلوم آخر یصیر ملکاً له وینقطع حق الاول فلا یکون اخذه عندنا حراما محضاً نعم لا یباح الانتفاع به قبل اداء البدل فی الصحیح من المذهب.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۹ قبیل مطلب استحلال المعصیة کفر)

وقال العلامة ابن نجیم: ولذا قالوا لو ان سلطانا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نصاب سے کم زیورات اور مہر مؤجل میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) سونے چاندی کے زیورات پر جو عورت کے استعمال میں ہوں اور ان کا وزن ساڑھے سات تولے سے کم ہو مگر اس کی قیمت دوسو روپے سے زیادہ ہو کیا اس میں زکوٰۃ واجب ہے؟ یا زیورات کا وزن ساڑھے سات تولہ سے زیادہ ہو مگر قیمت دوسو روپے سے کم ہو کیا اس میں پھر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟ (۲) زید نے ایک عورت سے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر نکاح کیا شادی ہوگئی لیکن حق مہر آج کل کے دستور کے مطابق ادا نہیں کیا اور زید کا پکا ارادہ ہے کہ حق مہر دے دوں لیکن ابھی تک دینے کے قابل نہیں ہوا ہے کیا اس عورت پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: (۱) سونے چاندی میں زکوٰۃ کا دارمدار نصاب پر ہے نہ کہ قیمت پر لہٰذا سات تولے سونے کے زیورات پر زکوٰۃ نہیں اگر چہ قیمت اس کا دو ہزار روپیہ ہو اور ساڑھے سات تولے سونے میں زکوٰۃ واجب ہے اگر چہ قیمت کوئی چیز نہ ہو﴿۱﴾۔ (۲) حق مہر جب تک عورت نے قبض نہیں کیا ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے﴿۲﴾ (ردالمحتار). وهو الموفق

(بقیه حاشیه) غصب مالا وخلطه صار ملکاً له حتی وجبت علیه الزکاة وورث عنه علی قول ابی حنیفة لان خلط دراهمه بدراهم غیره عنده استهلاک اما علی قولهما فلا.

(البحر الرائق ۲: ۲۰۵ کتاب الزکاة)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ومنها کون المال نصاب فلا تجب فی اقل منه هکذا فی العینی شرح الکنز. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۲ الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: و اما المرأة فلان مهرها علی الزوج دین ضعیف وقد استحق الزوج نصفه قبل القبض فلا زکاة علیها ما لم یمض حول جدید بعد القبض.

(ردالمحتار ۲: ۴۱ قبیل باب العاشر)

بینکوں میں جمع شدہ رقوم اموال ظاہرہ کے حکم میں ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بینکوں میں جو رقوم جمع کی جاتی ہیں حکومت اس سے زکوٰۃ وصول کرتی ہے کیا یہ اموال ظاہرہ ہیں یا باطنہ؟ جیسا کہ شامیہ ۲:۴۲ میں ہے،فان مال الزكاة نوعان ظاهر وهو المواشي ويمر به التاجر على العاشر وباطن وهو الذهب والفضة والاموال اللتي في مواضعها وايضا في الصفحة ۴۲ والاموال الباطنة بعد اخراجها من البلد لانها بالاخراج الحقت بالاموال الظاهرة فكان الاخذ فيها للامام الخ، کیا بینکوں میں جمع کرنے سے امام کی حمایت میں یہ داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محبوب اللہ حقانی فاضل جامعہ حقانیہ......۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

الجواب: بینکوں میں جمع شدہ مال اموال ظاہرہ سے شمار ہوگا ﴿۱﴾ کما في الشامية ۲: ۳۲

﴿۱﴾ بینکوں میں جو روپیہ اور نقد مالیت رکھی جاتی ہے اگر چہ یہ اموال باطنہ ہیں لیکن بینک سسٹم ایک قسم کا حکومتی نظام ہے جس کی حفاظت اور حمایت حکومتی انتظامیہ ہی کی مرہون منت ہے اسلئے ان بیوت الربا میں رقوم رکھنا اموال ظاہرہ بن جاتے ہیں،قال الشامي: ان مال الزكاة نوعان ظاهر وهو المواشي وما يمر به التاجر على العاشر وباطن وهو الذهب والفضة واموال التجارة في مواضعها بحر ومراده هنا بالباطنة ما عدا المواشي بقرينة قوله المارين باموالهم والا فكل ما مر به على العاشر فهو من نوع الظاهر وسماها باطنة باعتبار ماكان قبل المرور. (ردالمحتار ۲: ۴۲ قبيل مطلب ما ورد في ذم العشار).

نیز جب ارباب حکومت کو یہ معلوم ہو جائے کہ عوام اموال باطنہ کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو حکومت اس کا مطالبہ کر سکتے ہیں، قال الخوارزمي: وفي التفاريق ايضا ان وقف على اهل بلدة لا يؤدون زكاة الاموال الباطنة طالبهم بها وكذا من عرف بذلك وطولب بالاداء. (كفاية في ذيل فتح القدير ۲: ۱۷۲ باب فيمن يمر على العاشر) وقال الملا على قاري: وهذا لا يسقط طلب الامام اصلا ولهذا لو علم ان اهل بلدة لا يؤدون زكاتهم طالبهم بها (مرقات ۴: ۱۳۶)

نیز حکومت وقت کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ لوگوں کے اموال سے زکوٰۃ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والاموال الظاهرة هی التی یاخذ زکاتها الامام وهی السوائم ومافیه العشر والخراج وما یمر به علی العاشر ﴿۱﴾. وهو الموفق

حج کیلئے رکھی گئی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کےایک شخص نے بینک میں حج کیلئے روپیہ داخل کرادیئے سال بھر گزرنے کے بعد اس پرزکوٰۃ کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: شہباز خان حقانی بڈھ بیر پشاور......۱۹۸۶ء/۶/۲۶

(بقیہ حاشیہ) وصول کرکے مستحقین تک پہنچادے،موطاامام محمد میں ہے،کان ابوبکر اذا اعطی الناس اعطیاتهم یسأل الرجل هل عندک من مال قد وجبت فیه الزکوٰۃ فان قال نعم اخذ من عطاء ه زکوٰۃ ذلک المال وان قال لا سلم الیه عطاء ه قال محمد وبهذا نأخذ وهو قول ابی حنیفة.
(موطا امام محمد ۱۷۰ باب الرجل یکون له الدین هل علیه فیه زکوٰۃ)

اوردوسری روایت میں ہے:عن عائشه بنت قدامة عن ابیها انه قال کنت اذا جئت عثمان بن عفان اقبض عطائی سألنی هل عندک من مال وجبت فیه الزکاة؟ قال: فان قلت نعم اخذ من عطائی زکوٰۃ ذلک المال وان قلت لا دفع الی عطائی.
(موطا امام مالک ۲۷۲ الزکوٰۃ فی العین من الذهب والورق)

اسلئے ہمارے شیخ دامت برکاتہم منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی میں فرماتے ہیں:وحق الأخذ للامام فی الاموال الظاهرة وهی السوائم ومافیه العشر والخراج وما یمر به علی العاشر کما فی ردالمحتار وغیره ولعل ما یوضع فی البنک یدخل فی ما یمر علی العاشر فی ردالمحتار عن مختصر الکرخی اذا اخذها الامام کرها فوضعها موضعها اجزء لان له ولایة اخذ الصدقات فقام اخذه مقام دفع المالک. (منهاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۱۴۱ باب کراهیة اخذ خیار المال فی الصدقة)......(ازمرتب)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶ مطلب فیما لو صادر السلطان رجلا فنوی بذلک اداء الزکاة کتاب الزکاة)

الجواب: چونکہ یہ رقم تا حال اس شخص کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی ہے لہٰذا اس شخص پر اس رقم کی [illegible] عدہ زکوٰۃ فرض ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

موجودہ کاغذی نوٹ اور چاندی کا نصاب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کے پاس موجودہ حکومت کا مہر شدہ باؤں روپے کا نوٹ موجود ہو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ اگر موجودہ نوٹوں یا نقد روپیہ سے زکوٰۃ دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ چار تولہ (چاندی) سے زکوٰۃ دی لہٰذا نصاب زکوٰۃ کیا ہوگا یہ نوٹ یا چاندی؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۲/۹

الجواب: واضح رہے کہ موجودہ روپیہ نہ خالص الفضہ ہیں اور نہ غالب الفضہ، لہٰذا اس کو سلعہ کا حکم دیا جائے گا پس ساڑھے باون تولہ چاندی پر جتنے مہر شدہ نوٹ بنتے ہیں وہ مقدار نصاب شرعی ہوگا، اور چونکہ نوٹ قائم مقام دراہم ہیں لہٰذا ان کا بھی یہی حکم ہوگا، اور نوٹ عند التحقیق وثیقہ نہیں بلکہ ثمن عرفی ہے نیز اگر وثیقہ بھی تسلیم کیا جائے تو سرکاری نرخ اور حساب کے موافق قائم مقام بنایا جائے گا ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: فی المعراج فی فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب فی النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا فی البدائع فی بحث النماء التقديری.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷ مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العبد الرحمن الجزيری: جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة فی الاوراق المالية لانها حلت محل الذهب والفضة فی التعامل...... الحنفية قالوا الاوراق المالية، البنكنوت، من قبيل الدين القوی الا انها يمكن صرفها فضة فوراً فتجب فيها الزكاة فوراً.

(الفقه علی المذاهب الاربعة ۱: ۵۲۷ زكاة الاوراق المالية البنكنوت)

پاکستان کرنسی کے لحاظ سے نصاب زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی کرنسی (نقدنوٹوں) میں نصاب زکوٰۃ کس طرح بنتا ہے؟ کیا دوسو روپے میں زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عیان الحق دانشکول چارسدہ.....۴/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ پاکستانی روپیہ نہ خالص الفضہ ہے اور نہ غالب الفضہ بلکہ عادم الفضہ ہے، لہٰذا اس میں مال تجارت کی طرح قیمت معتبر ہوگی، کمافی البدائع ۲:۱۷ وان کان الغالب هو الغش والفضة فيها مغلوبة فان كانت اثمانا رائجة او كان يمسكها للتجارة يعتبر قيمتها فان بلغت قيمتها مأتي درهم...... تجب فيها الزكوٰة والا فلا ﴿۱﴾ پس اگر چاندی کا نرخ مثلاً ستر روپے فی تولہ ہو تو نصاب پاکستانی روپیہ سے (۷۰×۲/۱۰۵=۳۶۷۵) اور اس کا چالیسواں حصہ دینا فرض ہوگا ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲:۱۰۳ فصل واما صفة النصاب في الفضة كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: ويقدر نصاب (الاوراق النقدية) كما ابنت بسعر صرف نصاب الذهب المقرر شرعا وهو عشرون ديناراً او مثقالا، ونختار ان يكون وزنها ذهبا ۸۵ غراما، ومن الفضة ۵۹۵ غراما عملاً بالدرهم العربي وهو (۲،۹۷۵غم) والا صح تقدير النصاب الورقي بالذهب لانه المعادل لنصاب الانعام ولارتفاع مستوى المعيشة وغلاء الحاجيات، وان كان يرى كثير من علماء العصر تقدير النصاب بالفضة لانه انفع للفقراء وللاحتياط في الدين ولان نصاب الفضة مجمع عليه وثابت بالسنة الصحيحة وكان يساوى في الماضي ستة وعشرين ريالا مصريا وتسعة قروش وثلثي قرش، ونحو خمسين ريالا في السعودية ودولة الامارات ونحو ۲۰ او ۵۵ روبية في باكستان والهند.

(الفقه الاسلامي وادلته ۳:۱۸۳۴ زكاة الاوراق النقدية)

وقال الشيخ والمفتى الاعظم محمد فريد: ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صرف چاندی یا چاندی اور سونے دونوں میں زکوٰۃ کا طریقہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس صرف چاندی ہےاورنصاب سے زیادہ ہےلیکن اس کے پاس روپیہ نہیں ہےتو اس چاندی میں زکوٰۃ قیمت کےاعتبار سے روپیہ میں دی جائے گی یا بعینہ چاندی دی جائے گی اور اگر چاندی دینا ہوتو نصاب چاندی میں سے کتنی چاندی دی جائے گی اوراگراس کے پاس تھوڑا سونا بھی ہوتو پھر کس طرح زکوٰۃ دی جائے گی روپیہ میں یا چاندی میں؟بینوا توجروا

المستفتی :عبدالرحمٰن بنوں......۱۹۷۵ء/۳/۳۰

الجواب: ساڑھے باون تولہ میں (۴/۳) تولہ چاندی یااس کی قیمت ادا کی جائے گی اورجس کے پاس سونا چاندی دونوں ہوں تو قیمت کے حساب سے زکوٰۃ (چالیسواں حصہ) دیاجائے گا(ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۱﴾. وھو الموفق

سونا چاندی میں حولان حول کے وقت کی قیمت معتبر ہوگی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سونا جوسوروپے فی تولہ خریدا گیا ہو

(بقیہ حاشیہ)قوله فاذا بلغت مائتين ففيها خمسة دراهم) اريد من الدراهم ما تكون كل عشرة منها وزن سبعة مثاقيل، والمأتان منها بالوزن المعروف فی دیارنا اثنان وخمسون تولجة وست ما هجات، فالدراهم الخالصة الفضة وكذا الغالب الفضة من غير وزن سبعة مثاقيل اذا بلغ وزنها اثنين وخمسين تولجة وست ما هجات تكون نصاباً.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۳:۱۲۶ باب زکوٰة الذهب والورق)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: فلو ضم حتى يؤدى كله من الذهب او الفضة فلا بأس به عندنا ولكن يجب ان يكون التقويم بما هو انفع للفقراء رواجا والايؤدى من كل منهما ربع عشرة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۳۷ باب زكاة المال)

اوراب آٹھ سوروپے فی تولہ ہےتوزکوٰۃ کس شرح پرادا کی جائے گی؟بینوا توجروا
المستفتی:بشیراحمد شیخ......۱۹۷۵ء/۱/۲۸

الجواب: حولان حول کے وقت جونرخ ہووہ معتبر ہوگا﴿۱﴾۔وھو الموفق

بیوی کومہر کےعلاوہ دیئے گئےزیورات میں زکوٰۃ کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی بیاہ کے سلسلے میں غریب سےغریب آدمی بھی حق مہر کےعلاوہ دوتین ہزارروپے کے زیورات بناتے ہیں اورکچھ زیورات تو باقاعدہ حق مہر میں دےدیتے ہیں اب جبکہ شوہر بدستورقرض دار ہےاورزیورات بیوی کے پاس بکس میں محفوظ ہیں کیامہر کےعلاوہ ان دیگرزیورات میں بھی زکوٰۃ بیوی پرواجب ہے یاشوہر پر؟بینوا توجروا
المستفتی:یارمحمدعباس خیل ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ......۱۸/ذی قعدہ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگریہ زیورات بیوی کے پاس ملکیت کےطور پرہوں توبیوی پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی﴿۲﴾ اور اگر عاریت کے طور پر ہوں اور مالک درحقیقت شوہر ہوتو بیوی پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زكاة الغنم)

وفي الهندية: وان ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب لان الواجب احدهما ولهٰذا يجبر المصدق على قبوله وعندهما يوم الاداء الخ. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وسببه اى سبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول لحولانه عليه. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار ۲: ۴،۵ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ وفي الهندية: (ومنها الملك التام) وهو ما اجتمع فيه الملك واليد واما اذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض او وجد اليد..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

استعمال کیلئے چالیس پچاس جوڑے کپڑوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے منگنی کی ہے اور لڑکی کیلئے چالیس پچاس جوڑے کپڑے خریدے ہیں اور یہ استعمال کے خیال سے رکھے ہیں تجارت کیلئے نہیں کیا ان کپڑوں پر زکوٰۃ واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرزاق کھنڈہ صوابی......۱۵/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: ان کپڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لعدم النماء ﴿۱﴾ البتہ ان کپڑوں میں قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہے اور اس کی وجہ سے کسی سے زکوٰۃ نہیں لی جاسکتی ہے ﴿۲﴾ (شامی، بحر، هندیه) . وهو الموفق

(بقیه حاشیه)دون الملک کملک المکاتب والمدیون لا تجب فیه الزکاة.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۷۲ الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها کتاب الزکاة)

﴿۱﴾قال العلامة الحصکفی: ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیها لدفع الحر والبرد.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲ :۸ کتاب الزکاة)

وفی الهندیة: ومنها کون النصاب نامیا حقیقة بالتوالد والتناسل والتجارة او تقدیراً بان یتمکن من الاستنماء بکون المال فی یده او فی ید نائبه وینقسم کل واحد منهما الی قسمین خلقی وفعلی، فالخلقی الذهب والفضة...... والفعلی ما سواهما ویکون الاستنماء فیه بنیة التجارة او الاسامة.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۷۴ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: لا بأس ان یعطی من الزکاة من له مسکن وما یتأثث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم ان کان من اهله فان کان له فضل عن ذلک تبلغ قیمته مائتی درهم حرم علیه اخذ الصدقة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ :۷۰ باب المصرف)

کان کی پیداوار میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی کان ہے جو اجارہ پر ہے اس کی آمدنی سے درجہ ذیل ٹیکس ماہانہ ادا کئے جاتے ہیں۔
(۱) مالکان پہاڑ کو بحساب فی ٹن رقم ادا کی جاتی ہے۔ (۲) محکمہ معدنیات کو فی ٹن کے حساب سے رائلٹی ٹیکس ادا کیا جاتا ہے۔ (۳) سال کی پوری آمدنی پر حکومت آمدنی ٹیکس لیتی ہے۔
اس ٹوٹل آمدنی سے مذکورہ بالا ٹیکسز ادا کرنے کے بعد بقیہ رقم پر کس حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولانا عبدالناصر مہتمم دارالعلوم عرفانیہ شیروان ایبٹ آباد......۲۹/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اس شخص کے دیگر اموال پر جس وقت حولان حول ہوتا ہے تو یہ شخص اس کان سے خارج شدہ جواہر پر اس تاریخ کو زکوٰۃ دے گا، بشرطیکہ یہ جواہر فروخت شدہ ہوں کوئی ٹیکس منہا نہ کرے گا اگر یہ جواہر فروخت شدہ نہ ہوں تو یہ معاف ہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کما فی البدائع وغیرہ﴿۱﴾. وھو الموفق

مکان بنانے کیلئے رکھی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کرایہ کے مکان میں سکونت پذیر

﴿۱﴾ قال الکاسانی: واماما لا یذوب بالاذابة فلا خمس فیه ویکون کله للواجد لان الزرنیخ والجص والنورة ونحوها من اجزاء الارض فکان کالتراب، والیاقوت والفصوص من جنس الاحجار الا انها احجار مضیئة ولا خمس فی الحجر . (بدائع الصنائع ۲: ۱۹۴ زکاة المعادن)
وقال الحصکفی: لازکاة فی اللآلی والجواهر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵ قبیل باب السائمة)

ہےاور گھر بنانے کیلئے پچاس ہزار روپیہ جمع کرر کھے ہیں اب اگر یہ رقم خرچ نہ ہو جائے تو بعد از حولان حول زکوٰۃ اس میں واجب ہوگی یا نہیں؟ بعض علماء وجوب کے قائل ہیں اور بعض عدم وجوب کے، کیونکہ درمختار میں ہے، فاذا کان له دراهم مستحقة يصرفها الى تلك الحوائج صارت كالمعدومة (۲: ۶) اور درمختار ۲:۷ پر ہے، فاذا كان معه دراهم امسكها بنية صرفها الى حاجة الاصلية لا تجب الزكوٰة فيها اذا حال الحول وهي عنده، یہ عبارت ابن ملک کی ذکر کی گئی ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں، ما قاله ابن ملك موافقا لظاهر عبارات المتون، اس سے معلوم ہوا کہ عدم وجوب زکوٰۃ متون سے اور وجوب زکوٰۃ شروح سے ثابت ہے لہٰذا متون کو ترجیح ہوگی، اسی طرح طحطاوی ۳۸۹ میں ہے، فاذا كان عنده دراهم اعدها لهذه الاشياء وحال عليها الحول لا تجب فيها الزكوٰة. مذکورہ عبارت سے عدم وجوب ثابت ہوتا ہے۔

بعض علماء وجوب زکوٰۃ کیلئے بحر الرائق ۱:۲۰۶ کی عبارت پیش کرتے ہیں، ويخالفه ما في المعراج في فصل زكوٰة العروض ان الزكوٰة تجب في النقود كيفما امسكه للنماء او لنفقة وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري، بحر نے عدم وجوب کا قول نقل کرنے کے بعد آخر میں معراج وبدائع کا قول نقل کر کے وجوب زکوٰۃ کو ترجیح دی ہے جیسا کہ لفظ " ويخالفه" سے ظاہر ہے اسلئے شامی میں " لكن اعترضه البحر " لکھا ہے اسی طرح طحطاوی نے بھی عدم وجوب زکوٰۃ نقل کر کے آخر میں' وهو مخالف لما في المعراج والبدائع ان الزكوٰة تجب في النقد كيف امسكه للنفقة او للنماء، سے وجوب زکوٰۃ کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے اسی طرح شامی میں بھی وجوب زکوٰۃ کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، فاولى التوفيق بحمل ما في البدائع وغيرها على ما اذا امسكه لينفق منه كل ما يحتاجه في الحول وقد بمعنى معه منه نصاب فانه يزكي ذلك الباقي وان كان قصده الانفاق منه ايضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه الى حوائجه

الاصلية وقت حولان الحول بخلاف ما اذا حال الحول وهو مستحسن الصرف اليها، شامی (۲:۷) ای بالفعل وهو محمل ما قاله ابن ملک تقريرات رافعی ۱۲۷، شامی کی توفیق سے وجوب زکوٰۃ بالاتفاق معلوم ہوتی ہے رقم مذکورہ مکان بنانے میں فی الحال صرف نہیں کی گئی تو اس صورت میں ابن ملک وبدائع وغیرہ کے نزدیک زکوٰۃ دینی واجب ہوگی، تو اس صورت میں متون وشروح موافق ہوئے تو ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا الخ، جواب اور قول راجح کا تعین کر کے بندہ کو ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محبوب اللہ حقانی بن مولانا غریب اللہ فاضل دیوبند صوابی ۱۹۸۷/۱۲/۹

الجواب: واضح رہے کہ شیخ الحدیث (مولانا نصیر الدین) غرغشتوی قدس سرہ وجوب زکوٰۃ کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ ارباب متون نے "فارغا عن الدين وعن الحوائج الاصلية" اور "ليس في دور السكنىٰ وثياب البدن" فرمایا ہے﴿۱﴾ اور یہ نہیں فرمایا ہے کہ "فارغا عن قيمة الحوائج الاصلية" یا "ليس في قيمة دور السكنىٰ"۔ پس بہر حال صورت مذکورہ میں زکوٰۃ دینی چاہئے۔ وهو الموفق

بیوی کے زیورات سے اطلاع دیئے بغیر زکوٰۃ وفطرانہ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر صاحب نصاب بیوی کی طرف سے (جب کہ بیوی کے پاس نقدی نہ ہو صرف زیورات ہوں) بغیر اطلاع اور بغیر بیوی کے کہے زکوٰۃ یا فطرانہ ادا کرے کیا بیوی کی طرف سے یہ ادائیگی ہو جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی......۳/ جون ۱۹۷۱ء

الجواب: فطرانہ بغیر اذن صریحی کے صحیح ہے﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۱۰۳)

﴿۱﴾ (هداية علی صدر فتح القدير ۲:۱۱۸، ۱۱۹ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ولو ادى عنهما) ای عن...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

اورزکوٰۃ کے متعلق بنایۃ اورنہایۃ شروح ہدایۃ باب صدقۃ الفطر میں لکھا ہے کہ بلا اذن زکوٰۃ دینا صحیح نہیں ہے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

رہن میں رکھے ہوئے زیور میں زکوٰۃ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کا زیورتقریباً بیس تولہ سونے کا ہے میں نے قرضہ چکانے کیلئے وہ زیور بیوی سے لے کرنیشنل بینک میں رہن لکھا ہوا ہے تقریباً دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے تین ہزارروپیہ قرضہ اس زیور کی کفالت پرلیا ہوا ہے کیا ایسا زیور جو کہ اپنے قبضہ میں بھی نہ ہواورزیربار بھی ہواس زیور پرزکوٰۃ ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: سیف الرحمٰن آدم جی پیپرملز امان گڑھ نوشہرہ......۱۹۷۴ء/۹/۸

الجواب: آپ ہرسال اس زیور کی قیمت سے مقدارقرضہ خواہ بینک سے لیا ہو یااورکسی سے لیا ہو تفریق کرکے باقی زیور سے زکوٰۃ فی الحال اداکریں گے بشرطیکہ مقدارنصاب سے کم نہ ہوا ہو﴿۲﴾۔وھو الموفق

بینک وغیرہ سے لئے ہوئے قرضے بھی نصاب زکوٰۃ سے منہا کئے جائیں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرکاری ملازمین حکومت سے

(بقیه حاشیه) الزوجة والولد الكبير وقال فی البحر وظاهر الظهيرية انه لو ادى عمن فی عياله بغير امره جاز مطلقا بغير تقييد بالزوجة والولد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۸۲ باب صدقة الفطر)

﴿۱﴾ قال الامام اكمل الدين البابرتی: (الزكوٰة) عبادة محضة لا تصح بدون الاذن صريحاً.

(شرح العناية على هامش فتح القدير ۲: ۲۲۱ باب صدقة الفطر)

﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدين المرغينانی: ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصابا.

(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۱۷، ۱۱۸ كتاب الزكاة)

بینک سے یا کارپوریشن سے جو قرضے لیتے ہیں اوراس کی ادائیگی مقررہ قواعد کے تحت بالاقساط کرتے ہیں اس قسم کے قرضہ کونصاب زکوٰۃ سے منہا کرنے کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: مشتاق احمد سیکرٹری صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد......۱۹۸۵ء/۷/۱۹

الجواب: یہ قرضہ بھی دیگر قرضوں کی طرح منہا کیاجائے گا﴿۱﴾۔وھو الموفق

زرضمانت پرزکوٰۃ کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بکر سے دکان کرایہ پرلی ہے بکر نے دکان دے دی مگر کرایہ کے علاوہ آٹھ ہزار روپے زرضمانت بھی طلب کیا ہے اور دکان چھوڑنے کی صورت میں یہ رقم قابل واپسی بھی ہوگی،اب اس آٹھ ہزار روپے کی زکوٰۃ کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:عبدالمتین تیمرگرہ کالج ضلع دیر......۱۴۰۱/۶/۸ھ

الجواب: چونکہ یہ آٹھ ہزارروپے زید کی ملک سے خارج نہیں ہوئے ہیں اورامانت یاقرض ہے زراجارہ نہیں ہے پس وصولی کے بعدزیداس رقم کی(تمام سالوں کی)زکوٰۃادا کرےگا (الدرالمختار ۲ :۴۸) ﴿۲﴾. وھوالموفق

دکان کے زرضمانت اور پگڑی میں زکوٰۃ کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض دکاندار ایک دکان پر مالک کو

﴿۱﴾وفی الھندیة: ومنھا الفراغ عن الدین قال اصحابنا کل دین له مطالب من جھة العباد یمنع وجوب الزکاة. (فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۷۲ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: (قوله ویعتبر ما مضی من الحول) ای فی الدین المتوسط لان الخلاف فیه واما القوی فلا خلاف فیه لما فی المحیط من انه تجب الزکاة فیه بحول الاصل لکن لا یلزمه الاداء حتی یقبض منه اربعین درھما واما المتوسط ففیه روایتان الخ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲ :۳۹ مطلب وجوب الزکاة فی دین المرصد)

زرضمانت دیتا ہے جو مالک مکان کے پاس محفوظ ہوتا ہے جب بھی یہ دکاندار دکان چھوڑے گا مالک یہی رقم واپس ادا کرے گا، کیا اس زرضمانت میں زکوٰۃ واجب ہے؟ اور ایک صورت پگڑی کی ہوتی ہے کیا سال گزرنے کے بعد دکاندار پگڑی کی رقم میں بھی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم قاری مشتاق احمد طیب ہمدرد مردان......۱۹۸۴ء/۴/۲۱

الجواب: زرضمانت چونکہ مالک دکان کے پاس امانت ہے لہٰذا اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے ﴿۱﴾ اور پگڑی مال ضمار یا پیشگی اجرت ہے اس پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

کاروبار کے پلاٹوں اور سرمایہ میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں: (۱) بندہ زمینوں کی خرید وفروخت اور کاروبار کرتا ہے کیا میرے اپنے سرمایہ اور منافع پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ (۲) سال

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله فلو له بینة تجب لما مضی)...... والظاهر علی القول بالوجوب ان حکمه حکم الدین القوی ای فتجب عند قبض اربعین درهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰ مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: واما زکاة الاجرة المعجلة عن سنین فی الاجارة الطویلة التی یفعلها بعض الناس عقود اویشترطون الخیار ثلاثة ایام فی رأس کل شهر فتجب علی الأجر لانه ملکها بالقبض وعند الانفساخ لا یجب علیه رد عین المقبوض بل قدره فکان کدین لحقه بعد الحول...... وفی فتاویٰ قاضی خان استشکل قول السرخکتی بانه لو اعتبر دینا عند الناس وهو اعتبار معتبر شرعا ینبغی ان لا تجب علی الآجر والبائع لانه مشغول بالدین ولا علی المستأجر والمشتری ایضا لانه وان اعتبر دینا لهما فلیس بمنتفع به لانه لا یمکنه المطالبة قبل الفسخ ولا یملکه حقیقة فکان بمنزلة الدین علی الجاحد وثم لا یجب ما لم یحل الحول بعد القبض انتهیٰ یعنی فیکون فی معنی الضمار.

(فتح القدیر ۲: ۱۲۱ کتاب الزکاة)

گزرنے کے بعد جو پلاٹ میرے قبضے میں ہوتے ہیں کیا اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نواز خان پشتہ خرہ بالا پشاور......۱۹۸۹ء/۴/۳۰

الجواب: (۱) زمین کی خرید و فروخت اور کاروبار میں ان پلاٹوں کی قیمت میں باقاعدہ زکوٰۃ فرض ہے ﴿۱﴾۔ (۲) آپ باقاعدہ حولان حول کے بعد نقد اور پلاٹوں کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کریں گے، کما فی شرح التنویر، او فی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب ما لیس بنقد ﴿۲﴾. وهو الموفق

پلاٹ کی قیمت میں ہر سال زیادتی کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً زید نے ساٹھ ہزار روپیہ کا ایک پلاٹ خریدا، نصف میں مکان کی تعمیر کی اور باقی نصف برائے فروخت رکھدیا، ایک سال گزرنے پر اس حصہ کی قیمت چالیس ہزار ہوگئی دوسرے سال کے بعد ساٹھ ہزار اور تیسرے سال کے بعد اس کی قیمت نوے ہزار ہوگئی، پھر اس کو نوّے ہزار پر فروخت کیا، کیا زید پہلے اور دوسرے سال کی قیمت کا بھی زکوٰۃ ادا کرے گا یا صرف تیسرے سال گزرنے کے بعد یعنی نوّے ہزار کا زکوٰۃ دے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زمان غربی چوک فتح جنگ اٹک......۸/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اس قیمت یعنی نوّے ہزار پر جب سال گزر جائے قصداً یا تبعاً تو اس میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اور فروخت کرنے سے پہلے اس کی پیداوار میں عشر یا خراج ہوتا ہے، کما فی ردالمحتار ۲: ۲۶۸ کما لو اشتریٰ ارض خراج او عشر للتجارۃ لم یکن علیه زکوٰۃ التجارۃ ﴿۳﴾.

﴿۱﴾ وفی الهندیة: واما الدلالة فهی ان یشتریٰ عینا من الاعیان بعروض التجارۃ او یواجر دارہ التی للتجارۃ بعرض من العروض فتصیر للتجارۃ وان لم ینو التجارۃ صریحا. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۴ الباب الاول فی تفسیرها وصفتها ومنها کون النصاب نامیا کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۳ باب زکاۃ المال)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱ مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاۃ)

ملاحظہ:......اگر یہ پلاٹ تجارت کی نیت سے خریدا ہوا نہ ہو تو بطریق سابق زکوٰۃ دی جائے گی۔ وھو الموفق

غیر منقولہ جائیداد میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جائیداد غیر منقولہ میں غنا متصور ہوتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس جائیداد سے اس کی ضروریات زندگی خوراک کپڑے وغیرہ پوری نہ ہوتی ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالرحمٰن مہتمم دارالعلوم تجوید القرآن واڑی ضلع دیر......۲۵/۶/۱۹۸۹ء

الجواب: جائیداد غیر منقولہ میں پیداوار منظور نظر ہوتی ہے نہ کہ قیمت (ہندیۃ) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

رہائش یا تجارت کی نیت سے تعمیر کردہ مکان میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے رہائش گاہ بنانے کیلئے کچھ زمین خرید کر اس پر تعمیر شروع کر دی نصف تعمیر کے بعد میں نے ارادہ تبدیل کیا کہ مکان تعمیر کر کے منافع پر فروخت کر دیا جائے اب اس مذکورہ مکان میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید احمد تاج چیئر مین ٹاؤن کمیٹی پبی نوشہرہ......۵/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اس مکان کی زمین اور وہ آبادی جو نیت فروخت سے قبل ہوئی ہے زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے البتہ اس نیت فروخت کے بعد مزید آبادی کی قیمت کو دیگر اموال سے جمع کر کے زکوٰۃ دینی ہوگی اگرچہ اس مزید آبادی پر وقت نیت سے پورا سال نہ گزرا ہو (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: ولو اشترىٰ قدوراً من صفر يمسكها ويؤاجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا تجب فی بيوت الغلة ولو دخل من ارضه خنطة تبلغ قيمتها قيمة نصاب و نوی ان يمسكها او يبيعها فامسكها حولاً لا تجب فيه الزكاة (قاضی خان).

(فتاویٰ عالمگيرية ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلی: نية التجارة حال الشراء:...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رہائش کیلئے خریدی گئی زمین میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک قطعہ زمین اپنی رہائش کیلئے بعوض پچاس ہزار روپیہ کے خریدا، پندرہ ہزار روپیہ ادا کئے گئے ہیں باقی رقم کیلئے میں نے کہا کہ رواں ماہ کے اندر اندر ادا کروں گا لیکن بیوی کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اب اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں لیکن ابھی تک اس کا رجسٹریشن نہیں ہوا ہے اور نہ مکمل قیمت ادا کی گئی ہے اور پہلے اس کی تجارت کا مسئلہ نہیں تھا، بلکہ ذاتی رہائش کیلئے خریدا تھا اب اس میں زکوٰۃ کی صورت کیا ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حسین میر محلّہ نیاریاں راولپنڈی

الجواب: چونکہ آپ نے خریدنے کے بعد تجارت کی نیت کی ہے لہٰذا آپ پر زکوٰۃ عائد ہونے کی

(بقیہ حاشیہ) ان ینوی المالک بالعروض التجارة حالة شرائها، اما اذا کانت النية بعد الملک فلا بد من اقتران عمل التجارة بنية، ويشترط ايضا عند الحنفية ان يكون الشيئ المتجر فيه صالحا لنية التجارة فلو اشترىٰ ارضا خراجية للتجارة ففيها الخراج لا الزكاة ولو اشترىٰ ارضا عشرية وزرعها وجب فی الزرع الناتج العشر دون الزكاة.

(الفقه الاسلامی وادلته ۳:۱۸۶۸ شروط زكاة عروض التجارة)

وقال الحصكفی: وشرط مقارنة النية لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء او اجارة او استقراض ولو نوى التجارة بعد العقد او اشترىٰ شيئا للقنية ناويا انه ان وجد ربحا باعه لازكاة عليه كما لو نوى التجارة فيما خرج من ارضه كما مر وكما لو شرى ارضا خراجية ناويا التجارة او عشرية وزرعها او بذر اللتجارة وزرعه لا يكون للتجارة لقيام المانع. (الدرالمختار ۲:۱٦ قبيل باب السائمة)

وقال: واما عدم صحة النية فی نحو الارض الخراجية فلقيام المانع كما قدمنا لا لان الارض ليست من العرض فتنبه. (۲:۳۳ باب زكاة المال)

کوئی وجہ نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ مبیعہ بھی غیر منقول ہو﴿۱﴾ (شامی۲: ۱۶ کتاب الزکاۃ)۔وھو الموفق

کرایہ پر دیئے گئے مکانات ودکانات میں زکوٰۃ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرایہ پر دیئے گئے مکانات یا دکانات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زمان ہائی سکول پشاور صدر......۲/ جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ

الجواب: ان مکانات اور دکانات کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ ان کے کرایہ سے باقاعدہ زکوٰۃ دینا پڑے گا، کذا فی خزانۃ الروایات (ماخوذ از مجموعۃ الفتاویٰ ۱: ۳۶۳)﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ولو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیأً للقنیۃ ناویا انہ ان وجد ربحا باعہ لا زکاۃ علیہ. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۶ قبیل باب السائمۃ کتاب الزکاۃ)

وقال العلامۃ مرغینانی: من اشتریٰ جاریۃ للتجارۃ ونواھا للخدمۃ بطلت عنھا الزکاۃ لاتصال النیۃ بالعمل وھو ترک التجارۃ وان نواھا للتجارۃ بعد ذلک لم تکن للتجارۃ حتی یبیعھا فیکون فی ثمنھا زکوٰۃ لان النیۃ لم تتصل بالعمل اذ ھو لم یتجر فلم تعتبر.

(ھدایہ اولین ص۱۶۷ کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃعبد الحی: وفی مجمع البرکات: رجل اشتریٰ اعیانا منقولۃ یواجرھا میاومۃ ومشاھرۃ ومسانھۃ ویحصل لہ من المنقولات مال عظیم لا یجب الزکوٰۃ فیھا لانھا لیست بمال التجارۃ فانھا یمسکھا وینتفع بھا نوع انتفاع فصار کالاستعمال فلم یجب فی ذلک شیئ کذا فی خزانۃ الروایات. اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے، لو اشتریٰ الرجل داراً او عبداً للتجارۃ ثم آجرہ یخرج من ان یکون للتجارۃ ولو اشتریٰ قدوراً من الصفر یمسکھا ویواجرھا لا یجب فیھا الزکاۃ کما لا یجب فی بیوت الغلۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان.

(مجموعۃ الفتاویٰ ۱: ۳۶۳ کتاب الزکاۃ)

تجارت کی نیت سے خریدی ہوئی زمین ومکان ودکان پرزکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص تجارت کیلئے زمین، دکان اور مکان خریدتا ہے جو ابھی اس کی ملکیت میں ہے کیاان چیزوں پرزکوٰۃ واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منصف علی میاں چنوں ملتان......۲۲/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر یہ دکان مکان زمین وغیرہ تجارت کی نیت سے خریدے گئے ہوں تو ان پر دیگر اموال تجارت کی طرح زکوٰۃ واجب ہے ﴿۱﴾ اور اگر اپنے حوائج اور ضروریات پورے کرنے کی نیت سے خریدے ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے ﴿۲﴾ یہ دیگر اجناس خورد ونوش کی طرح اموال تجارت کی جنس سے خارج ہیں۔ وھو الموفق

ٹرک اوربس کی قیمت سے نہیں بلکہ آمدنی اورحاصلات سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس نقد رقم نہیں ہے ساری رقم سے میں نے ٹرک اور لاری خریدی ہے اب اس ٹرک اور بس کی مالیت پرزکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/ ۸/ ۲۱

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والاصل ان ما عدا الحجرين والسوائم انما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدى الى الثنى وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء او اجارة (قوله ما عدا الحجرين) الخ وما عدا ما ذكر كالجواهر والعقارات والمواشى العلوفة والعبيد والثياب والامتعة ونحو ذلك من العروض.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: وليس (الزكاة) فى دور السكنىٰ وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة لانها مشغولة بحاجته الاصلية وليست بنامية ايضاً. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷ كتاب الزكاة)

الجواب: ٹرک اور بس کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے البتہ ان کے حاصلات اور آمدنی میں باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی، کما فی الھندیۃ ۱: ۱۹۱ ولو اشتریٰ قدوراً من صفر یمسکھا ویؤاجرھا لا تجب فیھا الزکاۃ ﴿۱﴾. وھو الموفق

قسطوں پر فروخت کئے گئے ٹرک کی اقساط پر زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹرک یا لاری کو جب قسطوں میں بیچا جائے تو ان اقساط کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اور بائع پر ہے یا مشتری پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: وزیر محمد جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک ...... ۲۹/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: چونکہ غیر مقبوضہ اقساط دین قوی میں داخل ہیں، کما فی شرح التنویر مع الھامش ۲: ۴۷ لہٰذا بائع پر زکوٰۃ قبل القبض واجب ہوگی ﴿۲﴾ بشرطیکہ حولان حول قصداً یا تبعاً ہوا ہو، کما فی ردالمحتار ۲: ۴۷ قولہ وحال الحول ای ولو قبل قبضہ فی القوی والمتوسط وبعدہ فی الضعیف ﴿۳﴾. وھو الموفق

گاڑی اور تجارتی گیہوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں!

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: واعلم ان الدیون عند الامام ثلاثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتھا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درھما من الدین القوی کقرض وفی ردالمحتار (قولہ وحال الحول) ای ولو قبل قبضہ فی القوی. (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۳۸ مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصد کتاب الزکاۃ)

﴿۳﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۲: ۳۸ مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصد کتاب الزکاۃ)

(۱)ایک آدمی گیہوں کی تجارت کررہا ہے لیکن وہ پڑا رہے اور فروخت نہ ہو اس صورت میں زکوٰۃ رأس المال پر واجب ہوگی یا آمدنی پر؟ (۲)ایک گاڑی (ٹرک) ہے جس کی قیمت اسّی نوّے ہزار روپیہ ہے اس سے زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اسلام ظہور صالح خانہ چراٹ نوشہرہ

الجواب: (۱)اس رأس المال (تجارتی گیہوں) سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا ہوگا **(هداية وغيرها)**﴿۱﴾۔

(۲)ٹرک کی قیمت میں زکوٰۃ نہیں ہے آمدنی سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرنا ہے (شامی)﴿۲﴾۔ وهو الموفق

تجارتی اور کرایہ کی گاڑیوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بس، ٹرک وغیرہ کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی میں زکوٰۃ ہے اور ذات میں نہیں اور بعض دونوں میں زکوٰۃ کی بات کرتے ہیں اب اگر گاڑی نئی ہو تو اس کی قیمت ایک لاکھ کے لگ بھگ ہوتی ہے اور سیکنڈ ہینڈ گاڑی کی قیمت کم ہوتی ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ اور بعض تاجروں کا یہ طریقہ ہے کہ یہ گاڑیاں اقساط پر خریدتے ہیں کچھ نقد اور کچھ قسطوں پر اس صورت میں زکوٰۃ دینے کا کیا طریقہ ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی احمد نور باجوڑ......۱۹۷۵ء/۷/۲۱

﴿۱﴾ قال العلامة مرغيناني: الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ماكانت اذابلغت قيمتها نصابا من الورق او الذهب لقوله عليه السلام فيها يقومها فيؤدى من كل مائتى درهم خمسة دراهم ولانها معدة للاستنماء باعداد العبد فاشبه المعد باعداد الشرع وتشترط نية التجارة ليثبت الاعداد. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۲۵ فصل في العروض)

﴿۲﴾قال العلامة الحصفكي: ولا في ثياب البدن واثاث المنزل ودور السكنى ونحوها...... وكذلك آلات المحترفين. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۹ كتاب الزكاة)

الجواب: جوشخص گاڑیوں کا تاجر ہواور اس کی خرید وفروخت کرتا ہواس پر گاڑیوں کی قیمت سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، لکونها من اموال التجارة وسلعها ﴿۱﴾ اور جوشخص لاری خرید کر کرایہ اور اجرت پر چلاتا ہوتو وہ منافع سے زکوٰۃ ادا کرے گا، اور قیمت لاری میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، لانه استغلال کبیوت الکراء کما فی مجمع البرکات رجل اشتریٰ اعیانا منقولة یواجرها میاومة ومشاهرة ومسانهة ویحصل له من المنقولات مال عظیم لا یجب الزکاة فیها لانها لیست بمال التجارة الخ ﴿۲﴾ (مجموعۃ الفتاویٰ ۱:۳۶۳) اور اقساط پر خریدنے کی تقدیر پر غیر اداشدہ اقساط دین ہوگا، اس مقدار کو نصاب سے کم کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

کرایہ کیلئے یا ذاتی استعمال کی موٹر میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موٹر وغیرہ جو ذاتی استعمال کیلئے یا کرایہ پر چلائی جاتی ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فدا محمد لوند خوڑ...... مردان

الجواب: جو موٹر وغیرہ استعمال کیلئے ہو اس کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، لعدم النماء، اور اگر استغلال کیلئے ہوتو اس کمائی ہوئی رقم میں باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی اور قیمت میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، ونظیره ما فی مجموعة الفتاویٰ ۱:۳۶۳ رجل اشتریٰ اعیانا منقولة یؤاجرها

﴿۱﴾ وفی الهندیة: الزکاة واجبة فی عروض التجارة کائنة ما کانت اذابلغت قیمتها نصابا. (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۷۹ الفصل الثانی فی العروض)

﴿۲﴾ مجموعة الفتاویٰ للعلامة عبد الحی اللکهنوی ۱:۳۶۳ کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ قال المرغینانی: ومن کان علیه دین یحیط بماله فلا زکاة علیه وان کان ماله اکثر من دینه زکی الفاضل اذا بلغ نصابا. (هدایة علی صدر فتح القدیر ۲:۱۱۷ کتاب الزکاة)

میاومۃ مشاھرۃ ومسانھۃ ویحصل لہ من المنقولات مال عظیم لا یجب الزکوٰۃ فیھا لانھا لیست بمال التجارۃ فانھا یمسکھا وینتفع بھا نوع انتفاع فصار کالاستعمال فلم یجب فی ذلک شیئ کذا فی خزانۃ الروایات ﴿۱﴾ وفی قاضی خان ولو اشتریٰ قدوراً من الصفر یمسکھا او یواجرھا لا تجب فیھا الزکاۃ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

پگڑی کی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک دکان کرایہ پر لی ہے مالک دکان نے مجھ سے پچاس ہزار روپیہ پگڑی بھی لی ہے یہ رقم مجھے دوبارہ ملی گی اب اس رقم کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ مالک مکان ادا کرے گا یا میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل زادہ روٹی پائے مرچنٹ تیمر گرہ ضلع دیر......۱۴/۸/۱۹۸۹ء

الجواب: اگر یہ مالک دکان آپ کی امانت کا اقراری ہو انکاری نہ ہو تو اس رقم کی زکوٰۃ آپ کے ذمہ واجب ہوگی ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

جی پی فنڈ اور سال میں دو دفعہ زکوٰۃ کی کٹائی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سائل مرکزی حکومت کا ملازم ہے جی پی فنڈ جمع ہوگئی تھی متعلقہ دفتر اے جی پی آر حکومت پاکستان اسلام آباد نے حساب مکمل کر کے میری جمع

﴿۱﴾ (مجموعۃ الفتاویٰ للکھنوی ۱: ۳۶۳ کتاب الزکوٰۃ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیۃ ۱: ۲۵۱ فصل فی مال التجارۃ)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن الھمام: (تحت قولہ ولو کان الدین علی مقر) ففی القوی تجب الزکاۃ اذاحال الحول ویتراخی الاداء الی ان یقبض اربعین درھما ففیھا درھم.

(فتح القدیر ۲: ۱۲۳ کتاب الزکاۃ)

شدہ رقم میں سے زکوٰۃ وضع کر کے بقیہ رقم کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان اسلام آباد کو ارسال کردی تا کہ میرے کھاتہ نیشنل بینک اسلام آباد کو بھجوادی جائے ، دفتر اے جی پی آر نے سٹیٹ بینک اور نیشنل بینک اسلام آباد کو مطلع کیا تھا کہ مطلوبہ زکوٰۃ منہا کر لی گئی ہے اس کے علاوہ سائل نے بھی ذاتی طور پر بینک منیجر کو مطلع کیا تھا مگر بینک منیجر نے یکم رمضان کو دوبارہ زکوٰۃ کی رقم وصول کر لی اس سلسلہ میں ایڈمنسٹریٹر زکوٰۃ حکومت پاکستان سے بذریعہ مراسلہ رابطہ قائم کیا گیا جواب میں اس عمل کو درست قرار دیا گیا اور زکوٰۃ آرڈیننس کی دفعات کا حوالہ دیا گیا سائل نے دوبارہ رابطہ کیا کہ ایک سال میں چار مہینے کے قلیل عرصہ میں دوبارہ زکوٰۃ وصول کرنا قرآن وسنت کے منافی ہے لیکن انہوں نے دوبارہ آرڈیننس کا حوالہ دے کر رقم واپس نہ کرنے کا جواز پیدا کیا، شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد اسلام آباد پنجاب.....۱۳/ شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ جی پی فنڈ قبل از قبض کاٹی جاتی ہے لہٰذا یہ رقم حکومت پر ملازم کا قرض ہے اور قرض فقہاء کرام کے نزدیک تین قسم کے ہیں، قوی، متوسط، ادنیٰ، اور بظاہر یہ فنڈ قسم سوم میں داخل ہے، لانہ عوض خدمة الحر، وفی الدر المختار دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع (ردالمحتار مصطفى البابى ۲: ۳۰۶)﴿۱﴾۔ پس حکومت اس فنڈ سے زکوٰۃ لینے کا حق نہیں رکھتی اور حکومت کا یہ اقدام یعنی سال میں دو دفعہ زکوٰۃ کاٹنا زیادتی بالائے زیادتی اور خلاف شرع فعل ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

جی پی فنڈ ظاہر میں دین ضعیف کے حکم میں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جی پی فنڈ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اور

﴿۱﴾(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۹ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: لقوله عليه الصلاة والسلام لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول. (البحر الرائق ۲: ۲۰۳ كتاب الزكاة)

واضح رہے کہ یہ رقم مرنے پرملتی ہے یا ریٹائیرڈ ہونے پر، جبکہ یہ رقم اس شخص کے پاس بھی نہیں ہے کیا اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رازق سارجنٹ مین پی اے ایف کوہاٹ

الجواب: پراویڈنٹ فنڈ میں وصولی سے پہلے زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ احتیاط زکوٰۃ کے واجب ہونے میں ہے لانہ دین ضعیف فی الظاھر ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ پراویڈنٹ فنڈ کسی مال تجارت کا معاوضہ نہیں ہے اسلئے دین قوی میں یہ داخل نہیں ہے اور دین متوسط بھی چونکہ مال کا بدلہ ہوتا ہے اسلئے یہ دین متوسط میں بھی داخل نہیں ہے، اور مال ضمار میں بھی داخل نہیں ہے کیونکہ مال ضمار میں حصول کی توقع ہی نہیں ہوتی، اور یہ فنڈ محض عوض خدمت وملازمت ہے لہٰذا یہ دین ضعیف میں شمار ہوتا ہے اور دین ضعیف میں وصولی سے قبل زکوٰۃ واجب نہیں، اور یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے اور مفتیٰ بہ قول بھی ہے، اور باقی ائمہ کے نزدیک تمام قرضے برابر ہیں اس میں کوئی تقسیم نہیں ہے، قال ابن عابدین: (قولہ عند الامام) وعندھم الدیون کلھا سواء تجب زکاتھا ویؤدی متیٰ قبض شیئاً قلیلا او کثیرا. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۳۸ قبیل مطلب فی دین المرصد) (وھکذا فی المبسوط للسرخسی ۲:۱۹۰) لیکن فتویٰ اس پر نہیں ہے البتہ اس پر عمل کرنے میں احتیاط ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس فنڈ کی رقم پر ایام ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں...... نیز حضرات صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک چونکہ دیون میں قوی، متوسط، ضعیف کی کوئی تفصیل نہیں ہے بلکہ ہر قسم کے دین پر زکوٰۃ ایام ماضیہ کی واجب ہے اسلئے کوئی احتیاط اور تقویٰ پر عمل کرے اور ایام ماضیہ کی زکوٰۃ بھی ادا کرے تو بہتر ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۲:۴۸ سوال:۶۷)......(از مرتب)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: واعلم ان الدیون ثلاثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتھا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درھما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ فکلما قبض اربعین درھما یلزمہ درھم.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۳۸ باب زکاۃ المال)

حکومت کی طرف سے جبراً کاٹی گئی رقم اور تنخواہ میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سرکاری ملازم ہے اس کی تنخواہ میں اضافہ ہوا لیکن اس کو پہلی جیسی تنخواہ ملتی ہے اور جو تنخواہ میں اضافہ ہوا ہے وہ رقم حکومت اپنے ہاں اس ملازم کیلئے جمع کر رہی ہے پھر چار پانچ سال بعد یہ اضافی رقم برآمد کی گئی کیا اس میں زکوٰۃ واجب ہے؟ نیز جو تنخواہ ماہوار ملتی ہے اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ ہم نے سنا ہے کہ شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس ماہوار تنخواہ میں زکوٰۃ ثابت کی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا حفیظ الحق فاضل حقانیہ......۵/۷/۱۹۷۷ء

الجواب: (۱) چونکہ یہ زائد رقم دین ضعیف میں داخل ہے لہٰذا قبض سے پہلے اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی البتہ بعد القبض زکوٰۃ واجب ہوگی یعنی حولان حول قصداً یا تبعاً کے بعد ﴿۱﴾۔ (۲) تنخواہ میں زکوٰۃ باقاعدہ واجب ہے یعنی جب حولان حول قصداً یا تبعاً متحقق ہو۔ و ھو الموفق

تجارتی اور نقد مال میں حولان حول کے بعد بہرحال زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے تجارت میں ایک لاکھ روپیہ لگا دیئے گھریلو اخراجات کی وجہ سے سال بھر گزرنے کے بعد پچانوے ہزار رہ گئے یعنی نفع بھی نہیں ہوا اور کمی بھی واقع ہوئی یا سال بعد دس ہزار نفع بھی ہوا لیکن پندرہ ہزار خرچ ہوئے یعنی منافع بھی ہوا اور اصل زر میں کمی بھی آ گئی، تو دونوں صورتوں میں زکوٰۃ دینے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عمر خان بلی ٹنگ کوہاٹ......۲۲/شعبان۱۴۱۰ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لافورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الجواب: تاجر حولان حول کے وقت مال تجارت اور منافع دونوں سے زکوٰۃ ادا کرے گا، مثلاً یکم رمضان کو تاجر نے ایک لاکھ روپیہ کی ایک ہزار من گندم خرید لی دوسرے یکم رمضان کو اس کے پاس پانچ سو من گندم اور ساٹھ ہزار روپیہ موجود ہے اور دوران سال اس نے دس ہزار گھریلو اخراجات میں صرف کئے تو اس صورت میں تاجر پانچ سو من گندم اور ساٹھ ہزار روپیہ کی زکوٰۃ ادا کرے گا نہ کہ پانچ سو من گندم اور ستر ہزار کا اور نہ صرف ساٹھ یا ستر ہزار کا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

ذاتی کتب میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب کے پاس تقریباً سات سو روپیہ کی کتابیں ہوں گی جو کہ ذاتی طور پر مطالعہ کیلئے ہیں اس کتابوں میں یا اس کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا بالبرهان توجروا عند الرحمن

المستفتی: مولانا غلام حبیب صاحب ہزاروی ویسہ اٹک ......۱۱/ شعبان ۱۳۹۴ھ

الجواب: جو کتب تجارت کیلئے نہ ہوں تو ان میں اور ان کی قیمت میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے خصوصاً جبکہ مطالعہ اور استعمال کیلئے ہوں تو اس میں زکوٰۃ تو درکنار فطرانہ اور قربانی بھی واجب نہیں ہوتی، اما الاول فلعدم النماء لان المال هو الذهب والفضة والسائمة ومال التجارة، وفی الهندية ۱: ۲۰۱ وان كانت له كتب تساوی مأتی درهم الا انه يحتاج اليها للتدريس او التحفظ او التصحيح يجوز صرف الزكوٰة اليه كذا فی فتاویٰ قاضيخان ﴿۲﴾فافهم

(بقیه حاشیه) یلزمه درهم الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زكاة المال)

﴿۱﴾قال العلامة الحصكفی: وشرط افتراض ادائها حولان الحول وهو فی ملكه وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة باصل الخلقة...... او نية التجارة فی العروض اماصريحاً...... او دلالة. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۱ كتاب الزكوٰة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیرية ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

واما الثانی فلانهم وان صرحوا بعدم اشتراط النماء ولکن صرحوا بکونه فارغاً من الحاجة الاصلیة ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا تحتاج الی نقل العبارات. وهو الموفق

صرف گائے یا بھینس کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت کے پاس ایک گائے یا بھینس یا دو بکریاں ہیں جس سے وہ اپنا گزر اوقات کرتی ہے کیونکہ اس کے نفقہ کا کوئی اور سبب ظاہری نہیں ہے کیا یہ عورت زکوٰۃ ادا کرے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحسیب مسجد فردوس ہوتی مردان.....۱۹۷۲ء/ ۸/ ۱۴

الجواب: اس بیوہ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لعدم تحقق النصاب الشرعی ﴿۲﴾ اور اگر ان حیوانات کی قیمت اتنی زائد ہو کہ سال بھر کا خرچہ اس سے پورا ہوتا ہو اور اس کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت باقی رہتی ہو تو اس کیلئے زکوٰۃ لینی جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے، ونظیره ما فی الهندیه ۱: ۲۰۰ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلیة فلیس فی دور السکنیٰ وثیاب البدن واثاث المنازل..... وکذا کتب العلم ان کان من اهله وآلات المحترفین کذا فی السراج الوهاج. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۲ کتاب الزکاة)

وقال الطاهر البخاری: رجل له کتب العلم مایساوی مائتی درهم ان کانت مما یحتاج الیها فی الحفظ والدراسة والتصحیح لایکون نصابا وحل له اخذالصدقة فقها کان او حدیثا او ادباً. (خلاصة الفتاویٰ ۱: ۲۴۰ الفصل السابع فی الکتب والعروض)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ومنها کون المال نصابا فلا تجب فی اقل منه.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۲ الباب الاول کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: وکذا لو کان عنده من المصاحف وهو..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

بشرط بقائے نصاب مال تجارت میں نقصان کی صورت میں بھی زکوٰۃ فرض ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کاروبار میں سال گزرنے پر معلوم ہوا کہ نقصان ہوا ہے اور یہ شخص صاحب نصاب بھی ہے تو کس طرح اور کس کس مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد شیخ......۱۵/محرم ۱۳۹۵ھ

الجواب: صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ اس نے نقصان کیا ہو لہٰذا وہ سونا، چاندی، زیورات اور سامان تجارت وغیرہ سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرے گا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قرضہ رہن میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مثلاً چار ہزار روپیہ قرض لیا اور اپنی زمین عمرو کے پاس رہن کیا اب مبلغ مذکورہ سے سال بھر گزرنے پر زکوٰۃ وجوباً ادا کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل شہزادہ بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی......۱۹۶۹ء/۱۰/۲۱

(بقیہ حاشیہ) یحتاج الیه وان کان لا یحتاج الیه وهو یساوی مائتی درهم لا یجوز صرف الزکاة ولا یجوز له اخذها، وکذا لو کان له حوانیت او دار غلة تساوی ثلاثة آلاف درهم وغلتها لا تکفی لقوته وقوت عیاله یجوز صرف الزکاة الیه فی قول محمد رحمه الله ولو کان له ضیعة تساوی ثلاثة آلاف ولا تخرج مایکفی له ولعیاله اختلفوا فیه قال محمد بن مقاتل یجوز له اخذ الزکاة الخ. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدین: الزکاة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصابا ملکا تاما وحال علیه الحول.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۱۲ کتاب الزکاة)

الجواب: چونکہ یہ چار ہزار روپیہ راہن کے ذمہ مرتھن کا قرضہ ہے لہٰذا اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی، فی الحال بھی دے سکتا ہے اور فک رہن (آزادی رہن) کے بعد بھی تمام مدت رہن کی دے سکتا ہے ﴿۱﴾ (صرح به فی ردالمحتار والهندية). وهو الموفق

قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو وصول ہونے سے پہلے یا وصول ہونے کے بعد؟ کیونکہ کبھی کبھی قرضہ گم بھی ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غنی اللہ تورڈھیر صوابی......۱۹۶۹ء/۷/۳۰

الجواب: قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن ادا اس وقت واجب ہوگی جس وقت کم از کم چالیس روپیہ شرعی یعنی نصاب کے پانچویں حصہ کو قبض کرے ﴿۲﴾ اور اگر تمام قرضہ کو یک مشت قبض اور وصول کیا تو تمام سالوں کی زکوٰۃ اسی وقت ادا کی جائے گی ﴿۳﴾ اور گم ہونے کی صورت میں اس پر زکوٰۃ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو كان الدين على مقر مليئ...... فوصل الى ملكه لزم زكاة ما مضى. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۰، ۱۱ كتاب الزكاة) وفي الهندية: واما سائر الديون المقربها...... ووسط...... اذا قبض مأتين زكى لما مضى في رواية الاصل وقوى...... اذا قبض اربعين زكى لما مضى. (فتاوىٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۵ كتاب الزكاة باب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال التجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زكاة المال)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: وافتراضها عمرى اى على التراخي وصححه الباقاني وغيره وقيل فورى اى واجب على الفور وعليه الفتوىٰ.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴ كتاب الزكاة)

نہیں ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

مسجد فنڈ سے تجارت کرنا اوراس میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے پاس مسجد کا فنڈ ہے وہ بوقت ضرورت مسجد میں خرچ کرتا رہتا ہے اب اس رقم سے تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حولان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: احسان طوروی/مولوی نوراحمد ٹانک......۱۹۸۴ء/۲/ ۲۸

الجواب: چندہ دہندگان یا ان کے معتمد علیہ کی اجازت سے اس رقم سے تجارت کرنا جائز ہے اوراگر یہ رقم متولی کو نہ دی گئی ہو تو یہ رقم چندہ دہندگان کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی ہے اور چندہ دہندگان کی حیثیت کو دیکھا جائے گا اگر وہ اغنیاء ہوں تو اس مال کے موقوف نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ان کے ذمہ واجب الادا ہوگی ورنہ نہیں﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی: لا زکاۃ فی مال الضمار وھو مالا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۰ کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾شاہ اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ ۲: ۵۹۵ کتاب الوقف میں لکھا ہے: چندہ اہل چندہ کی ملک سے خارج نہیں ہوا ہے اس لئے ان لوگوں سے اجازت لینا ضروری ہے البتہ جو دینے والے مجہول یا مفقود ہوں ان کے حصہ کی نسبت کی موافق دوسری مسجد میں صرف کردینا جائز ہے(سوال:۷۲۲)

اسی طرح ۲: ۵۷۲ (سوال: ۶۹۵) میں چندہ کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ وقف نہیں معطیین کا مملوک ہے اگر اہل چندہ صراحۃً یا دلالۃً انعام دینے پر رضامند ہوں درست ہے ورنہ درست نہیں۔انتہیٰ

پس اس سے معلوم ہوا کہ مسجد فنڈ خرچ ہونے سے پہلے وقف عرفی ہوتا ہے شرعی نہیں ہوتا، ہدایہ میں ہے: قال ابو حنیفۃ لا یزول ملک الواقف عن الوقف الا ان یحکم بہ الحاکم او یعلقہ بموتہ فیقول اذا مت فقد وقفت داری علی کذا وقال ابو یوسف یزول ملکہ بمجرد القول وقال محمد لا یزول حتی یجعل للوقف متولیا ویسلمہ الیہ، قال ابن الھمام: بعد ذلک القول وبہ اخذ مشائخ بخاریٰ. (ھدایۃ مع فتح القدیر ۵: ۴۱۸ کتاب الوقف)

باب زکوٰۃ السوائم

بھیڑ بکریوں کا نصاب اور زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی ہیں دو شادی شدہ اور دو غیر شادی شدہ جبکہ ہم سب کی مالیت ایک سو ستر بھیڑ بکریاں ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم پر عید کی قربانی واجب ہے اور کیا ہم سارے مویشی کی زکوٰۃ ادا کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حسن خان متعلم بحر العلوم کوئٹہ......۱۴/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: چونکہ چالیس بکریاں نصاب شرعی ہے اور عارضی تقسیم کے وقت آپ میں سے ہر ایک برادر صاحب نصاب ہے لہٰذا آپ تمام برادران پر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

نصاب سے کم بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس بیس بھیڑ بکریاں تھیں، دو سال بعد اس سے بیس حمیال پیدا ہوئے اب جبکہ اس بیس عدد پر سال گزر چکا ہے تو اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۳/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: لا یجب علی هذا الرجل الزکوٰۃ لعدم کمال النصاب فی الابتداء

﴿۱﴾ وفی الهندية: فاذا کانت اربعین سائمة وحال علیها الحول ففیها شاة الی مائة وعشرین.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۱۷۸ الفصل الرابع فی زکاة الغنم الباب الثانی فی صدقة السوائم)

نعم اذا كانت اربعين عند الابتداء وصارت مائة وثلثين عند حولان الحول فيجب فيه الشاتان ﴿۱﴾. وهو الموفق

بھیڑ اور بکریوں کے مشترکہ نصاب کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے بیس ضان ہیں اور بیس حملان ہیں لیکن ضان پر سال گزر گیا ہے اور حملان پر صرف پانچ دن گزر گئے ہیں تو اس میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: باران خان طالب علم......۱۹/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: بھیڑ بکریوں کا نصاب چالیس ہیں کما صرحوا به، اور اس صورت میں نصاب پر حولان حول نہیں ہوا ہے نہ قصداً اور نہ تبعاً پس اس میں زکوٰۃ نہیں ہے، بخلاف ما اذا ولدت الاربعون شاة تسعين حملا فى وسط الحول فتجب فيها الشاتان لوجود حولان الحول على الحملان تبعاً ﴿۲﴾. وهو الموفق

گائے اور بھینسوں کی زکوٰۃ پر چراہ گاہ کے کرایہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیوانات گائے بھینس وغیرہ میں

﴿۱﴾ وفى الهندية: ليس فى اقل من اربعين من الغنم السائمة صدقة. فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة الى مائة وعشرين فاذا زادت واحدة ففيها شاتان الى مائتين. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۱۷۸ الفصل الرابع فى زكاة الغنم الباب الثانى فى الصدقة السوائم)

﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدين المرغينانى: ليس فى اقل من اربعين من الغنم السائمة صدقة فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة الى مائة وعشرين ، فاذا زادت واحدة ففيها شاتان الى مائتين فاذا زادت واحدة ففيها ثلاث...... والضان والمعز سواء لان لفظة الغنم شاملة للكل. (هدايه على صدر فتح القدير ۲: ۱۳۵ فصل فى الغنم)

مثلاً سو سے زیادہ گائے بھینس ہیں جو سال کے اکثر حصہ میں دریائے کابل کے کنارے اور درمیانی جنگلات اور میدانوں میں چرتے ہیں لیکن یہ جنگل اور زمین ٹھیکہ پر لئے ہوئے ہیں سالانہ گائے کے سو روپیہ اور بھینس کے دو سو روپیہ دیتے ہیں کیا اس ٹھیکہ شدہ زمین میں چرنے والے حیوانات پر بھی صدقہ وزکواۃ لازم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی زمان خان سرحد ٹیکسٹائل ملز نوشہرہ......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۴

الجواب: یہ بھینس سائمہ ہیں ان میں زکوٰۃ باقاعدہ واجب ہے اور ٹھیکہ دار کو اس مخصوص رقم دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کما فی الدر المختار، وشرعا المکتفیۃ بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل (۲: ۲۰) ﴿۱﴾. وھو الموفق

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ میں معیت فی الرعی شرط نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس چالیس بھیڑ بکریاں ہیں جو کہ ایک نوکر چراتے ہیں اور ان بھیڑوں کے چالیس بچے ہیں جو دوسرا شخص چراتے ہیں اب اس پر سال گزر گیا ہے بعض علماء کا موقف ہے کہ ان بچوں میں جداگانہ زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ اس میں معیت فی الرعی شرط ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اعتبار ملکیت کو ہے لہٰذا دونوں میں زکوٰۃ فرض ہے ان میں کون سا مذہب مفتی بہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملنگ غزنوی......۲۰/رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: ہمارے ائمہ کے نزدیک جدا جدا چرنا یا ایک جگہ اکٹھے چرنا برابر ہیں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۶ باب السائمۃ)

﴿۲﴾ قال الدکتور وھبۃ الزحیلی: ان یحول علیھا حول کامل فی ملک صاحبھا بان یمضی علی تملکھا عام کامل من بدء الملکیۃ، ویبقی الملک فیھا جمیع الحول، فلو لم یمض الحول فی ملکہ، لم تجب علیہ الزکاۃ الخ. الفقہ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اجارہ پردی گئی بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بھیڑ بکریاں ایک مزدور کو تین سال کیلئے دی ہیں اسی دوران یہ بھیڑ بکریاں زیادہ ہوگئیں پھر مالک نے مزدور کو کہا کہ چونکہ یہ بھیڑ بکریاں اب ہمارے درمیان نصف پر ہیں اسلئے تقسیم کے بعد ہم اپنے اپنے حصے سے زکوٰۃ ادا کریں گے لیکن مزدور نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا کہ زکوٰۃ آپ ہی ادا کریں اب یہ زکوٰۃ مزدور ادا کرے گا یا مالک؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی سادہ گل بازوخیل ژوب بلوچستان......۹/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس صورت میں یہ اجارہ فاسدہ ہے یہ مزدور نہ کسی بھیڑ بکری کا مالک ہے اور نہ اس پر زکوٰۃ ہے البتہ مزدور کو اجر مثل دی جائے گی اور مصالحت اس طرح بھی ہوسکتی ہے (ماخوذ از ہدایہ﴿۱﴾ شامی﴿۲﴾)۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الاسلامی وادلتہ ۳:۱۹۱۶ زکاۃ الحیوان اوالانعام)

قال العلامة ابن عابدين: (قوله بالرعى)...... لو اطلق الكلا على المنفصل ولقائل منعه بل ظاهر قول المغرب الكلأ هو كل مارعته الدواب من الرطب واليابس يفيد اختصاصه بالقائم فى معدنه ولم تكن به سائمة لانه ملكه بالحوز فتدبر قلت لكن فى القاموس الكلأ كجبل العشب رطبه ويابسه فلم يقيده بالمرعىٰ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۶ باب السائمة)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ومن دفع الى حائك غزلا لينسجه بالنصف فله اجر مثله وكذا اذا استأجر حمارا يحمل طعاما بقفيز منه فالاجارة فاسدة.

(الهداية على صدر فتح القدير ۸:۴۹ باب الاجارة الفاسدة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو دفع غزلا لآخر لينسجه له بنصفه اى بنصف الغزل او استأجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه او ثور اليطحن ......فسدت فى الكل ، قال ابن عابدين: (قوله فسدت فى الكل) ويجب اجر المثل لا يجاوز به المسمى.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۵:۳۹:۴۰ باب الاجارة الفاسدة)

زکوٰۃ میں جانور دینے کی بجائے قیمت دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے جانوروں کی زکوٰۃ میں ایک جانور کو متعین کیا بعد میں اس میں تاخیر ہوئی اور ابھی اس کی قیمت ساٹھ روپے مقرر ہوئی وہ کونسی چیز زکوٰۃ میں ادا کردے گا؟ بینوا توجروا

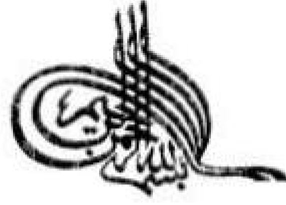
المستفتی: فضل الدین متعلم دارالعلوم حقانیہ......۳۱/۱۰/۷۸ء

الجواب: اس شخص پر شاۃ یا قیمت شاہ واجب ہے ﴿۱﴾ وہ قیمت جو بعد میں ہو اور اس حکم میں تغیر نہیں ہوتا ہے گویا کہ موجودہ قیمت ساٹھ روپے ادا کرے گا ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: ويجوز دفع القيمة فى الزكاة والكفارة وصدقة الفطر والعشر والنذر. (البحر الرائق ۲: ۲۲۱ فصل فى الغنم كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال الحصكفى: وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفى السوائم يوم الاداء اجماعاً وهو الاصح، قال ابن عابدين: اى كون المعتبر فى السوائم يوم الاداء اجماعاً وهو الاصح فانه ذكر فى البدائع انه قيل ان المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الاداء وفى المحيط يعتبر يوم الاداء بالاجماع وهو الاصح.

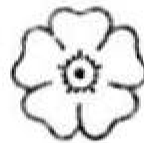
(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زكاة الغنم)



قال اللّٰہ تعالیٰ

یٰایہا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض.

......(البقرة)......



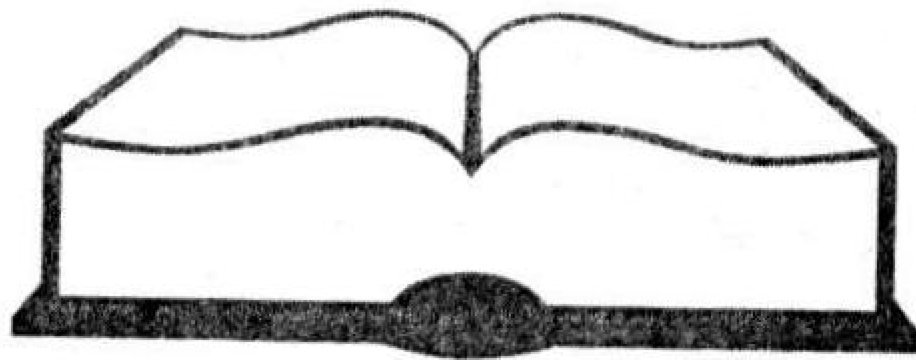
الله

الله

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب زکوٰۃ الزروع والثمار



باب زکوٰۃ الزروع والثمار (العشر)

عشر کے وجوب کیلئے غنا اور نصاب شرط نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہمارے علاقہ میں دریا بہتے ہیں جن سے لوگوں نے چھوٹے چھوٹے نہریں نکالی ہیں اور مفت میں زمینیں سیراب ہوتی ہیں اس میں عشر ہے یا نصف العشر ؟ (۲) ایک آدمی انتہائی قرضدار ہے اور اس کا اتنا غلہ ہوتا ہے جو صرف روزمرہ خرچ کیلئے کافی ہوتا ہے کیا اس کی زمین کے حاصلات میں عشر واجب ہے؟ (۳) ہمارے علاقے میں دھقانی کا رواج ہے اور دھقان پانچواں حصہ لیتا ہے جس سے سالانہ گزارہ مشکل سے ہوتا ہے کیا اس دھقان پر بھی عشر واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر بہادر بر شور سوات.....۱۹۷۵ء/۹/۲۲

الجواب: (۱) ایسی زمین کے حاصلات سے دسواں دینا واجب ہوتا ہے (درمختار) ﴿۱﴾۔

(۲) عشر کے وجوب کیلئے نہ غنا شرط ہے اور نہ کوئی نصاب لہٰذا اس شخص پر عشر واجب ہوگا (شامی) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وتجب في مسقى سماء اى مطر وسيح كنهر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۵۳، ۵۴ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله بلا شرط نصاب) وبقاء فيجب فيما دون النصاب بشرط ان يبلغ صاعا وقيل نصفه.

(ردالمحتار ۲: ۵۴ مطلب مهم في حكم اراضى مصر والشام باب العشر)

ومثله في الهندية: ويجب العشر عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ فى كل ما تخرجه الارض. (فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۶ الباب السادس فى زكاة الزرع والثمار كتاب الزكاة)

(۳) مفتیٰ بہ قول کی بنا پر یہ مزارع اپنے حصہ سے عشر ادا کرے گا (درمختار) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسلک حنفی کی رو سے زرعی پیداوار میں نصاب مقرر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر کے وجوب کیلئے زرعی پیداوار میں کوئی نصاب مقرر ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی خاص مقدار یا قسم عشر سے مستثنیٰ ہے یا نہیں؟ نفی کی صورت میں حدیث بخاری عن ابی سعید الخدری کہ تیس من سے کم غلہ یا کھجور میں عشر واجب نہیں اسی طرح روایت علی میں کہ ترکاریوں میں عشر واجب نہیں توضیح طلب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عشر کیلئے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، لعموم قوله تعالیٰ ولعموم الحديث ﴿۲﴾ واما حديث خمسة اوسق فمحمول على حالة التجارة او على ما يأخذه الامام، واما حديث ليس فى الخضراوات صدقة فمعناه اى لا يأخذه العاشر ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفى المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاساني: ولابى حنيفة عموم قوله تعالىٰ: يا ايها اللذين امنوا انفقوا من طيبات ما كسبتم ومما اخرجنا لكم من الارض (البقرة: ۲۶۷) وقوله عزوجل: وآتوا حقه يوم حصاده (البقرة ۲۶۷) وقول النبى ﷺ: ما سقته السماء ففيه العشر وما سقى بغرب اودالية ففيه نصف العشر (اخرجه البخارى فى صحيحه ۳:۴۴۷ فى الزكاة باب العشر فيما يسقى من ماء السماء عن عبد الله بن عمر مرفوعا بلفظ قريب منه) من غير فصل بين القليل والكثير ولان سبب الوجوب وهى الارض النامية بالخارج لا يوجب التفصيل بين القليل والكثير. (بدائع الصنائع ۲: ۱۸۰ باب العشر شرائط المحلية)

﴿۳﴾ قال المرغيناني: قال ابو حنيفة فى قليل ما اخرجته..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عشر میوہ جات میں ایک سال ذخیرہ ہونے کی شرط معتبر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ زمین کی پیداوار میں ایسی چیزیں جو ایک سال تک ذخیرہ نہیں ہوتیں مثلاً ٹماٹر، یا لک سیب کے بعض اقسام اس میں عشر نہیں ہے بلکہ چالیسواں ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل الرحمٰن راولپنڈی......۱۹۷۵ء/ ۸/ ۲۵

(بقیہ حاشیہ) الارض و کثیره العشر...... ولابی حنیفة قوله علیه السلام ما اخرجت الارض ففیه العشر من غیر فصل وتأویل ما روياه زكاة التجارة لانهم كانوا يتبائعون بالاوساق وقيمة الوسق اربعون درهما...... وله ما روينا ومرويهما محمول على صدقة يأخذها العاشر . وقال ابن الهمام: ما اخرجت الارض ففيه العشر اخرج البخارى عنه عليه السلام فيما سقت السماءُ والعيون او كان عثريا العشر وفيما سقى بالنضح نصف العشر وروى مسلم عنه عليه السلام فيما سقت الانهار والغيم العشر وفيما سقى بالسانية نصف العشر وفيه من الآثار ايضا ما اخرج عبد الرزاق اخبرنا معمر عن سماك بن الفضل عن عمر بن عبد العزيز قال فيما انبتت من قليل وكثير العشر واخرج نحوه عن مجاهد وعن ابراهيم النخعى واخرجه ابن ابى شيبة ايضا عن عمر بن العزيز ومجاهد وعن النخعى وزاد فى حديث النخعى حتى فى كل عشر دستجات بقل دستجة والحاصل انه تعارض عام وخاص فمن يقدم الخاص مطلقا كالشافعى قال بموجب حديث الاوساق ومن يقدم العام او يقول يتعارضان وبطلب الترجيح ان لم يعرف التاريخ وان عرف فالمتأخر ناسخ وان كان العام كقولنا يجب ان يقول بموجب هذا العام هنا لانه لما تعارض مع حديث الاوساق فى الايجاب فيما دون الخمسة الاوسق كان الايجاب اولىٰ للاحتياط فمن تم له المطلوب فى نفس الاصل الخلافى تم له هنا ولو لاخشية الخروج عن الغرض لاظهرنا صحته اى اظهار مستعيناً بالله تعالىٰ واذا كان كذلك فهذا البحث يتم على الصاحبين لا لتزامهما الاصل المذكور وما ذكره المصنف من حمل مرويهما على زكاة التجارة طريقة الجمع بين الحديثين ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان تمام سبزیوں وغیرہ میں عشر یا نصف العشر واجب ہے، ان کے نزدیک ایک سال باقی رہنا شرط نہیں ہے، لعموم حدیث البخاری ای فیما سقته السماء الحدیث﴿۱﴾ واما الحدیث لیس فی الخضراوات صدقة فمحمول علی ما یأخذه العامل﴿۲﴾ وفی الدرالمختار: وبلا شرط بقاء وحولان حول. (هامش ردالمحتار ۲:۶۷)﴿۳﴾. وهو الموفق

پاکستانی زمینیں عشری ہیں خراجی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی اور بالخصوص پشاور ومردان کی آبادشدہ اراضی کا اطلاق عشری زمین پر ہوتا ہے یا خراجی زمین پر جواب سے مطمئن فرما کر

(بقیه حاشیه)قیل ولفظ الصدقة یشعر به فان المعروف فی الواجب فیما اخرجت اسم العشر لا الصدقة بخلاف الزکاة.

(فتح القدیر مع الهدایة ۲: ۱۸۷، ۱۸۸ باب زکاة الزروع والثمار)

﴿۱﴾ (الصحیح البخاری ۱: ۲۰۱ باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: قوله فقال لیس فیها شیئ: قال ابویوسف ومحمد لا عشر فی الخضراوات ای فیما لا یبقیٰ سنة من غیر معالجة، وقال ابو حنیفة یجب فیها العشر ونصف العشر وحجته عموم قوله تعالیٰ انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض وعموم حدیث الباب الآتی، ویؤیده ما رواه ابن ابی شیبة عن عمر بن عبد العزیز قال فیما انبتت الارض من قلیل او کثیر العشر، والجواب عن حدیث الباب انه علی تقدیر ثبوته محمول علی ما یأخذه العاشر کما فی الهدایة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳: ۱۵۲ باب زکاة الخضراوات)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۴ باب العشر)

مشکور وممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرحمٰن لوندخوڑ مردان

الجواب: ان علاقوں کی بارانی زمینیں نیز وہ نہری زمینیں جن کی نہریں مسلمانوں نے بنائی ہوں یہ بلا شک وشبہ عشری ہیں اور وہ نہریں جو فرنگیوں نے بنائی ہوں تو اس میں بھی عشری ہونے کا حکم صحیح اور راجح ہے کیونکہ انگریز حکومت سے پہلے یہ زمینیں عشری تھیں، اور پھر فرنگیوں نے جو نہریں وغیرہ بنائی تھیں تو یہ انہار وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں علی طریق المن والفیٔ داخل ہوئی ہیں نہ کہ مسلمانوں نے زور اور غلبہ سے لی ہیں لہٰذا یہ خراجی نہ ہوں گے، قال العلامة الشامی ۲: ۵۴ والحاصل ان ماء الخراج ما کان للکفرة ید علیه ثم حویناه قهراً وما سواه عشری لعدم ثبوت الید علیه فلم یکن غنیمة﴿۱﴾. وهو الموفق

زمین وقف کے عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زمین موقوفہ کے حاصلات میں عشر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل محمد بلوچستان ۲۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: زمین موقوفہ کے حاصلات سے عشر دیا جائے گا﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۷ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب ومأذون ووقف، قال العلامة ابن عابدین: (قوله ووقف) افاد ان ملک الارض لیس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملک الخارج لانه یجب فی الخارج لافی الارض فکان ملکه لها وعدمه سواء (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ۲: ۵۴ باب العشر)

ائمہ مساجد کو دی گئی سیری میں عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ائمہ مساجد کو قوم نے جو سیری (زمین) دی ہے اس کی پیداوار میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی محمد ابراہیم کنڈ وبالا تیمر گرہ دیر ۱۹۸۹ء/۳/۲۷

الجواب: جو سیری (زمین) ائمہ مساجد کو دی گئی تھی تو ائمہ مساجد ان کے ملاک ہیں با قاعدہ اس کی پیداوار سے عشر دینا ضروری ہے ﴿۱﴾ اور یہ زمین نہ وقف ہے اور نہ عاریت بلکہ عمری جیسا ہے۔ وھو الموفق

رہن شدہ زمین کا عشر اور زر رہن میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ زمین رہن کرتے ہیں اب اس مرہونہ زمین کی آمدنی کا عشر راہن ادا کرے گا یا مرتہن اور کیا یہ نفع رہن مرتہن کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ روپیہ جو مرہونہ کے عوض لئے گئے ہیں اس کی زکوٰۃ راہن ادا کرے گا یا مرتہن؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حسن شاہ ۱۹۷۷ء/۹/۲

الجواب: عشر مرتہن پر ہے، لانہ مالک الغلۃ ﴿۲﴾ اور زر رہن کی زکوٰۃ بھی اس پر واجب ہے، لانہ دین قوی ﴿۳﴾ اور مرہونہ سے انتفاع لینا مکروہ تحریمی ہے خواہ معروف ہو یا مشروط

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن نجیم: وکذا ملک الارض لیس بشرط للوجوب لوجوبہ فی الارض الموقوفۃ. (البحر الرائق ۲ ۲۳۷ باب العشر)

﴿۲﴾ وفی الھندیہ. اذا کان الرھن ارضا فاذن لہ فی زرعھا او شجرا او کرما فاباح لہ ثمارھا او بھیمہ فاباح لہ شرب البانھا فالحیلہ فیہ ان یبیح لہ ذلک علی انہ متی نھاہ عن ذلک فھو مادون لہ فی ذلک ادنا مستانفا کذا فی خزانہ المفتیین.

(فتاوی عالمگیریہ ۵ ۴۶۷ تصرف الراھن والمرتھن فی المرھون)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الحصکفی: واعلم ان الدیون عند الامام (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(شامی) ﴿۱﴾۔وھو الموفق

باغات میں عشر کا مسئلہ اور امام ابو یوسف کے قول کی تشریح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے کی نشیبی زمینوں میں سیب، انار، انگور، خرمانی وغیرہ کے باغات ہیں اور بعض زمینوں پر آلو کاشت کیا جاتا ہے مذکورہ میوہ جات اور آلو وغیرہ منتفع ہونے کے بعد اور پختہ ہونے سے قبل فروخت کئے جاتے ہیں اتنی غالی قیمت پر بیچے جاتے ہیں مثلاً ایک باغ دس ہزار پر خریدا تو مشتری کو پانچ سو سے لیکر آٹھ سو تک منافع رہ جاتا ہے اب ایک عالم نے فتویٰ دیا ہے کہ عشر مشتری پر ہے جس کی وجہ سے اصل مالکان نے عشر دینا چھوڑ دیا ہے اور مشتری کہتے ہیں کہ واہ جناب: جیب تو بائع بھر دے اور میں رأس المال اور نفع دونوں سے عشر ادا کروں؟ گزارش یہ ہے کہ آنجناب تعمق علمی سے تغیر زمان کو مدنظر رکھ کر رہنمائی فرماویں، نیز امداد الفتاویٰ ۲: ۵۰ میں امام ابو یوسف کے مذہب کو اعدل کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عشر دونوں پر ہے لیکن ابو یوسف کے مذہب کی تشریح ناقل نے غلط کی ہے لہٰذا مولانا موصوف کے فتویٰ کی وضاحت کی جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نور محمد وانا جنوبی وزیرستان...... جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: صورت مسئولہ میں عشر بائع پر ہے، لما فی الدر المختار: ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع انتھیٰ وفی ردالمحتار ۲: ۷۴

(بقیہ حاشیہ) ثلاثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتھا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درھما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زکاۃ المال)

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: والغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولو لاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع. (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۵: ۳۴۳ کتاب الرھن)

وعند ابی یوسف عشر قیمة الفصل علی البائع والباقی علی المشتری ﴿۱﴾ یعنی خریدتے وقت یہ معلوم کیا جائے گا کہ اس وقت کیا قیمت ہے اور حصاد (کٹائی) کے وقت کتنی قیمت ہے مثلاً خریدتے وقت ایک ہزار روپیہ ہے اور حصاد کے وقت تین ہزار ہے تو ایک ہزار کا عشر بائع ادا کرے گا اور دو ہزار کا مشتری ادا کرے گا۔ وھو الموفق

عشر کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر دوبارہ استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عشر کے بارے میں ارسال شدہ فتویٰ ملا، جزاکم اللہ ذیل کے چند جزئیات کے بارے میں رہنمائی فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

(۱) وقت الوجوب متی ھو فعند ابی حنیفة عند ظهور الثمرة وعند ابی یوسف وقت الادراک وعند محمد وقت القضیة وعنده یجب عشر ما اکل او اطعم. (فتح القدیر ۲:۴). (۲) وفی البحر ان استهلکه غیر المالک اخذ الضمان منه وادی عشره. (بحر الرائق ۲:۲۳۷). (۳) لو غصب ارضاً عشریة فزرعها ان نقصتها الزراعة کان العشر علی صاحب الارض لانه یأخذ ضمان نقصانها فیکون بمنزلة نمائها عند ابی حنیفة. (فتح ۲:۸). (۴) اما طریق ابی حنیفة فهو ان الواجب اداء جزء من النصاب من حیث المعنی وهو المالیة واداء القیمة مثل اداء الجزء من النصاب من حیث الزمان (بدائع الصنائع ۲:۲۶) یاد رہے کہ یہ بدائع کا جزئیہ زکوٰۃ کے ساتھ خاص نہیں عشر کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ ہدایہ کے دفع القیم میں اس پر تصریح ہے نیز بدائع ۲:۶۳ پر تصریح ہے۔ (۵) قاعدہ فقہیہ: للبدل حکم مبدل منه.

بالا جزئیات سے واضح ہوا کہ سبب وجوب عشر بائع کے حق میں متحقق ہوا خواہ بیع قبل الادراک ہو یا

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲:۲۰ باب العشر)

بعدالادراک، خاص کر جزئیہ ۴ جس میں قیمت کو معنیٰ مـا حرج کہاہے،اب بائع کے بری الذمہ ہونے کی دوصورتیں ہیں۔(۱)اداء ما وجب کرے۔(۲)محل وجوب عشر عندالبائع فوت ہوجائے۔یہی ثانی وجہ ہے کہ مسئلہ بیع القصیل قبل الادراک ثم ترکه باذن البائع الی وقت الادراک میں بائع کو عشر سے بری کیاہے کہ اس صورت میں محل وجوب عشر بدل گیااور جب محل فوت ہواتو ماوجب بھی ساقط ہوا۔

ففی العنایة: فـان قيـل ينبغي ان يجب العشر في التبن لانه كان واجباً وقت كـون الـزرع قـصيـلا والتبـن هـو الـقـصيل ذاتاً الا انـه زادت فيـه اليبوسة وبها لا يتغير الواجب، اجيب: بانه لا يجب العشر في التبن لان العشر كان واجباً قبل ادراك الررع فيْ السـاق حتـى لـو قـصـلـه وجب العشرفي القصيل فاذا ادرک تحول من الساق الى الحب كما تحول الخراج من المكنة عند التعطيل الى الخارج. (عناية على هامش فتح القدير ۲ :۵) عنایۃ کےسوال وجواب سے مسئلہ قصیل کا اصل مذہب ابوحنیفۃ سے خاص ہونے کی وجہ سے صاف ظاہر ہوانیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تبدل ذات محل عشر سے عشر ساقط ہو جا تا ہے تبدل وصف سے نہیں اور مسئلہ ثمازمین ذات محل عشر (جو کہ سبب ہے مثلاً) نہیں بدلا، بلکہ صفت بدل گئی جو کہ کچا ہونے سے پختہ ہونے کی طرف ہرسبب منتقل ہوا، نیز علامہ شامی نے مدارتحول عشر من ذمة الى ذمة کیلئے ضرورواضح اصل رکھا ہے، قـولـه: والعشر على الموجر عنده وقالا على المستاجر الخ،آ گے لکھتا ہے: فان امكن اخذ الاجرة كاملة يفتى بقول الامام والا بقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذى لا يـقـول بــه احـد. (ردالمحتـار ۲ : ۶۰) اسی مدارتحول کومولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ جلددوم پرزیادہ واضح کیاہے اب مسئلہ مذکورہ میں الزام ضرر عـلـى الـمشـترى کی وجہ سے اگرابو یوسف کے مذہب پرفتویٰ دیاجائے تو کوئی حرج ہوگا یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نورمحمد جامع مسجد وانا جنوبی وزیرستان

الجواب: واضح رہے کہ یہاں دو الگ الگ مسائل ہیں اول یہ کہ عشر کا جوب کس وقت ہوتا ہے؟ تو اس میں ہمارے ائمہ مختلف ہیں، فلیراجع الی ردالمحتار ۲: ۷۲﴿۱﴾ والبدائع ۲: ۶۳﴿۲﴾ وفتح القدير ۲: ۴﴿۳﴾، اور دوسرا یہ کہ عشر بائع پر ہے یا مشتری پر؟ تو یہ بھی مختلف فیہا ہے، قاله فی البدائع ۲: ۵۷، ولو باع الارض العشرية وفيها زرع قد ادرک مع زرعها او باع الزرع خاصة فعشره على البائع لانه باعه بعد وجوب العشر وتقرره بالادراک (هو وقت الوجوب عند ابی حنيفة) ولو باعها والزرع بقل فان قصله المشتری للحال فعشره على البائع ايضا لتقرر الوجوب فی البقل بالفصل وان ترکه حتی ادرک فعشره على المشتری فی قول ابی حنيفة ومحمد لتحول الوجوب من الساق الى الحب، وروی عن ابی يوسف انه قال عشر قدر البقل على البائع وعشر الزيادة

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ويؤخذ العشر) قال فی الجوهرة واختلفوا فی وقت العشر فی الثمار والزرع فقال ابو حنيفة وزفر يجب عند ظهور الثمرة ... وقال ابو يوسف عند استحقاق الحصاد وقال محمد اذا حصدت وصارت فی الجرين.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۸ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاسانی: واما وقت الوجوب فوقته وقت خروج الزرع وظهور الثمر عند ابی حنيفة وعند ابی يوسف وقت الادراک وعند محمد وقت التنقية والجذاذ فانه قال اذا كان الثمر قد حصد فی الحظيرة وذری البر، وكان خمسة اوسق ثم ذهب بعضه كان فی الذی بقی منه العشر فهذا يدل على ان وقت الوجوب عنده هو وقت التصفية فی الزرع ووقت الجذاذ فی الثمر. (بدائع الصنائع ۲: ۱۸۲ فصل واما وقت الوجوب كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام: فعند ابی حنيفة عند ظهور الثمرة فلا يكون تعجيلا وعند ابی يوسف وقت الادراک وعند محمد عند تصفية وحصوله فی الحظيرة

(فتح القدير ۲: ۱۸۹ باب زكاة الزروع والثمار)

علی المشتری وکذلک حکم الثمار علی ھذا التفصیل ﴿۱﴾، لہٰذا صورت مسئولہ میں طرفین کے قول پرفتویٰ دینا اور یا شیخ ابو یوسف کے قول پرفتویٰ دینا کسی بھی قول پر ہمارا اعتراض نہیں ہے باقی آپ کے حوالہ جات جو ہیں تو حوالہ اولیٰ کا صورت مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ الگ الگ مسائل ہیں، اور دوم وسوم وچہارم وپنجم کا جواب یہ ہے کہ باوجود صریح جزئیہ کے استنباط کرنا بے قاعدہ ہے۔ وھو الموفق

عشر میں زمانہ وجوب کی قیمت معتبر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زکوٰۃ کا دس من چنا ہے عشر ادا کرنے سے پہلے بوجہ مہنگا ہونے تمام چنوں کا سودا کیا مثلاً جنوری ۱۹۷۵ء میں اسی روپیہ فی من کے حساب سے تمام چنے فروخت کئے اور عشر ادا نہیں کیا حتی کہ مئی کے مہینہ میں چنوں کی قیمت چالیس روپیہ فی من ہوگیا اب اگر صاحب نصاب اول قیمت کے وقت عشر دیتا تو فقیر کیلئے زیادہ فائدہ ہوتا اب اگر دوسری قیمت کے حساب سے عشر دیتا ہے تو پہلے جیسا فائدہ فقیر کو نہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ از روئے شرع ان دونوں قیمتوں میں کونسی قیمت زکوٰۃ میں دینا معتبر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۸/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اس شخص پر ضروری ہے کہ ایک من چنا دے دیں اور یا زمانہ وجوب کے نرخ کا اعتبار کرے، کما فی الدر المختار وتعتبر القیمة یوم الوجوب (ھامش ردالمحتار ۲: ۳۰) ﴿۲﴾ وبمعناہ فی سائر الفتاویٰ ﴿۳﴾ . وھو الموفق

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۷۵ فصل فی الخراج والعشر کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاۃ الغنم)

﴿۳﴾ وفی الھندیة: وان ادی القیمة تعتبر قیمتھا یوم الوجوب .
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)

عشر میں جنس کی قیمت دینے کی صورت میں مقامی نرخ معتبر ہے نہ کہ سرکاری

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملاکنڈ ڈویژن میں حکومت نے عشری نظام حال ہی میں ختم کیا ہے اب بعض لوگ جنس کی صورت میں ادائیگی کرتے ہیں اور بعض قیمت کی صورت میں لیکن قیمت کی صورت میں علماء مختلف ہو چکے ہیں بعض کہتے ہیں کہ سرکاری نرخ معتبر ہے کیونکہ یہ نرخ مستمر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر بڑے گاؤں کی دو کانوں میں جو نرخ مقرر ہو اس کے حساب سے دیا کریں کیونکہ یہ عرفی نرخ ہے اب مطلوب یہ ہے کہ سرکاری اور عرفی نرخ میں کونسا معتبر ہے، نیز ادائیگی جنس اور قیمت میں کونسی چیز معتبر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ چترالی (شہید)......۱۹۷۲ء/۱۲/۱۲

الجواب: صورت مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ جنس دی جائے اور قیمت دینے کی صورت میں مقامی نرخ معتبر ہوگا، نہ کہ سرکاری، **لان تسعیر الحاکم غیر معتبر ولذا قالوا ان الحاکم لا یسعر وانهم قالوا: ویقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفازة ففی اقرب الامصار الیه** (هامش الرد ۲: ۳۵)﴿۱﴾. **وهو الموفق**

عشری زمین سے خراج لینے کی صورت میں ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت لوگوں سے خراج وصول کرتی ہے خواہ زمین خراجی ہو یا عشری، اور بعض لوگ اپنی زمینوں سے عشر اسلئے نہیں دیتے کہ حکومت خراج لیتی ہے حالانکہ ہماری زمینیں عشری ہیں، اور حکومت بھی مسلمانوں کی ہے تو کیا عشر ادا نہیں کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل مرجان کوہاٹ......۱۹۷۴ء/۸/۹

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زكاة الغنم)

الجواب۔ عشری زمین کے حاصلات سے عشر دینا ضروری ہے خراج دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے، کما فی ردالمحتار ۳: ۳۶۵ و کذا لو کانت عشریة لا یؤخذ منها خراج ﴿۱﴾ قلت فالاجتماع جهل وظلم وهو الموفق

بہن کے حصہ زمین پر غاصب بھائی اس بہن کو عشر دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس بہن کو والد کی جائیداد میں میراث کا حصہ نہیں دیا گیا ہو اور ہمارے ہاں زمانہ قدیم سے عورتوں کو میراث نہیں دی جاتی ساری کی ساری زمین بھائیوں کے پاس ہوتی ہے تو اس صورت میں یہ بھائی اس زمین کا عشر اس غریب بہن کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی عبداللہ کیملپوری ۱۹۷۵/۷/۳ء

الجواب: چونکہ حاصلات بھائی (غاصب) کے مملوکہ ہیں ﴿۲﴾ لہٰذا یہ بھائی ہمشیرہ کو عشر دے سکتا ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۲۸۹ باب العشر والخراج والجزية كتاب الجهاد)

﴿۲﴾ قال الشيخ محمد امين (قوله والا فالخارج للزارع الخ) ای ان لم یکن عرف فی دفعها مزارعة ولا فی قسم حصة معلومة یکون الزارع غاصباً فیکون الخارج له وقوله وعلیه اجر مثل الارض مشکل ولا تفیده النقول المارة لانها حینئذ لیست مما اعد للاستغلال حتی یجب علیه الاجر بل الواجب علیه نقصانها الخ

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۱۳۷ مطلب زرع فی ارض الغیر یعتبر عرف القریة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین. (قوله ولا الی من بینهما ولاد) وقید بالولاد لجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة.

(ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

افغان مجاہدین عشر لے سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ افغان مجاہدین اراضی افغانستان کا عشر بزور یا برضا لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مجاہد فاضل حقانیہ.....۲۸/ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ

الجواب: جاز اخذ العشور للمجاهدين بشرط صرفها فى المصارف الشرعية والوجه فيه انهم ليسوا بالادنى عن البغاة﴿۱﴾. وهو الموفق

شراب، تمباکو، افیون اور بنج میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حرام اشیاء مثلاً شراب، تمباکو، افیون اور بنج میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو اس کے جنس سے عشر دیا جائے گا یا قیمت میں سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد غنی سنگو لئے دیر.....۱۹/۷/۱۹۷۹ء

الجواب: شراب میں عشر واجب نہیں، تمباکو اور افیون میں واجب ہے﴿۲﴾ خواہ جنس دے دیں یا

﴿۱﴾ قال الحصكفى: اخذ البغاة والسلاطين الجائرة زكاة الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف الماخوذ فى محله الآتى ذكره والايصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۶ قبيل مطلب فى مالو صادر السلطان رجلاً الخ)

﴿۲﴾ وفى الهندية: ويجب العشر عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ فى كل ما تخرجه الارض من الحنطة والشعير والدخن والارز واصناف الحبوب والبقول والرياحين والاوراد والرطاب وقصب السكر والذريرة والبطيخ والقثاء والخيار والباذنجان والعصفر واشباه ذلك مماله ثمرة باقية او غير باقية قل او كثر. (فتاوى عالمگيريه ۱: ۱۸۶ الباب السادس فى زكاة الزرع والثمار)

قیمت ﴿۱﴾ تمبا کو کی کاشت مطلقاً جائز ہے ﴿۲﴾ اورافیون کی کاشت تداوی کیلئے جائز ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

غیر مملوک جنگلات کی آمدنی اورعشر وزکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں جنگلات کی قیمت سے چار اخماس علاقہ کے لوگوں کو دی جاتی ہے اور ایک خمس حکومت وصول کرتی ہے کیا یہ ایک خمس قائم مقام زکوٰۃ وعشر ہے؟ یا اس کے علاوہ عشر ادا کیا جائے گا، نیز ٹھیکہ دار نو روپیہ فی فٹ ان علاقائی لوگوں کو دیتا ہے تو کیا عشر ٹھیکہ دار کے ذمہ واجب ہے یا علاقائی لوگوں پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عنایت الرحمٰن واشنگ آلائی.....۹/رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) مباح اور غیر مملوک زمین کے خودرو درختوں میں عشر واجب نہیں ہے البتہ ان کی قیمت سے حولان حول کے بعد باقاعدہ زکوٰۃ دی جائے گی، یدل علی الحکم الاول ما فی تنقیح الفتاویٰ ۱:۱۰ وفی محیط السرخسی کل شیئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیہ لانہ بمنزلۃ اجزاء الارض، وکل شیئ لا یتبع الارض الا بشرط ففیہ العشر کالحبوب والثمر ﴿۴﴾ وفی الخانیۃ ولا یجب العشرفی القنب والصنوبر والقصب

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وجاز دفع القیمۃ فی زکاۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۲۴ باب زکاۃ الغنم)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: فانہ لم یثبت اسکارہ ولاتفتیرہ ولا اضرارہ بل ثبت لہ منافع فھو داخل تحت قاعدۃ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۵:۳۲۶ کتاب الاشربۃ)

﴿۳﴾ وفی الشامیۃ: (قولہ ویحرم اکل البنج والحشیشۃ والافیون) وھو صریح فی حرمۃ البنج والافیون لا للدواء وفی البزازیۃ والتعلیل ینادی بحرمتہ لا للدواء.
(فتاویٰ شامیہ ھامش الدر ۵:۳۲۵ کتاب الاشربۃ)

﴿۴﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ۱:۱۰ باب الزکاۃ والعشر)

الفارسی ......و لو جعل ارضه مشجرة او مقصبة يقطعها ويبيعها فی كل سنة كان فيه العشر (هامش الهندية ۱ : ۲۱۶) ﴿۱﴾. (۲) چونکہ یہ زمین مباح اور غیر مملوک ہے نیز یہ درخت خودرو ہیں لہٰذا ان کا مالک شرعی کٹائی کرنے والا یعنی مزدور ہے نہ کہ فروخت کنندگان اور ٹھیکہ دار یہ صرف قانونی امور ہیں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مملوک اور غیر مملوک پہاڑ کے چلغوزوں میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں جن پر چلغوزی بھی ہیں یہ پہاڑ کسی کے مملوک ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور یہ تقسیم پہاڑ قرعہ اندازی پر درست ہو سکتی ہے یا نہیں، نیز چلغوزہ کا یہ میوہ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو زکوٰۃ وعشر کس کے ذمہ واجب ہوگا، بائع پر یا مشتری پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید احمد جدرانی......۱۹۸۵ء/۱۲/۱۷

الجواب: پہاڑ دو قسم کے ہوتے ہیں مملوک اور غیر مملوک اور یہ تعین مقامی لوگ کر سکتے ہیں، پس مملوک پہاڑ کے درخت اور میوہ جات بھی مملوک ہوتے ہیں ان کی خرید وفروخت درست ہے اور قواعد کی رو سے ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے ہاں میوہ جات میں واجب ہوگا ﴿۳﴾ اور جب بیع وشراء میوہ جات

﴿۱﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیه ۱ : ۲۷۶ فصل فی العشر کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: ولا تجوز الشركة فی الاحتطاب والاصطیاد وكذا الاحتشاش والتكدی وسؤال الناس وما اصطاده كل واحد منهما او احتطبه او اصابه من التكدی فهو له دون صاحبه وعلى هذا الاشتراک فی كل مباح كاخذ الحطب والثمار من الجبال كالجوز والتین والغستق وغیرها الخ. (فتح القدیر ۵ : ۴۰۹ فصل فی الشركة الفاسدة)

﴿۳﴾ قال العلامة برهان الدین: وما یوجد فی الجبال من العسل والثمار ففیه العشر.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ۲ : ۱۹۳ باب زكاة الزروع والثمار)

کی پختگی سے قبل ہوا ہوتو عشر مشتری پر واجب ہوگا، ورنہ بائع پر واجب ہے﴿۱﴾ اور غیر مملوک پہاڑ کے درخت اور میوہ جات اس شخص کے مملوک ہوں گے جس نے ان کو (کٹائی وغیرہ) سے حاصل کیے ہوں، کما هو الاصل فی المباحات ﴿۲﴾ اور عشر صرف میوہ جات میں صرف قابض پر واجب ہوتا ہے خواہ بائع ہو یا مشتری (ماخوذ از تنقیح الفتاوی ۱ : ۱۰ وشرح التنویر باب العشر)﴿۳﴾ وهو الموفق

پہاڑی گھنگور میں عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہاڑی علاقوں میں گھنگور (پھل) پیدا ہوتا ہے یہ قدرتی پیداوار ہے اس کو کوئی نہ پانی دیتا ہے اور نہ حفاظت کرتا ہے لیکن لوگ اسے پہاڑوں سے لاکر گندم یا روپیہ پر فروخت کرتے ہیں اس گھنگور میں عشر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی : نامعلوم ۹/۶/۱۹۷۵ء

الجواب: چونکہ حکومت ان کی حمایت نہیں کرتی لہٰذا ان میں عشر واجب نہ ہوگا، کما فی الدرالمختار ویجب العشر فی ثمرة جبل او مفازة ان حماه الامام لانه مال مقصود لا ان لم یحمه لانه کالصید (هامش ردالمحتار ۲ : ۶۲)﴿۴﴾ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲ : ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال ابوالبرکات عبد الله بن احمد النسفی: ولا تصح شرکة فی احتطاب واصطیاد واستقاء والکسب للعامل وعلیه اجر مثل ما للاجر الخ.
(کنز الدقائق علی هامش بحر الرائق ۵ : ۱۸۴ فصل فی الشرکة الفاسدة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی محیط السرخسی کل شیئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیه لانه بمنزلة اجزاء الارض وکل شیئ لا یتبع الارض الابشرط ففیه العشر کالحبوب والثمر. (تنقیح الفتاوی الحامدیة ۱ : ۱۰ باب الزکاة والعشر)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲ : ۵۳ باب العشر)

خشخاش، افیون اور پوست میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر صرف تخم خشخاش میں واجب ہے یا صرف افیون میں یا پوست (ڈوڈے) میں، یا تینوں میں یا صرف دو میں وضاحت فرما کر مطلع فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نسیم قریشی ناوگئی چملہ سوات ۲۲/۷/۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ خشخاش اور افیون دونوں مقصود ہوتے ہیں، لہٰذا ان میں عشر واجب ہوگا، بخلاف ڈوڈہ اور تنا کے، یدل علیہ ما فی البدائع ۲ :۵۸ ومنها ان یکون الخارج من الارض مما یقصد بزراعة نماء الارض وتستغل الارض به عادةً فلا عشر فی الحطب..... ویجب فی قصب السکر وقصب الزریرة لانه یطلب بهما نماء الارض فوجد شرط الوجوب فیجب هذا ولم احده صریحاً ﴿۱﴾. وهو الموفق

افیون کا عشر پختہ ہونے کے بعد مالک زمین پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک میں افیون کی فصل کاشت کی جاتی ہے جب یہ پختہ ہو جائے تو زمیندار اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اس صورت میں مالک زمین عشر دے گا یا مشتری؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعید اکبر گدون صوابی ..... ۱۷/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر یہ بیع وشراء پختگی کے بعد منعقد ہوئے ہوں تو عشر مالک زمین پر واجب ہے، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲ :۳۳۳ باب العشر ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولوبعده فعلی البائع ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲ :۱۷۸ فصل واما شرائط المحلیة فانواع کتاب الزکاة)
﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲ :۲۰ باب العشر)

پہاڑی درختوں کے میوہ جات میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پہاڑی درختوں میں کسی کو شریک کرے کہ جتنا میوہ آپ ان درختوں سے جمع کرے تو آدھا آپ کا اور آدھا میرا، اب اس کا عشر مالک پر واجب ہے یا مزدور پر؟ بینوا اتوجروا

المستفتی: مولوی ہستی خان برمل شمالی وزیرستان .....۱۴/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: اگر یہ درخت اس آمر کی ملکیت ہو تو یہ اجارہ ازقبیل **قفیز الطحان** ہے اور ناجائز ہے البتہ علماء بلخ بعض صورتوں میں جواز کا فتویٰ دیتے ہیں ﴿۱﴾ پس اس صورت میں تمام میوہ جات کا عشر مالک درخت پر ہے اور اگر یہ درخت مباح ہوں تو عشر اس حاصل کنندہ پر ہے کیونکہ یہ اس کا مالک ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیه: وهذا بخلاف ما لو اشتر کافی الاحتطاب فاحتطب احدهما و جمعه الآخر فانه یجب الاجر بالغا مابلغ عند محمد رحمه الله تعالیٰ کذا فی الکافی...... دفع غزلا الی حائک لینسجه بالنصف فالثوب لصاحب الغزل ومشائخ بلخ جوزوا هذه الاجارة لمکان الضرورة والتعامل والصحیح جواب الکتاب لانه فی معنی قفیز الطحان وللحائک اجر مثله لا یجاوزبه قیمة المسمیٰ. (فتاویٰ عالمگیریه ۴:۴۴۵ الفصل الثالث فی قفیز الطحان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: (قوله ولاتصح شرکة فی احتطاب واصطیاد واستقاء) لان الشرکة متضمنة معنی الوکالة والتوکیل فی اخذالمباح باطل لان امر الموکل به غیر صحیح والوکیل یملکه بدون امره فلا یصلح نائباً عنه اشار بالثلاثة الی ان اخذ کل شیئ مباح کالاحتشاش واجتناء الثمار من الجبال والتکدی وسؤال الناس ونقل الطین وبیعه من ارض مباحة اوالجص اوالملح اوالثلج اوالکحل اوالمعدن اوالکنوز الجاهلیة الخ.

(البحر الرائق ۵:۱۸۳ فصل فی الشرکة الفاسدة)

مالٹا کے باغ اور درختوں کے درمیان غلہ وغیرہ میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے کھیت میں مالٹے کا باغ لگایا ہے درمیانی زمین میں غلہ بھی پیدا ہوتا ہے پودے اب ان شاء اللہ کامیاب ہورہے ہیں، کیا ان مالٹوں اور فصل دونوں سے عشر دینا لازمی ہے یا ایک چیز سے اور ہماری زمین نہری ہے جس پر آبیانہ وصول کیا جاتا ہے تو کیا عشر لازم ہوگا یا نصف العشر ؟بینوا توجروا

المستفتی: عبدالکریم راولپنڈی ۱۹۶۹/۹/۱۰

الجواب: آپ میوہ اور غلہ دونوں سے بیسواں یا اس کی قیمت دیا کریں گے بشرطیکہ زمین آب باران سے کفایت نہ ہوتی ہو ورنہ دسواں دینا ضروری ہے، قال رسول اللہ ﷺ فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر، رواہ البخاری﴿۱﴾، وفی درالمختار وتجب فی مسقی سماء ای مطر وسیح کنہر .... ویجب نصفہ فی سقی غرب ای دلو کبیر او دالیۃ ای دولاب انتھی مختصراً ﴿۲﴾ وھو الموفق

اشجار میوہ دار اور غیر میوہ دار میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں درخت اور اشجار ہیں اور یہ اشجار قوموں اور خاص گھرانوں کی ملکیت ہیں ہر ایک کا اپنا حصہ معلوم ہے اور یہ درخت دو قسم کے ہیں میوہ دار جو چلغوزہ رکھتے ہیں ان میں ہم عشر دیتے ہیں اب اگر ہم یہ اشجار فروخت کرتے ہیں یا اپنے گھروں کیلئے لائیں تو اس قسم اشجار میں عشر واجب ہوگا یا نہیں اور بغیر میوہ والے درختوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی جہانگیر خان شین مینار مسجد ڈی آئی خان ۱۴۰۱/۶/۲۶ھ

﴿۱﴾ (الصحیح البخاری ۱: ۲۰۱ باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری کتاب الزکاۃ)
﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۵۳، ۵۵ باب العشر)

الجواب: اشجار کے میوہ جات اور خاص قسم کی شاخوں میں (جو کہ نیزوں اور چار پائیوں کے استعمال میں لائی جاتی ہیں) عشر واجب ہے﴿۱﴾ البتہ اشجار کے اصول اور تنوں میں عشر واجب نہیں ہے، **کما فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۱۰ وفی محیط السرخسی کل شیئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیه لانه بمنزلة الارض﴿۲﴾. وهو الموفق**

سیب کے باغات میں عشر نکالنے کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ زیارت میں سیب کے باغات ہیں جس کی فروخت دو طریقوں پر ہوتی ہے اول یہ کہ زمیندار اور ٹھیکیدار کا سودا بن کر زمیندار اپنی رقم لے کر اس سے عشر دیتا ہے مگر جو زمیندار باغ کو فروخت نہیں کرتے تو ان کیلئے یہ مسئلہ بن گیا ہے وہ یہ کہ پہلے ہمارے لوگ جب تمام سیب فروخت کرتے تھے اور حساب لگاتے تھے کہ اب اتنی رقم بن گئی ہے پھر کرایہ ٹرک، دلالی، محصول، کریٹ، کیل وغیرہ کا خرچہ منہا کر کے بقیہ سے عشر دیتے تھے اس بارے میں سوال یہ ہے کہ ان صورتوں میں عشر کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمجید قذافی مارکیٹ کوئٹہ.....۲۹/ رجب ۱۴۰۴ھ

الجواب: مالکان باغات میوہ جات کاٹتے وقت دسواں حصہ معلوم کرنے کی مشقت برداشت کریں اور اس دسویں حصہ کی قیمت (مقامی قیمت) معلوم کر کے اس قیمت کو حالاً یا بعد البیع ادا کیا کریں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله وقصب) هو کل نبات یکون ساقه انا بیب و کعوبا والکعوب العقد والانبوب ما بین الکعبین واحترز بالفارسی عن قصب السکر وقصب الذریرة وهو قصب السنبل ففیهما العشر. ...... فلو استنمی ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه او بالقصب او الحشیش وکان یقطع ذلک ویبیعه کان فیه العشر.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۲﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۱۰ باب الزکاة والعشر)

(ماخوذاز ہندیہ وشامی) ﴿۱﴾ اور یا پنجاب کراچی وغیرہ میں فروخت کرنے کے بعد تمام قیمت سے (بغیر کرایہ خرچ وغیرہ کے وضع کرنے کے) دسواں دیا کریں، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰ ویقوم فی البلد الذی المال فیه وفی ردالمحتار فلو بعث عبداً للتجارة فی بلد آخر یقوم فی البلد الذی فیه العبد بحر ﴿۲﴾ وفیه ایضاص ۶۹ قوله بلا رفع مؤن ای یجب العشر فی الاول ونصفه فی الثانی بلا رفع اجرة العمال ونفقة البقر...... بل یجب العشر فی الکل ﴿۳﴾. وهو الموفق

چارے کیلئے بوئے گئے سرسوں میں عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جو یا گندم میں سرسوں بویا جاتا ہے جو مویشیوں کے چارے کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور مقصود گندم یا جو کی فصل ہوتی ہے تو کیا اس سرسوں میں عشر واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل عظیم دفتر پولیٹکل ایجنٹ خار باجوڑ ایجنسی......۶/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: چونکہ یہ سرسوں مقصود بالاستغلال ہے خودرو چارہ نہیں ہے اسلئے اس میں عشر واجب ہے (ماخوذاز ہندیہ) ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولو باع العنب اخذ العشر من ثمنه وکذلک لو اتخذه عصیرا ثم باعه فعلیه عشر ثمن العصیر کذا فی محیط السرخسی ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وکری الانهار واجرة الحافظ وغیر ذلک فیجب اخراج الواجب من جمیع ما اخرجته الارض عشرا او نصفا. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ قبیل باب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۶ باب العشر)

﴿۴﴾ وفی الهندیة: وان یکون الخارج منها مما یقصد بزراعته...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حکومتی حمایت سے خارج پہاڑوں کے میوہ جات میں عشر کا مسئلہ

سوال: مایقول العلماء فی هذه المسئلة الفقهية هل يجب العشر فی الجبل الذی لم يحم الامام؟ وقال صاحب الدر المختار يجب العشر فی العسل وان لم يكن فی الارض العشری كالجبال والمفازاة ان لم يكن خراجية، ويجب العشر فی ثمرة الجبل ان حماه الامام، فالمطلوب ان فی وطننا جبال لا يتصرف الامام فيها ولا حمايته للامام ولكن الحماية لاهل القرية، وقد عين نصيب كل من اهل القرية واهلها يبايعون حصصهم فيما بينهم فهل يصح التمليك والبيع لهم؟ وان صح البيع فالعشر على البائع اوالمشترى وان لم يصح البيع فعلى ای منهما العشر؟ وايضا قال الشامی فی عشر الثمار ان باع قبل الادراک فعلى المشترى وان كان بعد الادراک فعلى البائع؟ اطلب منكم تشريح المسائل مفصلا لعموم البلوى وان اجبتم بالاردية فلكم الشكر. بينوا توجروا

المستفتی: نامعلوم متعلم دارالعلوم حقانیہ......۱۹۸۳ء/۵/۱۷

الجواب: صورت مسئولہ میں ان میوہ جات (چلغوزی وغیرہ) میں عشر واجب ہے، البتہ اگر کوئی مالک اپنے حصہ کو قبل ازادراک فروخت کرے تو یہ عشر مشتری کے ذمہ واجب ہوگا، نہ کہ اصل مالک پر، یدل علیه ما فی شرح التنویر کما ذکره المستفتی ﴿۱﴾ واضح رہے کہ جن بلاد میں تمام پہاڑ اور

(بقیه حاشیه) نماء الارض...... حتى لو استنمى بقوائم الخلاف والحشيش والقصب وغصون النخل او فيها دلب او صنوبر ونحوها وكان يقطعه ويبيعه يجب فيه العشر.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۱۸۶ الباب السادس فی زكاة الزرع والثمار)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی: ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشترى ولو بعده فعلى البائع والعشر على المؤجر كخراج موظف وقالا على المستأجر.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۲۰ باب العشر)

جنگلات ملکیت مشترکہ قرار دیئے جاتے ہیں نہ کہ موات یا غیر مملوک، تو ایسے بلاد کے میوہ جات میں وجوب عشر امر واضح ہے اس میں امام کی حفاظت کی شرط کسی کے نزدیک معتبر نہیں ہے ﴿۱﴾۔وهو الموفق

پہاڑی درختوں اور لکڑیوں میں عشر کا مسئلہ

سوال: ایک رسالہ ارسال خدمت ہے جس میں درختوں کی لکڑیوں میں عشر کے وجوب کی نفی کی گئی ہے حالانکہ یہ درخت ان پہاڑوں میں مقصودی ہوتے ہیں اور اقوام باقاعدہ ان کی تقسیم کرتے ہیں اور حفاظت کرتے ہیں اور یہ لکڑیاں بہت قیمتی ہوتی ہیں اس کے متعلق آپ صاحبان اپنی رائے سے ہمیں مطلع فرمائیں کہ ان میں عشر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد سردار صاحب مفتی ومدرس دار العلوم ٹل ۲۹/۱۱/۱۹۸۶ء

الجواب: ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدية ۱: ۱۰ وفی محیط السرخسی کل شیئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فيه ﴿۲﴾ البتہ ان پہاڑی درختوں کے میوہ جات میں بعض اوقات عشر واجب ہوتا ہے (هداية) ﴿۳﴾ نیز جس درخت کی شاخ نیزہ وغیرہ کیلئے درکار ہوتو اس کے تنا میں عشر نہیں ہے لیکن ان شاخوں میں

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: (ان حماه الامام) الضمير عائد الى المذكور وهو العسل والثمرة والظاهر ان المراد الحماية من اهل الحرب والبغاة وقطاع الطريق لا عن كل احد فان ثمر الجبال مباح لا يجوز منع المسلمين عنه وقال ابويوسف لا شيئ فيما يوجد فى الجبال لان الارض ليست مملوكة ولهما ان المقصود من ملكها النماء وقد حصل.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۳ باب العشر)

﴿۲﴾ (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ۱: ۱۰ باب الزكاة والعشر)

﴿۳﴾ قال العلامة برهان الدين: وما يوجد فى الجبال من العسل والثمار ففيه العشر.

(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۹۳ باب زكاة الزروع والثمار)

عشر واجب ہے، لان قوائمها كالثمرات (بدائع) ﴿۱﴾. وهو الموفق

فصل اور میوہ جات میں عشر کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ: (۱) ثمرات میں ادراک کا مصداق کونسی حالت ہے؟ (۲) ثمرات پر عشر کب واجب ہوتا ہے؟ (۳) یہ عشر مشتری پر واجب ہوتا ہے یا بائع پر؟ (۴) کچھ میوہ جات فروخت کرنا ہلاک ہے یا استہلاک؟ (۵) ثمرات یعنی میوہ جات اور زرع یعنی فصل کے عشر میں فرق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد علی مدرسہ کریمیہ لورالائی بلوچستان......۲۹/۷/۱۹۸۷ء

الجواب: (۱) جس وقت یہ میوہ جات امراض اور فساد سے محفوظ ہوں تو اس کو وقت ادراک کہا جاتا ہے، كما فی ردالمحتار ۴: ۳۸ لكن بدو الصلاح عندنا ان تومن العاهة والفساد ﴿۲﴾. (۲) یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ادراک اور ظہور صلاح کے وقت عشر واجب ہوجاتا ہے، كما فی ردالمحتار ۲: ۲۷ قال فی الجوهرة واختلفوا فی وقت العشر فی الثمار والزرع فقال ابو حنيفة وزفر يجب عند ظهور الثمرة والا من

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: ومنها ان يكون الخارج من الارض مما يقصد بزراعته نماء الارض وتستغل الارض به عادة فلا عشر فی الحطب، والحشيش والقصب الفارسی لان هذه الاشياء لا تستنمى بها الارض ولا تستغل به عادة لان الارض لا تنمو بها بل تفسد فلم تكن نماء الارض حتى قالوا فی الارض اذا اتخذها مقصبة وفی شجرة الخلاف التی يقطع فی كل ثلاث سنين او اربع سنين انه يجب فيها العشر لان ذلک غلة وافرة.

(بدائع الصنائع ۲: ۱۷۸ فصل واما شرائط المحلية فانواع كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۴: ۴۲ مطلب فی بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً كتاب البيوع)

علیها من الفساد ﴿۱﴾. (۳) چونکہ یہ مروجہ بیع، بیع فاسد ہے اور بیع فاسد قبل القبض مفید ملک نہیں ہوتا ہے لہٰذا عشر بائع پر واجب ہوگا، البتہ اگر بائع نے مشتری کو قبضہ دیا ہو تو مشتری پر واجب ہوگا، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۷۴ ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع ﴿۲﴾ فافهم. (۴) نہیں ﴿۳﴾۔ (۵) ان کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وهو الموفق

نشہ آور اشیا کی کاشت پر عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک زمیندار نے اپنی اراضی پر ایسی چیز کاشت کی ہے جس سے نشہ آور اشیا مثلاً چرس، بھنگ، افیون، اور ہیروئن وغیرہ بنتی ہیں کیا اس حرام مال سے بھی عشر ادا کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیال اکبر افریدی پی اے ایف پشاور...... ۱۹/۱/۱۹۸۶ء

الجواب: چونکہ یہ اشیاء دوائی کیلئے بھی استعمال ہوتی ہیں لہٰذا ان سے عشر یا نصف العشر دینا چاہئے ﴿۴﴾ عشر یا نصف عشر سے مال پاک ہو جائے گا، حلال نہیں ہوتا جیسا کہ چوری کا لباس یا ریشمی لباس صابون سے پاک ہو جاتا ہے حلال نہیں ہوتا۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۸ باب العشر)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: واستبدال مال التجارة بمال التجارة لیس استهلاکاً بلا خلاف سواء استبدلها بجنسها او بخلاف جنسها. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۰ مسائل شتیٰ کتاب الزکاة)

﴿۴﴾ قال العلامة برهان الدین: قال ابو حنیفة فی قلیل ما اخرجته الارض وکثیره العشر. (هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۸۶ باب زکاة الزروع والثمن)

تمباکو کا استعمال اور عشر کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم ورجینا تمباکو کی کاشت کرتے ہیں اور کاشت کے وقت سے سنبھالنے تک اس پر کافی خرچ آتا ہے مثلاً مزدور کی مزدوری، کیمیاوی کھاد پھر بھٹی میں پکاتے وقت سوختی لکڑی کا خرچ وغیرہ، اب سوال یہ ہے کہ ہم جب فصل لے لیں اور اس کو مکمل طور پر فروخت کر کے اس کی نقدی وصول کر لیں تو پھر اس میں عشر پہلے ادا کریں گے اور بعد میں اخراجات کے قرضے وغیرہ دیں گے یا پہلے اخراجات منہا کر کے باقی سے عشر ادا کریں؟ نیز تمباکو کا استعمال چونکہ ناجائز ہے تو کیا یہ تجارت اور زراعت جائز ہے؟ اور ہماری زمینیں نہری ہیں جن کا ہم حکومت کو باقاعدہ آبیانہ دیتے ہیں تو اس میں عشر ہے یا نصف عشر؟ بینوا توجروا

المستفتی: ریدی گل تخت بھائی.....۱۹۷۵ء/۶/۷

الجواب: واضح رہے کہ تمباکو کا استعمال مباح ہے، **کما فی ردالمحتار ۵: ۴۰۶ فانه لم يثبت اسكاره ولا تفتيره ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء الاباحة** ﴿۱﴾ لہٰذا ان میں وجوب عشر کوئی امر مستبعد نہیں ہے نیز اس کے اوراق شجر الخلاف کی شاخوں کی طرح ثمرات کے حکم میں ہوں گے **فتأمل. مافي ردالمحتار ۲: ۶۸ فلو استنمى ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه او بالقصب او الحشيش وكان يقطع ذلك ويبيعه كان فيه العشر** (غاية البيان) ﴿۲﴾ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ادراک کے وقت عشر واجب ہوتا ہے پس جب یہ اوراق کٹائی کے قابل ہو جاتے ہیں تو ان اوراق سے یا ان کی قیمت سے عشر دینا ہوگا، پس جب ایک کنال خام تمباکو کی قیمت پانچ سو روپیہ ہو اور بھٹی میں پختہ ہونے کے بعد اس کی قیمت دو ہزار روپیہ ہو تو

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۲۶ كتاب الاشربة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۵ باب العشر)

قاعدہ کی بنا پر پانچ سو روپیہ سے عشر دینا ہوگا، یدل علیہ ما فی الدر المختار ویؤخذ العشر عند الامام عند ظهور الثمرة وبدو صلاحها ﴿۱﴾ فافهم۔ نیز مزدوری اور کھاد وغیرہ کو وضع نہیں کیا جائے گا صرح به فی الهندية، وردالمحتار وغیرہ ﴿۲﴾ اور کثرت مؤنت کی وجہ سے نہری زمین کے حاصلات سے بیسواں دینا ہوگا جبکہ اس نہری زمین سے سیراب کیا گیا ہو ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

گڑ میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی زمین سے گنا حاصل کیا اور پھر اس سے گڑ بنایا، اور پھر اس گڑ کو فروخت کیا تو اس رقم سے یہ شخص عشر ادا کرے گا یا زکوٰۃ اور زکوٰۃ کی صورت میں حولان حول شرط ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: تنگی ملا شریک دورہ حدیث......۱۹۷۳ء/۲/۱۴

الجواب: اس شخص پر اس گڑ سے عشر یا نصف عشر دینا ہوگا، کما یشیر الیه ما فی الهندية ۱: ۱۹۹ ولو باع العنب اخذ العشر من ثمنه وکذلک لو اتخذه عصیراً ثم باعه

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۸ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: بلارفع مؤن ای كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر فی كل الخارج. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

وفی الهندية: ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وكری الانهار واجرة الحافظ وغير ذلک فيجب اخراج الواجب من جميع ما اخرجته الارض عشراً او نصفاً.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ قبیل باب المصارف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ويجب نصفه فی مسقی غرب ای دلو كبير ودالية ای دولاب لكثرة المؤنة (قوله لكثرة المؤنة) علة لوجوب نصف العشر.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

فعلیه عشر ثمن العصیر کذا فی محیط السرخسی ﴿۱﴾. اورواضح رہے کہ عشر یا نصف عشر دینے کے بعد باقی رقم میں حولان حول قصداً یا تبعاً گزرنے کے بعد زکوٰۃ (**ربع العشر**) دینا ہوگا۔ **وھو الموفق**

گنے اور گڑ میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ گنے اور گڑ میں کتنی زکوٰۃ واجب ہے میں نے کتاب موطا امام محمد میں دیکھا ہے کہ زیتون میں عشر ہے نہ کہ زکوٰۃ اس مسئلہ کو واضح فرماوے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: محمد زئی

الجواب: گنا اور گڑ دونوں سے عشر یا نصف عشر دینا درست ہے، **ونظیرہ ما فی الھندیة ۱: ۱۹۹ ولو باع العنب اخذ العشر من ثمنه وکذلک لو اتخذہ عصیراً ثم باعه فعلیه عشر ثمن العصیر کذا فی محیط السرخسی** ﴿۲﴾ **فافھم. وھو الموفق**

تمباکو میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تمباکو کا عشر سبز پتوں سے دینا ہوگا یا اس کی قیمت سے جبکہ تمباکو کے پکنے پر بھٹی، لکڑی وغیرہ کے اخراجات بھی آتے ہیں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: غاور خان اوگی مانسہرہ......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

الجواب: تمباکو کے ان پتوں میں عشر یا نصف عشر دینے سے یا اس کی قیمت دینے سے (بھٹی میں خشک کرنے سے قبل) آپ کا ذمہ فارغ ہوگا کیونکہ حاصلات زمین یہی ہیں ﴿۳﴾۔ **وھو الموفق**

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ویؤخذ العشر عند الامام عند ظهور الثمرة وبدو صلاحها. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۸ باب العشر)

مکھیوں کے شہد میں عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے شہد کی مکھیاں قیمتاً لیکر پال رکھی ہیں سال میں ایک بکس سے دو بکس بن جاتے ہیں اس کیلئے بکس، چھتہ اور موم کے تختے قیمتاً حاصل کرتا ہوں سال میں دو سے چار پانچ مرتبہ شہد حاصل کرتا ہوں سال میں موسم کے لحاظ سے پھولوں کیلئے مختلف مقامات پر لے جاتے ہیں جس پر کافی کرایہ خرچ ہوتا ہے بعض مقامات میں جگہ بھی کرایہ پر لینا پڑتی ہے اس شہد میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر عشر میں قیمت دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام نبی......۱۹۹۰ء/۸/۶

الجواب: اگر آپ نے یہ بکس غیر خراجی زمین میں رکھے ہوں تو آپ پر عشر واجب ہے ورنہ نہیں ﴿۱﴾ اور عشر میں قیمت اور شہد دونوں دینا جائز ہے ﴿۲﴾ ماخوذ از شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۶ باب لعشر. وهو الموفق

فصل کے بیج میں عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ شفتل بطور چارہ کاشت کرتے ہیں آخر میں میں نے کچھ حصہ شفتل بیج کیلئے چھوڑا، کیا اب اس بیج سے بھی عشر نکالا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد منیر......۱۹۷۶ء/۶/۲

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: يجب العشر في عسل وان قل ارض غير الخراج ولو غير عشرية كجبل ومفازة بخلاف الخراجية لئلا يجتمع العشر والخراج.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۵۳ باب العشر)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زكاة الغنم)

الجواب: جو چیزیں صرف بیج اور دوائی کے طور سے استعمال ہوتی ہیں تو اس میں عشر نہیں ہوگا (ہندیہ) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بھوسہ میں عشر احوط ہے واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گندم یا جو کے بھوسہ میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل حنان کوہاٹ

الجواب: بھوسہ میں عشر احوط ہے عملاً علی المروی عن محمد البتہ واجب نہیں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

خودرو گھاس میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھاس میں عشر کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جمعہ خان کندیا کوہستان ... ۱۴۰۱/۶/۱۴ھ

الجواب: خودرو گھاس نہ مملوک ہیں اور نہ اس میں عشر واجب ہے، لانہ لا یقصد بہ استغلال الارض ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: ولایجب فی البزور التی لا تصلح الا للزراعۃ والتداوی کبزر البطیخ والنا نخواہ والشونیز. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۶ الباب السادس فی زکاۃ الزرع والثمار)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: الا فیما لا یقصد بہ استغلال الارض نحو حطب وقصب فارسی وحشیش وتبن وسعف ..... حتی لو اشغل ارضہ بھا یجب العشر. قال ابن عابدین: قولہ وتبن: قال فی الفتح غیر انہ لو فصلہ قبل انعقاد الحب وجب العشر فیہ لانہ صار ھو المقصود وعن محمد فی التبن اذا یبس العشر.

(الدر المختار مع ھامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

درخت کے پتوں میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اشجار کے اوراق میں عشر واجب ہے یا نہیں جبکہ یہ اوراق فروخت کئے جاتے ہوں ہمارے علاقوں میں شہتوت کے پتے فروخت کئے جاتے ہیں اور علماء کے مابین اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید اسید اللہ بکا خیل بنوں.....۱۲/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: درختوں کے اوراق میں بہر کیف عشر واجب نہیں ہے خواہ بازار میں فروخت ہوتے ہوں یا فروخت نہیں ہوتے ہوں کیونکہ عشر کے وجوب کا دارمدار قصد استنماء پر ہے، کما فی البحر ۲: ۲۴۷ واما شرائط المحلیة فان تکون عشریة وان یکون الخارج منها مما یقصد بزراعته نماء الارض ﴿۱﴾ البتہ اگر توت کے درخت لگانے سے یہ اوراق ہی مقصود ہوں تو اس میں عشر واجب ہوگا، کما فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۱۱ ﴿۲﴾ فلیراجع. وھو الموفق

توت کے پتوں، درخت اور ٹہنیوں میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ توت کے پتوں، درختوں اور شاخوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالخالق دتہ خیل شمالی وزیرستان.....۱۹۹۱ء/ ۲/۵

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۲۴۷ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال فی صور المسائل نقلا عن الزاهدی ما صورته قلت یمکن ان یلحق به اغصان التوت عندنا واوراقها لانه یقصد بها الاستغلال بخوارزم وخراسان وقد نص علیه فی درر الفقه فقال یجب العشر فی اوراق التوت واغصان الخلاف التی تقطع فی اوان تعلیم الکروم وغیر ذلک. (تنقیح الفتاوی الحامدیة ۱: ۱۱ باب الزکاة والعشر)

الجواب: درختوں کے تنا میں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱:۱۰ وفی محیط السرخسی کل شیئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیه لانه بمنزلة اجزاء الارض ﴿۱﴾ انتهیٰ وبمعناه فی عشر فتح القدیر شرح الهدایة ﴿۲﴾، البتہ جب کھیت میں درخت بوئے جائیں اور زمین کی پیداوار بنائے جائیں تو اس میں عشر واجب ہے، کما فی قاضیخان، ولو جعل ارضه مشجرة او مقصبة یقطعها ویبیعها فی کل سنة کان فیه العشر، هامش الهندیة ۱:۲۷۶ ﴿۳﴾ اور توت کے پتوں میں عشر واجب نہیں ہے کھجور کی شاخوں کی طرح لعدم قصد الاستغلال ﴿۴﴾ یدل علیه مافی الخانیة فی الحوالة السابقة وکذا صرح به الفقهاء باسرهم ﴿۵﴾. وهو الموفق

نہر کے کناروں پر بوئے گئے درختوں میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں نہری نظام ہے ان

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱:۱۰ باب الزکاة والعشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: ولا یجب فیما یخرج من الاشجار کالصمغ والقطران ولا فیما هو تابع للارض کالنخل والاشجار لانها کالارض ولذا تستتبعها الارض فی البیع ولا فی کل بزر لا یطلب بالزراعة کبزر البطیخ والقثاء لکونها غیر مقصود فی نفسها.

(فتح القدیر ۲:۱۸۷ باب زکاة الزروع والثمار)

﴿۳﴾ (فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة ۱:۲۷۶ فصل فی العشر)

﴿۴﴾ قال العلامة فخر الدین الاوزجندی: ولا یجب العشر فی التبن ولا فی الحطب والحشیش والقنب والصنوبر والقصب الفارسی ولا فی سعف النخل ولا فی الطرفاء.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱:۲۷۶ فصل فی العشر)

﴿۵﴾ قال العلامةالحصکفی: الا فیما لا یقصد به استغلال..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ندیوں کے کناروں پر درخت بوئے گئے ہیں ان درختوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق پیر سنگ پشاور......۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۱۰ کل شیئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیه لانه بمنزلة اجزاء الارض ﴿۱﴾ البتہ ان زمینوں کے حاصلات سے عشر یا نصف العشر دینا ہوگا۔ وھو الموفق

تھریشر سے کمائے گئے گندم میں عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تھریشر سے کمائے گئے گندم میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ تو مزدوری ہوتی ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود دوسیرہ پشاور

الجواب: جو گندم اجرت میں دی جائے تو اس کا عشر مؤجر پر واجب ہے نہ کہ مالک تھریشر پر (شامی) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

پہاڑی خودرو درختوں میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں پہاڑوں پر خودرو درخت اگتے ہیں اور لوگ یہ درخت تقسیم کرتے ہیں اس میں عشر کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم متعلم دارالعلوم حقانیہ......۷/۹/۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) الارض نحو حطب وقصب وحشیش وتبن وصمغ وقطران وخطمی واشنان وشجر قطن الخ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۱۰ باب الزکاة والعشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

الجواب: ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱ : ۱۰)﴿۱﴾. وھو الموفق

گھر کے پھلدار درختوں اور سبزی وغیرہ میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھر کے اندر جو پھلدار درخت ہیں یا سبزی وغیرہ ہے کیا اس میں عشر واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام نبی......۱۴/محرم ۱۴۱۱ھ

الجواب: گھر کے اندر پھلدار درختوں اور سبزی وغیرہ میں عشر واجب نہیں کیونکہ یہ گھر کے تابع شمار ہوں گے، وفی الشامیة ۲ : ۶۲ وخرج ثمر شجر فی دار رجل ولو بستانا فی دارہ لانہ تبع للدار کذا فی الخانیة﴿۲﴾. وھو الموفق

کٹائی، خرمن والے، لوہار اور ترکھان کو دینے والے گندم میں عشر زمیندار پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب گندم تیار ہو جاتا ہے تو تھریشر والا کٹائی کا حصہ لیتا ہے لوہار اور ترکھان کو سالانہ اس کا حصہ دیا جاتا ہے امام مسجد اور استاد کا حصہ بھی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی محیط السرخسی کل شیئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیہ. (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱ : ۱۰ باب الزکاة والعشر)

وقال ابن نجیم: وکذا لا عشر فیما ھو تابع للارض کالنخل والاشجار لانہ بمنزلة جزء الارض لانہ یتبعھا فی البیع الخ. (البحر الرائق ۲ : ۲۳۸ باب العشر)

وفی الھندیة: ولا عشر فیما ھو تابع للارض کالنخل والاشجار.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱ : ۱۸۶ الباب السادس فی زکاة الزروع والثمار)

﴿۲﴾ ردالمحتار ھامش الدر المختار ۲ : ۵۳ باب العشر)

دیا جاتا ہے کیا ان تمام کو دینے والے گندم میں عشر ہم پر واجب ہے یا ان پر؟ بینوا توجروا
المستفتی: شاد محمد اخور والی کوہاٹ.....۲۳/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: جو گندم کٹائی کرنے والے یا خرمن لے جانے والے، لوہار اور ترکھان وغیرہ کو بطور اجرت دیا جاتا ہے ان تمام میں عشر اس زمیندار پر ہے نہ کہ دیگران پر (ہندیہ، شامی، ہدایہ، وغیرہ)﴿۱﴾۔

زمین کے حاصلات زمین ہی پر خرچ کرنا اور قرض مانع عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی جائیداد بنجر زمین ہے اس بنجر زمین سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے دوبارہ اس بنجر زمین پر لگا دیتا ہے آیا اس پر عشر واجب ہے یا نہیں؟ دیگر اگر ایک شخص کسی سے قرض رقم لیکر زمین خریدے اس زمین سے حاصل شدہ آمدن پر قبل از ادائیگی قرض عشر لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولوی محمد جان پین کوٹ چارسدہ..... ۱۹۶۹ء/۷/۲

الجواب: زمین کے حاصلات میں عشر یا نصف عشر بہر حال واجب ہے، خواہ یہ مالک ان حاصلات

﴿۱﴾ وفی الهندية: ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وكرى الانهار واجرة الحافظ وغير ذلك فيجب اخراج الواجب من جميع ما اخرجته الارض عشرا.
(فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۱۸۷ الباب السادس فی زكاة الزرع والثمار)
وفی الشامية: بلا رفع مؤن ای كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر فی كل خارج. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)
وقال المرغينانی: وكل شيء اخرجته الارض مما فيه العشر لا يحتسب فيه اجر العمال ونفقة البقر، قال ابن الهمام: وكرى الانهار واجرة الحارس وغير ذلك يعنی لا يقال بعدم وجوب العشر فی قدر الخارج الذی بمقابلة المؤنة بل يجب العشر فی الكل.
(هداية مع فتح القدير ۲: ۱۹۴ باب زكاة الزروع والثمار)

کواس زمین کے احیاء پرخرچ کرے یا دیگرضروریات پرخرچ کرے، اورخواہ یہ مالک مقروض ہو یا غیر مقروض ہو، کیونکہ عشر کاتعلق خارج اور حاصلات سے ہوتا ہے نہ کہ مالک سے،وفی الدرالمختار (یجب) بلا شرط نصاب وبلاشرط بقاء وحولان حول لان فیه معنی المؤنة ولذا کان للامام اخذہ جبراًویؤخذ من الترکة ویجب مع الدین ﴿۱﴾. وهوالموفق

پیداوار سے اجارہ کی رقم منہانہیں کی جائے گی

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نےتقریباًچھ کنال زمین مبلغ چھ سوروپیہ اجارہ پرلی ہے اس میں تقریباً پینتالیس سوروپیہ گنے کی فصل ہوتی ہے اب میں مذکورہ رقم سے عشر اداکروں گایااس سے چھ سوروپیہ منہا کر کے باقی سے عشر اداکروں گا؟بینوا توجروا

المستفتی:شمشادنوشہرہ......۲۳/ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ

الجواب: اس میں زکوٰۃ الارض (عشر)لازم ہوگا،جوکہ کل پیداوار پر بلاوضع مصارف لازم ہوگا،کما فی شرح التنویر بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج ﴿۲﴾. وهوالموفق

زمینی پیداوار میں ہل وغیرہ کاخرچہ منہانہیں کیاجائےگا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے زمین میں کاشت کر کے بیس من فصل حاصل کی لیکن اس میں ہل وغیرہ پر پانچ سوروپے کاخرچہ بھی آیا اب عشر پورے بیس من کادیناچاہئے یاپانچ سوروپیہ منہا کر کے باقی کاعشرادا کرے؟بینوا توجروا

المستفتی:امیرنوشادبٹ خیلہ ملاکنڈایجنسی......۲۳/۶/۱۹۸۶ء

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۵۴ باب العشر)

﴿۲﴾ (الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار ۲:۵۶ باب العشر)

الجواب: عشر یا نصف العشر تمام پیداوار سے دیا جائے گا، ہل کاشت وغیرہ پر جو خرچہ ہوا ہو ان کو وضع نہیں کئے جائیں گے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

باغات کا عشر بائع پر ہے یا مشتری پر؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میوہ جات پکنے سے قبل فروخت کئے جاتے ہیں اور پکنے کے بعد انہیں کاٹا جاتا ہے اس صورت میں عشر بائع پر واجب ہے یا مشتری پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن کوئٹہ......۱۹۷۵ء/ ۸/ ۵

الجواب: واضح رہے کہ موجودہ وقت میں باغات کے بیوع باطل ہیں یا فاسد ہیں میوہ جات ظاہر ہونے سے قبل باطل ہے اور میوہ جات پختہ ہونے (ادراک) سے قبل فاسد ہوتے ہیں کیونکہ درختوں پر باقی رہنا معروف عامہ ہے جو کہ مفسد عقد ہے، صرح به الشامی ﴿۲﴾، اور عقد فاسد میں ملک قبض سے حاصل وثابت ہوتا ہے ﴿۳﴾ پس صورت مسئولہ میں اگر مشتری نے پختگی سے قبل قبض کیا ہو تو مشتری پر عشر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: بلا رفع مؤن اى كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر فى كل الخارج. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله ظهر صلاحها او لا: قال فى الفتح لا خلاف فى عدم جواز بيع الثمار قبل ان تظهر ولا فى عدم جوازه بعد الظهور قبل بدو الصلاح بشرط الترك ولا فى جوازه قبل بدو الصلاح بشرط القطع فيما ينتفع به ولا فى الجواز بعد بدو الصلاح لكن بدو الصلاح عندنا ان تومن العاهة والفساد...... قال فى الفتح ولو اشتراها مطلقا اى بلا شرط قطع او ترك فاثمرت ثمراً آخر قبل القبض فسد البيع...... الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۴: ۴۲ مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً)

﴿۳﴾ وفى الهندية: واما الفاسد...... فانه ينعقد البيع بقيمة المبيع ويملك عند القبض كذا فى محيط السرخسى (فتاوىٰ عالمگيريه ۳: ۱۴۷ الباب الحادى عشر فى احكام البيع الغير الجائز)

واجب ہے ورنہ بائع پرواجب ہوگا ﴿۱﴾۔وھو الموفق

اجارہ کی صورت میں عشر کس پرواجب ہے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مالک نے اپنی زمین دس من اجارہ پر بایں شرط دے دی کہ سال گزرنے کے بعد دس من مجھے دیا کریں گے،اب ایک سال بعد اس دس من گندم کا عشر کون ادا کرے گا مالک زمین یا اجارہ دار؟بینوا توجروا

المستفتی :ملت خان متعلم حقانیہ اکوڑہ.....۱۹۹۰ء/۱/۲۹

الجواب: چونکہ غالباً متاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے،لہٰذا تمام پیداوار کا عشر یا نصف عشر متأجر پرواجب ہے،پس اگر یہ دس من اس اجارہ شدہ کھیت کی پیداوار ہو تو اس کا عشر یا نصف عشر اس متاجر کے ذمہ واجب الادا ہوگا ﴿۲﴾۔وھو الموفق

مختلف مسائل درباره عشر واجارہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب متاجر موجر کو تقریباً پانچ سو روپیہ پیشگی دے کر یہ مصالحت کریں کہ ایک سال کے برابر پچاس روپیہ سوختہ ہوجائیں گے۔(۱)اول جواب طلب یہ ہے کہ پانچ سو روپیہ کی زکوۃ اور قربانی متأجر پرواجب ہوتی ہے؟حالانکہ رقم ان کے قبضہ سے نکل گئی ہے یا موجر پرواجب ہوتی ہے؟اسلئے کہ پیشگی رقم اس کے قبضے میں ہے۔(۲)جب متاجر کو

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشترى ولو بعده فعلى البائع. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: والعشر على المؤجر كخراج موظف وقالا على المستأجر كمستعير مسلم وفي الحاوي وبقولهما ناخذ.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۰ باب العشر)

سال میں پچاس روپیہ سوختہ کے علاوہ پچاس روپیہ نفع ملے جبکہ مجموعہ کا حاصل سوروپیہ ہوتا ہے تو عشر سوروپیہ مجموعہ میں واجب ہے یا سوختہ رقم کے بغیر پچاس روپیہ نفع میں؟ (۳) یہ عشر مؤجر پر واجب ہے یا مستاجر پر؟ (۴) مطلق مزارعت جب نصف نصف پر ہو تو عشر صرف مزارع پر واجب الاداء ہے اپنے نصف میں اور مالک پر اپنے نصف میں یا کل حاصل مزارعت میں صرف مزارع پر یا صرف مالک زمین پر؟ (۵) حکومت وقت کو مالیہ دینے سے عشر میں کوئی تخفیف آتی ہے یا نہیں؟ (۶) رہن اور کاشت رہن میں مماثلت یکساں ہے یا کوئی فرق ہے حالانکہ عرفاً دونوں میں فرق یہ ہے کہ رہن میں مرتہن نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوتا ہے بلکہ نفع کیلئے یہ معاملہ کرتا ہے اور کاشت رہن کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مالک زمین مزارع سے کچھ رقم پیشگی لے کر زمین مزارع کو برائے کاشت سپرد کرے اور حاصل زمین میں مزارع سے نصف لینے پر یہ معاملہ کرے اور جب مالک زمین چاہے کہ اس سے زمین لے کر دوسرے مزارع کو دیتا ہے تو مالک مزارع کو وہ پیشگی رقم پوری واپس کرتا ہے۔ (۷) جب ایک گوالا دوکاندار سے تقریباً دوسوروپیہ پیشگی لے کر یہ مصالحت کرے کہ میں آپ کو روزانہ دوسیر دودھ دیا کروں گا کیا یہ معاملہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالسمیع حقانی ۱۹۷۲ء/۱/۱۷

الجواب: (۱) چونکہ یہ پیشگی رقم حقیقت میں قرض ہے لہٰذا سوختہ شدہ مقدار کے علاوہ رقم کی زکوٰۃ مستاجر پر واجب ہوگی ﴿۱﴾۔ (۲) عشر مجموعہ حاصلات سے ادا کرنا ضروری ہے اس میں مقدار اجرت (پچاس روپیہ مثلاً) مستثنیٰ نہیں ہے ﴿۲﴾ صرح به في جميع الكتب. (۳) چونکہ مفتیٰ بہ صاحبین کا

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زكاة المال)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: بلا رفع مؤن اى كلف ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قول ہے (صرح بہ فی الدر المختار) نیز غالباً مستاجر کو بچت اور نفع زیادہ ہوتا ہے لہٰذا عشر مستأجر پر واجب ہوگا ﴿۱﴾۔ (۴) چونکہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے لہٰذا ہر ایک پر اپنے اپنے نصف سے عشر ادا کرنا ہوگا (درمختار) ﴿۲﴾۔ (۵) کوئی تخفیف نہیں ہوتی کیونکہ نہ عشر کی نیت ہوتی ہے اور نہ مصرف کی رعایت کی جاتی ہے۔ (۶) اگر یہ رقم عقد مزارعت میں مشروط نہ ہوتو اس جدید معاملہ میں کوئی نقصان نہیں ہے (صرح به فی البحر ۶: ۱۸۵) ﴿۳﴾. (۷) یہ رقم قرض ہے ودیعت نہیں ہے اور یہ معاملہ جائز ہے ہر روز بیع تعاطی منعقد ہوتا جائے گا ﴿۴﴾ ونظیره ما فی ردالمحتار ۴: ۱۳.

ملاحظہ:...... اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو صرف ایک سوال روانہ کریں نہ کہ سات سوالات۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی كل الخارج.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی: والعشر علی المؤجر كخراج موظف وقالا علی المستأجر كمستعير مسلم وفی الحاوی وبقولهما ناخذ.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: وفی المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: بان قال زارعتک ارضی علی ان تقرضنی كذا او ان قدم فلان لانها اجارة فلا يصح تعليقها بالشرط كالاجارة...... ثم قال بعد تفريعات كثيرة هذا كله فی الشرط النافع لاحدهما وان شرطا لا ينفع كما لو شرط ان لا يسقی احدهماحصته لا تفسد المزارعة وفيما اذا كان شرطا مفسدا لو ابطلاه ان الشرط فی صلب العقد لا ينقلب جائزا والاعاد جائز الی آخر ما فيها. (البحر الرائق ۶: ۱۸۵ باب المتفرقات)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين: ومن بيع التعاطی تسليم المشتری ما اشتراه الی من يطلبه بالشفعة فی موضع لا شفعة فيه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۴: ۱۳ مطلب البيع بالتعاطی كتاب البيوع)

اجارہ اور مزارعت کی مختلف صورتوں میں عشر کے وجوب کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریاست سوات میں عشر والی سوات جہانزیب عبدالحق صاحب وصول کیا کرتا تھا اب سٹیٹ کے ختم ہونے سے عشر کا نظام بھی ختم ہوا ہے، اب ہمارے لئے ذیل کے مسائل اجنبی ہیں وضاحت کی ضرورت ہے۔
(۱) بعض لوگ اپنی زمین سال بھر کیلئے معلوم روپیہ پر دیتے ہے اب عشر مالک ادا کرے گا یا کسان؟
(۲) بعض لوگوں نے زمین کو فصل پر سال کیلئے دی ہے مثلاً چار من مکئی اور دو من گندم مالک کو دے گا، اس صورت میں عشر کون ادا کرے گا؟ (۳) بعض لوگوں نے زمین کو آدھے فصل پر دی ہے یعنی جو فصل ہو جائے آدھی میری اور آدھی تمہاری، اب عشر کون ادا کرے گا؟ (۴) بعض لوگ زمین کو پانچویں حصہ پر دیتے ہیں ہے مالک بھی کام کرتا ہے اور کسان بھی اب وزن کرانے والا کسان اور مالک پر مجموعی طور سے عشر ہے یا علیحدہ علیحدہ یا صرف مالک پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد ارشاد دیولئی سوات......۱۹۷۴ء/۶/۲۹

الجواب: (۱،۲) یہ دونوں اجارہ کی صورتیں ہیں اور چونکہ مستأجر کو غالباً بچت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا عشر اس پر واجب ہوگا مالک پر نہیں (درمختار مع ردالمحتار) ﴿۱﴾. (۳) یہ مزارعت کی صورت

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستأجر، قال العلامة ابن عابدین قلت: لکن فی زماننا عامة الاوقاف من القریٰ والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومؤنها یستأجرها بدون اجرا لمثل بحیث لاتفی الاجرة ولا اضعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلک لانهم فی زماننا یقدرون اجرة المثل بناء علی ان الاجرة سالمة لجهة الوقف ولاشیئ علیه من عشر وغیره اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر لیس علیه سوی الاجرة فان اجرة المثل تزید اضعافا کثیرة کما لا یخفیٰ فان امکن اخذ الاجرة کاملة...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہے اس میں عشر مالک اور مزارع دونوں پر اپنے اپنے حصص سے دینا واجب ہوگا (درمختار) ﴿۱﴾۔
(۴) صورت مذکورہ نہ اجارہ ہے نہ مزارعت بلکہ یہ کسان اجیر اور مزدور ہے لہٰذا یہ تمام حاصلات مالک کے ہوں گے اور تمام کا عشر اس کے ذمہ واجب الاداء ہوگا، اور عقد فاسد کی وجہ سے تمام گنہگار ہوں گے (ہدایہ، درمختار، شامی) اور اس مزدور اور روزان کو اجر مثل دیا جائے گا ﴿۲﴾ **لکون الاجارة فاسدة لجهالة** الاجرة، اور اگر اجر مثل کے عوض اس خاص غلہ پر طرفین راضی ہو جائیں تو یہ بھی جائز ہوگا۔ وھو الموفق

مستاجر پر عشر کا اشتراط مفسد عقد نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں زمین اجارہ پر دی جاتی ہے اس کا عشر مالک زمین پر ہے یا مستاجر پر؟ اگر مالک زمین پر ہے تو پھر مالک زمین مستاجر پر یہ شرط لگائے کہ آپ اس زمین کا عشر ادا کریں گے یا بالعکس شرط لگائی جائے تو اس قسم کی شرط لگانے سے مالک زمین کا ذمہ ماخوذ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع اللہ کالام ضلع سوات ۱۹۷۱ء/۱۲/۲۰

الجواب: چونکہ غالباً مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے اسلئے مفتی بہ قول کی بنا پر عشر کا وجوب مستاجر

(بقیہ حاشیہ) **یفتی بقول الامام والا فبقولهما لما یلزم علیه من الضرر الواضح الذی لا یقول به احد.** (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ۲ : ۶۰ باب العشر)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وفی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیهما بالحصة. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲ : ۶۱ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی شرح درر البحار عشر جمیع الخارج علی رب الارض عنده لان المزارعة فاسدة عنده فالخارج له اما تحقیقا او تقدیرا لان البذر ان کان من قبله فجمیع الخارج له وللمزارع اجر مثل عمله. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲ : ۶۱ مطلب هل یجب العشر علی المزارعین فی الاراضی السلطانیة باب العشر)

پر ہوتا ہے﴿۱﴾لہذا مستاجر پر اس کا اشتراط مفسد عقد نہ ہوگا۔وھو الموفق

مزارعت کی صورت میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مزارعت کی صورت میں عشر کس پر واجب ہے مزارع پر یا مالک زمین پر؟بینوا توجروا

المستفتی:عبدالرحیم باجوڑ ایجنسی......۲۱/۷/۱۹۷۹ء

الجواب: مزارعت کی صورت میں مالک زمین اور مزارع ہر ایک اپنے اپنے حصہ سے عشر ادا کرے گا،لان الفتویٰ علی قولٰ ابی یوسف ومحمد فی باب المزارعة﴿۲﴾ اور اجارہ کی صورت میں عشر مستاجر پر واجب ہے نہ کہ موجر پر خصوصاً جبکہ مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے،وتمام الکلام فی شرح التنویر مع ردالمحتار باب العشر﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولهما ناخذ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: والحاصل ان العشر عند الامام علی رب الارض مطلقا وعندهما کذلک لو البذر منه ولو من العامل فعلیهما وبه ظهر ان ما ذکره الشارح هو قولهما اقتصر علیه لما علمت من ان الفتویٰ علی قولهما بصحة المزارعة فافهم ..... ان العشر علی رب الارض عنده علیهما عندهما من غیر ذکر هذا التفصیل وهو الظاهر لما فی البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینهما فیجب العشر علیهما. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: (والعشر علی المؤجر وقالا علی المستاجر) ای لو اجر الارض العشریة فالعشر علیه من الاجرة کما فی التتارخانیة وعندهما علی المستأجر قال فی فتح القدیر لهما ان العشر منوط بالخارج وهو للمستأجر ..... (قوله وفی الحاوی وبقولهما نأخذ) ..... قلت لکن فی زماننا عامة الاوقاف من القریٰ ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

مشین کے ذریعے سیراب شدہ فصل میں نصف العشر واجب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جوزمین بذریعہ بیل وغیرہ سیراب ہوتی ہے اس میں نصف العشر واجب ہے اب اگر اس کنویں پر مشین لگائی جائے کیا اس میں بھی نصف العشر واجب ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: دوست محمد میاں منڈی پشاور......۲۵/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ مشین میں بھی مؤنت اور مشقت موجود ہے لہٰذا اس سے سیراب شدہ زمین میں بھی نصف العشر واجب ہوگا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

کاریز سے سیراب ہونے والی زمین میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں کاریز ہیں جن

(بقیه حاشیه) والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومؤنها يستأجرها بدون اجر المثل بحيث لا تفى الاجرة ولا اضعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ينبغى العدول عن الافتاء بقولهما فى ذلک لانهم فى زماننا يقدرون اجرةالمثل بناء على ان الاجرة سالمة لجهة الوقف ولا شيئ عليه من عشر وغيره اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر ليس عليه سوى الاجرة فان اجرة المثل تزيد اضعافا كثيرة كما لا يخفىٰ فان امكن اخذالاجرة كاملة يفتى بقول الامام والا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذى لا يقول به احد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۰ مطلب هل يجب العشر على المزارعين فى الاراضى السلطانية)

﴿۱﴾ وفى الهدية: وما سقى بالدولاب والدالية ففيه نصف العشر وان سقى سيحا وبدالية يعتبر اكثر السنة فان استويا يجب نصف العشر.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۸۶؛ الباب السادس فى زكاة الزرع والثمار)

پرلاکھوں روپیہ لاگت آتی ہے اور سالانہ صفائی پر بھی ہزاروں روپیہ لاگت آتی ہے اس پانی سے حاصل شدہ حاصلات میں عشر لازم ہوتا ہے یا نصف عشر؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ حبیب الرحمٰن واناکیمپ......۱۹۷۴ء/۱۲/۹

الجواب: بظاہر کاریز سے سیراب شدہ زمین کے حاصلات میں عشر واجب ہوتا ہے، لحدیث البخاری او کان عشریا﴿۱﴾ وقالوا العاثور شبه نهر يحفر فی الارض یسقی به البقول والنخل والزرع، ولانه لم يشق بآلة كما اشار اليه كلام البحر ۲:۲۳۸ فليراجع﴿۲﴾ ویمکن ان یقال ان المدار علی کثرة المؤنة كما اشار اليه صاحب الدرالمختار انتهیٰ﴿۳﴾. وهو الموفق

مالیہ کی نہری زمینوں میں عشر و نصف عشر کے مسئلہ میں مناظرہ اور فیصلہ

سوال: بعداز تسلیمات وآداب مسنونہ کے عارض ہوں کہ بمقام دوپیز علاقہ لونڈخوڑ میں ایک

﴿۱﴾ عن عبد الله بن عمر عن النبی ﷺ قال فيما سقت السماء والعيون او كان عشريا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر، رواه البخاری، وعلیٰ هامش المشكوٰة فی حاشية الغرغشتوية: قوله او كان عشريا: العثری ما سقتها السماء وكذا ذكره التور پشتی وبعض الشراح ولا يخفیٰ انه يلزم منه التكرار وعطف الشیئ علی نفسه فالحق ما ذكره بعض آخرون من ان العثری ما سقی بالعاثور والعاثور شبه نهر يحفر فی الارض يسقی به البقول والنخل والزرع والعثری يجيئ بمعنى الفارغ من الدنيا والآخرة، لمعات.

(هامش مشكوٰة المصابيح حاشية غرغشتوية ۱: ۱۷۴ كتاب الزكاة فيما تجب فيه)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: ای ويجب نصف العشر فيما سقی بآلة للحديث.

(البحر الرائق ۲: ۲۳۸ باب العشر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفی: نصفه فی مسقی غرب ای دلو كبير ودالية ای دولاب لكثرة المؤنة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

اجتماع بغرض مسئلہ شرعیہ منعقد ہوا تھا جس میں دو بڑے علماء کے درمیان موجودہ نہری زمینوں جس پر حکومت مالیہ وصول کرتی ہے، کے بارے میں مناظرہ ہوا کہ اس میں عشر ہے یا نصف عشر؟ ایک مولانا صاحب نے جامع الرموز وغیرہ کتب سے معتبر عبارات اور بالخصوص علامہ شامی جلد دوم کی یہ عبارت "لان المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا یصح" سے عشر کا ثبوت اور وجوب ثابت کررہا تھا، اور فریق ثانی کے مولوی صاحب نے اس عبارت کی بنا پر کہ "وقیل ان تعارفوه صح" نصف العشر کا وجوب ثابت کررہا تھا اجتماع مذکورہ میں ثالث اور حکم مولانا شفیع اللہ فاضل حقانیہ مقرر ہوا تھا تو بعد از بحث کے مولانا شفیع اللہ صاحب نے فیصلے کا اعلان کیا کہ "لان المعتمد عندنا" سے افضلیت عشر ثابت ہوتی ہے اور "قیل ان تعارفوه" سے نصف عشر، بہر حال مسئلہ مجمل رہا آپ صاحبان دفع اختلاف اور دفع شکوک واوہام فرما کر اس مسئلہ کے متعلق اپنی رائے واضح فرمائے۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرحمٰن لوندخوڑ مردان

الجواب: یہ مسئلہ چونکہ کتب الفروع میں بالتصریح مذکور نہیں ہے اسی وجہ سے اس میں علماء باہمی اختلاف رکھتے ہیں ہماری قاصر رائے میں نصف العشر کا وجوب راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ آبیانہ ثمن نہیں ہے، **لعدم صحة بیع الماء الغیر المحرز فلیراجع الی باب الشرب** ﴿۱﴾ بلکہ یہ آبیانہ مؤنت میں داخل ہے کیونکہ حکومت اس سے نہر کا باقاعدہ انتظام کرتا ہے اور اس کو سیراب کنندگان سے ایک ضابطہ کے طور پر وصول کرتا ہے اور کثرت مؤنت کی علت کی وجہ سے نصف عشر کا وجوب ظاہر ہے **یدل علیه تعلیل الفقهاء قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۹ نصفه فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیة ای دولاب لکثرة المؤنة انتهی** ﴿۲﴾ **قلت ولا فرق بین الاصالة**

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ولا یصلح الماء) ای ماء الشرب الغیر المحرز. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۳۱۷ فصل الشرب)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

کما فی البیر وبین الوکالۃ کما فی النھر فافھم﴿۱﴾. وھو الموفق

بارانی اور مالیہ والی نہری زمینوں کے عشر میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے، ماخرج من الارض ففیہ العشر، لیکن گنا یا تمباکو کی فصل پر بہت زیادہ لاگت آتی ہے مثلاً مالیہ، مصنوعی کھاد وغیرہ، کیا اس خرچہ کی وجہ سے عشر کے حکم میں تغیر آتا ہے حالانکہ یہ زمینیں نہری ہیں اور فقہاء کہتے ہیں کہ نہری زمینوں میں عشر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید گل بادشا کوٹک ترناب چارسدہ.....۳/ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر یہ زمین کنویں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو تو اس میں نصف العشر یعنی بیسواں واجب ہے یعنی تمام خارج من الارض سے، لما رواہ البخاری مرفوعا فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر (مشکواۃ ۱۷۴)﴿۲﴾ اور تمام فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے اور اگر یہ زمین نہری ہو تو اس میں دسواں حصہ دینا بہتر ہے اور آبیانہ کی

﴿۱﴾ وفی المنھاج: اعلم ان ما سقتہ الانھار التی یأخذ الحکومۃ بالسقی منھا الخراج ما یقال لہ بالفارسیۃ " آبیانہ" قیل یجب فیہ العشر لانہ سقی بالانھار والعاثور دون النضح وقیل الوجہ فی وجوب العشر انہ سقاہ بماء اشتراہ وفیہ الماء الغیر المحرز لا یصح بیعہ وشراءہ، وقال شیخنا (الغرغشتوی) یکفی فیہ آداء نصف العشر لان منشأ وجوب نصف العشر کما فی شرح التنویر کثرۃ المؤنۃ وھی ھھنا متحققۃ بلاریب، وبالجملۃ ان المأخوذ منھم ھی المؤنۃ دون الثمن لان ارباب الحکومۃ انما یأخذونھا لبقاء ھذا النظام لا یخطر بالھم معنی البیع والشراء فافھم.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۱۵۳ باب الصدقۃ فیما یسقی بالانھار)

﴿۲﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۱۵۹ باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ الفصل الاول کتاب الزکاۃ)

صورت میں بیسواں دینا بھی کافی ہے، لما فی الدر المختار: وفی کتب الشافعیة او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لاتاباه ﴿۱﴾ اور واضح رہے کہ نہری زمین میں آبیانہ اگر شرب کا ثمن ہو اور بیع کی شروط موجود ہو تو نصف العشر کے وجوب میں کوئی اشتباہ نہیں ہے اور اگر یہ آبیانہ اصلاح نہر اور حفاظت نہر کی مؤنت ہو تو پھر بھی نصف العشر کا حکم صحیح ہے کیونکہ جس طرح زرخرید پانی سے سیراب شدہ خارج میں نصف العشر کا وجوب منصوص نہیں ہے بلکہ کثرت مؤنت کی وجہ سے ہے تو اس طرح اس میں بھی کثرت مؤنت موجود ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

عشر کو مالیہ میں نہیں دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس عشر کا گندم ہے اور حکومت ان سے کل جائیداد کا مالیہ (ٹیکس) بھی وصول کرتی ہے کیا یہ شخص اس عشر کو حکومتی مالیہ میں دے سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: عشر کو مالیہ میں دینا خلاف احتیاط ہے اور عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا ضروری ہے (وفی الهداية ۱ : ۱۷۲) وقيل اذا نوى بالدفع التصدق عليهم سقط عنه وكذا الدفع الى كل جائر لانهم بما عليهم من التبعات فقراء والاول احوط انتهىٰ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲ :۵۵ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: ويجب نصفه فى مسقى غرب اى دلو كبير ودالية اى دولاب لكثرة المؤنة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲ :۵۵ باب العشر)

﴿۳﴾ (هداية على صدر فتح القدير ۲ : ۱۵۰ فصل وليس فى الفصلان والحملان والعجاجيل صدقة كتاب الزكاة)

اجارہ کے عشر میں ائمہ کا اختلاف اور نہری زمینوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مالک زمین اور کاشتکار میں سے کس پر عشر واجب ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ کاشتکار پر ہے دیگر یہ کہ امام صاحب نے اس امر میں صاحبین کے قول کو رجوع کیا ہے یعنی مذہب احناف میں غالباً متفق علیہ مسئلہ یہ ہوا کہ عشر مزارع پر ہے اور لوگوں نے یہ مسئلہ بنایا ہے کہ مالک زمین پر عشر دینا واجب کرتے ہیں دیگر یہ کہ یہ لوگ بیسواں حصہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا خرچہ زیادہ ہے مالیہ اور آبیانہ دیتے ہیں حالانکہ ان اخراجات کا کوئی اعتبار نہیں اسلئے کہ یہ اراضی دراصل دولابی نہیں ہے بلکہ ابتداء بارانی ہے اور اگر نہر آئی ہے تو اس کیلئے **وما کراہ العجم فھو کالسیح** کے حکم میں ہونا چاہئے دیگر یہ کہ ان نہری زمینوں میں اگرچہ خرچ زیادہ ہے لیکن آمدن بھی حد سے زیادہ ہے اور رہٹ میں خرچ زیادہ ہے اور آمدن کم تو نہری زمینیں رہٹی زمینوں پر قیاس کرنا بعید از حق ہوگا؟ **بینوا توجروا جزاکم اللہ خیرا لجزا**

المستفتی: سید غلام جان قیس خطیب مرہٹی طور ومردان......۱۳۹۳/۶/۲۵ھ

الجواب: واضح رہے کہ اجارہ کی صورت میں عشر مستاجر پر واجب ہوگا کیونکہ غالباً اس کو بچت زیادہ ہوتی ہے اور اگر مستاجر کو کم بچت ہوئی تو امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا، **کما فی الدرالمختار وردالمحتار ۲:۸۵ والعشر علی الموجر وقالا علی المستاجر وفی الحاوی وبقولھما نأخذ، قلت ولکن افتیٰ بقول الامام جماعۃ من المتأخرین قلت لکن فی زماننا عامۃ الاوقاف من القریٰ والمزارع لرضاالمستاجر یتحمل غراماتھا ومؤنھا یستأجرھا بدون اجر المثل فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولھما فی ذلک (الی ان قال)**

فان امکن اخذ الاجرة کاملة یفتی بقول الامام والا فبقولهما (بحذف)﴿۱﴾ اور جو انہار کفار نے کھدوائی ہیں اور بطریق مَنْ مسلمانوں کو ملی ہیں تو ان کا پانی عشری ہے، **کما یدل علیه ما فی ردالمحتار ۳: ۳۵۹ باب العشر والخراج**﴿۲﴾ پس آبیانہ کی صورت میں اس کے حاصلات سے نصف العشر دینا کافی ہے، **کما یدل علیه تعلیل درالمختار ونصفه فی مسقی غرب ودالیة لکثرة المؤنة**﴿۳﴾ **لان ما یأخذه الحکومة لیس بثمن لعدم ارادتهم بیع الماء ولعدم صحة بیع الماء الغیر المحرز بل هو مؤنة وسبب لبقاء هذا الماء وهذا النظام نظام الانهار. وهوالموفق**

مشترکہ نہر پر ظالمانہ قبضہ اور آبیانہ کی صورت میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک نہر زمانہ قدیم سے مشترک چلی آرہی ہے لیکن ایک قوم نے قومیت، تعصب اور بالادستی کی بنا پر اس نہر پر قبضہ کر رکھا ہے اور دوسری اقوام سے فی جریب دو من یا کم و زیادہ وصول کرتی ہے یعنی پانی کی باقاعدہ قیمت مقرر کر رکھا ہے اب علماء میں اختلاف ہے بعض عشر اور بعض مؤنت کی وجہ سے نصف عشر کا کہتے ہیں اور زمانہ قدیم سے یہ اہل علاقہ عشر دیتے ہیں کیا ہم عشر دیں گے یا نصف عشر؟ (۲) نیز یہ پانی قدرت الٰہی سے چشموں اور پہاڑوں سے آتا ہے اس نہر کو نہ کسی نے بنائی ہے اور نہ حقیقتاً کسی کی ملکیت ہے کیا اس قوم خاص کیلئے اس نہر پر قبضہ

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۰ مطلب هل یجب العشر علی المزارعین فی الاراضی باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله بماء العشر) والحاصل انه ما کان علیه ید الکفرة ثم حویناه قهرا وما سواه عشری. (ردالمحتار ۳: ۲۸۴ مطلب فی خراج المقاسمة باب العشر والخراج والجزیة کتاب الجهاد)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

اورغریبوں پر یہ پانی فروخت کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد ہاشم چغرزی......۱۹۷۵ء/ ۵/ ۱۲

الجواب: اگرچہ کثرت مؤنت کی وجہ سے نصف عشر موافق قواعد کتب ہے لیکن صورت مسئولہ میں یہ رقم مؤنت نہیں ہے، لانہ لیس سببا لبقاء ھذا النظام بل ھو ظلم او بیع الماء الغیر المحرز ﴿۱﴾ والمظلوم لا یظلم بخلاف انھار دیارنا (ای انھار الحکومیۃ) لان لھا حافرین وقاسمین وحاکمین لا یبقیٰ ھذا النظام الابھم والرقم الماخوذ من اھل المزارع یصرف علیھم. وھو الموفق

سرکاری نہر کے آبیانہ کی صورت میں نصف عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ ورسک نہر سے سیراب ہوتا ہے اس کا آبیانہ بنسبت دیگر انہار کے ذرا زیادہ ہے اس آبیانہ کے پیش نظر ہمارے ہاں ایک عالم نے فتویٰ دیا ہے کہ ان زمینوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سیف الرحمٰن ٹیلہ بند پشاور......۱۹۷۰ء/ ۱/ ۱۶

الجواب: بعض علماء کے نزدیک اس میں نصف العشر (بیسواں) واجب ہے کیونکہ یہ پانی زرخرید ہے، والدلیل علیہ ما فی الدرالمختار وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماءٍ اشتراہ

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: ان العلۃ فی العدول عن العشر الی نصفہ فی مسقی غرب ودالیۃ ھی زیادۃ الکلفۃ کما علمت وھی موجودۃ فی شراء الماء ولعلھم لم یذکروا ذلک لان المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا یصح وقیل ان تعارفوہ صح وھل یقال عدم شرائہ یوجب عدم اعتبارہ ام لا تأمل نعم لو کان محرز اباناء فانہ یملک الخ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۵۵ باب العشر)

وقواعدنا لا تاباه(هامش ردالمحتار ۲ : ۶۹)﴿۱﴾ لیکن خرید وفروخت "ماء محرز" میں صحیح ہوتا ہے، اور صورت مسئولہ میں " احراز بالحوض " حاصل ہے اگر چہ یہ بیع وشراء فاسد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ آبیانہ درحقیقت ثمن نہیں ہے بلکہ یہ مؤنت ہے سرکار اس کو تجارت کیلئے نہیں لیتی ہے بلکہ نہر کی بقاء اور انتظام کیلئے لیتی ہے اور یہ مؤنت کنویں کی مؤنت سے کم نہیں ہے، لہٰذا اس میں نصف العشر واجب ہوگا، لوجود علة وجوب نصف العشر وهی كثرة المؤنة وزيادة الكلفة يدل عليه ما فی الدرالمختار نصفه فی مسقی غرب ودالية لكثرة المؤنة، وفی ردالمحتار ۲ : ۶۹ لان العلة فی العدول عن العشر الی نصفه فی مسقی غرب ودالية هی زيادة الكلفة﴿۲﴾ انتهیٰ فافهم ولا تعجل والاخير هو المختار عندی وهذا ما عندی لعل عند غيری احسن من هذا ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱، ۲﴾ (الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ۲ : ۵۵ باب العشر)

﴿۳﴾ وفی المنهاج : اعلم ان ما سقته الانهار التی يأخذ الحكومة بالسقی منها الخراج ما يقال له بالفارسية" آبيانه" قيل يجب فيه العشر لانه سقی بالانهار والعاثور دون النضح وقيل الوجه فی وجوب العشر انه سقاه بماء اشتراه وفيه ان الماء الغير المحرز لا يصح بيعه وشراءه وقال شيخنا (الغرغشتوی رحمه الله) يكفی فيه اداء نصف العشر، لان منشأ وجوب نصف العشر كما فی شرح التنوير كثرة المؤنة وهی هٰهنا متحققة بلا ريب وبالجملة ان المأخوذ منهم هی المؤنة دون الثمن لان ارباب الحكومة انما يأخذونها لبقاء هذاالنظام لا يخطر ببالهم معنی البيع والشراء فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳ : ۱۵۳ باب الصدقة فيما يسقی بالانهار)

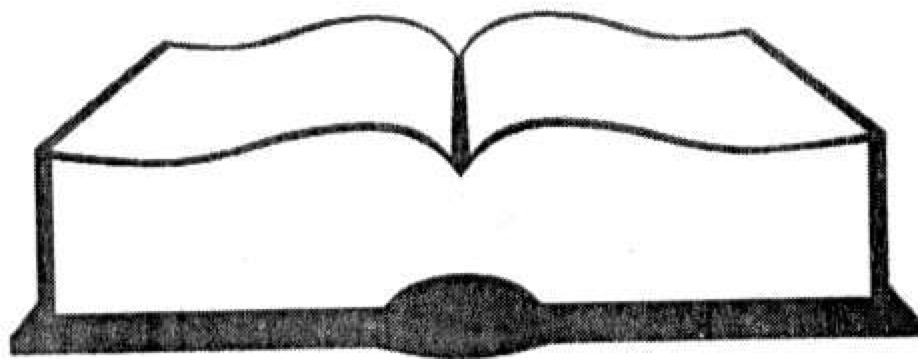
الله

الله

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف به

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب صدقة الفطر



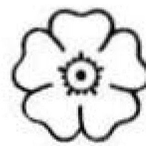


قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ادوا عن کل حر وعبد صغیر وکبیر

نصف صاع من بر او صاعاً من شعیر

......(ابوداؤد)......



باب صدقة الفطر

صدقۃ الفطر کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناپ تول کے حساب سے صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید احمد خان چارسدہ......۱۰/ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

الجواب: صدقہ فطر کی مقدار تقریباً دو سیر انگریزی اور پختہ سیر کے حساب سے ایک سیر اور ایک تہائی مقدار ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾علماء احناف کے نزدیک گندم میں نصف صاع واجب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صاع سے مراد آٹھ رطل کا صاع عراقی ہے، قال الدکتور وحبة الزحیلی: الصاع عند ابی حنیفة ومحمد ثمانیة ارطال بالعراقی والرطل العراقی مئة وثلاثون درهما ویساوی ۳۸۰۰ غراماً، لانه علیه السلام کان یتوضأ بالمد رطلین ویغتسل بالصاع ثمانیة ارطال وهکذا کان صاع عمر وهو اصغر من الهاشمی وکانوا یستعملون الهاشمی (الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۲۰۴۴)

اب ایک رطل کی مقدار نوے مثقال ہے تو ضرب دینے سے سات سو بیس مثقال صاع کا وزن ہو گیا اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے تو پورا صاع تین ہزار دو سو چالیس ماشہ کا ہو گیا، اور بارہ ماشہ کا ایک تولہ ہوتا ہے تو بارہ پر تقسیم کرنے سے حاصل قسمت دو سو ستر تولہ آ گیا تو نصف صاع ایک سو پینتیس تولہ کا ہو گیا اب چونکہ دنیا میں اعشاری نظام جاری ہے تو اسی لحاظ سے اب تولہ سے گراموں میں وزن منتقل کیا جاتا ہے اوزان شرعیہ (مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ) کے آخر میں مولانا محمد اشرف قریشی نے ۱۳۶،۵ تولہ کے حساب سے نصف صاع کا وزن ۱۵۹۲ ،۶ کلوگرام لکھا ہے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے پونے ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صدقہ فطر میں مقامی نرخ معتبر ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر حکومتی نرخ کے مطابق دیا جائے گا یا عوامی نرخ کے مطابق؟ بینو اتو جروا

المستفتی: سرفراز خان میانوالی......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۴

الجواب: چونکہ حکومت کا نرخ حاوی نہیں ہے لہٰذا مقامی نرخ معتبر ہوگا ﴿۱﴾۔وھو الموفق

صرف تین تولہ سونے پر صدقۃ الفطر اور قربانی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت کے پاس صرف تین تولہ سونا

(بقیہ حاشیہ) دو سیر کے لحاظ سے ۶۶۶ ء اکلوگرام کا حساب لگایا ہے، مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمہ اللہ نے نصف صاع کو ایک کلو پانچ سو پچھتر گرام لکھا ہے۔

بندہ بھی ایک سنار کے دکان گیا اور ہر پہلو سے یعنی رتی ماشہ تولہ کا حساب اور ہندوستان میں مختلف رائج الوقت اوزان کے بارے میں اطمینان حاصل کیا، اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے سرحدی علاقے کا تولہ ۱۲،۱۵ گرام کا ہوتا ہے، اور دوسرا تولہ جو پنجابی تولہ سے ہمارے دیار میں مشہور ہے وہ ۱۱،۶۶۴ گرام کا ہوتا ہے تو ۱۳۵ تولہ سرحدی کے اعتبار سے ایک کلو ۶۴۰،۲۵ گرام بنتا ہے اور پنجابی تولہ سے ایک کلو ۶۴ ء۵۷۴ گرام بنتا ہے اور غالباً یہی حساب مولانا لاجپوری صاحب نے لیا ہے کہ پورے پانچ سو پچھتر گرام لئے ہیں۔ بہرحال ایک وطن کے ناپ تول کو جب دوسرے علاقہ کے ناپ وتول میں ڈھالا جاتا ہے تو دونوں کی بنیاد مختلف ہونے کی وجہ سے انطباق مکمل اور صحیح نہیں ہوتا اسلئے برقی مشینوں کے ذریعے خصوصی اوزان کو لازم قرار دینا اور اسی پر صحت ادا کو معلق کرنا صحیح نہیں ہے اسلئے بموجب حدیث، نحن امة امية لا نكتب و لا نحسب، احکام شرع پر آسانی کے ساتھ جس طرح بھی ادا کرے صحیح ہے، اسلئے باوجود ان حسابی تدقیقات کے ادائیگی واجب سب کی صحیح ومعتبر مانی جائے گی۔......(ازمرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويقوم في البلد الذي المال فيه.

(الدر المختار على صدر ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زكاة الغنم)......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے اس کے علاوہ کوئی اور مال موجود نہیں ہے کیا اس عورت پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہوگی؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولانا نجم الدین صاحب...... ۱۹۸۸ء/۳/۱۴

الجواب: چونکہ اتنی مقدار سونا سے ساڑھے باوَن تولہ چاندی حاصل ہو سکتی ہے لہٰذا اس عورت پر قربانی اور صدقۃ الفطر علامہ مرغینانی اور وہبانیہ کی روایت کی بنا پر واجب ہے، فليراجع الى ردالمحتار ۲: ۸۹ ﴿۱﴾ واضحية الهندية ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) وفي الهندية: ويقومها المالک في البلد الذي فيه المال حتى لو بعث عبدا للتجارة الى بلد آخر فحال الحول تعتبر قيمته في ذلک البلد ولو كان في مفازة تعتبر قيمته في اقرب الامصار الى ذلک الموضع. (فتاویٰ عالمگيريه ۱: ۱۸۰ الفصل الثاني في العروض)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله لكن اعتمد في الشرنبلالية الخ)...... قال في العناية ولا يجوز دفع الزكاة الى من ملک نصابا سواء كان من النقود او السوائم او العروض...... تقدير النصاب بالقيمة سواء كان من العروض او السوائم لما ان العروض ليس نصابها الا ما يبلغ قيمته مأتي درهم وقد صرح بان المعتبر مقدار النصاب في التبيين وغيره واستدل له في الكافي بقوله صلى الله عليه وسلم من سأل وله ما يغنيه فقد سأل الناس الحافا قيل وما الذي يغنيه قال مأتا درهم او عدلها فقد شمل الحديث اعتبار السائمة بالقيمة لاطلاقه وقد نص على اعتبار قيمة السوائم في عدة كتب من غير خلاف في الاشباه والسراج والوهبانية وشرحيها والذخائر الاشرفية وفي الجواهرة قال المرغيناني اذا كان له خمس من الابل قيمتها اقل من مائتي درهم تحل له الزكاة وتجب عليه وبهذا ظهر ان المعتبر نصاب النقد من اى مال كان بلغ نصابا من جنسه اولم يبلغ الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۷ بعيد مطلب في جهاز المرأة هل تصير به غنية)

﴿۲﴾ وفي الهندية: والموسر في ظاهر الرواية من له مائتادرهم او عشرون ديناراً او شيئ يبلغ ذلک سوى مسكنه ومتاع مسكنه ومركوبه وخادمه في حاجته التي لا يستغني عنها فاما ما عدا ذلک من سائمة او رقيق او خيل او متاع لتجارة او غيرها فانه يعتد به من يساره الخ. (فتاویٰ عالمگيريه ۵: ۲۹۲ كتاب الاضحية)

مجنون اور پاگل کی طرف سے باقاعدہ فطرانہ ادا کیا جائے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تندرست آدمی تھا جو عمر بھر روزہ رکھتا تھااچانک پاگل ہوگیااب نہ نماز جانتا ہے نہ روزہ، اس کی طرف سے صدقۃ فطرادا کیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر سرفراز کرد کالا باغ......۸/شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب: مجنون اور پاگل کی طرف سے باقاعدہ فطرانہ ادا کیا جائے گا (ہندیہ ا:۲۰۴) ﴿۱﴾ یعنی دوسیر انگریزی سے گندم یا اس کی قیمت، اور روزہ وغیرہ کا فدیہ ادا نہیں کرے گا۔ وھو الموفق

قیدی کے جرمانہ میں فطرانہ دینا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الخرج میں بڑی جیل ہے جس میں کافی پاکستانی قید ہیں، یہاں ایک پاکستانی قیدی سے حادثہ ہوا تھا جس سے ایک سعودی باشندہ فوت ہو چکا تھا قاضی نے ایک لاکھ ریال جرمانہ ادا کرنے کا فیصلہ سنایا، اس فیصلہ کی نقل ہماری کمپنی کو ارسال کی کہ فطرانہ کی رقم مذکورہ شخص کے جرمانہ میں ادا کی جائے کیا ہم فطرانہ اس مد میں دے سکتے ہیں جبکہ کافی ساتھیوں نے فطرانے جمع کرر کھے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رحمٰن سعودی عرب......۲۶/۶/۱۹۸۶ء

الجواب: اگر یہ قیدی نادار ہو تو اس کو یا اس کے امر سے حکومت کو یہ فطرانہ دینا جائز ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: والمعتوه والمجنون بمنزلة الصغیر سواء کان الجنون اصلیا او عارضیا وهو الظاهر من المذهب کذا فی المحیط.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۹۲ الباب الثامن فی صدقة الفطر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وصدقة الفطر...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

صدقہ فطر متعدد مسکینوں کو دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر ایک سے زیادہ مساکین پر بانٹنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد آیاز یار حسین مردان ......۳۰/ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

الجواب: ایک صدقۃ الفطر متعدد افراد کو دینا جائز ہے (شرح التنویر هامش ردالمحتار ۲:۱۰۷)﴿۱﴾. وهو الموفق

اجرت میں فطرانہ دینا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب جائیداد غنی امام ہے کیا اس کو فطرانہ دینا جائز ہے جیسا کہ عام رواج ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ارشاد گڑھی افغانان راولپنڈی ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۴

الجواب: امام کو بطور اجرت فطرانہ دینا جائز نہیں ہے تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کا مصرف

(بقیہ حاشیہ) كالزكاة في المصارف وفي كل حال . (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۸۶ قبيل كتاب الصوم)...... وفي الهندية: ولو قضى دين الفقير بزكاة ماله ان كان بامره يجوز وان كان بغير امره لا يجوز وسقط الدين.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۱۹۰ باب المصارف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وجاز دفع كل شخص فطرته الى مسكين او مسكين على ماعليه الاكثر وبه جزم في الولوالجية ...... هو المذهب كتفريق الزكاة والامر في حديث اغنوهم للندب فيفيد الاولوية.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۸۵ باب صدقة الفطر)

مساکین اور فقراء ہیں ﴿۱﴾ البتہ بطور تصدق یا بطور صلہ فقیر امام کو دینا جائز ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

صدقہ فطر کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر کی صحیح مقدار کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرقیب تاجک لال قلعہ میدان دیر......۷/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: گندم میں صدقۃ الفطر کی مقدار دوسیر انگریزی ہے احتیاطاً ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

تنخواہ دار امام کا فطرانہ وصول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام اسی روپے ماہوار انجمن سے تنخواہ پاتا ہے یہ تنخواہ ان کو امامت میں ملتی ہے کیا اس امام کیلئے لوگوں سے فطرانہ وصول کرنا اور اپنے آپ پر خرچ کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم سید اختر حسین کیملپور

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف وفي كل حال الا في جواز الدفع الى الذمي. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۸۶ باب صدقة الفطر)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولم يستأجره ان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان ايضا اجزأه والا فلا وكذا ما يدفعه الى الخدم من الرجال والنساء في الاعياد وغيرها بنية الزكاة.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۱۹۰ باب المصارف)

﴿۳﴾ حنفیہ کے نزدیک صاع سے مراد عراقی صاع ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل نوے مثقال کا ہوتا ہے تو ضرب دینے سے سات سو بیس مثقال صاع کا وزن ہو گیا، اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے تو پورا صاع تین ہزار دو سو چالیس ماشہ یعنی دو سو ستر تولہ کا، تو نصف صاع ایک سو پینتیس ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: اگر یہ امام مفلس ہوتو اس کوفطرانہ لینا جائز ہے لانہ مصرف من المصارف ﴿۱﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) تولہ کا ہوگیا، اب سیر کی مقدا میں فرق ہے انگریزی سیر اسی تولہ کا ہوتا ہے اور ہمارے سرحدی علاقوں کا سیر ایک سوآٹھ تولہ ہوتا ہے تو اسی تولہ کے انگریزی سیر کے حساب سے تین سیر چھ چھٹانک کا پورا صاع اور ڈیڑھ سیر تین چھٹانک کا نصف صاع ہوا، پس مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بڑی تحقیق وجستجو کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ نصف صاع پونے دوسیر کے برابر ہے اور حضرت تھانوی کی تحقیق ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہے (امداد الفتاویٰ ۲:۸۵)۔ بہرحال برطانوی نظام کے تحت نصف صاع تقریباً ۱۳۶ تولہ کا ہوتا ہے اور اعشاری نظام کے تحت تقریباً ایک کلو ۶۶۶ گرام یا ایک کلو ۵۹۲۱۳۶ گرام یا ایک کلو ۵۷۵ گرام بنتا ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ احتیاط کیلئے پورے دوسیر یا کچھ اور زیادہ دیدینا چاہئے کیونکہ زیادہ ہونے میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے (بہشتی زیور ۲۴۰ صدقہ فطر کا بیان)

اور بعض حسابات میں مذکورہ مقدار سے زیادہ کا حساب بھی لگایا گیا ہے اسلئے ہمارے شیخ دامت برکاتہم عام طور پر سوادوکلو بھی بتاتے ہیں اور فرمایا کہ اس میں ثواب ہے اسراف نہیں ہے۔...... (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وصدقة الفطر کالزکاة فی المصارف وفی کل حال. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۸٦ قبیل کتاب الصوم)

باب صدقة التطوع

نابالغ کے مال سے تصدق اور تبرع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت نے وصیت بھی نہیں کی ہو اور بالغ اولاد اس کے مال سے خیرات وغیرہ کرتے ہیں جبکہ ورثاء میں نابالغ بھی موجود ہیں اس قسم تصدق کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: وزیر ملا وزیرستان

الجواب: نابالغ کے مال سے تبرع اور تصدق حرام ہے﴿۱﴾ پس اگر ان بالغین نے یہ تبرع اور تصدق (خیرات واسقاط) مشترکہ مال سے کیا ہو تو اس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، قال الله تعالیٰ: ان الذین یأکلون اموال الیتمی ظلما(بغیر حق) انما یأکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیراً. الآیة﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکة کذا فی التتارخانیة.
(فتاوىٰ عالمگیریه ۵: ۳۴۴ باب فی الهدایا والضیافات کتاب الحظر)

﴿۲﴾ قال الجلال: (ان الذین یأکلون اموال الیتمی ظلما) بغیر حق (انما یأکلون فی بطونهم) ای ملأها (ناراً) لانه یؤول الیها (وسیصلون سعیراً) ناراً شدیدة یحترقون فیها.
(تفسیر جلالین ۱: ۷۸ النساء آیت: ۱۰ پاره: ۴)

وقال العلامة ابن کثیر: (ان الذین یأکلون الخ الآیة) ای اذا اکلوا اموال الیتامیٰ بلا سبب فانما یأکلون ناراً تأجج فی بطونهم یوم القیامة. (تفسیر ابن کثیر ۲: ۹۹)

مال حرام کا تصدق کی نیت سے دینا اور معطی لہ کا معطی کیلئے دعاء کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بنیت تصدق مال حرام دے دیں اور لینے والا یہ کہدے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خیرات قبول کرے اور دینے والا آمین کہدے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالوہاب متعلم حقانیہ

الجواب: مال حرام (جس کا مستحق معلوم نہ ہو) واجب التصدق ہے لیکن بلاقصد ثواب ﴿۱﴾ اور دیدہ دانستہ قصد ثواب یا دعائے قبول کرنا مکفر ہیں البتہ فقیر کیلئے اس کا لینا جائز ہے، کما فی ردالمحتار عن الظهيرية رجل دفع الى فقير من المال الحرام شيأ يرجو به الثواب يكفر ولو علم الفقير بذلک فدعا له وامّن المعطى كفرا جميعاً ﴿۲﴾ (ردالمحتار ۲: ۳۵) وفى الحموى شرح الاشباه ۱۱۶ وينبغى ان يستثنىٰ الاخذ بالربا للمحتاج فانه لا يحرم كما صرح به المصنف فى البحرويحرم على الدافع الاعطاء بالرباء ﴿۳﴾. وهو الموفق

صدقہ سے خود کھانا اور رد بلاء و آفات کیلئے ذبح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ کا جانور ذبح کر کے اس کا گوشت مساکین میں تقسیم کرے کیا اس سے خود بھی کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور رد بلا کی نیت سے خون بہانے

﴿۱﴾ قال الشيخ محمد كامل: من يملک نصابا من حرام لا تجب عليه فيه الزكاة بل يلزمه التصدق بجميعه على الفقراء لا بنية الثواب ان لم يكن صاحب المال موجوداً.
(فتاوىٰ كاميله ص ۱۵ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۸ مطلب فى التصدق من المال الحرام كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ (غمز عيون البصائر شرح الاشباه ۱: ۴۴۹ القاعدة الرابعة عشرة)

میں ذبح کرنا درست ہے یا دیگر صدقات مثلاً نقد وجنس بھی جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت کلیم اللہ شاہ صاحب مسکین پور شریف مظفر گڑھ......۲۳/۷/۳/۱۵

الجواب: صدقات غیر واجبہ سے خود بھی کھا سکتا ہے البتہ یہ مقدار تصدق نہ ہوگا اور رد بلا کیلئے ذبح کرنا ممنوع نہیں ہے البتہ بطور فدیہ ذبح کرنا بے اصل کام ہے، **لان الافتداء لایدرک بالعقل والقیاس ، وقال الله تعالیٰ وفدیناه بذبح عظیم﴿۱﴾. وهو الموفق**

مشترکہ مال سے صدقات ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چھ سگے بھائی ہیں اور دو چچازاد بھائی، ہمارے والدین وفات پا گئے ہیں ہم میں سے دو بھائی مزدوری کر رہے ہیں جائیداد تمام مشترک ہے چچازاد بھائی بھی گھر پر نہیں ہے اور ان بھائیوں نے ایک بھائی کو سربراہ مقرر کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ مشترکہ جائیداد سے آپ صدقہ کر سکتے ہیں یہاں پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مشترکہ جائیداد سے صدقہ جائز نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل صاحب شاہ صورتی کلے ضلع کرک......۳۰/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ یہ مروجہ صدقات غالباً اباحت میں داخل ہوتے ہیں لہٰذا شیوع ان کو ضرررساں نہیں ہے اور اگر یہ صدقات تملیک میں داخل ہوں تو جامع صغیر کی روایت کی رو سے شیوع ان کو ضرررساں نہیں ہے، **فلیراجع الی هبة الهداية﴿۲﴾. وهو الموفق**

﴿۱﴾ (سورة الصّٰفّٰت پارہ: ۲۳ رکوع: ۷ آیت: ۱۰۷)

﴿۲﴾ قال المرغيناني: وفی الجامع الصغير اذا تصدق علی محتاجين بعشرة دراهم او وهبها لهما جاز ولو تصدق بها علی غنيين او وهبها لهما لم يجز وقالا يجوز للغنيين ايضا جعل كل واحد منهما مجازا عن الآخر والصلاحية ثابتة لان كل واحد منهما تمليك بغير بدل.

(هداية علی صدر فتح القدير ۷: ۴۹۷ باب الهبة)

دینی طلباء کیلئے گھروں سے روٹی سالن جمع کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں بعض مدارس کے طلباء کیلئے چھوٹے بچے (چنڑیاں) اہل محلّہ سے روٹی اور سالن وغیرہ جمع کرتے ہیں اور دینی طلباء اسے کھاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ کیا یہ سوال اور ذلت نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ چارسدہ......۱۹۸۲ء

الجواب: طلباء کیلئے یہ وظیفہ جمع کرنا جائز ہے اور لوگ بھی طیب خاطر سے دیتے ہیں دینی طلباء کی کفالت عوام پر لازمی ہے اور یہ سوال اور ذلت بھی نہیں سمجھا جاتا، کما هو المعروف ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلی بن سلطان المعروف بملا علی قاری: واما سوال صدقة التطوع فمن لا يقدر علی كسب لكونه زمناً او ذاعلة اخرى جاز له السوال بقدر قوت يومه ولا يدخر وان كان قادراً عليه فتركه لاشتغال العلم جازت له الزكاة وصدقة التطوع فان تركه لاشتغال صلاة التطوع وصيامه لا تجوز له الزكاة ويكره له صدقة التطوع فان جلس واحد او جماعة في بقعة واشتغلوا بالطاعة ورياضة الانفس وتصفية القلوب يستحب لواحد منهم ان يسأل صدقة التطوع وكسرات الخبز لهم واللباس لا جلهم.

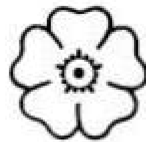
(مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۱۷۲ باب من لا تحل له المسئلة ومن تحل له)

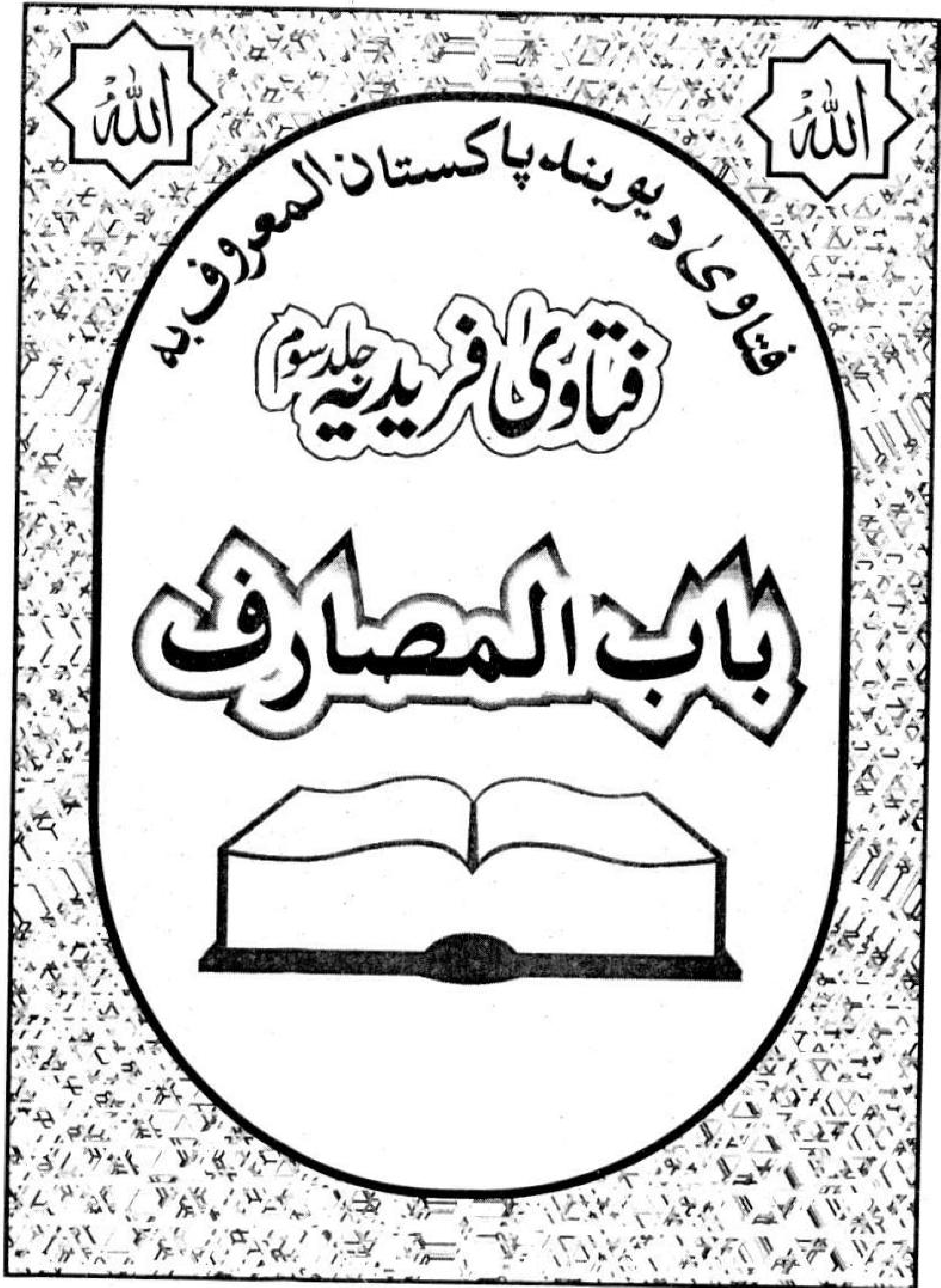


قال اللّٰہ تعالیٰ

انما الصدقات للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغٰرمین وفی سبیل اللّٰه وابن السبیل، فریضة من اللّٰه، واللّٰه علیم حکیم.

......(التوبة)......





الله
الله
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ
فتاوی فریدیہ جلد سوم
باب المصارف

باب مصارف الزکوٰۃ

پرند و چرند مصرف عشر وزکوٰۃ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں زید پرند و چرند وغیرہ کو گندم و جوار وغیرہ ڈالتا ہے کیا اسے عشر میں محسوب کیا جا سکتا ہے؟ کیا عشر کے گندم وغیرہ پرندوں کو ڈال کر عشر سے سبکدوش ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود کوہاٹ......۱۹۷۶ء/۳/۲۳

الجواب: چونکہ پرندے عشر وزکوٰۃ کا مصرف نہیں ہیں ﴿۱﴾ لہٰذا اس طریق سے ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن فریضہ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ کوئی شخص نفل نماز پڑھتا ہے اور فرض نماز ادا نہیں کرتا۔ وھو الموفق

مال و متاع میں شریک فقیر کو زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے ساتھ بعض مال و متاع میں شریک فقیر کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل الدین متعلم دارالعلوم حقانیہ......۷۸ء/۱۰/۳۱

﴿۱﴾ قال العلامة ابن رشد: فاما عددهم فهم الثمانية الذين نص الله عليهم فی قوله تعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ، الآیة.

(بدایة المجتهد ۱: ۲۰۰ الفصل الاول فی عدد الاصناف) وقال الامام علی بن عثمان سراج الدین الاوشی: لا یجوز صرف الزکوٰة الی اهل الذمة ولا الی الکلاب والطیور.

(فتاویٰ سراجیة ۲۸ باب مواضع الصدقات)

الجواب: اس شریک فقیر کو استقلال کے طریقہ پر زکوٰۃ دینا جائز ہے﴿۱﴾اور اشتراک کی صورت میں ناجائز ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

میت کے قرضہ میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید بکر کا بھتیجا تھا اور اس کے ذمے بکر کے تین ہزار روپے تھے اب زید انتہائی مفلسی کی حالت میں فوت ہوا، بکر نے اس کو اپنا قرضہ معاف کیا اور زید پر ایک ہزار روپیہ کسی اور کا بھی قرضہ تھا بکر نے زکوٰۃ کی رقم سے ادا کیا، کیا اس سے بکر کی زکوٰۃ ادا ہوئی؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن مشین محلہ شہر جہلم ۱۹۷۲ء/۱۰/۲۵

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کا ذمہ قرضہ سے فارغ ہوا ہے لیکن آپ کا ذمہ زکوٰۃ سے فارغ نہیں ہوا ہے کیونکہ زید نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دی تھی، یدل علیه ما فی الهندیة ۱:۲۰۲ ولو قضی دین الفقیر بزکوٰۃ ماله ان کان بامره یجوز وان کان بغیر امره لا یجوز وسقط الدین انتهیٰ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

کیا زکوٰۃ کنویں کے بنانے اور اس پر مشین لگانے میں صرف کی جا سکتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں کے بنانے اور اس پر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۶۸ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: ای بینه وبین المدفوع الیه لان منافع الاملاک بینهم متصلة فلا یتحقق التملیک علی الکمال هدایة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۶۹ قبیل مطلب فی الحوائج الاصلیة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

مشین لگانے کیلئے اگر زکوٰۃ کا مال استعمال کیا جائے کیا یہ صرف صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں بہادر شاہ زیارت کا کا صاحب نوشہرہ...... یکم ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: اس مد میں زکوٰۃ صرف نہیں ہو سکتی کیونکہ زکوٰۃ کیلئے تملیک شرط ہے جو کہ صورت مسئولہ میں موجود نہیں ہے ﴿۱﴾ ہاں اس میں شکرانے صرف ہو سکتے ہیں لہٰذا زیارت کا کا صاحب کے شکرانوں سے کچھ رقم باقاعدگی سے مقرر کی جائے کیونکہ مزارات کے معطل ہونے سے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے بخلاف المدارس العربیۃ. وھو الموفق

زکوٰۃ اور مصارف کے بعض مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) کیا زکوٰۃ رشتہ دار فقیر کو دینا جائز ہے؟ اور دینے والے کو زکوٰۃ کا کہنا ضروری ہے؟ (۲) کیا زکوٰۃ کی رقم سے سلائی مشین وغیرہ خرید کر دینا جائز ہے؟ (۳) کیا کسی مقروض کا قرض چکانے کیلئے اس کے قرض خواہ کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے؟ (۴) کیا زکوٰۃ ایک ہی وقت میں ادا کرنا چاہئے یا سال کے مختلف حصوں میں بھی دینا جائز ہے؟ (۵) زکوٰۃ کا بہتر مصرف کونسا ہے رشتہ دار یا فقراء؟ بینوا توجروا

المستفتی: کشمیر خان مردان...... ۱۲/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: (۱) اصول وفروع اور زوجہ کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے بشرطیکہ مساکین ہوں ﴿۲﴾۔ (۲) زکوٰۃ میں یہ ضروری نہیں کہ زکوٰۃ کا نام لیا جائے دل میں ارادہ کافی

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: ولا یجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجہاد وکل مالا تملیک فیہ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ولا الی من بینھما ولاد...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے﴿۱﴾۔ (۳) مقروض کی اجازت سے اس قرض خواہ کو مال زکوٰۃ سے دے سکتے ہیں (عالمگیری)﴿۲﴾۔(۴) آپ درمیان سال میں پیشگی زکوٰۃ دیا کریں اور حولان حول کے وقت زکوٰۃ کی مقدار سے پیشگی اداشدہ زکوٰۃ منفی کریں﴿۳﴾۔(۵) مصارف میں بہترین مصرف وہ عیال دار عالم دین ہے جس نے اپنی عمر کو خدمت دین کیلئے وقف کیا ہو (عالمگیری)﴿۴﴾۔وھو الموفق

وہ زمین موجب غنا نہیں جس سے سال بھر کی قوت یا اس سے کم حاصل ہو رہی ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی اتنی زمین ہے کہ اس کی پیداوار سال بھر تک نہیں پہنچتی زمین کی قیمت پچاس ساٹھ ہزار روپیہ ہے کیا مذکورہ شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں اور اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جنید شالفین سوات......۹/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اس پر حج فرض نہیں ہے اور نہ حج کیلئے زمین فروخت کرنا فرض ہے، کما فی ردالمحتار ۲: ۸۸ سئل محمد عمن له الارض یزرعها او حانوت

(بقیه حاشیه) قال ابن عابدین: وقید بالولاد لجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ومن اعطی مسکینا دراهم وسماها هبة او قرضا ونوی الزکاة فانها تجزیه وهو الاصح. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۷۱ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولو امر فقیرا بقبض دین له علی آخر ونواه عن زکاة عین عنده جاز. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۷۱ کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام: وان قدم الزکاة علی الحول وهو مالک للنصاب جاز. (هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۵۴ فصل ولیس فی الفصلان والحملان والعجاجیل صدقة کتاب الزکاة)

﴿۴﴾ وفی الهندیة: التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاهل. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ الباب السابع فی المصارف)

یستغلها او دارغلتها ثلثة آلاف ولا تکفی لنفقته ونفقة عیاله سنة یحل له اخذ الزکوٰۃ وان کانت قیمتها تبلغ الوفا وعلیه الفتویٰ وعندهما لا یحل ﴿۱﴾ وفی الهندیة ۱:۲۳۱ وان کان صاحب ضیعة ان کان له من الضیاع ما لو باع مقدار ما یکفی الزاد والراحلة ذاهبا وجائیاً ونفقة عیاله واولاده ویبقی له من الضیعة قدر ما یعیش بغلته الباقی یفترض علیه الحج والا فلا ﴿۲﴾. وهو الموفق

فقیر مطلقہ عورت کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اس عورت کے پاس اس کا بچہ بھی ہے جو زیر تعلیم ہے کیا اس مطلقہ عورت کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: طاہر جواد حضرو اٹک ......۲/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر یہ مطلقہ عورت مصرف زکوٰۃ ہو اور محتاج ہو تو آپ اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

مالدار مجاہدین پر صرف زکوٰۃ نہیں ہوسکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غنی مجاہدین کو زکوٰۃ دینا جواز رکھتا

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۱۷ مطلب فی الحوائج الاصلیة کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۱۸ کتاب المناسک)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الله بن احمد النسفی: المصرف هو الفقیر والمسکین وهو اسوء حالاً من الفقیر والعامل والمکاتب والمدیون ومنقطع الغزاه وابن السبیل فیدفع الی کلهم او الی صنف. (کنز الدقائق ۱ :۶۴ باب المصرف)

ہے یانہیں؟اگر جواز ہے تو تحریری طور پر ارسال فرما کر مجھے مطمئن کیا جائے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

المستفتی: ح، خ ٹریڈنگ ہاؤس فردوس منزل پشاور شہر......۲۵/۱/۱۹۸۸ء

الجواب: فقہاء کے نزدیک اغنیاء پر صرف زکوٰۃ جائز نہیں ہے ﴿۱﴾ علاوہ عاملین کے البتہ وہ شخص جو اپنے گھر میں غنی تھا، لیکن جہاد کے بعد اس کا مال آئندہ حوائج کیلئے ناکافی ہے تو زکوٰۃ لے سکتا ہے (ماخوذ از بدائع) ﴿۲﴾۔وھو الموفق

زکوٰۃ کی رقم سے کچھ پکا کر کھلانے سے فراغت ذمہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زکوٰۃ کی رقم ہے کیا اس پر خیرات کر کے یعنی کچھ کھانا پکا کر کھلانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شادولی خان کیماڑی کراچی......۹/۳/۱۹۹۰ء

الجواب: چونکہ اس عرفی خیراتوں میں تملیک نہیں ہوتی صرف اباحت ہوتی ہے ﴿۳﴾ لہٰذا

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين: ولا تدفع الى غنى لقوله ﷺ لا تحل الصدقة لغنى.

(الهداية على صدر فتح القدير ۲:۲۰۸ باب مايجوز دفع الزكاة وما لا يجوز)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاساني: واما استثناء الغازى فمحمول على حال الحدوث الحاجة وسماه غنيا على اعتبار ماكان قبل حدوث الحاجة وهو ان يكون غنيا ثم تحدث له الحاجة بان كان له دار يسكنها ومتاع يمتهنه وثياب يلبسها وله مع ذلك فضل مائتى درهم حتى لا تحل له الصدقة ثم يعزم على الخروج فى سفر غزو فيحتاج الى آلات سفره وسلاح يستعمله فى غزوه ومركب يغزو عليه وخادم يستعين بخدمته على مالم يكن محتاجاً اليه فى حال اقامته فيجوز ان يعطى من الصدقات ما يستعين به فى حاجته التى تحدث له فى سفره.

(بدائع الصنائع ۲:۱۵۵ فصل المؤلفة قلوبهم كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال الحصكفى: وهى شرعا تمليك خرج الاباحة...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

اس طریقہ سے زکوٰۃ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ وھو الموفق

مقروض اور مکان بنانے والے فقیر کو نصاب سے زائد زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) فقیر کو زیادہ سے زیادہ کتنی رقم دینا جائز ہے؟ (۲) اگر ایک فقیر ہزار روپے کا مقروض ہے کیا اسے ہزار روپے یکمشت دینا جائز ہے؟ (۳) ایک شخص کی آمدنی اتنی ہے کہ بمشکل بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے اس کے پاس رہائشی مکان نہیں ہے کیا اس کو اتنی رقم زکوٰۃ کی دے دینا جس سے وہ مکان تعمیر کرا سکے، دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خورشید دتہ روڈ راولپنڈی

الجواب: (۱) اتنی مقدار زکوٰۃ دینا جس سے وہ غنی شرعی بن جائے مکروہ ہے ﴿۱﴾۔ (۲) جائز ہے بلکہ اس سے زائد دینا بھی جائز ہے جبکہ یہ زائد مقدار نصاب سے کم ہو۔ (۳) اس شخص کو مکان کیلئے رقم دینا جائز ہے۔ والدلیل علی ھذہ المسائل ما فی الدر المختار ، وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیھم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ نصاب انتھیٰ، فیہ لف ونشر غیر مرتب (ردالمحتار ۲:۹۳) ﴿۲﴾ وجہ الدلالۃ علی السوال الثالث عدم الفرق بین النفقۃ والسکنی

(بقیہ حاشیہ) فلو اطعم یتیما ناویا الزکاۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم، قال ابن عابدین: لانہ بالدفع الیہ بنیۃ الزکاۃ یملکہ فیصیر آکلا من ملکہ بخلاف ما اذا اطعمہ معہ الخ.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲:۳ کتاب الزکاۃ) وقال العلی بن عثمان الاوشی: ویشترط التملیک ولا یجوز التغدیۃ والتعشیۃ. (فتاویٰ سراجیۃ ۲۸ باب مواضع الصدقات)

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ : ویکرہ ان یدفع الی رجل مائتی درھم فصاعدا وان دفعہ جاز.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۷۴ باب المصرف)

فی الوجوب والحاجة نعم الاحتیاط فی الاعطاء بعد البناء ﴿۱﴾. وھو الموفق

فقیر کو زکوٰۃ سے غنی بنانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف کونسا ہے؟ نیز قریبی رشتہ داروں میں جو فقیر ہوں ان کو کتنی رقم دی جاسکتی ہے بعض علماء سے سنا ہے کہ زیادہ رقم زکوٰۃ میں نہیں دینی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغفار چیف کمیسٹ منگورہ سوات......۴/شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: زکوٰۃ کا صحیح مصرف فقیر اور محتاج ہے خصوصاً جبکہ عالم یا متعلم یا مجاہد ہو ﴿۲﴾ البتہ کسی محتاج کو غنی بنانا مکروہ ہے مثلاً جس فقیر پر پانچ افراد کا نفقہ واجب ہو اور مقروض نہ ہو تو اس کو ساڑھے باون تولے چاندی کے حساب سے چھ نفر کا یعنی تین سو پندرہ تولے چاندے (۶×۱۰۵/۲=۳۱۵) دینا مکروہ ہے ورا س سے کم جائز ہے ﴿۳﴾ (ماخوذ از ہندیہ)۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وجه الدلالة فیه ان السکنیٰ من الحوائج الاصلیة کما یدل علیه ما فی الھندیة ۱: ۱۸۹ والشرط ان یکون فاضلا عن حاجته الاصلیة وھی مسکنه واثاث مسکنه الخ، وقال بعد اسطر، رجل له دار یسکنھا یحل له الصدقة وان لم یسکن الکل ھو الصحیح کذا فی الزاھدی وقال ابن عابدین: فارغ عن حاجته قال فی البدائع قدر الحاجة ھو ما ذکره الکرخی فی مختصره فقال لابأس ان یعطی من الزکاة من له مسکن وما یتأثث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم ان کان من اھله فان کان له فضل عن ذلک تبلغ قیمته مائتی درھم حرم علیه اخذ الصدقة.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۷۰ مطلب فی الحوائج الاصلیة)......(ازمرتب)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاھل.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ الباب السابع فی المصارف)

﴿۳﴾ وفی الھندیة: ویکره ان یدفع الی رجل مائتی درھم ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

زکوٰۃ سے کتاب کی طباعت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک دینی کتاب کی طباعت کا ارادہ کیا ہے مگر وہ مفلس ہے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرتا ہے اسی بنا پر اس کتاب کو چھپوانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صاحبزادہ باجوڑ عنایت کلے.....۱۹۸۵ء/۳/۱۶

الجواب: اگر یہ شخص مصرف زکوٰۃ ہو اور یا زکوٰۃ دہندہ گان کی اجازت سے طباعت کے بعد مصارف میں ان کتب کو بطور تملیک دیتا ہو تو اس میں حرج نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

پچیس گائیوں یا پینتیس بکریوں کا مالک زکوٰۃ لے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس پچیس گائیں ہیں یا پینتیس بکریاں ہیں کیا یہ شخص دیگر لوگوں سے زکوٰۃ لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....۱۹۷۵ء/۳/۱۰

الجواب: جب دیگر اجناس اس کے پاس نہ ہوں تو یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے (ردالمحتار ۲: ۸۹) ﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فصاعدا وان دفعه جاز. كذا في الهداية: هذا اذا لم يكن الفقير مديونا فان كان مديونا فدفع اليه مقدار ما لو قضى به دينه لا يبقى له شيئ او يبقى دون المائتين لا بأس به وكذا لو كان معيلا جاز ان يعطى له مقدار مالو وزع على عياله يصيب كل واحد منهم دون المائتين كذا في فتاوىٰ قاضي خان.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: يشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة لا يصرف الى بناء مسجد ولا الى كفن ميت وقضاء دينه. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله جزم به في البحر)..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاجت اصلیہ کی اشیاء نہ رکھنے والے صاحب نصاب کیلئے زکوٰۃ لینا حرام ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسافر کسی مسجد میں مقیم ہو اور ان کا اپنا سکونتی مکان نہ ہو اور شادی وغیرہ گھر کے دوسری ضروریات بھی نہ ہوں اور نقد کے لحاظ سے صاحب نصاب ہو اور پھر یہ مذکور شخص اس نیت سے کہ حج بیت اللہ کیلئے رقم جمع کرتا ہو تو اس کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ نصابی نقد کچھ مزدوری کر کے کما چکا ہو اور کچھ لوگوں نے صدقات وخیرات میں دی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل شیر جمرود خیبر ایجنسی

الجواب: اس شخص کیلئے زکوٰۃ لینا حرام ہے﴿۱﴾، البتہ اگر یہ شخص حولان حول سے پہلے ایسا جنس خریدے جو کہ حوائج اصلیہ سے ہو مثلاً مکان، اسلحہ، غلہ تو اس شخص پر غنی کے احکام جاری نہیں ہوں گے، یدل علیہ ما فی ردالمحتار ۲: ۸ ان الزکاۃ تجب فی النقد کیفما امسکہ للنماء او للنفقۃ وکذا فی البدائع فی بحث النماء التقدیری﴿۲﴾ قلت وصرح العلامۃ العینی: وھو فاضل عن حوائجہ الاصلیۃ کالدین فی النقود﴿۳﴾ فقط، فافھم وھو الصواب

(بقیہ حاشیہ) حیث قال ودخل تحت النصاب النامی الخمس من الابل فان ملکھا او نصابا من السوائم من ای مال کان لا یجوز دفع الزکاۃ لہ سواء کان یساوی مائتی درھم او لا وقد صرح بہ شراح الھدایۃ عند قولہ من ای مال کان.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۷ا مطلب فی الحوائج الاصلیۃ)

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر او دراھم او سوائم او عروضا للتجارۃ او لغیر التجارۃ فاضلا عن حاجتہ فی جمیع السنۃ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۹ باب فی المصارف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۱ کتاب الزکاۃ)

﴿۳﴾ (العنایۃ علی ھامش فتح القدیر ۲: ۲۱۵ باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز)

حج کیلئے رقم جمع کرنے والے غنی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دو ماموں زاد بہنیں ہیں میں ان کو زکوٰۃ دیا کرتا تھا مگر اب وہ کہتی ہے کہ ہم غنی ہیں اب ان میں سے ایک نے کہا کہ مجھے زکوٰۃ دیا کریں تا کہ میں اسے حج کیلئے جمع کروں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بیگم علی حسن پشاور روڈ پنڈی......۱۹۸۱ء/۳/۲۴

الجواب: جب یہ بہنیں حسب اقرار غنی ہیں تو ان کو زکوٰۃ دینا خواہ حج کیلئے ہو یا دوسرے مقصد کیلئے ہو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

عیالدار اور مقروض فقیر کو مقدار نصاب زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کی رقم مبلغ ایک ہزار روپیہ ایک ہی مستحق کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل افضل بن مرسلین ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ

الجواب: عیالدار اور مقروض کو (وہ عیالدار جبکہ وہ اپنے نفس اور اپنے عیال پر یہ ایک ہزار روپیہ مثلاً تقسیم کرے تو ہر ایک کا حصہ مقدار نصاب سے کم ہوتا ہے اور وہ مقروض جب وہ مقدار قرض کو دور کرے تو باقی مقدار نصاب سے کم رہتا ہے) دینا بلا کراہت جائز ہے، اور غیر مقروض اور غیر عیالدار کو جائز مع الکراہت ہے، وفی الھندیة: ویکرہ ان یدفع الی رجل مائتی درھم فصاعداً وان دفعه جاز کذا فی الھدایة ھذا اذا لم یکن الفقیر مدیونا فان کان مدیونا فدفع الیه مقدار مالو

﴿۱﴾ وفی الھندیة: ولا یجوز دفع الزکاة الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر او دراھم او سوائم او عروضا للتجارة فاضلا عن حاجته فی جمیع السنة.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

قضی بہ دینہ لا یبقی لہ شیئ او یبقی دون المأتین لا بأس بہ و کذا لو کان معیلا جاز ان یعطی لہ مقدار ما لو وزع علی عیالہ یصیب کل واحد منھم دون المائتین کذا فی فتاویٰ قاضی خان (ہندیہ ا: ۲۰۰)﴿۱﴾. وھو الموفق

سودی کاروبار کرنے والے کی زکوٰۃ نادار طلباء پر صرف کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ان ایام میں اکثر مدارس کے سفیر یا ان کے خطوط برائے حصول زکوٰۃ آتے ہیں فرض کریں کہ ایک آدمی سود کا کاروبار کرتا ہے اور وہ زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے اس کا کیا مسئلہ ہے کیونکہ میرے ہاں جو خطوط آئے ہوئے ہیں ان میں اس قسم کی کوئی وضاحت نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اقبال منیر فیصل آباد

الجواب: سودی مال نادار طلباء پر صرف ہوسکتا ہے﴿۲﴾ اکثر اہل مدارس عطیات کے لفظ سے اس کو بھی اشارہ کرتے ہیں۔ وھو الموفق

سودی کاروبار کرنے والے سے زکوٰۃ کی رقم لینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سودی کاروبار کرنے والا شخص ہو اور ان کی کمائی کے حرام حلال کا پتہ نہیں لگتا ہو تو ایسے شخص سے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حامد انور اکوڑہ خٹک......۱۹۸۵ء/۱۲/۳۱

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ا: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال ابن البزاز الکردری: ولو بلغ المال الخبیث نصابا لا یجب فیہ الزکاۃ لان الکل واجب التصدق والعبرۃ لنیۃ الدافع لا لعلم المدفوع الیہ.

(فتاویٰ بزازیۃ علی ھامش الھندیۃ ۴: ۸۶ الثانی فی المصرف)

الجواب: مصرف زکوٰۃ شخص سودخور سے زکوٰۃ وخیرات لے سکتا ہے (حموی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نابالغ کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نابالغ جس کے والدین غریب ہوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ (۲) اگر باپ مالدار ہو اور بیٹا یا بیٹی بالغ ہو اور والد کے زیر کفالت ہو تو کیا ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ جبکہ یہ بالغ بیٹا بیٹی خود غنی نہ ہو؟ (۳) اگر زیر کفالت نابالغ بچے کا والد غریب ہو اور والدہ مالدار ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل عظیم نوشہرہ......۱۹۷۸ء/۷/۲۷

الجواب: (۱)......جس نابالغ کے والدین غریب ہوں اور یہ نابالغ خود بھی غریب ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (هندية)۔

(۲)......بالغ جب مالدار نہ ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے اگرچہ ان کے والدین میں صرف والد یا صرف والدہ اغنیاء میں سے ہو ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفى حاشية الحموى عن الذخيرة سئل الفقيه ابو جعفر عمن اكتسب ماله من امراء السلطان وجمع المال من اخذا لغرامات المحرمات وغير ذلك هل يحل لمن عرف ذلك ان ياكل من طعامه قال احب الى ان لا يأكل منه ويسعه حكما ان ياكله ان كان ذلك الطعام لم يكن فى يدالمطعم غصباً او رشوة الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۸ مطلب التصدق من المال الحرام) وقال ابن البزاز الكردرى: وقوله ارفق بالناس لان مالاً مالا يخلو عن مغصوب لكنه قبل اداء البدل خبيث واجب التصدق فلا يأخذه لا من يجوز له اخذ الصدقة والاخذ والاعطاء اولىٰ اذا كان لا يشوبه العجب.

(فتاوىٰ بزازية على هامش الهندية ۴:۸۸ الباب الثانى فى المصرف كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ وفى الهندية: ولا يجوز دفعها الى ولدالغنى الصغير ..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(۳)...... ہاں جائز ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

عاقل ومراہق نابالغ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ بچے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:عبدالرحمٰن لکی مروت......۱۹۷۷ء/۷/۳۰

الجواب: صبی جب مراہق یا عاقل ہوتو اس کو زکوٰۃ دینا کافی ہے، کما فی الھندیۃ ۱:۲۰۲ ولو قبض الصغیر وھو مراھق جاز لو کان یعقل القبض بان کان لا یریٰ ولا یخدع عنہ﴿۲﴾. وھو الموفق

مالدار آدمی کا نادار بالغ بیٹا مصرف زکوٰۃ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایف اے سی کا طالب علم ہوں ایک زمیندار باپ کا بیٹا ہوں آمدنی کا واحد ذریعہ صرف زمین ہے میرے نام پر کوئی جائیداد نہیں ہے اسلئے والد صاحب زمین فروخت کرکے میرے تعلیمی اخراجات کو پورا کرتا ہے اس زمین میں میرے دوسرے بھائی بہنوں کا بھی حصہ ہے جو میں خرچ کرتا ہوں،اس صورت میں اگر میں زکوٰۃ فنڈ سے وظیفہ لینے

(بقیہ حاشیہ)ولو کان کبیرا فقیرا جاز ویدفع الی امرأۃ غنی اذا کانت فقیرۃ وکذا الی البنت الکبیرۃ اذا کان ابوھا غنیا لان قدر النفقۃ لا یغنیھا وبغنی الاب والزوج لا تعد غنیۃ کذا فی الکافی ویجوز صرفھا الی الاب المعسر وان کان ابنہ موسرا.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۱۸۹ باب المصارف)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر وابیہ وامرأتہ الفقراء وطفل الغنیۃ فیجوز لانتفاء المانع. (الدرالمختار علیٰ ھامش ردالمحتار ۲:۲۷ باب المصرف)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۱۹۰ باب المصرف)

کیلئے درخواست دے دوں، تو کیا میرے لئے یہ زکوٰۃ لینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر اکبر خان اسلامیہ کالج پشاور......۱۵/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: آپ مصرف زکوٰۃ ہیں زکوٰۃ فنڈ سے وظیفہ حاصل کرسکتا ہے مالدار آدمی کا نادار بالغ بیٹا غنی نہیں ہوتا ہے ﴿۱﴾ البتہ یہ وظیفہ خلاف شرع امور (نشہ تماشہ) میں صرف کرنا قابل اعتراض ہے۔ وھو الموفق

باپ بیٹے کی مشترکہ زکوٰۃ نہ ہوتو بہو کو دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہو کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ وہ عورت اس شخص کے ساتھ رہتی ہے البتہ کپڑے اور چائے کا انتظام خود کرتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبیداللہ خان زنگی خیل بنوں......۱۹۷۴ء/۷/۶

الجواب: بہو کو عشر وزکوٰۃ دینا جائز ہے جبکہ غنیۃ نہ ہو اور باپ بیٹے (زوج) کی مشترک زکوٰۃ نہ ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

وکیل کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ دینے اور داماد کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے مگر

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ان الطفل يعد غنيا بغنى ابيه بخلاف الكبير فانه لا يعد غنيا بغنى ابيه ولا الاب بغنى ابنه ولا الزوجة بغنى زوجها ولا الطفل بغنى امه.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷۲ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد ، قال ابن عابدين: وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولى لانه صلة وصدقة وفي الظهيرية ويبدأ في الصدقات بالاقارب ثم الموالي ثم الجيران...... ويجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته تاترخانية. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

اس کی بیوی فقیر ہے پس اگر شوہر کسی مؤکل کی زکوٰۃ اس بیوی کو دے دیں کیا یہ جائز ہے؟ نیز داماد کو زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی ۱۹۷۶ء/۳/۲۴

الجواب: دونوں صورتوں میں زکوٰۃ کا لینا دینا جائز ہے، **لعدم التہمة فی الاولیٰ**﴿۱﴾ **ولعدم المانع فی الثانیة**﴿۲﴾. **وھو الموفق**

فقیر ماں باپ، بہن بھائی کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماں باپ، بہن بھائی جو مسکین اور فقیر ہوں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲/ شعبان ۱۳۹۴ھ

الجواب: بھائیوں اور بہنوں پر زکوٰۃ صرف ہوسکتی ہے جبکہ مساکین ہوں ﴿۳﴾ البتہ والدین پر

﴿۱﴾وقال ابن البزاز الکردری: الوکیل باداء الزکاۃ اذا صرفہ الی ولدہ الکبیر او الصغیر او امرائتہ وھم محاویج جاز ولا یمسک لنفسہ شیأ.

(البزازیة علی ہامش الہندیة ۴:۸۶ الثانی فی المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: قید باصلہ وفرعہ لان من سواھم من القرابة یجوز الدفع لھم وھو اولیٰ لما فیہ من الصلة مع الصدقة کالاخوۃ والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات الفقراء ولھذا قال فی الفتاویٰ الظھیریة ویبدأ فی الصدقات بالاقارب.

(البحر الرائق ۲:۲۴۳ باب المصرف)

وقال العلامة ابن عابدین: ویجوز دفعھا لزوجة ابیہ وابنہ وزوج ابنتہ تاترخانیة.

(ردالمحتار ہامش الدرالمختار ۲:۶۹ باب المصرف)

﴿۳﴾ وفی الھندیہ: والافضل فی الزکاۃ والفطر والنذر ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صرف زکوٰۃ نہیں ہوسکتا﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا حاجة الى نقل العبارات. وهو الموفق

بہوؤں کوز کوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں ایک شخص نے اپنے بہوؤں پرزکوٰۃ تقسیم کی ہے ان عورتوں میں ان کی بیٹیاں بھی شامل ہیں کیا یہ زکوٰۃ درست طریقہ پر دی گئی ہے؟ بينوا توجروا

المستفتی: توکل خان پاڑہ چنار کرم ایجنسی کوہاٹ......۱۹۷۴ء/۸/۲۷

الجواب: اگر یہ بہوئیں غنیات نہ ہوں اور یہ زکوٰۃ خالص اپنے مال کی ہو بیٹوں کی شرکت سے خالی ہو تو اس زکوٰۃ کی صحت میں کوئی خدشہ نہیں ہے، بخلاف الاصول والفروع، كما لايخفى على من راجع الى باب المصارف فى كتب الفتاوىٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

عزیز یا رشتہ دار کو کتنی رقم تک زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عزیز یا رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے کی کتنی

(بقيه حاشيه) الصرف اولا الى الاخوة والاخوات ثم الى اولادهم ثم الى الاعمام والعمات ثم الى اولادهم ثم الى الاخوال والخالات ثم الى اولادهم ثم الى ذوى الارحام ثم الى الجيران ثم الى حرفته ثم الى اهل مصره او قريته كذا فى السراج الوهاج.

(فتاوى عالمگيريه ۱: ۱۹۰ الباب السابع فى المصارف)

﴿۱﴾ وفى الهندية: ولا يدفع الى اصله وان علا وفرعه وان سفل كذا فى الكافى.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۱۸۸ الباب السابع فى المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ويجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته تاترخانية.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۹ باب المصرف)

رقم تک اجازت ہے جبکہ اس کا اپنا مکان بھی نہ ہو اور شادی بھی نہیں کی ہو؟ بینو اتو جروا

المستفتی: حاجی نظیر بادشاہ کوہاٹ......۲/صفر۱۳۹۲ھ

الجواب: بالفرض اگر آپ کا یہ عزیز تین ہزار روپے کا مکان بنائے اور تین ہزار شادی پر خرچ کرے اور یہ تمام اس نے قرض لیا ہو تو آپ اس کو چھ ہزار روپیہ بلکہ اس سے بھی زائد زکوٰۃ دے سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اگر باپ مالک نہیں صرف تصرف کرتا ہے تو بیٹے بہن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا بیٹا سعودی عرب گیا اور مزدوری کر کے مال کمایا، بیٹے اور باپ سب مال میں شریک ہیں اور تصرف بیٹوں کا ہے ایک بیٹے نے کچھ زکوٰۃ اپنی بہن کو دی کیا یہ صحیح ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: محمد شفیق داد صدہ بازار کرم ایجنسی......۲۴/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر ان بیٹوں نے اپنے والد کو اس مال کا مالک بنایا ہو تو یہ زکوٰۃ درست نہیں ہوئی (شامی، بحر) ﴿۲﴾، اور اگر بیٹے خود کو مال کا مالک کہتے ہیں اور والد کو صرف تصرف کا اختیار ہے تو اس صورت میں بہن کو زکوٰۃ دینا درست ہے ﴿۳﴾ کیونکہ بھائیوں کے مال کا یہ والد مالک عرفی ہے نہ کہ مالک شرعی۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وكره اعطاء فقير نصابا او اكثر الا اذا كان المدفوع اليه مديونا او كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخص كلا او لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۷۴ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: لا يجوز الدفع الى ابيه وجده وان علا ولا الى ولده وولد ولده وان سفل. (البحر الرائق ۲: ۲۴۳ باب المصرف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد الخ وقال ابن عابدين: وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیٹی اور پوتے پوتیاں مصرف زکوٰۃ نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ایک لڑکی شادی شدہ ہے جس کی چار اولاد ہیں اور شوہر وفات پاچکا ہے اور میرے پاس مقیم ہیں ان کا ذریعہ آمدنی کوئی نہیں ہے کیا میں ان کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین غلہ ڈھیر مردان......۲۱/۶/۱۳۹۶ھ

الجواب: اپنی بیٹی اور نواسوں پر عشر وزکوٰۃ صرف نہیں ہوسکتے ہیں ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا حاجة الى نقل العبارات. وهو الموفق

عاقل نابالغ بچے کا اپنے لئے اور نابالغ بھائیوں کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک یتیم لڑکے کو جس کی عمر بارہ تیرہ سال ہے اور اس کے تین چار چھوٹے چھوٹے بھائی بھی ہیں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر آدم خان وانا کیمپ ساؤتھ وزیرستان......۱۹۷۷ء/۹/۳۰

الجواب: جو نابالغ مال کو جانتا اور پہچانتا ہو نہ اس کو پھینکتا ہو اور نہ اس کو کوئی دھوکہ دے سکتا ہو (کہ یہ عبث چیز ہے اس کو پھینکو) تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اپنے لئے بھی لے سکتا ہے اور غیر عاقل بھائیوں کیلئے بھی قبض کرسکتا ہے، کما فی ردالمحتار ۲: ۳ قوله بشرط ان يعقل القبض قيد فی

(بقیه حاشیه) بل هم اولى لانه صلة وصدقة.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد، قال ابن عابدين: اى اصله وان علا كابويه واجداده وجداته من قبلهما وفرعه وان سفل ..... كاولاد الاولاد.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

الدفع الکسوۃ کلیھما وفسرہ فی الفتح وغیرہ بالذی لا یرمی بہ ولا یخدع عنہ فان لم یکن عاقلا فقبض عنہ ابوہ او وصیہ او من یعولہ قریبا او اجنبیا او ملتقطہ صح ﴿۱﴾

وفی الھندیۃ ۱: ۲۰۲ ولو قبض الصغیر وھو مراھق جاز ﴿۲﴾. وھو الموفق

والدہ اور غیر شرعی نکاح میں ازدواجی زندگی گزارنے والوں کو زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ صاحبہ سخت بیمار ہے اور مالی امداد کی سخت حاجت رکھتی ہے جبکہ میرے پڑوس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو انتہائی مفلسی کی حالت میں ہیں وہ ایک عورت شرعی شوہر کو چھوڑ کر غیر شرعی شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کر رہی ہے اور اس شوہر سے ناجائز بچے بھی پیدا ہو چکے ہیں کیا میں ان کو زکوٰۃ کی رقم دیکر بری الذمہ ہو سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر ہمت علی شاہ جمال گڑھی مردان

الجواب: والدہ کو زکوٰۃ دینا صحیح نہیں ہے ﴿۳﴾ باقی ان مذکورین کو زکوۃ وغیرہا دینا صحیح ہے کیونکہ یہ فقراء اور مسلمان ہیں کفر میں داخل نہیں ہوئے ہیں ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۲: ۳ کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ولا الی من بینھما ولاد، قال ابن عابدین: والولاد بالکسر مصدر ولدت المرأۃ ولادۃ ولاد مغرب ای اصلہ وان علا کابویہ واجدادہ وجداتہ من قبلھما وفرعہ وان سفل. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۴﴾ قال الملا علی قاری: ولا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب ای بارتکاب معصیۃ وان کانت کبیرۃ ای کما یکفر الخوارج مرتکب الکبیرۃ اذا لم یستحلھا ای لکن اذا لم یکن یعتقد حلھا...... ولا نزیل عنہ اسم الایمان.

(شرح فقہ الاکبر للقاری ۱۷ الکبیرۃ لا تخرج المؤمن عن الایمان)

سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنی سوتیلی ماں کو مال زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ خواہ والد زندہ ہو یا نہ ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد مسکین موزہ ساز ٹھٹہ شہرہ پنڈی گیپ

الجواب: سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا بہرحال جائز ہے، فی ردالمحتار ۲: ۶۵ ویجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته (تاتر خانية) ﴿۱﴾. وهو الموفق

صاحب نصاب شوہر کی فقیر بیوی کیلئے زکوٰۃ لینے اور مہر غیر معجّل سے غنی نہ بننے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) جس عورت کا شوہر صاحب نصاب ہو اور غنی ہو لیکن اس کی بیوی فقیر و مسکین ہو کیا وہ کسی سے زکوٰۃ لے سکتی ہے؟ (۲) مہر مؤجل ابھی تک بیوی کو ادا نہیں کیا گیا ہے اور شوہر کے پاس ہے کیا اس مہر سے یہ بیوی غنیہ اور صاحب نصاب بن سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فخر الدین ابن شیخ الحدیث واستاذ العلماء مولانا غور غشتوی رحمہ اللہ

الجواب: (۱) غنی کی بیوی (غیر غنیہ) زکوٰۃ لے سکتی ہے، کما فی شرح التنویر ولا الی طفله بخلاف ولده الكبير وابيه وامرأته الفقراء وطفل الغنية (۲: ۹۰) ﴿۲﴾. (۲) بیوی مہر غیر معجّل سے غنیہ نہیں بن سکتی ہے البتہ مہر معجّل سے غنیہ ہوگی اگر شوہر غنی ہو، کما فی ردالمحتار ۵: ۲۷۲ والمرأة مؤسرة بالمعجل لو الزوج مليا وبالمؤجل لا ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۷ باب المصرف)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۵: ۲۱۹ كتاب الاضحية)

عیالدار عالم اور متعلم اقارب پر مقدم کیئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس میں علماء اور فقیر طلباء کو زکوٰۃ دینے میں زیادہ ثواب ہے یا اقارب اور رشتہ داروں میں تقسیم کرنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے؟ نیز بعض مدارس میں طلباء کی جانب سے قبض متحقق نہیں ہوتا بلکہ طلباء کے مصارف پر مہتمم یا ارباب مدارس خرچ کرتے ہیں کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی؟ نیز ادا نہ ہونے کی صورت میں صاحب نصاب کو دوبارہ زکوٰۃ دینی پڑے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالغفار چیف کمیسٹ مین بازار منگورہ سوات ......۴/ شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: عیالدار عالم اور متعلمین اقارب پر مقدم کئے جائیں گے (ہندیہ) ﴿۱﴾ جن مدارس میں طلباء کو روٹی، صابن وغیرہ دیئے جاتے ہوں تو ان کے مہتممین کو بطور توکیل کے (استبدال اور تملیک میں) دینا جائز اور کافی ہے اس کے علاوہ واجب الاعادہ ہے (جمیع الفتاویٰ) ﴿۲﴾. وھو الموفق

مدرس کیلئے بطور صلہ عشر و زکوٰۃ لینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری دن رات کی گھڑیاں بچوں کو قرآن پاک ناظرہ پڑھانے میں گزرتی ہیں میرے اپنی معاشی ضروریات کی کفالت کیلئے کوئی اور وقت نہیں لوگوں نے میرے لئے کل عشر کا نصف حصہ اور تمام فطرانہ دینے کا بندوبست کیا ہے کیا میرے لئے یہ

﴿۱﴾ وفی الهندية: التصدق على الفقير العالم افضل من التصدق على الجاهل.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۱۸۷ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: يصرف المزكي الى كلهم او الى بعضهم ...... ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة كما مر.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲ :۶۸ باب المصرف)

چیزیں لینا حلال ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب الرحمٰن مانسہرہ..... ۱۹۷۹ء/۱۱/۱۵

الجواب: اگر آپ مسکین ہیں تو آپ زکوٰۃ وعشر وغیرہ بطور صلہ لے سکتے ہیں، قال اللہ تعالیٰ: هل جزاء الاحسان الا الاحسان (الآية)﴿۱﴾ اور بطور اجرت ومعاوضہ کے نہیں لے سکتے ہیں، لفوات الشرط وهو كونها لله تعالىٰ ﴿۲﴾ والمعتبر نية الدافع دون الآخذ كما صرح به في التكملة ۱: ۳۵۹ ﴿۳﴾. وهو الموفق

فقیر امام مسجد کو زکوٰۃ بطور ترحم اور صلہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص امام ہو اور فقیر بھی ہو اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا کیسا ہے؟ اور اگر وہ شخص امامت نہ کرے تو پھر یہ لوگ اسے کوئی چیز نہیں دیتے اور کیا اس صورت میں یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ المعروف بالعرف كالمشروط بالشرط الخ؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی گل منان امداد العلوم درویش مسجد پشاور..... ۱۹۸۵ء/۱۰/۳۰

﴿۱﴾ (سورة الرحمن پارہ: ۲۷ رکوع: ۱۳ آیت: ۶۰)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ قال ابن عابدين: متعلق بتمليك اى لاجل امتثال امره تعالىٰ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳، ۴ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة علاء الدين افندى: القول للدافع لانه اعلم بجهة الدفع.

(تكملة ردالمحتار ۱: ۳۹۱ مطلب واقعة الفتوىٰ)..... وفي ردالمحتار: وفي التعبير ثم اشارة الى انه لو امره اولا لا يجزى لانه يكون وكيلا عنه في ذلك وفيه نظر لان المعتبر نية الدافع الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۹ باب المصرف)..... وقال ابن البزاز الكردرى: والعبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع اليه. (فتاوىٰ بزازية على هامش الهندية ۴: ۸۶ باب المصرف)

الجواب: امام مسجد جب فقیر ہواس کوزکوٰۃ دیناجائز ہے﴿۱﴾ہاں اجرت اورمعاوضہ کی صورت میں جائز نہیں ہے﴿۲﴾ وهذا نادر جداً. والمتعارف هو الاعطاء له على وجه الترحم او الصلة ولذا ينوى المعطون الثواب والتقرب الى الله والاجير لا يكون كذلك وبالجملة ان منع الاعطاء مطلقا خراب نظام اكثر المساجد. وهو الموفق

ائمہ مساجدکوزکوٰۃ وصدقات دینا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک میں قدیم الایام سے یہ رواج چلا آرہاہے کہ ائمہ مساجدکوزکوٰۃ،عشر،فطرانہ اورصدقات وہ جملہ یااس کا کچھ حصہ مقررطور پر دیاجاتا ہے ائمہ مساجداس کواجرت امامت یابلااجرت تصورکرکےلوگوں کےاحکام دینیہ مثلاً جماعت کرانا، جنازہ پڑھانا،درس وتدریس کرناوغیرہ امورانجام دیتے ہیں،ابھی تک کوئی مسئلہ نہیں تھالیکن اب اعتراض کیاگیاہے کہ اگرصدقات واجبہ اجرت امامت کیلئے دیئے جائیں تو امام مسجدکالیناصحیح نہیں اوراداکنندگان کا ذمہ بھی فارغ نہیں اوربعض علماءنےفتویٰ دیاہےکہ جب ائمہ مساجدوظائف بیت المال سےبھی محروم ہیں اورخوددینی امورمیں مصروف ہیں توان کیلئےصدقات واجبہ لیناحلال طیب ہیں خواہ اجرت تصورکریں یابغیراجرت کے، چونکہ دیہاتوں میں نہ توذرائع آمدورفت ہیں اورنہ ہی تجارتی کاروبارہےسب دارمدارغلہ پرہےامام کوقریہ والےایک روپیہ نقدی تک دینےسےبھی قاصرہیں اوربعض علماءکرام یہ سب کچھ حرام قراردیتےہیں کتاب

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي المعراج التصدق على العالم الفقير افضل قال ابن عابدين: قوله افضل اى من الجاهل الفقير. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲:۷۵ باب المصرف)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولم يستأجره وان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان ايضا اجزأه والا فلا.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۱۹۰ الباب السابع فى المصارف)

وسنت سے جوبات بھی صحیح ہو ہمیں لکھ کر ارسال فرمائیں تاکہ اظہار حق ہو جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل الرحمٰن امام مسجد غل ایبٹ آباد ہزارہ......۱۹۶۹ء/۲/۲

الجواب: جو ائمہ مساجد اغنیاء ہوں تو ان کو صدقات واجبہ لینا اور دینا حرام ہے، اور جو اغنیاء نہیں ہوں تو ان کو یہ صدقات واجبہ اگر امامت کے عوض دیئے جائیں تو دینے والوں کا ذمہ فارغ نہیں ہوا ہے، اور اگر امامت کی وجہ سے اور امامت کے صلہ میں دیئے جائیں تو بلا شک وشبہ جائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء (الآیة)﴿۱﴾ وقال رسول اللہ ﷺ تؤخذ من اغنیائھم فترد علی فقراءھم ﴿۲﴾ وفی الھندیة ۱: ۱۸۱ اما تفسیرھا فھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه للہ تعالیٰ ﴿۳﴾ وعن انس رضی اللہ عنه ان رجلاً من کلاب سأل النبی ﷺ عن عسب الفحل فنھاہ فقال یا رسول اللہ انا نطرق الفحل فنکرم فرخص له فی الکرامة﴿۴﴾. وھو الموفق

زکوٰۃ وعشر کے مصارف فقراء ومساکین ہیں خواہ ائمۃ المساجد ہوں یا علماء

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان کے دیہی علاقوں میں عشر وزکوٰۃ ائمہ مساجد کو دی جاتی ہے اس کے علاوہ یہ عام طور پر علماء کرام کو دی جاتی ہے جو بقول ان کے دین اسلام کی خدمت کرنے والوں کا حق ہے کیا یہ حکم لگانا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ممتاز حسین شاہ ایبٹ آباد مانسہرہ......۱۹۶۹ء/۹/۳۰

الجواب: عشر اور زکوٰۃ کے مصارف فقراء اور مساکین وغیرہ ہیں خواہ ائمۃ المساجد اور علماء

﴿۱﴾ (سورۃ التوبة پارہ: ۱۰ رکوع: ۱۴ آیت: ۲۰)
﴿۲﴾ متفق علیه. (مشکواۃ المصابیح ۱: ۱۵۵ الفصل الاول کتاب الزکاۃ)
﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۷۰ الباب الاول کتاب الزکاۃ)
﴿۴﴾ (جامع الترمذی ۱: ۱۵۳ باب ماجاء فی کراھیة عسب الفحل)

ہوں یا اور کوئی ہو بے شک فقہاء کرام نے یہ لکھا ہے کہ عیالدار علماء جب صاحب نصاب نہ ہوں خدمت دین کو فارغ ہونے کے ارادہ سے ان کو دینا موجب کثرت اجر ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

روافض کے علاقے میں اہل سنت کی اقلیت کی بناپر زکوٰۃ وعشر سے دینی مدرسہ کا قیام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک ایسا علاقہ ہے جہاں روافض اسماعلیہ اور اثناعشریہ کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت پانچ فیصد ہیں، اور وہ بھی دینی شعور کی معدومیت اور دینی علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے اور ان کے ساتھ میل جول رکھ کر زندگی بسر کرنے کی وجہ سے ان کی دینی حالت انتہائی کمزور اور مردہ ہو چکی ہے اور تمام سرکاری تعلیمی اداروں میں روافض معلمین کا عملاً قبضہ ہے جہاں تعلیم دین کا کوئی انتظام نہیں ہے اور نہ ان سکولوں میں اہل سنت علماء کا بحیثیت معلم دینیات تقرری ہو سکتی ہو۔ اگر ایسے علاقے میں چند اصحاب علم تنظیم اہل سنت کی بنیاد رکھ کر تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کریں اور ہر گاؤں میں باقاعدہ امیر مقرر کریں اور کل علاقے کیلئے ایک مرکزی امیر مقرر کیا جائے اور تمام نزاعات فیصلے اس تنظیم کے تحت ہوتے ہوں۔ اس حیثیت سے اگر یہ تنظیم علم دین کی اشاعت اور نونہالان قوم کو احکام الٰہی سے آگاہ کرنے اور رفض وشیعیت سے حفاظت کیلئے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھنے کی کوشش کرے اور اس کیلئے عشر کے غلہ جات جمع کرنے کا انتظام کرے اس طریقہ سے کہ ہر گاؤں میں تنظیم اپنی طرف سے دو تین افراد کو عامل مقرر کر لے اور وہ عشر و زکوٰۃ جمع کر کے بیت المال مدرسہ لایا کرے تو یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جمع شدہ غلہ یا اس کی قیمت مدرسہ میں کن کن مصارف پر خرچ کی جاسکتی ہے اور اس سے مدرسہ کیلئے کتابیں خریدنا اور تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز اسلامی

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي المعراج التصدق على العالم الفقير افضل، قال ابن عابدين: (قوله افضل) اى من الجاهل الفقير.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۷۵ باب المصرف)

حکومت نہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح ایک علاقے میں مسلمان منظم ہوکر بیت المال قائم کرکے زکوٰۃ وعشر کی تقسیم وجمع کرنے کا اختیار رکھتے ہیں یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید عبدالجلیل پھکورہ گلگت بلتستان

الجواب: واضح رہے کہ عشر اور زکوٰۃ خواہ ملاک بذات خود ادا کرتے ہوں یا بوساطت مسلمان حاکم، ان کے مصارف وہ ہیں جو قرآن مجید میں منصوص ہیں انما الصدقات للفقراء (الآیة) ﴿۱﴾ اوران تمام کے تمام میں تملیک حقیقی شرط ہے کما صرح به صاحب البدائع ۲: ۳۹ ﴿۲﴾ وسائر الفقهاء فلیراجع، نیز واضح رہے کہ عامل ہر محصل زکوٰۃ کونہیں کہا جاتا بلکہ عامل اس محصل زکوٰۃ کو کہا جاتا ہے جس کو باقاعدہ حکومت نے مقرر کیا ہو، کما فی الهندیة ۱: ۱۹۹ ﴿۳﴾ وهکذا فی غیر واحد من الکتب، پس اس تفصیل کی بناپر آپ مدزکوٰۃ وعشر سے نہ تعمیر کرسکتے ہیں اور نہ اس پر کتب خرید سکتے ہیں اور نہ اس مد سے تنخواہ دے سکتے ہیں اور نہ آپ کا سفیر عامل شرعی ہوسکتا ہے ﴿۴﴾ نعم جاز اعطاء الرزق للمدرس الفقیر قدر مایکفی له ولعیاله اکلاً وشربا ولبساً من غیر تعین الاجرة وجاز ان یعطی ذلک العشر والزکاة للطلبة المساکین الذین وضع علیهم الاجرة

﴿۱﴾ (سورة التوبة پارہ: ۱۰ رکوع: ۱۴ آیت: ۶۰)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاسانی: وتسلیم ذلک الیه یقطع المالک یده عنه بتملیکه من الفقیر وتسلیمه الیه. (بدائع الصنائع ۲: ۱۴۲ فصل واما رکن الزکاة کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ومنها العامل وهو من نصبه الامام لا ستیفاء الصدقات والعشور کذا فی الکافی. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصکفی: یصرف المزکی الی کلهم او الی بعضهم تملیکا لا اباحة لا یصرف الی بناء نحو مسجد وفی هامشه کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات ...... وکل مالا تملیک فیه. (الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

المخصوصة للمعلم ثم يعطونها على وجه الاجرة وايضا جازت الحيلة عند الضرورة الشرعية ولا بد من التمليك جداً دون الهزل مثلا اذا اعطى القيم الى الطالب المسكين مأة على وجه القرض اى من ملك القيم فيعطيها الطالب الى القيم على وجه العطية يشترى بها الكتب ثم يعطيه القيم مأة من الزكاة والعشر فيعطيه الطالب الى القيم لاداء القرض فافهم ولا تعجل فى العمل ﴿۱﴾. وهو الموفق

دینی مدارس کوزکوٰۃ وغیرہا دینے کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس کی ضروریات پوری کرنے کیلئے عوام الناس سے زکوٰۃ نذر،فطرانہ اورقربانی کی کھالیں وصول کی جاتی ہیں پھر یہ رقومات طلبہ یا اساتذہ کوتملیکا دے کر دوبارہ ان رقومات کواپنی مرضی سے مہتمم یاناظم کوادارہ چلانے کیلئے دیتے ہیں بعد میں ان رقومات کو مدرسین کی تنخواہوں ،تعمیراور کتب وغیرہ پر خرچ کی جاتی ہیں کیا یہ طریقہ جائز ہے اور کیا اس طریقہ سے لوگوں کی زکوٰۃ اداہوسکتی ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی :مولوی اللہ داد......۱۹۷۸ء/۹/۱

الجواب: اگرملاک کاغریب طلباءکوبطورذاتی ملکیت دینامسلم اورمحقق ہوتواس طریقہ سے ملاک کے ذمے زکوٰۃ وغیرہا سے فارغ ہوں گے﴿۲﴾لیکن عرف پرنظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طلب اورادادونوں مدرسہ کے نام پرہوتے ہیں ۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفى: ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم ، قال ابن عابدين: قوله ثم يأمره ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ :۶۹ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ :۶۸ باب المصرف)

کسی فقیر مسکین کو مال زکوٰۃ ملا تو معلمین کو اجرت میں دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک فقیر مسکین کو مال زکوٰۃ مل گیا اس نے مدرسہ کے معلمین کی تنخواہوں کا چندہ اس مال زکوٰۃ سے دیا کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عتیق الرحمٰن سیالکوٹ...... ۶/ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر یہ فقیر اور مسکین طیب خاطر سے اس تمام یا بعض مال زکوٰۃ کو معلمین وغیرہم کی اجرت میں دے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، وھذا ھو المراد من التملیک حقیقةً عند الحیلة لتبدل الملک ﴿۱﴾ یدل علیه حدیث بریرة رضی الله عنها ھو لها صدقة ولنا ھدیة ﴿۲﴾ وکذا وقعت الاشارة الیه فی حدیث رواہ مالک وابو داؤد، لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة لغاز فی سبیل الله او العامل علیها او الغارم او لرجل اشتراھا بما له او لرجل کان له جار مسکین فتصدق علی المسکین فاھدی المسکین للغنی ﴿۳﴾. وھو الموفق

تملیک بالذات یا بواسطت مہتمم مدارس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس کو عشر و زکوٰۃ دینا جائز ہے یا

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع الصرة للفقیر الھزل او الحیلة بل یجب ان یدفعها عازما علی تملیکها منه حقیقة لا تحیلا ملاحظا ان الفقیر اذا ابی عن ھبتها الی الوصی کان له ذلک ولا یجبر علی الھبة.

(رسائل ابن عابدین ۱: ۲۲۵ منة الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمة الخ)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۲۴۱ باب الفقیر یهدی للغنی من الصدقة کتاب الزکوٰۃ)

﴿۳﴾ رواہ ابو داؤد ۱: ۲۳۸ باب من یجوز له اخذ الصدقة وھو غنی، واحمد ۳: ۵۶ وابن ماجة ۱۸۳۹ والحاکم ۱: ۴۰۸،۴۰۷ وقال ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ لارسال مالک بن انس ایاہ عن زید بن اسلم.

نہیں؟اگر جائز ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مقام نادان شہید پشاور......۱۹۷۴ء/۷/۷

الجواب: مدارس دینیہ کو عشر وزکوٰۃ اس طور پر جائز ہے کہ بالذات یا بواسطت مہتمم اس رقم کی بعینہ یا اجناس کی صورت میں تملیک کی جائے ﴿۱﴾ مختصر یہ کہ مہتمم پر اعتماد کر کے دیا جائے۔وھو الموفق

حکومتی زکوٰۃ کمیٹی سے دینی مدارس کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومتی زکوٰۃ کمیٹی کی جانب سے جو امداد دینی مدارس کیلئے دی جاتی ہے یہ امداد لینا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک سو پچاس روپیہ فی کس رہائش پذیر طالب علموں کو دی جاتی ہے اور پچھتر روپیہ غیر رہائش پذیر طالب علموں کو دی جاتی ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: قاری محمد عمر مدرسہ تعلیم القرآن بیرون گنج گیٹ پشاور

الجواب: طالب علموں کیلئے اس امداد کا لینا تو جائز ہے البتہ مہتمم کیلئے لینے کے بعد مصرف کو نہ پہنچانا جائز نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: (قوله هی تملیک المال من فقیر مسلم...... بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ) لقوله تعالیٰ واتوا الزکاة والایتاء هو التملیک ومراده تملیک جزء من ماله وهو ربع العشر او ما یقوم مقامه...... لان الزکاة یجب فیها تملیک المال.

(بحر الرائق ۲: ۲۰۱ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: والواجب علی الائمة ان یوصلوا الحقوق الی اربابها ولا یحبسونها عنهم ولا یحل للامام واعوانه من هذه الاموال الا ما یکفیهم وعائلتهم ولا یجعلونها کنوزا...... فان قصر الائمة فی ذلک فوباله علیهم.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۹۱ فصل ما یوضع فی بیت المال اربعة انواع)

مدرسہ کیلئے زکوٰۃ کی مد میں باقاعدہ حیلہ کی صورت

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کے فنڈ میں زکوٰۃ ،فطرانہ، جلود الاضحیہ وغیرہ کی رقم ہوتی ہے تنخواہوں میں یہ رقم زکوٰۃ ادا کرنا شرعاً درست نہیں لیکن دوسری مدات سے یہ خرچ پورا نہیں ہوتا تو اس کیلئے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالرشید مسجد بازار ایبٹ آباد......۱۹۹۰ء/۱۰/۲۳

الجواب: عندالضرورت باقاعدہ حیلہ کرنا جائز ہے یعنی اولاً کسی عاقل، بالغ اور علم دین کے خیرخواہ مسکین کو سمجھایا جائے کہ ہماری طرف سے جو رقم زکوٰۃ آپ کو دی جائے تو آپ اس کا بلا خوف وخطر مالک ہوں گے آپ اپنی ذات پر خرچ کرنے اور مدرسہ کو واپس کرنے کے مجاز ہوں گے اگر تم یہ رقم مدرسہ کو واپس کردے تو یہ تمام ثواب آپ کا ہوگا ﴿۱﴾ اس کے بعد اس کو قلیل رقم دی جائے اور واپسی کی صورت میں دوبارہ تھوڑا تھوڑا کر کے رقم دی جائے۔وھو الموفق

حیلہ زکوٰۃ میں تملیک حقیقی ضروری ہے ہزل سے نہیں ہوتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء جو یہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ میں باقاعدہ حیلہ برائے معلمین واساتذہ جائز ہے اور بعض لوگ یہ نہیں مانتے تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:محمد عتیق الرحمٰن کچہری روڈ سیالکوٹ......۱۹۶۹ء/۵/۲۰

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره، قال ابن عابدين: (قوله ثم يأمره) ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

الجواب: جب یہ حیلہ با قاعدہ ہو یعنی تملیک حقیقی کے طریقہ پر شخص متوسط کو دی گئی ہو اور ہزل کے طریقہ پر نہ ہو تو بلا شک وشبہ جائز ہے، صرح بہ الفقهاء مثل العلامة الشامی فی ردالمحتار ۲: ۸۶ ﴿۱﴾ وصاحب البحر فی ۳: ۲۴۳ ﴿۲﴾ وذکرت فی الهندیه ۶: ۳۹۲ ﴿۳﴾ وغیرهم واما عدم صحة الهزل فصرح به العلامة التهانوی فی امداد الفتاویٰ ﴿۴﴾ والعلامة الشامی فی رسائل ابن عابدین فی مسئلة حیلة الاسقاط ﴿۵﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل هذه الاشیاء وهل له ان یخالف امره لم اره والظاهر نعم، قال ابن عابدین: (قوله ثم یأمره) ویکون له ثواب الزکاة وللفقیر ثواب هذه القرب. (الدرالمختار علی هامش ردالمتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: ان یتصدق بمقدار زکاته علی فقیر ثم یأمره بعد ذلک بالصرف الی هذه الوجوه فیکون لصاحب المال ثواب الزکاة وللفقیر ثواب هذه القرب.
(البحر الرائق ۲: ۲۴۳ باب المصرف)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: والحیلة له ان یتصدق بمقدار زکاته علی فقیر ثم یأمره بعد ذلک بالصرف الی هذه الوجوه فیکون للمتصدق ثواب الصدقه ولذلک الفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرة. (فتاویٰ عالمگیریه ۶: ۳۹۲ کتاب الحیل الفصل الثالث)

﴿۴﴾ قال الشاه اشرف علی التهانوی: قطع نظر ورع سے میرے نزدیک قاعدہ فقہیہ کی رو سے بھی یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ تملیک رکن زکوٰۃ ہے اور تملیک میں جب عاقدین ہازل ہوں تملیک نہیں ہوتی اور صورت متعارفہ میں دونوں بشہادت قرائن قویہ معترف ہیں کہ تملیک مقصود نہیں الخ۔
(امداد الفتاویٰ ۲: ۱۳ کتاب الزکاة والصدقات مسئله: ۲۷)

﴿۵﴾ قال العلامة ابن عابدین: ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع الصرة للفقیر الهزل او الحیلة بل یجب ان یدفعها عازما علی تملیکها منه حقیقة لا تحیلا.
(رسائل ابن عابدین ۱: ۲۲۵ منة الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمة من کثیر وقلیل)

حکومت سے مدارس کیلئے حیلہ پر رقم لینا درست ہے

سوال: حکومت پاکستان کی زکوٰۃ کمیٹی مدارس اسلامیہ کے طلباء کیلئے جو رقم بھیجتی ہے وہ رہائش پذیر طلباء کیلئے ہوتی ہے اور خرچ کا ششماہی گوشوارہ بھی مانگتا ہے بعض مدارس میں بیرونی طلباء رہائش پذیر نہیں ہوتے مقامی طلباء کثیر تعداد میں آ کر اور پڑھ کر واپس جاتے ہیں مدرسہ کے مصارف زیادہ ہوتے ہیں تنخواہیں، تعمیرات وغیرہ پس اگر زکوٰۃ کمیٹی کو سچ بات لکھی جاتی ہے تو وہ رقم نہیں بھیجتی اور اگر غیر رہائش پذیر طلباء کا لسٹ بنا کر رہائش پذیر فرض کیا جائے حالانکہ یہ جھوٹ ہے اب مدرسہ کی آمدنی کا کوئی اور ذریعہ نہیں جس سے اخراجات پورے ہوں، اب اگر اس مقصود محمود کی تحصیل کیلئے جھوٹ کا سہارا لیا جائے تو شائد اس پر مواخذہ نہ ہوگا جیسا کہ تفسیر روح البیان میں سورۃ الصافات کی آیت: فنظر نظرة فی النجوم فقال انی سقیم ، کے ذیل میں عزالدین بن سلام کا قول منقول ہے: قال عز الدين بن سلام الكلام وسيلة الى المقاصد فكل مقصود محمود يمكن التوصل اليه بالصدق والكذب جميعا فالكذب فيه حرام فان امكن التوصل اليه بالكذب دون الصدق فالكذب فيه مباح ان كان تحصيل ذلک المقصود مباحاً وواجب ان كان ذلک المقصود واجباً فهذاه ضابطة انتهىٰ. آپ صاحبان کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالجلیل ہنڈوہ ضلع کرک......۱۹۷۰ء/۷/۲۸

الجواب: حکومت پر دنیوی اور دینی علوم دونوں کا انتظام واجب ہے پس حکومت جس طرح دنیاوی علوم کیلئے تعمیر اور متعلقہ اساتذہ کیلئے مشاہرات کا انتظام اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے تو اسی طرح دینی علوم کیلئے بھی تعمیر اور مشاہرات کا انتظام اس کا فرض منصبی ہے پس اگر ان حقوق کے حصول کیلئے حیلہ کیا جائے تو ناجائز نہ ہوگا۔ وھو الموفق

زکوٰۃ میں باقاعدہ حیلہ کے بغیر فراغت ذمہ نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو کسی نے دس ہزار روپے دیئے کہ اس کو فقراء پر تقسیم کرے اب وہ خود غنی ہے لیکن فقیر کو کہتا ہے کہ میں تجھے پچاس روپیہ زکوٰۃ کا دوں گا آپ اسے قبول کر کے مجھے واپس کردے کیا یہ حیلہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد نگین مدرسہ نصیریہ غورغشتی ......۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

الجواب: چونکہ یہ حیلہ باقاعدہ حیلہ نہیں ہے لہٰذا اس سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہوسکتی، یجب ان یدفعها الی الفقیر عازما علی تملیکها منه حقیقة لا تحیلا کما فی رسائل ابن عابدین ﴿۱﴾. وهو الموفق

مدرسہ کے مطبخ میں زکوٰۃ خرچ کرنے اور تنخواہ میں زکوٰۃ کیلئے عجیب حیلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاجی صاحب نے مدرسہ بنایا اور طالب علموں میں ایک کو وکیل بنایا اور جب آٹا وغیرہ آتا ہے تو وکیل کو قبض کرنے کیلئے کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی حاجی کی پانڈی لاکر مطبخ میں ڈال دیتا ہے اس میں صرف اخذ تعاطی ہوتا ہے باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوتا، اور کبھی نقد رقم میرے ہاتھوں کو پہنچا دیتا ہے میں وکیل کو بلاتا ہوں تو وہ وکیل اس کو لے لیتا ہے اب اس میں حاجی صاحب کی جانب سے حالاً وقالاً تقاضیٰ ہے کہ یہ رقم و آٹا مہینہ بھر تک ختم نہ ہو جائے اگر مہینہ سے پہلے ختم ہو جائے تو شکایت کرتا ہے پس حاجی صاحب کا یہ رویہ عدم تملیک حقیقی کی علامت ہے، کیا اس طریقہ سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ (۲) میں اس مدرسہ میں مدرس ہوں زکوٰۃ کیلئے یہ حیلہ بنایا کہ میں تنخواہ و وظیفہ نہیں لیتا بس فی سبیل اللہ درس دیتا ہوں اس نفی سے چونکہ اجارہ منتفی ہوا، تو کیا اس صورت میں حاجی

﴿۱﴾ (رسائل ابن عابدین ۱ :۲۲۵ منة الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمة من کثیر وقلیل)

صاحب کی زکوٰۃ کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبید اللہ.....۱۹۷۵ء/۷/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ جو طلباء مصرف زکوٰۃ ہوں تو وہ کسی ایک کو وکیل مقرر کریں اور آپ حاجی صاحب کی جانب سے وکیل ہو کر تملیک کیا کریں اس تقدیر پر زکوٰۃ کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ نہیں اور حاجی صاحب کی شکایت انتظام پر محمول ہوگی نہ کہ عدم تملیک پر اور آپ کی تصریح کے باوجود آپ کا معاملہ اجارہ ہوگا، لان الدلالة لا تعارض بالعبارة والاشارة، والمعروف من قبيل الدلالة صرح به في كتب الاصول. وهو الموفق

بیت المال اور حیلہ زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) ہمارے گاؤں میں بیت المال کے نام پر زکوٰۃ وصدقہ فطر وعشر وغیرہ اس غرض سے جمع کیا جاتا ہے کہ اس رقم سے امام مسجد کی تنخواہ کی کمی پوری کی جائے اس بیت المال کا شرعی حکم کیا ہے؟ (۲) اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ حقداروں کو ان کا حق بروقت اس سے ملنا مشکل ہے اور اس طرح امام مسجد کی تنخواہ اس مال سے دینا جائز نہیں ہے تو کیا حیلہ کے بعد بھی یہ حکم ہے؟ (۳) اگر حیلہ کرتے وقت بار بار ایک ہی شخص کو یہ رقم دی جائے کیا ایک ہی شخص سے حیلہ کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد تاج بازار گےاوگی مانسہرہ

الجواب: (۱) یہ بیت المال بذات خود نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، لیکن عوام نہ مصارف جانتے ہیں اور نہ طریقہ صرف، لہٰذا یہ بیت المال خطرات سے خالی نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) اگر چہ

﴿۱﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: العاملون وهم السعاة لجباية الصدقة ويشترط فيهم العدالة والمعرفة بفقه الزكوٰة. (الفقه الاسلامي وادلته ۳:۱۹۵۳ مبحث مصارف الزكاة)

حیلہ عند الضرورت جائز ہے لیکن حیلہ کرنا ہر آدمی کا کام نہیں، حیلہ میں یہ ضروری ہے کہ متوسط شخص کو مالک حقیقی بنایا جائے، ہزل اور زبانی تملیک کافی نہیں ہے۔ (۳) با قاعدہ حیلہ کرنے کے بعد ایک ہی شخص کو رقم دینا اور حیلہ بار بار ایک ہی شخص سے کرانا جائز ہے البتہ تملیک حقیقی کے بغیر یہ حیلہ حیلہ نہیں ہے دھوکہ دہی ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

غنی عالم اور متعلم کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس میں بعض طلباء صاحب نصاب اور اغنیاء ہوتے ہیں اور لوگ ان کو زکوٰۃ کی رقم بھی دیتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ عالم اور متعلم خواہ فقیر ہو یا امیر، ان کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے اس کے متعلق واضح فرمائیں کہ کیا یہ مسئلہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شریف اشرف خیل واناڈی آئی خان...... ۱۹۸۸ء/۶/۷

الجواب: بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ جو عالم اور متعلم اپنی عمر کو تعلیم اور تعلم کیلئے وقف کردے تو وہ زیادتی حاجات کی وجہ سے اور عاملین کے عدم تعاون کی وجہ سے مصرف زکوٰۃ ہے لیکن فقہاء نے اس پر اعتماد ظاہر نہیں کیا ہے، فلیراجع الی ردالمحتار ۲ : ۸۱ باب المصرف ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ويجب الاحتراز من ان يلاحظ الوصى عند دفع الصرة للفقير الهزل اوالحيلة بل يجب ان يدفعها عازما على تمليكها منه حقيقة لا تحيلا ملاحظا ان الفقير اذا ابى عن هبتها الى الوصى كان له ذلك ولايجبر على الهبة.

(رسائل ابن عابدين ۱ :۲۲۵ منة الجليل لبيان اسقاط ماعلى الذمة من كثير وقليل)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: ان طالب العلم يجوز له اخذ الزكاة ولو غنيا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية الى مالابد منه، قال ابن عابدين: وهذاالفرع مخالف لاطلاقهم الحرمة فى الغنى ولم يعتمده احد.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲ :۶۵ باب المصرف)

مدارس کے اساتذہ وغیرہ "و العاملین علیھا" میں داخل نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے آٹھ بتائے ہیں کیا مدارس کے اساتذہ والعاملین علیھا میں داخل ہیں؟ ایک عالم دین نے فرمایا کہ عربی طالب علموں کے اساتذہ اس میں داخل ہیں اور انہیں مد زکوٰۃ سے تنخواہ دی جا سکتی ہے اب میرے لئے باعث اشکال تعلیم الاسلام جلد چہارم مؤلفہ مولانا کفایت اللہ صاحب مرحوم دہلوی ہوئی آپ فرماتے ہیں: جس قدر زکوٰۃ واجب...... کسی خدمت یا کسی کام کی اجرت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے مگر عامل زکوٰۃ کو اس کی تنخواہ مال زکوٰۃ میں سے دینا جائز ہے، اور طالب علموں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور مہتممین کو اسلئے کہ وہ طالب علموں پر خرچ کریں تو جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر مہتمم طالب علموں پر خرچ کریں تو جائز ہے لیکن اگر یہ اساتذہ کرام پر خرچ کریں جوان طلباء کے اساتذہ ہیں تو جائز ہوگا یا نہیں، ہماری مسجد میں ایک قاری کیلئے چندہ ناکافی ہوجاتا ہے تو پھر مد زکوٰۃ سے تنخواہ پوری کی جاتی ہے بعض حضرات نے کہا کہ زکوٰۃ تنخواہ میں دینا جائز نہیں بہرحال ہمیں تفصیلی مسئلہ لکھ کر مشکور فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ابوالخیر امام مسجد مدنی نظام آباد گوجرانوالہ...... ۱۹۶۹ء/۴/۲۸

الجواب: (الف) علماء کرام و العاملین علیھا میں داخل نہیں ہیں ان میں صرف عامل اور ان کے معین داخل ہیں، صرح بہ فی الھدایۃ ﴿۱﴾ پس چونکہ علماء نہ ساعی ہیں اور نہ عاشر ہیں اور نہ حاشر ہیں اور نہ کاتب ہیں لہٰذا ان کو عمل کی حیثیت سے دینا قابل اعتماد نہیں ہے۔ (ب) اجرت میں زکوٰۃ

﴿۱﴾ قال العلامۃ برھان الدین: و العامل یدفع الامام الیہ ان عمل بقدر عملہ فیعطیہ ما یسعہ واعوانہ غیر مقدر بالثمن.

(ھدایۃ ۱:۱۸۷ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لایجوز کتاب الزکوٰۃ)

دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس میں للّٰہیت موجود نہیں ہے﴿۱﴾۔(ج) پس اساتذہ کو اجرت اور تنخواہ میں مال زکوٰۃ دینا غیر صحیح اور نا کافی ہے﴿۲﴾۔(د) ضرورت کے وقت حیلہ کرنے سے اجرت اور تنخواہ میں زکوٰۃ دینے کو محتاط علماء نے جائز کہا ہے جبکہ با قاعدہ ہو پس اگر ماسوائے زکوٰۃ کے چندہ کافی نہیں ہو تو حیلہ کیا جائے﴿۳﴾۔وهو الموفق

زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء پر خرچ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی اب حاصل شدہ زکوٰۃ کی رقم استادوں اور طلباء پر خرچ کرنا کیسا ہے؟ نیز مدرسہ میں فقیر اور امیر طالب علموں پر زکوٰۃ کی رقم کس طرح خرچ کی جائے؟ نیز مثلاً استاذ کی تنخواہ فنڈ سے دی جاتی ہے، کیا یہ استاد طلباء کے ساتھ زکوٰۃ فنڈ سے کھانا کھا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عجب نور وانا کیمپ وزیرستان.....۱۹۸۵ء/۷/۱۰

﴿۱﴾قال العلامة ابن نجيم: (قوله: بشرط قطع المنفعة عن المملک من كل وجه لله تعالیٰ) بيان لشرط آخر وهو النية وهي شرط بالاجماع في العبادات كلها المقاصد.
(بحر الرائق ۲:۲۰۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة سيد احمد الطحطاوي: (قوله لشخص مخصوص) هو ان يكون فقيراً، ونحوه من بقية المصارف غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من كل وجه لله تعالیٰ. (الطحطاوي على مراقي الفلاح ۴۱۷ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾قال العلامة الحصكفي: الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم آره والظاهر نعم،قال ابن عابدين: (قوله ثم يأمره) ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲:۶۹ باب المصرف)

الجواب: زکوٰۃ کے فنڈ سے بغیر با قاعدہ حیلہ کے ان حوائج کا پورا کرنا مشکل ہے ﴿۱﴾ با قاعدہ حیلہ سے یہ مراد ہے کہ ایک فقیر طالب علم کو اولاً سمجھایا جائے کہ میں تجھے پانچ سو روپے زکوٰۃ دوں گا اور تم اس کے مالک ہوں گے اور مختار ہوں گے اپنے لئے لیتے ہو یا دار العلوم کو واپس کرتے ہو اور یہ دینے والا یہ ارادہ کرے کہ اگر یہ طالب علم یہ رقم اپنے لئے لے لیں تو میں اس سے کوئی اثر نہیں لوں گا البتہ دوسری قسط نہیں دوں گا ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

صاحب نصاب طالب علم بسا اوقات مصرف زکوٰۃ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم صاحب نصاب ہے لیکن ان کی ضروریات بھی کثیر ہیں اس نے اپنے اخراجات کیلئے یہ نصاب محفوظ کر لیا ہے ورنہ ان کیلئے کتب لینے کی بھی ضرورت ہے کیا یہ شخص مال زکوٰۃ لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ریاض احمد وزیرستانی......۱۹۹۰ء/۵/۹

﴿۱﴾ وفی الهندیه: مذهب علمائنا رحمهم الله تعالیٰ ان کل حیلة یحتال بها الرجل لا بطال حق الغیر او لادخال شبهة فیه اولتمویه باطل فهی مکروهة وکل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام اولیتوصل بها الی حلال فهی حسنة والاصل فی جواز هذا النوع من الحیل قول الله تعالیٰ وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث، وهذا تعلیم المخرج لا یوب علیه وعلی نبینا الصلاة والسلام عن یمینه التی حلف لیضربن امرأته مائة عود وعامة المشائخ علی ان حکمها لیس بمنسوخ وهو الصحیح من المذهب کذا فی الذخیرة.

(فتاویٰ عالمگیریه ٦ : ٣٩٠ کتاب الحیل الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الاشیاء وهل له ان یخالف امره لم اره ، قال ابن عابدین: (قوله ان الخیلة) ای فی الدفع الی هذه الاشیاء مع صحة الزکاة (قوله ثم یأمره) ویکون له ثواب الزکاة وللفقیر ثواب هذه القرب.

(الدر المختار مع هامش ردالمحتار ٢ : ٦٩ باب المصرف)

الجواب: جب غنی شخص طلب علم یا جہاد کا ارادہ کرے تو اس کی ضروریات زیادہ ہو جاتی ہیں اور بسا اوقات یہ غنی مصرف زکوٰۃ بن جاتا ہے اشار الیہ الکاسانی ﴿۱﴾. وهو الموفق

طالب علم اور احوج کیلئے دوسرے شہر کو زکوٰۃ بھیجنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوسرے شہر میں کسی مستحق یا ادارہ کو زکوٰۃ بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ حدیث میں ہے، الحق للقریب ثم للبعید. بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود قصہ خوانی پشاور......۱۹۷۴ء/ ۸/ ۲۷

الجواب: طالب علم اور احوج کیلئے دوسرے شہر کو زکوٰۃ کا بھیجنا جائز ہے ﴿۲﴾ اور الحق

﴿۱﴾ قال العلامة الكاسانی: واما استثناء الغازی فمحمول على حال حدوث الحاجة وسماه غنيا على اعتبار ماكان قبل حدوث الحاجة، وهو ان يكون غنيا ثم تحدث له الحاجة بان كان له دار يسكنها ومتاع يمتهنه وثياب يلبسها وله مع ذلک فضل مائتی درهم حتى لا تحل له الصدقة ثم يعزم على الخروج فی سفر غزو فيحتاج الى آلات سفره وسلاح يستعمله فی غزوه ومركب يغزو عليه وخادم يستعين بخدمته على ما لم يكن محتاجا اليه فی حال اقامته فيجوز ان يعطى من الصدقات ما يستعين به فی حاجته التی تحدث له فی سفره.

(بدائع الصنائع ۲:۱۵۵ فصل المؤلفة قلوبهم كتاب الزكاة) قال الدكتور وهبة الزحيلی: الصنف السابع فی سبيل الله وهم الغزاة المجاهدون الذين لاحق لهم فی ديوان الجند لان السبيل عند الاطلاق هو الغزو...... فيدفع اليهم لا نجاز مهمتهم وعونهم ولو كانوا عند الجمهور اغنياء لانه مصلحة عامة، واما من له شیئ مقدر فی الديوان فلا يعطى لان من له رزق راتب يكفيه فهو مستغن به. (الفقه الاسلامی وادلته ۳:۱۹۵۷ مبحث مصارف الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: وكره نقلها الا الى قرابة بل فی الظهيرية لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محاويج حتى يبدأ بهم فيسد حاجتهم أو احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمين.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲:۷۵ باب المصرف)

للقریب الخ حدیث نہیں ہے البتہ معنیً درست ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

غنی معلم اور متعلم کو زکوٰۃ دینا اور علامہ شامی کا قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک معلم غنی ہے تو علامہ شامی کے جزیہ کے حوالے سے کہ معلم، مدرس اگر غنی بھی ہو اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا اس کو کتابوں کی ضرورت ہو تو لوگ اس کو کتابیں بہ نیت زکوٰۃ خرید کر دیتے ہیں اب یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کیلئے زکوٰۃ لینا اور اس کو دینا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل فراز ...... یکم فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: غنی معلم اور متعلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے، کما صرحوا به و اما مانسب الی الواقعات فروی الشامی عن الطحطاوی انه لم یعتمد علیه احد وما قیل انهم من العاملین فممنوع لان الامام لم ینصبهم﴿۲﴾ ولان المصرف هو العامل علیها لا مطلق العامل﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: والافضل فی الزکاة والفطر والنذور الصرف اولا الی الاخوة والاخوات ثم الی اولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادهم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اهل حرفته ثم الی اهل مصره او قریته، کذا فی السراج الوهاج. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۹۰ باب المصارف)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: العاشر هو حر مسلم غیر هاشمی قادر علی الحمایة نصبه الامام علی الطریق. (الدرالمختار ۲: ۴۲ باب العاشر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: وهذا الفرع مخالف لا طلاقهم الحرمة فی الغنی ولم یعتمده احد، قلت وهو کذلک والاوجه تقییده بالفقیر ...... ثم قال الاتفاق علی ان الاصناف کلهم سوی العامل یعطون بشرط الفقر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۵ باب المصرف)

زکوٰۃ کی رقم سے طلباء کی ضروریات پوری کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے حفظ و ناظرہ کا ایک دینی مدرسہ بنایا ہے مدرسہ کے چندہ میں دو فنڈ قائم کئے ہیں (۱) عطیات (۲) زکوٰۃ۔ عطیات میں سے ہم قاری کو تنخواہ دیتے ہیں اور صدقات واجبات اور زکوٰۃ سے طلبہ کے اخراجات پوری کرتے ہیں مثلاً کپڑے جوتے وغیرہ کیونکہ بعض طلباء کے والدین کافی غریب ہوتے ہیں اگر ہم غریب طلباء کو کپڑے وغیرہ زکوٰۃ سے فراہم کرتے ہیں تو کیا غنی لوگوں کی اولاد کو دے سکتے ہیں تاکہ مساوات قائم ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسلم پی او ایف واہ کینٹ ......۱۷/ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

الجواب: عطیات کا مصرف وسیع ہے البتہ نقد یا کپڑوں وغیرہ کی شکل میں زکوٰۃ ہر نادار طالب علم کو دے سکتے ہیں ﴿۱﴾ جو کہ مسکین اور بالغ ہو یا مسکین کا بیٹا اور نابالغ ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

کالج کا مسکین طالب علم زکوٰۃ سے وظیفہ لے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک کالج سٹوڈنٹ ہوں حکومت کی جانب سے طلباء کیلئے جو سکالرشپ مقرر ہوتا ہے وہ عشر و زکوٰۃ وغیرہ سے دیا جاتا ہے میں صاحب نصاب نہیں ہوں صرف ایک کنال زمین کا مالک ہوں میرے لئے اس وظیفہ کا لینا کیسا ہے اگر میں یہ وظیفہ نہ لوں تو دفتر کلرک وغیرہ خود یہ نکال کر لیتا ہے اب اگر میں یہ کسی غریب کو دے دوں یا اس سے اپنی فیس ادا کیا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال فی التاترخانية عن المحيط اذا كان يعول يتيما ويجعل مايكسوه ويطعمه من زكاة ماله ففی الكسوة لاشک فی الجواز لوجود الركن وهو التمليک. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳ كتاب الزكوٰة)

﴿۲﴾ ولا يجوز دفعها الی ولد الغنی الصغير ولو كان كبيراً فقيرا جاز الخ. (فتاویٰ عالمگيريه ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

کروں تو یہ کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد عمران ڈیرہ اسماعیل خان......۱۹۷۴ء/۶/۷

الجواب: آپ بظاہر مسکین ہیں آپ مدز کوٰۃ سے وظیفہ لے سکتے ہیں اور اپنے حوائج میں صرف کر سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سادات کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: سادات کو زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا رحیم اللہ باچا اضاخیل نوشہرہ......۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب: سادات کو ہدایا دیئے جائیں نہ کہ زکوٰۃ اور عشر، البتہ موجودہ دور میں اگر زکوٰۃ و عشر دیئے جائیں تو لینا اور دینا قابل اعتراض نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ ظاهر الروایت کے مطابق بنو ہاشم اور سادات کو زکوٰۃ یا دیگر صدقات واجبہ دینا جائز نہیں، البتہ بعض غیر ظاهر الروایت میں جواز کا قول بھی منقول ہے پیغمبر علیہ السلام اور خلفاء راشدین کے بعد جب خمس الخمس جو بنو ہاشم کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ کے عوض ملتا تھا منقطع ہوا اور ہدایا وغیرہ میں بھی لوگوں نے ان سے صرف نظر کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جواز کا قول فرمایا جو نادر الروایت ہے، والفتویٰ بنادر الروایة عند الضرورة لم یکن بعیداً عن الاصول لان اخذ الزکاة اهون من ذل السوال، اور اس ضرورت وحاجت کو مدنظر رکھتے ہوئے امام طحاوی اور دوسرے فقہائے احناف نے اس نادر الروایت کو ترجیح دی اور بعض فقہاء شوافع، حنابلہ اور مالکیہ نے بھی حالات اور ضرورت کے تحت جواز کا فتویٰ دے دیا، ہمارے شیخ دامت برکاتہم منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی (۳: ۱۶۹) میں فرماتے ہیں: اعلم ان ما مر من حرمة الصدقة الواجبة علی بن هاشم هذا ظاهر الروایة......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب جو ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور مسجد میں اسی روپے ماہوار تنخواہ پر امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے صاحب جائیداد بھی ہے کیا مذکورہ سید ہاشمی امام کو زکوٰۃ، فطرانہ دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راجہ سلطان محمد اینڈ کمپنی گندم راولپنڈی......۱۹۶۹ء/۱۰/۲۲

(بقیہ حاشیہ) وروی ابو عصمة عن ابی حنیفة انه یجوز فی هذا الزمان وان کان ممتنعا فی ذلک الزمان لان عوضها وهو خمس الخمس لم یصل الیهم لاهمال الناس امر الغنائم وایصالها مستحقیها، واذا لم یصل الیهم العوض عادوا الی المعوض کما فی البحر، قالوا والمعمول به هو ظاهر الروایة ورد ابن الهمام علی روایة ابی عصمة بما ملخصه ان حدیث عوضکم منها خمس الخمس لم یثبت وان سلمنا علی التنزل حمل الکلام علی ان ذلک حکمة لا علة فان العلة هی کون الزکوٰة من اوساخ الناس، وان سلمنا علی التنزل کونه علة ایضا لا یثبت المطلوب فانها علة لاصل التشریع لالبقاء ه کما فی الرمل، فزوال العوض لا یستلزم عود المعوض انتهیٰ قلت لو اضطروا الی السوال لکان ذل اخذ الزکوٰة اهون من ذل السوال علی ان الاوساخ لیست بانجاس فلو افتی المفتی بنادر الروایة عند الضرورة لم یکن بعیداً عن الاصول.

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فیض الباری شرح صحیح البخاری ۳:۵۲ میں فرماتے ہیں: ونقل الطحاوی عن امالی ابی یوسف انه جاز دفع الزکوٰة الی آل النبی ﷺ عند فقد ان الخمس فان فی الخمس حقهم فاذا لم یوجد صح صرفها الیهم وفی البحر عن محمد بن شجاع الثلجی عن ابی حنیفة ایضا جوازه وفی عقد الجید ان الرازی ایضا افتی بجوازه قلت واخذ الزکوٰة عندی اسهل من السوال فافتی به ایضا.

علامہ وهبة الزحیلی الفقه الاسلامی وادلته ۳:۱۹۶۸ میں فرماتے ہیں: هذا وقد نقل عن ابی حنیفة وعن المالکیة وبعض الشافعیة جواز اعطاء الهاشمین من الزکوٰة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: اگر باوجود اس تنخواہ وجائیداد کے یہ صاحب، صاحب نصاب نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا اور دینا جائز نہیں ہے یہی ظاہر الروایت ہے، اور بعض غیر ظاہر الروایت میں جواز کا فتویٰ بھی منقول ہے لہٰذا احتیاط نہ دینے اور نہ لینے میں ہے، لما فی الدر المختار: ولا الی بن هاشم ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع، وفی ردالمحتار ۲: ۹۱ وروی ابو عصمة عن الامام انه یجوز الدفع الی بنی هاشم فی زمانه لان عوضها وهو خمس الخمس لم یصل الیهم لاهمال الناس امر الغنائم وایصالها الی مستحقیها واذ الم یصل الیهم العوض عادوا الی المعوض كذا فی البحر ﴿۱﴾ انتهیٰ ما فی ردالمحتار، قلت والحرمة معللة بوجهین الاول ما مر والثانی كونها اوساخ الناس ومزیلها كما فی الحدیث الصحیح ﴿۲﴾ وهو باق كما كان فالراجح هو المنع والضرورة تبیح المحظورات ﴿۳﴾. فافهم. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لانهم حرموا من بیت المال سهم ذوی القربیٰ منعاً لتضییعهم ولحاجتهم ...... واعطاءهم كما قال الدسوقی المالكی حینئذ افضل من اعطاء غیرهم.

امام طحاوی فرماتے ہیں: وقد اختلف عن ابی حنیفة فی ذلک فروی عنه انه قال لابأس بالصدقات كلها علی بنی هاشم. (طحاوی ۱: ۳۵۲ كتاب الزكاة) لیکن اسی صفحے کے آخر میں آپ یہ بھی فرماتے ہیں، قال ابو جعفر فهذه الآثار كلها قد جاء ت بتحریم الصدقة علی بنی هاشم ولا نعلم شیئاً نسخها ولا عارضها. اور علامہ سید احمد الحموی فرماتے ہیں: وفی شرح الاثار عن ابی حنیفة: ان الصدقات كلها جائزة علی بنی هاشم والحرمة كانت فی عهد رسول الله ﷺ لوصول خمس الخمس الیهم فلما سقط ذلک بموته ﷺ حلت لهم الصدقة قال الطحاوی رحمه الله وبالجواز نأخذ. (حموی علی الاشباه والنظائر ۲: ۵۳ كتاب الزكاة)

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۷۲ مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنیة باب المصرف)

﴿۲﴾ عن عبد المطلب بن ربیعة قال قال رسول الله ﷺ ان هذه الصدقات انما هی اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد رواه مسلم.

(مشكوٰة المصابیح ۱: ۱۷۷ باب من لاتحل له الصدقة الفصل الاول)

﴿۳﴾ قال العلامة الآتاسی: الضرورات تبیح المحظورات ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

سادات کوزکوٰۃ دینے اور لینے کا حکم

سوال: (۱) سادات کوزکوٰۃ دینا کیسا ہے؟ (۲) سادات کی زکوٰۃ سادات کیلئے لینا کیسا ہے؟ (۳) سادات کیلئے فدیہ اسقاط، صدقۃ الفطر اور جلود الاضحیۃ کا روپیہ لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض اللہ بندروڈ کوئٹہ.....۱۳/شوال ۱۳۹۷ھ

الجواب: محترم مولوی فیض اللہ صاحب! اتاہ اللہ فی الدارین حسنۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد: واضح رہے کہ ظاہر الروایت کی بنا پر سادات کوزکوٰۃ دینا ممنوع ہے البتہ اس زمانہ میں جبکہ نہ ان کو ہدایا دیئے جاتے ہیں اور نہ ان کو خمس الخمس دیا جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ ان کو ذلت سوال میں مبتلا کیا جائے یہ اہون ہے کہ ابوعصمۃ کی روایت پر عمل کیا جائے، کما فی ردالمحتار ۱:۹۱ وروی ابوعصمة عن الامام انه یجوز الدفع الی بنی هاشم فی زمانه الخ ﴿۱﴾ قلت وکونها من (مزیل) اوساخ الناس یقتضی الخباثة کالماء المستعمل دون الحرمة فافهم، پس جب زکوٰۃ کا صرف ان پر جائز ہوا تو دیگر واجبات کا صرف بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ وھوالموفق

سوائے بنی ہاشم کے دیگر قریشیوں پر صرف زکوٰۃ میں اختلاف نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قریشی قوم پر صرف زکوٰۃ جائز ہے یا نہیں؟ اور جواز کیلئے بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں جو نبی علیہ السلام سے بہت پہلے تھے لہٰذا یہ عام ہے اور زکوٰۃ صرف بنی ہاشم کی اولاد پر ممنوع ہے جو بعد میں بنے ہیں لہٰذا ہر سید

(بقیہ حاشیہ) هذه قاعدة اصولیةمأخوذة من النص وهو قوله تعالیٰ: الا ما اضطررتم الیه، والاضطرار الحاجة الشدیدة والمحظور المنهی عن فعله یعنی ان الممنوع شرعا یباح عند الضرورة. (شرح المجلة ۱:۵۵ المادة: ۲۱)

﴿۱﴾ (ردالمحتار ۲:۷۲ مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنیة باب المصرف)

(بنی ہاشم) قریشی ہے لیکن ہر قریشی بنی ہاشم نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: امین الحق متعلم حقانیہ......۱۹۷۵ء/۴/۲۹

الجواب: سوائے بنی ہاشم کے باقی تمام قوم قریش پر زکوٰۃ کا صرف ہوسکتا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا حاجة الی نقل العبارات. وھو الموفق

سادات کے مسئلہ میں حضرت تھانوی اور مفتی شفیع رحمھما اللہ کی رائے بالکل درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح قول نقل کیا ہے اور فرمایا ہے: ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع قال الشامی سواء فی ذلک کل الزمان، آپ حضرات سے اس کی تصدیق مطلوب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: احقر العباد عبدالعلی مدرسہ تعلیم القرآن زیارت بلوچستان......۱۹۸۴ء/۱۰/۱۳

الجواب: یہ مسائل درست ہیں ظاہر الروایت بلاشک وشبہ حرمت ہے لیکن ضرورت (حالت اضطرار) کے وقت نادر الروایت وغیرہ پر فتویٰ دینا ان مسائل سے متصادم نہیں ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: ولا یدفع الی بنی هاشم وهم آل علی وعباس وجعفر وعقیل وحارث بن عبد المطلب ویجوز الدفع الی من عداهم من بنی هاشم کذریة ابی لهب.

(فتاویٰ عالمگریہ ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقد ذکر صاحب البحر فی الحیض فی بحث الوان الدماء اقوالا ضعیفة ثم قال وفی المعراج عن فخر الائمة لو افتی مفت بشئ من هذه الاقوال فی مواضع الضرورة طلبا للتیسیر کان حسناً وبه علم ان المضطر له العمل بذلک لنفسه کما قلنا وان المفتی له الافتاء به للمضطر فما مر من انه لیس له العمل بالضعیف ولا الافتاء به محمول علی غیر موضع الضرورة کما علمته من مجموع ما قررناه والله اعلم.

(شرح عقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین ۱: ۵۰ شعر آخر)

عیسائی اور تمام غیر مسلموں کو زکوٰہ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیسائی عورت کو زکوٰۃ کی رقم ادا کرنے سے ذمہ فارغ ہوجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: چوہدری عبدالستار لائل پور......۱۹۷۲ء/۹/۱۹

الجواب: عیسائی اور غیر عیسائی تمام کافروں کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا (فتاویٰ هندية ۱: ۲۰۰ وردالمحتار ۲: ۹۲) ﴿۱﴾. وهو الموفق

شیعہ کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے فریضہ ادا نہیں ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاکستانی ڈاکٹر ہوں اور ایران میں اس جگہ کام کررہا ہوں جہاں تمام تر شیعہ لوگ ہیں کیا شیعہ مسلمانوں پر ہماری زکوٰۃ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر میں مستحق شیعوں پر بانٹ لوں یا ان کے امام امام خمینی کو دوں پھر میرا فریضہ ادا ہوگا یا نہیں؟ اور ان کو یہ بتا دوں کہ میں اہل تسنن ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر جوہر شاہ ادارہ بہداری شہر کرد ایران......۱۹۷۹ء/۷/۱۹

الجواب: زکوٰۃ اور عشر کا مصرف مسلمان ہیں ﴿۲﴾ کافر پر اس کا صرف کرنا کافی نہیں ہے البتہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: واما الحربي ولو مستأمنا فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقا. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۷۳ باب المصرف) وفي الهندية: واما الحربي المستأمن فلا يجوز دفع الزكاة والصدقة الواجبة اليه بالاجماع.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

﴿۲﴾ وفي الهندية: فهي تمليك المال من فقير مسلم.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۷۰ كتاب الزكاة الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها)

صدقہ فطر، نذر خیرات وغیرہ کفار پر بھی صرف ہوسکتے ہیں (ھدایۃ ﴿۱﴾ شرح التنویر ﴿۲﴾) ایرانی شیعہ اکثری طور سے ضروریات دین سے منکر ہیں اس بنا پر وہ اسلام سے خارج ہیں ﴿۳﴾ پس ان قواعد کی بنا پر آپ مال زکوٰۃ شیعہ اوران کے امام کو نہیں دے سکتے۔ وھو الموفق

سلطان جائر کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ کا فراغ اور یہ اموال ٹھیکا پر لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس ریاست میں سلطان جائر لوگوں سے زکوٰۃ سوائم اور حاصلات کا عشر لیتے ہیں اور مصارف شرعیہ میں خرچ نہیں کرتے اور اسی طرح بعض سرمایہ دار یہ زکوٰۃ اور عشر سلطان جائر سے ٹھیکا پر لیتے یں اور اپنے لئے جمع کر لیتے ہیں اور سلطان کو مخصوص رقم جو طے ہوتی ہے دیتے ہیں ان صورتوں میں مالک کا ذمہ فارغ ہوتا ہے یا نہیں؟ افتونا بالتفصیل مع حوالۃ الکتب

المستفتی مولانا (شیخ الحدیث) رحیم اللہ محکمہ قضا ریاست سوات ۱۹۶۹ء/۱۲/۱۰

﴿۱﴾ قال المرغيناني: ولا يجوز ان يدفع الزكاة الى ذمي لقوله عليه الصلاة والسلام لمعاذ رضي الله عنه خذها من اغنيائهم وردها في فقرائهم قال ويدفع ماسوى ذلك من الصدقة.
(هداية على صدر فتح القدير ۲:۷ ۲۰ باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا تدفع الى ذمي لحديث معاذ وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج اليه اى الذمي ولو واجبا كنذر وكفارة وفطرة خلافاً للثاني.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۳ ۷ باب المصرف)

﴿۳﴾ قال ابن عابدين: نعم لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله عنها اوانكر صحبة الصديق او اعتقد الالوهية في علي او ان جبريل غلط في الوحي او نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳:۱ ۳۲ مطلب في حكم سب الشيخين)

الجواب: (۱)روز روشن کی طرح یہ امر معلوم ہے کہ ریاستوں میں عشر اور زکوٰۃ مصارف کو نہیں پہنچائی جاتی بلکہ ریاست کے ملازمین کی تنخواہوں وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، لہٰذا مالک کا ذمہ حتماً فارغ نہیں ہوتا الا فی صورة واحدة وهی ما اذا نوی الصدقة علیهم عند الدفع، (فی الدر المختار علی هامش ردالمختار ۲:۲۵) اخذ البغاة والسلاطین الجائرة زکوٰة الاموال الظاهرة کالسوائم والعشر والخراج لا اعادة علی اربابها ان صرف الماخوذ فی محله الآتی ذکره والا یصرف فیه فعلیهم فیما بینهم وبین الله اعادة غیر الخراج انتهی﴿۱﴾. اور بعض فقہاء کے نزدیک جب ان پر تصدق کی نیت کرے تو ذمہ فارغ ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک مطلقا فارغ ہو جاتا ہے۔ فی ردالمحتار ۲:۲۵ قال فی التجنیس والولوالجیة السلطان الجائر اذا اخذ الصدقات قیل ان نوی بادائها الیه الصدقة علیه لا یومر بالاداء ثانیا لانه فقیر حقیقة...... واذا لم ینومنهم من قال یؤمر بالاداء ثانیا وقال ابو جعفر لا یکون له سلطان له ولایة الاخذ فیسقط عن ارباب الصدقة فان لم یضعها موضعها لا یبطل اخذه وبه یفتی وهذا فی صدقات الاموال الظاهرة﴿۲﴾.

(۲) یہ ٹھیکا حرام ہے کیونکہ یہ درحقیقت شراء الصدقات اور مبادلة المال بالصدقات ہے اور غالباً ٹھیکدار بعد میں زر ٹھیکا حکومت کو دیتا ہے پس اس میں عدم وصول الی المصارف کے علاوہ بیع الکالی بالکالی موجود ہے جو ناجائز ہے۔ وهو الموفق

عشر وزکوٰۃ میں ٹھیکداری نظام اور مشاہرات ملازمین میں دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں!

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲:۲۶ باب زکاة الغنم)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۲۶ باب زکاة الغنم)

(۱) ریاست سوات میں ارباب اقتدار عشر وزکوٰۃ وصول کر کے فوج اور پولیس کی تنخواہوں میں صرف کرتے ہیں کیا ریاست کو یہ ولایت حاصل ہے یا یہ ظلم ہے؟

(۲) طریقہ وصولی عشر وزکوٰۃ یہ ہے کہ ایک آدمی حکومت کا ٹھیکدار ہوتا ہے نفع اور نقصان اس کے ذمے ہوتا ہے حکومت صرف مقرر کردہ رقم ٹھیکدار سے وصول کرتی ہے آیا اس سے ذمہ زکوٰۃ فارغ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **ردالمحتار ۲ : ۴۲** کو اس مسئلہ میں ملاحظہ فرماویں۔

(۳) اس بارے میں حکومت نے علماء سے فتویٰ مانگا ہے کہ آیا حکومت شرعاً اس کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟ اور فتویٰ صحیح ہونے کے بعد حکومت قوم پر جبر کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر جبر ثابت نہ ہوتو حکومت کو قوم کے ذمہ فراغت پر فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا عبدالحلیم صاحب موضع پٹن کوہستان سوات......۱۹۶۹ء/۱۲/۲۰

الجواب: (۱) حقیقت یہ ہے کہ ریاستوں میں عشر اور زکوٰۃ مصارف شرعیہ کو نہیں پہنچائی جاتی بلکہ مشاہرات وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے لہٰذا املاک پر باب احتیاط میں ضروری ہے کہ عشر اور زکوٰۃ کو دوبارہ ادا کرے اور حکومت کیلئے ضروری ہے کہ یا عشر اور زکوٰۃ وصول نہ کرے اور یا مصارف شرعیہ میں صرف کرے﴿۱﴾ واضح رہے کہ عشر اور زکوٰۃ میں مالک کا فعل اور ادا ضروری ہے لہٰذا بغیر ملاک کی رضا اور اجازت سے اخذ کا حق حکومت کو حاصل نہیں ہے۔

(۲) ٹھیکدار در حقیقت اجارہ دار نہیں ہے بلکہ مشتری ہے یعنی اس عشر اور زکوٰۃ کو حکومت سے خریدتا ہے اور غالباً وصولی کے بعد حکومت کو زر ٹھیکہ پہنچاتا ہے لہٰذا ٹھیکدار عاشر نہیں ہے بلکہ مشتری ہے پس اس کو زکوٰۃ

﴿۱﴾ وفی الهندية: زكاة السوائم والعشور وما اخذه العاشر من تجار المسلمين الذين يمرون عليه ومحله ما ذكرنا من المصارف...... والواجب على الائمة ان يوصلوا الحقوق الى اربابها ولا يحبسونها عنهم...... فان قصر الائمة فى ذلك فوباله عليهم.
(فتاوىٰ عالمگيريه ۱ : ۱۹۰، ۱۹۱ فصل ما يوضع فى بيت المال)

وغیرہ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے اور یہ بیع بھی فاسد ہے کیونکہ جہالت کے علاوہ مبیع اور ثمن دونوں موجل ہیں،صرح بهذه المسائل ردالمحتار والهداية. وهو الموفق

سیلاب زدگان کیلئے چندہ میں زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حکومت کے آفیسر سیلاب زدگان کیلئے چندہ اکٹھا کررہے ہیں کیا اس میں ہم لوگ زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نظیر بادشاہ......۱۹۷۷ء/۹/۱

الجواب: چونکہ صحت زکوٰۃ کیلئے تملیک شرط ہے﴿۱﴾ لہٰذا اگر آپ کو ظن غالب یا جزوی طور سے معلوم ہو کہ محصلین چندہ اس رقم کو باقاعدہ مصارف تک تملیکاً پہنچاتے ہیں تو آپ اس چندہ میں زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں اور اگر یہ امید نہ ہو تو ماسوائے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے دیگر اموال سے اعانت کیا کریں۔وهو الموفق

مال زکوٰۃ کو دفاعی آلات واسلحہ پر خرچ نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اساتذہ ٹریننگ کے پرچے میں ہم سے ایک سوال کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف لکھئے نیز بتائیے کہ کیا موصول شدہ زکوٰۃ سے دفاعی آلات واسلحہ خریدے جاسکتے ہیں؟ کافی حضرات نے آیت انما الصدقات الخ میں فی سبیل اللہ کے لفظ سے دلیل جواز لکھ دیا ہے لیکن ہم چند احباب نے عدم جواز کا لکھا ہے دلائل بھی ساتھ لکھے ہیں لیکن اب مزید دلائل کی ضرورت ہے لہٰذا اس مسئلہ کی وضاحت مع حوالہ جات لکھ کر ارسال فرمادیجئے مہربانی ہوگی۔بینوا توجروا

المستفتی: مولوی اشرف الدین فاضل حقانیہ اکوڑہ خٹک......۱۳۹۰ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ٦۸ باب المصرف)

الجواب: زکوٰۃ میں قبض اور تملیک شرط ہے لہٰذا اس مال سے آلات دفاع نہیں خریدے جاسکتے، یہی احناف کا مذہب اور من حیث الدلائل مضبوط ہے، قال صاحب الهداية وفی سبيل الله منقطع الغزاة عند ابی يوسف لانه المتفاهم عند الاطلاق وعند محمد منقطع الحاج لماروی ان رجلا جعل بعيراً له فی سبيل الله فامره رسول الله ﷺ ان يحمل عليه الحاج ﴿۱﴾ (رواه ابوداؤد والنسائی وغيرهما بهذا المعنی)﴿۲﴾ ولايبنی بها مسجد ولا يكفن بها ميت لانعدام التمليك وهو الركن ۱ :۱۸۵ ﴿۳﴾. وفی الاموال لابی عبيد۲۰۸ عن ابراهيم قال لا يعطی من الزكوٰة دين ميت ولا فی كفنه وفيه ايضاً ص۲۱۰ فاما قضاء الدين عن الميت والعطية فی كفنه وبنيان المساجد واحتفار الانهار وما اشبه ذلك من انواع البرفان سفيان واهل العراق وغيرهم من العلماء مجمعون علی ان ذلك لا يجزی من الزكوٰة لانه ليس من الاصناف الثمانية انتهی.

وقال ابن حزم فی المحلی ۵ :۲۴۴ قلنا نعم وكل فعل خير فهو من سبيل الله تعالیٰ الا انه لا خلاف فی انه تعالیٰ لم يرد كل وجهه من وجوه البر فی قسمة الصدقات فلم يجز ان توضع الا حيث بين النص وهو الذی ذكرنا (يعنی الجهاد والخمسة والحج) فافهم. وفی العينی شرح الهداية ۱ :۱۲۶۶ وكذا لا تبنی بها القناطر والسقايات ولايحفر بها الآبار ولا تصرف فی اصلاح الطرق وسد الثغور والحج والجهاد مما لا يملك فيه فان قلت روی عن انس والحسن ما اعطيت من الجسور

﴿۱﴾ (هداية ۱ :۱۸۷ باب من يجوز دفع الصدقات اليه ومن لا يجوز كتاب الزكوٰة)

﴿۲﴾ (نصب الراية لاحاديث الهداية ۲ :۳۹۵،۳۹۶ باب من يجوز دفع الصدقات)

﴿۳﴾ (هداية ۱ :۱۸۸ باب من يجوز دفع الصدقات اليه ومن لا يجوز كتاب الزكوٰة)

والطريق صدقة ماضية ، قلت هذا وهم عليهما وليس مرادهما عمارة الجسور والطريق بلا معناه اعطاء الزكوٰة لمن يبنى الجسور والطريق الخ، وما فى القرطبى ۸:۱۸۶ وقال محمد بن عبد الحكيم ويعطى من الصدقة فى الكراع والسلاح وما يحتاج اليه من الآلات لحرب وكف العدو عن الحوزة فليس المراد به وقف هذه الاشياء لعدم مساعدة اللفظ لغة وعرفا بل المراد اعطاء الصدقة للغازى يشترى بها الآلات او المراد شراء هذه الآلات بالصدقة ثم صرفها الى الغزاة كما لا يخفى على من راجع الى اللفظ وتعامل هذا القرن. وكذا يحمل ما رواه البيضاوى وغيره على ماذكرنا، وكذا فى البدائع ۲:۴۵ واما قوله تعالىٰ وفى سبيل الله عبارة عن جميع القرب فيدخل فيه كل من سعىٰ فى طاعة الله وسبيل الخيرات اذا كان محتاجاً ظاهر فى التمليك ﴿۱﴾ وقد صرح به قبل ۲:۳۹ واما ركن الزكوٰة فركن الزكوٰة هو اخراج جزء من النصاب الى الله تعالىٰ وتسليم ذلك اليه يقطع المالك يده عنه بتمليكه من الفقير وتسليمه اليه او الى يد من هو نائب عنه وهو المصدق الى ان قال بعد اسطر وعلى هذا يخرج صرف الزكوٰة الى وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقايات واصلاح القناطير وتكفين الموتى ودفنهم انه لا يجوز لانه لم يوجد التمليك اصلا﴿۲﴾ انتهى باختصار يسير. وهو الموفق

زکوٰۃ کی رقم سے فری ہسپتال چلانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کی رقم سے فری ہسپتال چلانا

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۵۴ فصل المؤلفة قلوبهم)

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۴۲ فصل واما ركن الزكاة)

یا اس میں زکوٰۃ جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینو توجروا

المستفتی: نامعلوم......۸؍۱۹۷۸ء/۸/۲۳

الجواب: ان ہسپتالوں میں عشر وزکوٰۃ دینا اضاعت عشر وزکوٰۃ ہے کیونکہ اس میں شرائط زکوٰۃ پوری نہیں ہوتیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زکوٰۃ فنڈ اور تعلیمی فنڈ تعمیر مسجد میں لگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک درسگاہ جامع مسجد میں قائم کی گئی تعلیمی فنڈ میں چندہ اور زکوٰۃ فنڈ میں مال زکوٰۃ جمع کیا گیا کم از کم دس ہزار روپے اکٹھا کر کے کام شروع ہوا مگر طلباء پر صرف پچیس روپے خرچ کر کے مدرسہ کے نظام کو درہم برہم کر دیا گیا اور زکوٰۃ فنڈ سے مسجد کی

﴿۱﴾ چونکہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے مخصوص مصارف بصراحت موجود ہیں اور زکوٰۃ صرف ان مخصوص مصارف پر خرچ کی جاسکتی ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ موجودہ خیراتی اداروں اور ہسپتالوں میں ان مصارف کی کوئی رعایت نہیں کی جاتی بلکہ دوسرے عطیات کی طرح زکوٰۃ بھی خرچ کی جاتی ہے کیونکہ یہ لوگ نہ احکام زکوٰۃ سے واقف ہوتے ہیں اور نہ مصارف جانتے ہیں، قال الدکتور وهبة الزحیلی: ولا یبعث الامام الاساعیا حراً عدلاً ثقة لان هذا ولایة وامانة والعبد والفاسق لیسا من اهل الامانة والولایة ولا یبعث الا فقیهاً لانه یحتاج الی معرفة ما یؤخذ وما لایؤخذ ویحتاج الی الاجتهاد فیما یعرض له من مسائل الزکاة واحکامها. (الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۱۹۷۲) حالانکہ زکوٰۃ میں یہ ضروری ہے کہ مصرف کو تملیکاً دی جائے، ہسپتال بلڈنگ یا عملہ کی تنخواہوں بجلی بل وغیرہ میں یہ خرچ نہیں ہوسکتی، وفی الهندیة ولا یجوز ان یبنی بالزکاة المسجد وکذا القناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۹۷) ہاں اگر عملہ ہسپتال احکام زکوٰۃ کی پوری رعایت کرتی ہو اور زکوٰۃ فنڈ سے باقاعدہ دوائی وغیرہ خرید کر فقراء کو تملیکاً دیتے ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں وهذا نادر جداً۔ (از مرتب)

توسیع شروع کی اور تعلیمی فنڈ سے بھی، کیا یہ دونوں فنڈ تعمیر مسجد میں لگانا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خطیب جامع مسجد مین بازار جنڈ پنڈی گھیپ

الجواب: واضح رہے کہ مال زکوٰۃ سے تعمیر مسجد درست نہیں ہے، کما فی البدائع ۲: ۳۹ وعلیٰ هذا یخرج صرف الزکوٰة الی وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقایات واصلاح القناطر وتکفین الموتی ودفنهم انه لا یجوز لانه لم یوجد التملیک ﴿۱﴾ اور تعلیمی فنڈ میں چندہ دہندہ گان کی اجازت سے تعمیر مسجد درست ہے، لبقاء ملکهم الآن کما کان فلا بد من اذنهم صریحاً او دلالةً ﴿۲﴾ فافهم. وهو الموفق

ہائی سکول بنانے کے قومی چندے میں عشر وزکوٰۃ دینا درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے مڈل سکول کو ہائی کا درجہ دیا گیا ہے سکول کی تعمیر کیلئے لوگ اپنی مدد آپ کے تحت چندہ اکٹھا کرتے ہیں کیا اس قومی چندے میں زکوٰۃ، عشر، صدقہ اور خیرات کی رقم دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحنان دکاندار

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۴۲ فصل واما رکن الزکاة کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: الوقف فی الشرع عند ابی حنیفة حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعة علی الفقراء ...... فلایکون لازما وله ان یرجع ویبیع ولا یلزم الا بطریقین احدهما قضاء القاضی بلزومه والثانی ان یخرج مخرج الوصیة...... وقال محمد لا یزول حتی یجعل للوقف ولیاویسلم الیه وعلیه الفتویٰ کذا فی السراجیة وبقول محمد یفتی کذا فی الخلاصة، وفی الصفحة ۳۶۲ واما وقف مالاینتفع به الابا لا تلاف کالذهب والفضة والمأکول والمشروب فغیر جائز فی قول عامة الفقهاء والمراد بالذهب والفضة الدراهم والدنانیر ومالیس بحلی کذا فی فتح القدیر الخ. (فتاویٰ عالمگیریه ۲: ۳۵۰، ۳۶۲ کتاب الوقف)

الجواب: محترم المقام دام عزکم السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ عشر وزکوٰۃ اور نذر وفطرانہ کو اس مد میں صرف نہ کریں ﴿۱﴾ اور خیرات وغیرہ کو اس میں صرف کر سکتے ہے اس میں تملیک شرط نہیں ہے بخلاف الاول. وھو الموفق

زکوٰۃ کی رقم سے ٹرسٹ قائم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زکوٰۃ کی رقم سے ٹرسٹ قائم کیا جا سکتا ہے اور اس ٹرسٹ کی حیثیت ونوعیت کیا ہونی چاہئے اور کیا ٹرسٹ کے اخراجات میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ارشد صدیقی راولپنڈی......۱۹۸۶ء/۷/۱

الجواب: بغیر علم وتقویٰ کے یہ ٹرسٹ اور ادارے قائم کرنا اضاعت زکوٰۃ کے مترادف ہے علم دین اور تقویٰ کے بغیر نہ حقیقۃً تملیک مقدور ہوتی ہے اور نہ حیلۃً ﴿۲﴾ ۔وھو الموفق

زکوٰۃ فنڈ اور بینک کے سودی یا غیر سودی کھاتے میں رکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کمیٹی کے پاس زکوٰۃ کی رقم جمع ہے جو سال بھر مصارف میں ایک طریقہ کار کے تحت صرف کی جاتی ہے اب ظاہر ہے کہ یہ رقم بینک میں جمع رہے گی اور اس کی چار شکلیں ہیں۔(۱) سیونگ اکاؤنٹ جس پر سود دیا جاتا ہے۔(۲) سیونگ

﴿۱﴾ وفی الھندیة: ولا یجوز ان یبنی بالزکاة المسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۱۸۸ باب المصارف)

﴿۲﴾ کیونکہ جاہل مصرف زکوٰۃ جانتا ہے نہ شرائط زکوٰۃ، اور غیر متقی مصرف کا اعتبار کرتا ہے نہ شرائط کا، لہٰذا ایسے ٹرسٹوں میں صدقات واجبہ دینے سے احتراز کرنا چاہئے جس کو جہال یا غیر متقی لوگ چلا رہے ہوں۔......(سیف اللہ حقانی)

اکاؤنٹ جس میں بینک کولکھ کر دیا جائے کے اس پر سود جمع نہ کیا جائے۔(۳) کرنٹ اکاؤنٹ جس پر سود نہیں دیا جاتا۔(۴) پی ایل ایس یعنی نفع نقصان یعنی دونوں احتمالوں کے ساتھ کاروبار میں جمع کیا جائے۔

اب شکل دوم اورسوم بظاہر بےضرر ہیں مگر بینک یقیناً اسے سودی کاروبار میں استعمال کرتے ہیں اور شکل چہارم میں نقصان کا احتمال ہے اگر چہ احتمال برائے نام ہے اگراس برائے نام احتمال کوختم کرنے کیلئے کوئی تیسرا شخص یا خودحکومت یہ ذمہ داری لے لیں کہ نقصان کی صورت میں تلافی کرلی جائے گی تو کیا یہ صورت جائز ہوسکتی ہے؟ خواہش ہے کہ اگراسی چوتھی صورت کے جواز کی صورت نکل آئے تو مزید مستحقین کی مدد ہوسکے گی؟بینوا توجروا

المستفتی :مولانا عبدالقدوس کاکاخیل پلوسی روڈ پشاور......۷/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: صورت چہارم میں اگر یہ معاملہ شرکت ہوتو نفع کے شرح کےعدم تعین کی صورت میں اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے نیز حکومت وغیرہ کی جانب سے تلافی کا ذمہ لینا بھی موجب حرج نہیں ہے جبکہ بطوراشتراط کے نہ ہو، کما فی شرح المجلہ ۷۱۳ مادہ:۱۳۳۷ لیشترط ان تکون حصص الربح التی تنقسم بین الشرکاء جزءً شائعا کالنصف والثلث والربع فاذا اتفق الشرکاء علی اعطاء احدهم قدراً معینا کانت الشرکة باطلة انتهی، وقال بعد سطر وعلة الفساد ماذکر من قطع الشرکة﴿۱﴾ فافهم، وفیه ۷۲۷ مادہ: ۱۳۶۹ الضرر والخسارة الواقع بلا تعد ولاتقصیر ینقسم فی کل حال علی قدر رأس المال واذا شرط علی وجه آخر فلا یعتبر الشرط انتهی﴿۲﴾، قلت فالمفسد هو الاشتراط دون التبرع. وهو الموفق

﴿۱﴾(شرح المجلة لسلیم رستم باز ۷۱۳ قبیل الفصل الثالث فی شرائط المختصة بشرکة الاموال)

﴿۲﴾ (شرح المجلة لرستم باز ۷۲۷ الفصل السادس فی شرکة العنان البحث الاول)

زکوٰۃ کی رقم سے دینی کتب کی اجرت کتابت اور کاغذ خریداری کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مصارف صدقات عند الشرع واضح ہیں ان میں دینی مدارس اور ادارے بھی شامل ہیں جو اعلاء کلمۃ الحق کیلئے مفت لٹریچر تقسیم کرتے ہیں کیا زکوٰۃ، صدقات، چرم ہائے قربانی، نذر، عقیقہ وغیرہ کی رقم سے کاتبوں کی اجرت، کاغذ کی قیمت اور چھپائی کے اخراجات وغیرہ ادا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد اسلم ایمپائر انڈسٹری کراچی ۳......۲۸/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ صدقات واجبہ زکوٰۃ، نذر، صدقۃ الفطر میں تملیک شرط ہے﴿۱﴾ (تملیک بلا معاوضہ) اور صورت مسئولہ میں یا تملیک موجود نہیں ہے، کما عند الایتاء لاھل الادارۃ، اور یا تملیک بلا معاوضہ موجود نہیں ہے، کما عند الایتاء الی الکاتب وبائع الکاغذ وغیرھما، لہٰذا ایسے اداروں کو زکوٰۃ دینا فراغت ذمہ کیلئے کافی نہیں ہے۔ وھو الموفق

زکوٰۃ کی ادویات وصول کرنے والے مریضوں سے دو روپیہ پرچی کی بجائے پانچ روپیہ وصول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سول ہسپتال میں ڈاکٹر ہونے کے ناطے زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال کے مریضوں کا علاج کرنا چاہتا ہوں اس کیلئے یہ طریقہ اپناتا ہوں کہ گورنمنٹ ہسپتال میں ہر مریض سے دو روپیہ معائنہ فیس وصول کی جاتی ہے لیکن ایسا مریض جو زکوٰۃ کی ادویات حاصل کرنا چاہتا ہے ان کی پرچی فیس پانچ روپیہ رکھنا چاہتا ہوں اس میں بعض لوگ جو انتہائی

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۶۸ باب المصرف)

غریب ہوتے ہیں مستثنیٰ بھی ہوسکتے ہیں، یہ پانچ روپیہ فیس یا توزکوٰۃ کی ادویات دینے والے آدمی کے تنخواہ میں استعمال ہوں گے یا ہسپتال کے دوسرے اخراجات مثلاً وارڈوں میں صابون، تولیہ، کاغذات وغیرہ میں استعمال ہوں گے اوراس زیادہ فیس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بطور فیشن چیک کرانے والے مریض نہ آجائیں اورغیر مستحق مریض زکوٰۃ کی ادویات لینے سے دور رہیں گے کیا یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: ڈاکٹرمحمد نعیم چلڈرن سپیشلسٹ سول ہسپتال ہری پور......۱۹۹۰ء/۱۱/۲۰

الجواب: آپ زکوٰۃ کی رقم سے ادویات خرید کرمساکین کو دیا کریں ﴿۱﴾ تاکہ وہ ان کو باقاعدہ استعمال کرتے رہیں ﴿۲﴾ یا آپ زکوٰۃ کی رقم سے ادویات لے کران پراستعمال کریں اور پرچی والی فیس کی کمی بیشی یا ملازم وغیرہ کو دینا نہ دینا آپ کے صوابدید پر موقوف ہے یہ زکوٰۃ کو نقصان دہ نہیں ہے۔ **وھو الموفق**

میت کے ورثاء اور مصیبت زدہ اشخاص کیلئے زکوٰۃ وغیرہ فنڈ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک محلّہ والے یا نو دس خاندان ملکر ایک دوسرے کی مصیبت پر یا میت پر مشترکہ رقم سے مال خرچ کرتے ہیں وہ رقم زکوٰۃ، صدقات، خیرات، نذرومنت اور عام امدادی فنڈ ہوتی ہے ان مدات میں سے کس کس مد کی رقم مذکورہ صدر لائحہ عمل کے تحت استعمال کی جاسکتی ہے اورنگران وخزانچی کیلئے کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: نامعلوم......۱۹۶۹ء/۵/۶

﴿۱﴾ **قال العلامة الحصكفي:** وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زكاة الغنم)

﴿۲﴾ **قال العلامة الحصكفي:** ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

الجواب: میت کے ورثاء یا مصیبت زدہ اشخاص اگر مساکین اور فقراء ہوں تو ان تمام مدات سے ان کی امداد جائز ہے خواہ نقد ہو یا جنس ہو جبکہ بطور تملیک ہو ﴿۱﴾ اور اگر یہ لوگ مساکین نہ ہوں تو ان کی زکوٰۃ، نذر اور دیگر واجبات کی مدات سے امداد نہ کی جائے گی ﴿۲﴾ دیگر مدات مثلاً امدادی فنڈ وغیرہ سے دینا جائز ہے اور ایسی کمیٹیوں میں ایک عالم دین کے مشورہ کے بعد کوئی عمل اور اقدام کرنا انتہائی ضروری ہے۔ وهو الموفق

مال زکوٰۃ کا دوسری جگہ انتقال اور مال زکوٰۃ سے دوائی خرید کر دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مال زکوٰۃ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال جائز ہے یا نہیں؟ اور مال زکوٰۃ سے دوائیاں خرید کر دے، دینا جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲۱/۱/۱۹۷۶ء

الجواب: (۱) بہتر یہ ہے کہ جہاں مال ہو تو اس کی زکوٰۃ وہاں صرف کی جائے، کما فی الهندية ۱: ۲۰۲ ﴿۳﴾ . (۲) چونکہ زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے، کما صرحوا به ﴿۴﴾ لہٰذا زکوٰۃ میں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: مصرف الزكاة والعشر واما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم هو فقير وهو من له ادنى شيئ اى دون نصاب او قدر نصاب غير نام مستغرق فى الحاجة...... ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لااباحة.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۴: ۶۸ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلية.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۰۷ باب المصرف)

﴿۳﴾ وفى الهندية: ثم المعتبر فى الزكاة مكان المال حتى لو كان هو فى بلد وماله فى بلد آخر يفرق فى موضع المال. (فتاوى عالمگيريه ۱: ۱۹۰ الباب السابع فى المصارف)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصكفي: وجاز دفع القيمة فى ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

دوائی بطور تملیک دینا جائز ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی تعمیر پر جبکہ قوم غریب ہے زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نصر اللہ جان شریف آباد گڑھی کپورہ مردان......۱۹۷۹ء/۱۱/۱۶

الجواب: مسجد کی تعمیر پر زکوٰۃ صرف کرنے سے مزکی کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا، لعدم التملیک والتملک﴿۲﴾ اور خلاف سنت حیلہ کرنے سے موافق سنت خاکی مسجد بنانا دارین میں افضل ہے۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)زکاۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاۃ الغنم)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لااباحۃ کما مر لا یصرف الی بناء نحو مسجد ولاالی کفن میت وقضاء دینہ.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

مسائل شتّٰی

اس عنوان کے تحت وہ مسائل جمع کئے گئے ہیں جو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے لکھے اور سہ ماہی الفرید میں شائع ہوتے رہے، سہ ماہی الفرید جلد:۶ شمارہ:۱ سے جلد:۶ شمارہ:۴ تک کے مسائل کو جمع کر کے مسائل شتیٰ کے عنوان سے شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔ ...... (از مرتب)

مسافر کا مقیم امام کے پیچھے فساد نماز کی وجہ سے اعادہ رکعات کا مسئلہ:

سوال: اگر مقیم امام کے پیچھے مسافر مقتدی اقتدا کرے اور دوران امامت نماز کو فاسد کرے تو یہ مسافر کتنی رکعات کا اعادہ کرے گا؟

الجواب: یہ مسافر فساد اقتدا کی وجہ سے دو رکعت کا اعادہ کرے گا، کما فی الشرح الکبیر ص: ۵۴۲ اما لو افسد صلاته بعد ما اقتدیٰ بالمقیم فی الوقت فانه یصلی رکعتین لزوال الاقتداء۞ ۱ ۞۔

صدقۃ الفطر کو دو مسکینوں پر تقسیم کرنا جائز ہے:

سوال: کیا صدقۃ الفطر کو دو مسکینوں پر تقسیم کر کے دینا جائز ہے؟

الجواب: جائز ہے، کما فی شرح التنویر علی ردالمحتار ص: ۳۶۷ جاز دفع

۞ ۱ ۞ (غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری ۵۰۰ فصل فی صلاۃ المسافر)

کل شخص فطرته الی مسکین او مسکینین ﴿۱﴾ وکذا فی البحر ص: ۲۵۶ ﴿۲﴾.

موجودہ کرنسی کے اعتبار سے مہر فاطمی کی مقدار:

سوال: مہر فاطمی کی مقدار کتنی ہے؟

الجواب: مہر بی بی فاطمہ ساڑھے بارہ اوقیہ ہے، (ابو داؤد) ﴿۳﴾ جو ایک سو اکتیس (۱۳۱) تولہ اور تین ماشہ چاندی ہے ﴿۴﴾ اور ایک سو بیس روپے فی تولہ کے حساب سے پندرہ ہزار سات سو پچاس روپے تقریباً بنتے ہیں۔

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۸۵ باب صدقة الفطر).

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: قال فی الفتاویٰ الظهيرية ولا يكره التأخير ولم يتعرض فی الكتاب لجواز تفريق صدقة شخص علی مساكين وظاهر مافی التبيين وفتح القدير ان المذهب المنع وان القائل بالجواز انما هو الكرخی وصرح الولوالجی وقاضی خان وصاحب المحيط والبدائع بالجواز من غير ذكر خلاف فكان هو المذهب كجواز تفريق الزكاة واما الحديث المأمور فيه بالاغنياء فيفيد الاولوية وقد نقل فی التبيين الجواز من غير ذكر خلاف. (البحر الرائق ۲: ۲۵۶ قبيل كتاب الصوم)

﴿۳﴾ عن ابی سلمة قال سألت عائشة عن صداق رسول الله ﷺ فقالت ثنتا عشرة اوقية ونش فقلت وما نش قالت نصف اوقية. (سنن ابی داؤد ۱: ۲۹۴ باب الصداق) وعن ابی سلمة بن عبد الرحمن رضی الله عنه انه قال سألت عائشة رضی الله عنها: كم كان صداق رسول الله ﷺ؟ قالت كان صداقه لا زواجه اثنتی عشرة اوقية ونشأ، قالت: اتدری ما النش؟ قال: قلت: لا، قالت: نصف اوقية، فتلك خمس مأة درهم، فهذا صداق رسول الله ﷺ لازواجه. (الصحيح لمسلم ۱: ۴۵۸ باب الصداق كتاب النكاح)

﴿۴﴾ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جو مہر مقرر کیا تھا اسے مہر فاطمی کہتے ہیں عہد رسالت کے اوزان کے مطابق یہ ساڑھے بارہ اوقیہ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شریکین میں سے ایک کو میراث یاہدیہ وہبہ سے ملی ہوئی رقم میں دوسرا شریک نہیں ہوگا

سوال: زید اور عمرو دونوں شریک تھے، اچانک زید کو میراث میں کچھ مال مل گیا یا سلطانی جائزہ یا ہبہ یاہدیہ سے کچھ اموال مل گئے، اب یہ اموال صرف زید کے ہوں گے یا اس میں عمرو بھی شریک ہوگا؟

الجواب: یہ اموال صرف زید کے ہوں گے اس میں دونوں شریک نہیں ہوں گے، کما فی المبسوط ص: ۱۸۹ جلد ۱۱ ﴿۱﴾ ولا یشارک احدهما صاحبه فیما یرث من میراث ولا جائزة یجیزها السلطان له او هبة او هدیة﴿۲﴾.

(بقیہ حاشیہ) چاندی پر ہوا تھا، اور ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے، اسی طرح ساڑھے بارہ اوقیہ کے پانچ سودرہم ہوئے، ایک اوقیہ ۵، ۱۰ تولہ کا ہوتا ہے تو ساڑھے بارہ اوقیہ ۲۵، ۱۳۱ تولہ کے برابر ہوئے یعنی ایک سو اکتیس تولہ اور تین ماشہ، اب پنجابی تولہ ۶۶۴، ۱۱ گرام کا ہوتا ہے تو اسی حساب سے مہر فاطمی تقریباً ۱۵۳۱ گرام چاندی بنتا ہے اور ہمارے سرحدی تولہ جو ۱۵، ۱۲ گرام کا ہوتا ہے کے حساب سے تقریباً ۱۵۹۵ گرام چاندی بنتا ہے اور یہ احوط ہے، اس کے علاوہ مہر فاطمی میں دیگر اقوال بھی ہیں مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کی تحقیق کے مطابق مہر فاطمی ۴۰۰ مثقال جو ڈیڑھ سو تولہ چاندی کے برابر ہے (ماہنامہ نظام جولائی ۱۹۶۵ء) یہ قول مولانا سید احمد رضا بجنوری کا بھی ہے (انوار الباری شرح بخاری ۴: ۶۱) اور بعض محققین کے نزدیک مہر فاطمی (۱۴۰) تولہ چاندی کے برابر ہے (نظام الفتاویٰ ۲: ۲۰۸) اور ۱۳۱ تولہ تین ماشہ کا قول حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا ہے اور یہی ہمارے نزدیک ماخوذ بہ ہے پس اتنی چاندی جس زمانہ میں جتنے کاغذی روپوں میں ملے گی اتنے روپے مہر فاطمی میں دینے ہوں گے۔......(از مرتب)

﴿۱﴾ (المبسوط للسرخسی ۱۱ : ۱۸۹ باب خصومة المفاوضین فیما بینهما)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولا یشارکه فیما یرث من میراث ولا جائزة یجیزها السلطان ولا الهبة ولا الصدقة کذا فی فتاویٰ قاضی خان ولا الهدیة هکذا فی المبسوط.

(فتاویٰ عالمگیریة ۲ : ۳۰۹ الفصل الثانی فی احکام المفاوضة)

قرض مؤجل پر مصالحت کر کے معجّل کی صورت میں کم رقم لینے کا مسئلہ:

سوال: زید کا عمر پر ہزار روپے قرض مؤجل تھا، زید نے اس پر مصالحت کی کہ عمرو مجھے پانچ سو روپے فی الحال دے دیں تو عمرو بری ہوگا، کیا یہ مصالحت جائز ہے؟

الجواب: یہ مصالحت امام ابو یوسف کے قول کی بنا پر جائز ہے، کما فی تکملة ردالمحتار ص ۱۷۹ جلد۲ ذکر فی شرح الکافی للاسبیجابی جواز هذا الصلح مطلقا علی قیاس قول ابی یوسف لانه احسان من المدیون فی القضاء بالتعجیل واحسان من صاحب الدین فی الاقتضاء بحط بعض حقه﴿۱﴾.

تعلیقِ طلاق کی ایک صورت اور اس سے نجات کا طریقہ

سوال: اگر بیٹا اپنے باپ کو کہدے کہ اگر میں آپ کے گھر آیا تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے طلاق ہوگی، فما المخلص منه؟

الجواب: اگر والد اس مکان کو فروخت کرے تو بیٹا اس گھر میں داخل ہو سکتا ہے، کما فی الهندیة ص ۱۷ جلد۲ لو حلف لا یدخل دار فلان هذه فباع فلان الدار فدخل الحالف لا یحنث عند ابی حنیفة وابی یوسف﴿۲﴾.

﴿۱﴾ (تکملة ردالمحتار ۲: ۱۹۹ فصل فی دعوی الدین)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۲: ۱۷ الباب الثالث فی الیمین علی الدخول)

قال ابن عابدین: وفی الخانیة حلف لا یدخل دار زید ثم حلف لا یدخل دار عمر وفباعها زید من عمرو وسلمها الیه فدخلها الحالف حنث فی الیمین الثانیة عنده لان عنده المستحدث بعد الیمین یدخل فیها لو مات مالک الدار فدخل لا یحنث لانتقالها للورثة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۹۱ مطلب لا یدخل دار فلان کتاب الایمان)

''طلاق، طلاق طلاق، ماں بہن'' کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص بیوی کو کہدے ''طلاق طلاق طلاق ماں بہن'' اس سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: ''طلاق، طلاق، طلاق'' میں حکم ''ہے'' یا ''نہیں'' ذکر نہیں ہے اسلئے اس سے طلاق کا واقع ہونا بے قاعدہ امر ہے اور اگر عرف میں حکم ''ہے'' مراد ہو تو یہ معلوم نہیں کہ تکرار سے تاکید مراد ہے یا استیناف اور تکثیر۔ تو تکرار کی تقدیر پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور تکثیر کی تقدیر پر تین طلاق واقع ہوں گے اور بیوی کو ماں یا بہن کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، کما فی ردالمحتار ۳: ۴۷۰ او حذف الکاف لغابان قال انت امی ﴿۱﴾۔

بیوی کا شوہر کو یا اپنے آپ کو طلاق دینے کا مسئلہ:

سوال: بیوی اپنے شوہر کو طلاق دے سکتی یا نہیں اور اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: طلاق کا مختار صرف شوہر ہے، لحدیث ابن ماجۃ والدارقطنی، الطلاق لمن اخذ بالساق ﴿۲﴾ البتہ اگر شوہر بیوی کو طلاق دینے کا اختیار دے دیں تو اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے ﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: قوله: او حذف الکاف لغا: بان قل انت امی ومن بعض الظن جعله من باب زید اسد درمنتقی عن القهستانی قلت ویدل علیه ماذکره عن الفتح من انه لا بد من التصریح بالاداة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۶ باب الظهار)

﴿۲﴾ عن ابن عباس قال اتی النبی ﷺ رجل فقال یا رسول الله سیدی زوجنی امته وهو یرید ان یفرق بینی وبینها قال فصعد رسول الله ﷺ المنبر فقال یا ایها الناس ما بال احدکم یزوج عبده امته ثم یرید ان یفرق بینهما انما الطلاق لمن اخذ بالساق.

(سنن ابن ماجة ۱: ۱۵۲ باب طلاق العبد)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: قال لها اختاری او امرک بیدک...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں، بہن یا عمہ کہنا:

سوال: اگر شوہر بیوی کو طلاق کے ارادہ سے ماں، بہن یا عمہ بولے تو یہ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ الفاظ بیوی کو کہنا مکروہ ہے لیکن طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، وفی ردالمحتار ۳: ۴۷۰ وینبغی ان یکون مکروھا﴿۱﴾.

بیوی کے ساتھ لواطت موجب حرمت مصاہرت نہیں ہے:

سوال: بیوی کے ساتھ لواطت موجب حرمت مصاہرت ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ موجب حرمت مصاہرت نہیں ہے، وکذا لو وطی فی دبرھا لا تثبت به الحرمة کذا فی التبیین، ھندیه ۱: ۲۷۵﴿۲﴾.

(بقیه حاشیه) ینوی تفویض الطلاق او طلقی نفسک فلھا ان تطلق، قال ابن عابدین: قوله او طلقی نفسک، ھذا تفویض بالصریح ولا یحتاج الی نیة والواقع به رجعی وتصح فیه نیة الثلاث. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۵۱۵ باب تفویض الطلاق)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قوله یکره) جزم بالکراھة تبعا للبحر والنھر والذی فی الفتح وفی انت امی لا یکون مظاھراً وینبغی ان یکون مکروھا فقد صرحوا بان قوله لزوجته یا اخیة مکروه وفیه حدیث رواه ابوداؤدان رسول اللهﷺ سمع رجلا یقول لامرأته یا اخیة فکره ذلک ونھی عنه ومعنی النھی قربه من لفظ التشبیه ولو لاھذا الحدیث لامکن ان یقال ھو ظھار لان التشبیه فی انت امی اقویٰ منه مع ذکر الاداة ولفظ یا اخیة استعارة بلا شک وھی مبنیة علی التشبیه لکن الحدیث افاد کونه لیس ظھاراً حیث لم یبین فیه حکما سوی الکراھة والنھی فعلم انه لا بد فی کونه ظھارا من التصریح باداة التشبیه شرعا ومثله ان یقول لھا یا بنتی او یا اختی ونحوه. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۶۲۶ باب الظھار)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۷۵ الباب الثالث القسم الثانی المحرمات بالصھریة)

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی:

سوال: اپنی بیوی کی بہن کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: اپنی بیوی حرام نہیں ہوتی، کما فی محرمات الدر المختار ۲۳ وطئ اخت امرئته لا تحرم علیه امرئته﴿۱﴾.

بغیر ہاتھ پاؤں والے اور منہ پرزخمی آدمی کی نماز کا حکم:

مسئلہ: جس شخص کے ہاتھ پاؤں بریدہ ہوں اور منہ پر زخم موجود ہوں تو ایسا شخص بغیر وضو اور بلاتیمم نماز پڑھے گا اور اعادہ نماز نہیں کرے گا(هندیه ۱: ۳۱ هذا اصح ظهیریة)﴿۲﴾.

فاقد الطهورین قیدی کی نماز کا حکم:

مسئلہ: جو قیدی پانی اور پاک مٹی نہ پائے تو طرفین کے نزدیک نماز نہیں پڑھے گا(ہندیہ ۱:۳۱)﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۵ فصل فی المحرمات) (وهكذا فی خلاصة الفتاویٰ ۲: ۱۷ الفصل الثانی فیمن یکون محلا للنكاح)

﴿۲﴾وفی الهندیة: قال الشیخ الامام محمد بن الفضل رحمه الله رأیت فی الجامع الصغیر للكرخی ان مقطوع الیدین والرجلین اذا كان بوجهه جراحة یصلی بغیر طهارة ولا تیمم ولا یعید وهذا هو الاصح كذا فی الظهیریة. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۳۱ الفصل الثالث فی المتفرقات)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ولو ان المحبوس لم یجد ماء ولا ترابا نظیفا لا یصلی فی قول ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ كذا فی فتاویٰ قاضی خان، وهذا اذا لم یمكنه ان ینقر الارض او الحائط بشیئ فان امكنه یستخرج التراب ویتیمم كذا فی الخلاصة.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۳۱ الفصل الثالث فی المتفرقات)

وضوکی وجہ سے مرض سلس البول جاری ہونے والے آدمی تیمّم کرے گا:

مسئلہ : ایک شخص جب وضوکرتا ہے تو سلس البول کی بیماری شروع ہوجاتی ہے لیکن تیمّم کی صورت میں صحیح ہوتا ہے تو ایسا شخص تیمّم سے نماز پڑھے گا(سراج وھاج)﴿۱﴾۔

نکاح فاسد کی صورت میں مطلقہ مغلظہ کے ساتھ دوبارہ نکاح بلاتحلیل جائز ہے:

مسئلہ :جب نکاح فاسد کرے اوراس منکوحہ کوطلاق ثلاثہ دے دیں تو اس کے ساتھ دوبارہ نکاح بلاتحلیل جائز ہے(ہندیة ۱ : ۴۷۴)﴿۲﴾۔

قراءت میں فحش غلطی کرنے والا دوبارہ صحیح پڑھے تو نماز درست ہے:

مسئلہ :جوشخص قراءت نماز میں غلط فاحش کرے اور دوبارہ صحیح پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہوجاتی ہے۔(ہندیة ۱ : ۸۲)﴿۳﴾۔

حرام کمائی کرنے والے شخص کی دعوت طعام میں شرکت:

سوال:ایک تبلیغی آدمی بینک منیجر کے پاس مہمان ہوااور منیجر نے اس مہمان کیلئے بازار سے

﴿۱﴾قال العلامة النظام: وفی الایضاح اذا کان لو توضأ سلس بوله وان تیمم لا یسلس جاز له التیمم کذا فی السراج الوهاج. (فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۳۱ الفصل الثالث فی المتفرقات)

﴿۲﴾وفی الهندیة: ولو تزوج امرأة نکاحاً فاسداً وطلقها ثلاثا جاز له ان یتزوجها ولو لم تنکح زوجاً غیره کذا فی السراج الوهاج.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۴۷۴ فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به)

﴿۳﴾وفی الهندیة: ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلاة بخطاء فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلاته جائزة وکذلک الاعراب الخ.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۸۲ قبیل الباب الخامس فی الامامة)

طعام وخوراک خریدااور تبلیغی کوکھلایا، کیا تبلیغی کیلئے یہ کھانا جائز ہے؟

الجواب: فقہاءکرام نے امام کرخی کے قول پر جواز کا فتویٰ دیا ہے: کما فی ردالمحتار (۵:۲۳۵) قولہ اکتسب حراماً، توضیح المسئلة ما فی التتارخانیة حیث قال رجل اکتسب مالاً من حرام ثم اشتریٰ فھذا علی خمسة اوجه اما ان دفع تلک الدراھم الی البائع اولاًثم اشتری منه بها او اشتری قبل الدفع بها ودفعها،او اشتریٰ قبل الدفع بها ودفع غیرھا او اشتری مطلقاً ودفع تلک الدراھم او اشتری بدراھم آخر ودفع تلک الدراھم وقال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لا یطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب وقال ابوبکر لا یطیب فی الکل لکن الفتویٰ الآن علی قول الکرخی دفعاً للحرج علی الناس وھھنا تحقق الشق الرابع﴿۱﴾.

فصل سے عشر علیحدہ کئے بغیر کھانے کا حکم:

مسئلہ: جس غلہ اور فصل سے عشر نہیں دیا گیا ہو اس سے خوراک نہیں کھائی جائے گی اور جب عشر غلہ سے جدا کرے تو باقی غلہ سے خوراک کھائی جاسکتی ہے (عالمگیری وغیرہ)﴿۲﴾۔

﴿۱﴾(ردالمحتار ھامش الدر المختار ۴: ۲۴۴ مطلب اذا اکتسب حراما ثم اشتریٰ فھو علی خمسة اوجه باب المتفرقات)

﴿۲﴾وفی الھندیة: ولا یأکل شیأ من طعام العشر حتی یؤدی عشرہ کذافی الظھیریة وان افرز العشر یحل له اکل الباقی وقال ابوحنیفة رحمه الله تعالیٰ ما اکل من الثمرة اواطعم غیرہ ضمن عشرہ کذا فی محیط السرخسی فی باب ما یحتسب لصاحب الارض.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۸۷ قبیل الباب السابع فی المصارف)

پیداوار سے عشر دیتے وقت کرایہ مزدوری چوکیداری وغیرہ کی رقم کا حکم:

مسئله: عشر تمام پیداوار سے دیا جائے گا مزدوری، چوکیداری، کرایہ اور تخم وغیرہ عشر سے منہا نہیں کیا جائے گا بلکہ اول سب سے عشر نکالے گا﴿۱﴾۔

اجارہ کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئله: اجارہ کی صورت میں عشر مستأجر (کسان) پر ہے مؤجر (مالک زمین) پر نہیں ہے اور یہ مفتیٰ به قول ہے (ردالمحتار) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾وفی الهندية: ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وكرى الانهار واجرة الحافظ وغير ذلك فيجب اخراج الواجب من جميع ما اخرجته الارض عشراً. (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۸۷ زكاة الزروع والثمار)...... وقال العلامة ابن عابدين: بلا رفع مؤن اى كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر فى كل خارج.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲:۵۶ باب العشر)

وقال المرغيناني: وكل شيئ اخرجته الارض مما فيه العشر لا يحتسب فيه اجر العمال ونفقة البقر، قال ابن الهمام: وكرى الانهار واجرة الحارس وغير ذلك يعنى لا يقال بعدم وجوب العشر فى قدر الخارج الذى بمقابلة المؤنة بل يجب العشر فى الكل.

(هداية مع فتح القدير ۲:۱۹۴ باب زكاة الزروع والثمار)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: والعشر على الموجر...... وقالا على المستأجر...... وفى الحاوى وبقولهما نأخذ. وقال ابن عابدين: قلت لكن فى زماننا عامة الاوقاف من القرىٰ والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومؤنها يستأجرها بدون اجر المثل بحيث لا تفى الأجرة ولا اصعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ينبغى العدول عن الافتاء بقولهما فى ذلك لانهم فى زماننا يقدرون اجرة المثل بناء على ان الاجرة سالمة لجهة...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

مزارعت کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ :مزارعت کی صورت میں مالک اور مزارع ہر ایک اپنے اپنے حصہ سے عشر ادا کرے گا جبکہ تخم مزارع کی طرف سے ہو(الدر المختار)﴿۱﴾۔

عاریت کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: مسلمان کو اعارہ کی صورت میں عشر مستعیر پر ہو گا﴿۲﴾۔

(بقیہ حاشیہ) الوقف ولا شیئ علیه من عشر وغیره اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر لیس علیه سوی الاجرة فان اجرة المثل تزید اضعافا کثیرة کما لا یخفیٰ فان امکن اخذالاجرة کاملة یفتی بقول الامام والافبقولهما یلزم علیه من الضرر الواضح الذی لا یقول به احد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۰ مطلب هل یجب العشر علی الزارعین فی الاراضی السلطانیة)

﴿۱﴾ قال الحصكفی: وفی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیهما بالحصة، قال ابن عابدین: ولو دفع الارض العشریة مزارعة ان البذر من قبل العامل فعلی رب الارض فی قیاس قوله لفسادها وقالا فی الزرع لصحتها وقد اشتهر ان الفتویٰ علی الصحة وان من قبل رب الارض کان علیه اجماعاً..... وفی البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینهما فیجب العشر علیهما. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۱: ۶۱ مطلب هل یجب العشر علی المزارعین فی الاراضی السلطانیة)

﴿۲﴾قال الحصكفی: وقالا (العشر) علی المستأجر کمستعیر مسلم، قال ابن عابدین: واوجبه زفر علی المعیر لانه لما اقام المستعیر مقامه لزمه کالمؤجر قلنا حصل للمؤجر الاجر الذی هو کالخارج معنی بخلاف المعیر وقید بالمسلم لانه لو استعارها ذمی فالعشر علی المعیر اتفاقا لتفویته حق الفقراء بالاعارة من الکافر کذا فی شرح درر البحار ای لکونه لیس اهلا للعشر لکن فی البدائع لو استعارها کافر فعندهما.....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

فصل فروخت کرنے کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: اگر فصل کو پختگی کے بعد فروخت کرے تو عشر بائع پر ہوگا اور اگر پختگی سے قبل فروخت کرے تو عشر مشتری پر ہوگا (الدر المختار) ﴿۱﴾.

اہل حرب کیلئے معاون اور جاسوسی کرنے والے منافق مسلمانوں کا حکم

سوال: اگر منافق مسلمان مال وجاہ کے حصول کیلئے اہل علم اور اہل اسلام کے خلاف کفار کیلئے جاسوسی کرتا ہو اور اہل اسلام کو ضرر اور نقصان پہنچانے پر راضی ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب: یہ اہل حرب کے حکم میں ہے اور مباح الدم اور مباح الاموال ہے، کما فی فتاویٰ الکاملیۃ ۱۶۵ ﴿۲﴾.

(بقیہ حاشیہ) العشر علیه وعن الامام روایتان فی روایة کذلک وفی روایة علی المالک. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۰ مطلب هل یجب العشر علی الزارعین فی الاراضی الخ)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ ملطب هل یجب العشر علی الزارعین الخ)

﴿۲﴾ قال الشیخ محمد کامل ابن مصطفی: فی فتح الثغر الوهر انی لمادعی الناس سلطان الجزائر الی جهاد الکفار الذین استولوا علی ثغر وهران جاؤا الیه من کل فج عمیق وکان هذا غیر حال القبائل العامریة واما بنو عامر فانهم کانوا فی ذلک علی فرق منهم من لجأ لحصون العدو مدافعا عن نفسه ومعیناً للعدو بسیفه وفلسه فکانوا یقاتلون المسلمین مع عدوهم ویدفعون عنه ویغزون علی الحجلة المنصورة بالله تعالیٰ حتی انهم کانوا علی المسلمین اشد ضرراً من الکافرین وهکذا کان بعض القبائل، والظاهر ان حکم هؤلاء حکم اهل دارالحرب فی قتلهم واخذ مالهم واما اولادهم فلا یقتلون ولا یکونون فیئا وانما ابیح قتل البالغین منهم لکونهم رداً للعدو الحرب ومعینون له بانفسهم. (الفتاویٰ الکاملیة فی الحوادث الطرابلسیة ۱۶۵ کتاب الجنایات)

جہادمقدس عبادت اورانسدادفساد ہے

سوال: کفارحکمران اوران کے زیراثر امراء جہادکودہشت گردی کہتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

الجواب: جہادایک مقدس عبادت ہے جوکہ انسدادفساد کیلئے اکسیر ہے **بخلاف الکفار** کہ یہ فساد کے انتشار میں مبتلا ہیں ﴿۱﴾۔

﴿۱﴾**قال الامام ولی الله الدهلوی:** اعلم ان اتم الشرائع واكمل النواميس هو الشرع الذى يؤمر فيه بالجهاد وذلک لان تكليف الله عباده بما امر ونهى مثله كمثل رجل مرض عبيده فأمر رجلا من خاصته ان يسقيهم دواءً، فلوانه قهرهم على شرب الدواء وأوجره فى افواههم لكان حقا لكن الرحمة اقتضت ان يبين لهم فوائد الدواء يشربوه على رغبة فيه، وان يخلط معه العسل ليتعاضد فيه الرغبة الطبيعية والعقلية ثم ان كثيراً من الناس يغلب عليهم الشهوات الدنية والاخلاق السبعية ووساوس الشيطان فى حب الرياسات ويلصق بقلوبهم رسوم آبائهم فلا يسمعون تلک الفوائد ولا يذعنون لما يأمربه النبى ﷺ ولا يتاملون فى حسنه فليست الرحمة فى حق اولئک ان يقتصر على اثبات الحجة عليهم بل الرحمة فى حقهم ان يقهروا ليدخل الايمان عليهم على رغم انفهم بمنزلة ايجاد الدواء المر ولا قهر الا بقتل من له منهم نكاية شديدة وتمنع قوى او تفريق منعتهم وسلب اموالهم حتى يصيروا لا يقدرون على شيئ..... فالرحمة التامة الكاملة بالنسبة الى البشر ان يهديهم الله الى الاحسان وان يكبح ظالمهم عن الظلم وان يصلح ارتفاقاتهم وتدبير منزلهم وسياسة مدينتهم ، فالمدن الفاسدة التى يغلب عليها نفوس سبعية ويكون لهم تمنع شديد انما هو بمنزلة الاكلة (هو مرض معروف) فى بدن الانسان لا يصح الانسان الا بقطعه، والذى يتوجه الى اصلاح مزاجه واقامة طبيعته لا بد له من القطع والشر القليل اذا كان مفضيا الى الخير الكثير واجب فعله. (حجة الله البالغة ۲: ۱۷۰ مبحث الجهاد)

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل عربی شرح

منهاج السنن

شرح

جامع السنن للامام الترمذی

پانچ جلد

لفضيلة الشيخ محدث كبير فقيه العصر مفتى اعظم عارف بالله
مولانا مفتی محمد فريد الزروبوى المجددى النقشبندى
المفتى والشيخ بدار العلوم حقانيه اكوڑه خٹک

کل صفحات/۱۴۸۰

ناشر
مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

واما بنعمة ربك فحدث

الفرائد البهية الى احاديث خير البرية

من افاضات

المحدث الشهير والفقيه النبيل
الشيخ المفتی **محمد فرید** المجددی الزروبوی
جامعة دار العلوم الحقانية اكوره ختك باكستان

ويليه

المقدمة فی مصطلحات علم الحديث

للشيخ عبد الحق الدهلوی رحمه الله

اعداد وتقديم

مفتی محمد وهاب المنجلوری
خادم العلم والافتاء بدار العلوم صديقيه

.......: الناشر :.......

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی مدیر دار العلوم صدیقیہ زروبی (صوابی)

صحیح البخاری کے کتاب الایمان کتاب العلم کا جامع عربی شرح

هداية القاري

على

صحيح البخاري

للعلامہ فضیلۃ الشیخ مولانا الحاج محمد فرید المجددی النقشبندی الزروبوی

بخاری شریف کے مطول اور ضخیم شروح کا ملخص، اکابر محدثین کے امالی کا نچوڑ

کل صفحات/۲۵۲

ناشر: دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

صحیح مسلم کے مقدمہ کی محققانہ شرح (عربی)

فتح المنعم

شرح

مقدمة المسلم

لفضیلۃ الشیخ مولانا مفتی محمد فرید مجددی الشیخ والمفتی بدارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کل صفحات/۵۲

یہ شرح دس مباحث پر مشتمل ہے، طلباء حدیث کیلئے مشعل راہ ہے۔

ناشر: مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی